تا تو بیدار شوی نالہ کشیدم، ورنہ
عشق کارے ست کہ بے آہ و فغان نیز کنند

عطیہ (علامہ سر اقبال)

دار الادب لکھنؤ کا علمی و ادبی رسالہ

مرتبہ
سید مقبول حسین وصل بلگرامی

"مرقع" کے قواعد و ضوابط

(۱) "مرقع" ہر انگریزی مہینے کی ۱۵ تاریخ کو دارالادب لکھنؤ سے شایع ہوگا

(۲) "مرقع" کی قیمت عام خریداروں کے لیے پانچ روپیہ سالانہ مع محصول ڈاک مقرر ہے۔ جو پیشگی وصول ہونا چاہئے۔

(۳) "مرقع" کا نمونہ بغیر ۸/ نقد وصول ہوئے روانہ نہیں ہو سکتا۔

(۴) "مرقع" کی قیمت رؤسا و دیگر معزز اصحاب و اُسکے مربیوں سے اُنکی ہمت افزائی پر منحصر ہے۔

(۵) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ کا آنا لازمی ہے۔

(۶) خط و کتابت کے سلسلہ مین خریداری کا نمبر لکھنا ضروری ہی

(۷) رسالہ نہ پہونچنے کی اطلاع ہر ماہ کی ۲۵ تاریخ تک آجانا چاہئے۔

(۸) کوئی مضمون ایسا شایع نہ ہوگا جو مخرب اخلاق ہو یا کوئی خراب اثر پیدا کرے

(۹) تعلیم یافتہ خواتین کے صرف وہ مضامین نظم و نثر درج ہونگے جو اپنی خوبیون کے لحاظ سے بہترین اور اپنے اثرات کے لحاظ سے نہایت خوشگوار ہون گے۔

(۱۰) "مرقع" کو موجودہ پالٹکس یا مذہبی مباحث سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔

(۱۱) تنقیدی مضامین بھی اسمین شایع ہونگے۔ مگر وہی [illegible] ہوگا۔ باہمی نزاعات یا کسی قسم کے تعصب یا ک[illegible]غ کی بنا پر لکھے ہوئے مضامین سے احتراز کیا جائیگا۔

(۱۲) ایسے مضامین جنمین کسی شخص پر چوٹ کی گئی ہوئی یا اُسمین ایسے الفاظ ہون جن سے دوسرے کو رنج کا شائبہ بھی پیدا ہو ہرگز شایع نہ ہونگے

(۱۳) جس نظم و نثر کے مضمون مین زبان لغت یا فن کی غلطیان ہونگی اُس وقت تک شایع نہ ہوگا جب تک اُسکی مناسب ترمیم اطلاع پانے پر خود صاحب مضمون نہ کردین۔

(۱۴) "مرقع" کا مسلک صلح کل ہے وہ انشاءاللہ کبھی دل آزار یا متعصب ثابت نہ ہوگا۔

(۱۵) "مرقع" کو ذاتیات سے کبھی تعلق نہ ہوگا۔ وہ اپنے معاصرین سے خواہ وہ اہل جرائد ہون، یا اہل اخبار، اتفاق و اتحاد پیدا کرنیکی کوشش کریگا اور انشاءاللہ وہ ہمیشہ اسمین ثابت قدم رہیگا۔

مدیر "مرقع" لکھنو

مرقع مین اشتہارات بھیجتے وقت

ذیل کا نرخنامہ ملاحظہ فرمایئے

تعداد طبع	ایک صفحہ	نصف صفحہ	چوتھائی صفحہ
ایک سال کے لئے	سہ	مسہ	عسہ
چھ ماہ کے لئے	مسہ	عسہ	۶عسہ
تین ماہ کے لئے	صہ	معسہ	سے/
ایک ماہ کے لئے	سے/	صہ/	سے/

ضروری نوٹ

ٹائٹل پیج کے صفحہ ۲ و ۳ و ۴ کی اجرت کا نرخ اسکے علاوہ ہے جو خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہے۔ اجرت کا پیشگی آنا ضروری ہے۔

مینیجر "مرقع" لکھنو

"مرقع" کا موجودہ نظام

"مرقع" کا پہلا نمبر اربابِ علم و ادب کے سامنے اُنکی قدر دانی اور ہمت افزائی کے بھروسہ پر پیش کیا جا رہا ہے۔

"مرقع" نے بہ حیثیت مجموعی اپنے مقاصد کے لحاظ سے اپنے آپ کو کامیاب بنانے کی کوشش کی ہے اور امید ہے کہ وہ اس وقت بھی بہت کچھ کامیاب نظر آئے۔ آیندہ اسکے نمبر اس سے زیادہ صوری و معنوی خوبیون سے آراستہ نظر آئینگے۔

"مرقع" اُن حضرات سے جنکے ملاحظہ مین یہ اپنی خوبی قسمت سے جائے درخواست کرتا ہے کہ اسکے پہلے نمبر کے دیکھنے کے بعد اس مین جو کمی یا خرابی نظر آئے اُس سے اپنے خلوص و محبت سے مجھے مطلع فرمائین۔ انشاء اللہ وہ کمی یا خرابی کسی نہ کسی طرح پر رفع کر دی جائیگی۔

"مرقع" اس وقت ۲۰×۳۰ ⅛ کے ۴۸ صفحون پر شایع کیا جا رہا ہے جسمین اسکے ہر صفحہ مین دو کالمون کی وجہ سے معمولی تقطیع کے ایک سو صفحون کے مضمون کی گنجائش ہے۔

"مرقع" اپنے مضامین کی خوبیون کے علاوہ کاغذ لکھائی اور چھپائی کے لحاظ سے بھی بہتر معلوم ہوگا اور اُس کے آیندہ نمبرون مین ہر قسم کا اور بھی اضافہ اور ترقی ہوتی رہیگی۔

"مرقع" انشاء اللہ ملک کے تمام مشہور اور مسلم الثبوت اساتذۂ فن و مستند انشا پردازون کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتا رہیگا۔

"مرقع" کی ضخامت مین خدا کے فضل سے بہت جلد اضافہ کی امید ہے۔ جو رفتہ رفتہ اسکے خریدارون و قدردانون کے اضافہ کے ساتھ ہوتا رہیگا۔ اور انشاء اللہ تھوڑے ہی عرصہ مین اپنی اور خوبیون کے ساتھ ضخامت مین بھی کسی سے کم نہ رہیگا بلکہ ترقی پذیر نظر آئیگا۔

"مرقع" ہر وقت اپنی موجودہ شاہراہ سے آگے بڑھنے اپنی خوبیون مین اضافہ کرنے، اپنی کمی کو پورا کرنے اور ہر نقص کے مٹانے کی کوشش کرتا رہیگا۔

— [illegible] بلگرامی

شکریہ

یک منعم و یک نعمت و یک منت و یک شکر
صد شکر کہ تقدیر چنین راند قلم را

مین نہایت ادب اور دلی خلوص کے ساتھ اُن سب حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہون کہ جنھون نے میری ناچیز اسد عاپر "مرقع" کے لئے کسی نہ کسی قسم کی امداد فرماکر میری ہمت افزائی کی۔

اس عنوان کے تحت مین عالی جناب علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب ام۔اے بالقابہ بیرسٹرایٹ لا لاہور کے نام نامی سے ابتدا کرتا ہون جنھون نے اپنا ایک شعر خاص "مرقع" کے سرورق کے لئے عطا فرمایا۔

جناب ممدوح کا گرامی صحیفہ ذیل مین درج ہے۔

"لاہور۔ ۱۰ نومبر ۱۹۲۵ء

مخدومی۔ تسلیم۔
یہ ایک شعر حاضر ہے۔ معلوم نہین سرورق کے لئے موزون ہوگا یا نہین۔

ندارد عشق سامانے ولیکن تیشہ دارد
شگافد سینۂ کہسار و پاک از خون پرویز است

مخلص
محمد اقبال"

اسکے بعد شعرائے نازک خیال و اساتذہ باکمال اور اُن حضرات لکھنؤ کا جنھون نے میری حوصلہ افزائی کی، میرے کامون مین میرا ہاتھ بٹایا اور خصوصیت کے ساتھ قلمی امداد فرمائی شکرگزار ہون۔ اصحاب لکھنؤ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اُن حضرات مین سے چند اصحاب کی ایک مختصر فہرست نہایت شکریہ کے ساتھ پیش کرتا ہون جنھون نے اپنے لطف و کرم سے نظم و نثر کے مضامین "مرقع" کے لئے عطا فرمائے یا اُنکے مضامین دوسرے اصحاب کے ذریعے سے حاصل ہوئے۔ یہ مضامین اپنی ترتیب انتخاب اور رسالہ کی گنجائش کے لحاظ سے شائع ہوتے رہینگے

اُستاذی حضرت تحمد لکھنوی بلگرامی مدظلہ۔
ابو العلا حضرت ناطق لکھنوی
لسان الملک حضرت ریاض خیرآبادی۔
میان بشیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا، اڈیٹر "ہمایون"

حضرت نیاز فتح پوری اڈیٹر "نگار"
مولانا عبد الماجد صاحب قادری بدایونی -
مولوی عبد الماجد صاحب بی - اے - دریابادی
مسٹر سید احمد صاحب کاظمی (علیگ)
خان بہادر سید محمد ہادی صاحب وزیر تعلیم بھوپال
مسٹر عزیز حیدر آبادی بی - اے (علیگ)
مسٹر اعزاز (لندن)
حضرت نظم طباطبائی
جناب فراق بی - اے - گورکھپوری -
جناب اثر لکھنوی بی - اے -
جناب روان ایم - اے - وکیل
سید عابد علی صاحب بی - اے -
حضرت اثر صہبائی
پروفیسر حیدری صاحب
پروفیسر محمد صادق صاحب ایم اے علیگ -
جناب ہادی مچھلی شہری -
جناب محمود الہ آبادی
پنڈت جگموہن ناتھ صاحب نیہ شوق
منشی ممتاز علی صاحب آہ
جناب شہیر مچھلی شہری -
جناب بیخود دہلوی
سید علی ضامن صاحب بی - اے -
حکیم برہم صاحب اڈیٹر "مشرق" گورکھپور
ابو المعانی وحید الدین احمد صاحب -
شاہ نذیر صاحب ہاشمی غازیپوری

حضرت احسن مارہروی
جناب اصغر گونڈوی
جناب نظیر شاہ صاحب وارثی
مولوی ظہیر حسین صاحب رضوی ایم اے (علیگ)
حضرت فانی گورکھپوری -
ڈاکٹر سید یامین ہاشمی غازیپوری - ایم اے (علیگ)
حاجی محمد صادق صاحب ایوبی
جناب جگر بسوانی
جناب ذوقی لکھنوی (علیگ)
محمد احمد صاحب رئیس بابوپور -
مسٹر علی مقصود علیگ -
جناب عزیز بلگرامی -
جناب ہوش بلگرامی -
سید وصی صاحب شوق بلگرامی (کواتھ)
مولانا سید عباس علی سبزواری (علیگ)
سرور اکبر آبادی
مولوی محمد ابراہیم صاحب گورکھپوری -
منشی محمد داؤد خان صاحب مراد آبادی -
مولوی عبد الحی صاحب صدیقی بی - اے - علیگ
جناب ماسٹر باسط بسوانی -
جناب جگر مراد آبادی -
جناب وسیم خیر آبادی
قمر جہاں بیگم صاحبہ -
بلقیس جمال صاحبہ -
رابعہ خاتون صاحبہ - میمونہ غزال صاحبہ

مہربانان مرقع

عالی جناب مولانا مولوی حاجی سید محمد سبحان اللہ صاحب متخلص بہ عظیم رئیس اعظم گورکھپور

عالیجناب نواب غلام حسین صاحب قمر رئیس اعظم گنیش پور ضلع بستی

عالیجناب مولانا مولوی سید محمد مقصود علی صاحب نائب ریاست گنیش پور

معاونین مرقع

جناب سید شاہ زاہد علی صاحب سبز پوش رئیس اعظم گورکھپور

جناب سید شاہ شاہ علی صاحب فانی سبز پوش رئیس اعظم گورکھپور

جناب سید وصی الحسن صاحب بلگرامی ڈپٹی کلکٹر

جناب مرزا جعفر علی خان صاحب بی اے ڈپٹی کلکٹر

جناب مولوی محمد آفاق صاحب لک آفاق اسٹنٹ کمپنی گورکھپور

جناب رواں ام اے وکیل

جناب سید محمد مختار صاحب ڈپٹی کلکٹر

حضرت فرخ آنائو

جناب سید اشرف علی صاحب ڈپٹی کلکٹر

جناب مولوی بدر الحسن صاحب ڈپٹی کلکٹر

جناب خان بہادر قاضی خلیل الدین صاحب دیوان ریاست بجاور

جناب رائے بہادر بابو نندن پرشاد صاحب رئیس و آنریری اسسٹنٹ کلکٹر گورکھپور

جناب سید خورشید حسن صاحب سب جج ہردوئی

جناب رائے ادیا پرشاد صاحب آنریری مجسٹریٹ گورکھپور

جناب مولوی عبد الاحد صاحب آنریری منصف تعلقدار کھپرسا تار ضلع بلیا

جناب ملک حبیب احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لا سکریٹری ریاست بھوپال

جناب سید نیاز احمد صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس بھوپال

جناب بابو عبد القادر صاحب انجینیر بھوپال

جناب حاجی محمد مصطفا خان صاحب اصطفا مالک کارخانہ عطر اصغر علی محمد علی لکھنو

جناب چودھری شفیق الزمان صاحب تعلقدار گڑھی بہلول

جناب مولوی مظہر الحق صاحب مرزاپور جناب منشی نذیر حسین صاحب بنارس

جناب بابو نذیر الدین صاحب فاروقی اوجین

جناب شیخ علی حماد صاحب بی۔اے۔ایل ایل بی منصف

جناب سید محمود الحق صاحب حقی بی اے وکیل ہردوئی

جناب قاضی احمد الیاس صاحب بی اے وکیل ہردوئی

جناب مولوی سلطان احمد صاحب بلگرامی بیرسٹر ایٹ لا ہردوئی

جناب مولوی ابرار حسین صاحب بی اے وکیل ہردوئی

جناب ڈاکٹر نبی محمد خان صاحب آنریری مجسٹریٹ ہردوئی

جناب محمد رضی الحسن صاحب رضی اورنگ آباد

جناب ابو العلا حضرت ناطق لکھنوی جناب عارف لکھنوی

جناب ادیب لکھنوی۔ جناب احسن مارہروی

جناب نشتر سندیلوی۔ جناب صدق جائسی

جناب عارف منصرم کشمیری لکھنو

جناب منشی امتیاز علی صاحب تحصیلدار لکھنو

جناب سید فضل علی صاحب بیرسٹر ایٹ لا پٹنہ

جناب ہوش بلگرامی۔ جناب شوق بلگرامی۔ جناب فراق بی اے گورکھپوری

(باقی آیندہ)

جہاں مرقع تصویر حسن او ست تمام — فہرست مضامین — بہ تحریم بہ کہ بندم دل از کہ بر دارم

جنوری سنہ ۱۹۲۶ء

سالِ نو

ساقیا آج پلا دے مے گلفام مجھے (۱) بادۂ کہنہ سے دے بھر کے نیا جام مجھے
صدقہ رندوں کا بنا خوش دل و خوش کام مجھے — بھول کر یاد نہ ہو گردشِ ایام مجھے
پھول برسا دے سرِ دَورِ خمار اے ساقی
سالِ نو تجھکو مبارک ہو دل آرا ساقی

مے گلرنگ پیوں۔ بادۂ گلفام پیوں (۲) دَور میں بیٹھ کے تیرے سحر و شام پیوں
کسلئے آج میں خونِ دلِ ناکام پیوں — دستِ نازک سے ترے جام پہ میں جام پیوں
مست و سرشار بنوں۔ سرخوش و مدہوش ہوں
یہ تمنا ہے کہ میں رندِ وفا کوش ہوں

سالِ نو آیا ہے گلزار کا ہے رنگ نیا (۳) باغ کے در و دیوار کا ہے رنگ نیا
گل کا عالم ہے جدا۔ خار کا ہے رنگ نیا — دیکھ لے نرگسِ بیمار کا ہے رنگ نیا
آج ساعت ہے نئی۔ عہد نیا۔ دَور نیا
بزمِ عالم کی ہر اک چیز کا ہے طور نیا

کامرانی سے کوئی خرم و شاداں ہوگا (۴) بختِ بیدار پہ اپنے کوئی نازاں ہوگا
صورتِ گل جو خوشی سے کوئی خنداں ہوگا — شکلِ بلبل کوئی رو رو کے غزلخواں ہوگا
رنگ جمشید کی محفل کا دکھائیگا کوئی
جام پر جام سرِ دَور لنڈھائے گا کوئی

دل کے ہاتھوں کوئی اس سال بھی نالاں ہوگا (۵) جوشِ وحشت میں کوئی چاک گریباں ہوگا
کوئی ناکامِ جہاں خاک بداماں ہوگا — فرطِ غم سے کوئی آئینہ حیراں ہوگا
ہوگا تصویرِ الم۔ غم کا سراپا کوئی
شکلِ یوسف سرِ بازار بکے گا کوئی

رنگ بدلے گا بدستور زمانہ اب بھی (۶) درد کا ہوگا زبانوں پہ فسانہ اب بھی
ہاں اجل ڈھونڈ نکالیگی بہانہ اب بھی — ناوکِ غم کا جگر ہوگا نشانہ اب بھی
دیکھکر اہلِ جہاں وقفِ تحیر ہونگے
جنکی امید نہیں ایسے تغیر ہونگے

ستمِ چرخ سے مٹی میں ملے تاج بہت (۷) پل میں مٹتے نظر آتے ہیں راج بہت
ہوگئے دیکھتے ہی دیکھتے محتاج بہت — کل ہو کچھ حال کر آج ہیں مرتبہ بہت
دورِ دوراں میں کوئی کیا جانے کہ کیا ہوتا ہے
بینوا صاحبِ زر۔ شاہ گدا ہوتا ہے

آئے دن اور ترقی پہ زمانہ ہوگا (۸) عہدِ ماضی جو ہے وہ ایک فسانہ ہوگا
خانہ برباد جو ہیں انکا ٹھکانا ہوگا — کامگاری کا ہر اک لب پہ ترانہ ہوگا
صاحبِ عقل کریگا کوئی ایجاد نئی
راہ دکھلائے گا ہم کو کوئی استاد نئی

گلِ صد برگ بنے گا رخِ نیکوئے سخن (۹) بڑھ کے سنبل سے نظر آئینگے گیسوئے سخن
سرو ہو جائیگا اے دل قدِ دلجوئے سخن — لطف دکھلائیگا اب رنگِ سخن بوئے سخن
دلفریب اور نظر آئے گی تصویرِ ادب
چارسو پھیلے گی آفاق میں تنویرِ ادب

اور نکھریگی ابھی اور زبانِ اردو (۱۰) اور سلجھے گا ابھی اور بیانِ اردو
اور سے اور نظر آئے گی شانِ اردو — خوب توسیع پہ مائل ہے جہانِ اردو
لطف دیجائے گا ہمکو کہیں تقلید کا رنگ
دلکو تڑپائے گا اپنے کبھی تجدید کا رنگ

کھینچ لیگی دلِ عالم کو نزاکت اسکی (۱۱) لطف دکھلائیگی دنیا کو لطافت اسکی
گھر کریگی دلِ محزوں میں محبت اسکی — ہوگی آفاق میں ہر سمت اشاعت اسکی
پھول چن لائیں گے ہر باغ سے گلچیں اسکے
گل کھلائیں گے بصد رنگ مضامیں اسکے

اے خوشا بخت۔ نیا ایک صحیفہ نکلا (۱۲) لکھنؤ سے ادبی خوب رسالہ نکلا
جلوۂ حسنِ معانی کا سراپا نکلا — پردۂ نور سے اک شاہدِ زیبا نکلا
کوششِ وصل ہو مقبول بڑا کام کیا
حسن کیساتھ مرقع کا سرانجام کیا

فضلِ حق سے ہوا ہے راس زمانے کی ہوا — صاحبِ ذوق رہیں جان سے دل سے شیدا
چشمِ مشتاقِ جہاں اس سے کرے کسبِ ضیا (۱۳) دلِ تاریک کو روشن کرے اس کا جلوہ
شکل باسط ہو ہر اک اسکے طلبگاروں میں
نام ہو سارے زمانے کا خریداروں میں

باسط بسوانی

جنوری سنہ ۱۹۲۶ء

جلد ۱　　　　نمبر ۱

مُرقّع اور اُسکے مقاصد

رونقِ عہدِ شباب ہست دگر بستان را
میرسد مژدۂ گل بلبلِ خوش الحان را

ہندوستان مین اتنے جرائد اور رسالے شائع ہو رہے ین کہ انکا شمار کرنا بھی دشوار ہے۔ ادب و انشا کے اس محشرستان ین ایک نئے رسالے مُرقّع کا ظہور بظاہر ایک غیر ضروری تحریک ہے جس سے بجز پریشانیِ نگاہ کے اور کوئی نتیجہ مرتب نہین ہو سکتا۔

مختلف رسالون کے نکلنے اور بند ہونے سے ہندوستان ین نئے رسالون کا جاری ہونا اسقدر بدنام ہو گیا کہ کسی نئے رسالے کا نام سنتے ہی لوگون کو وحشت ہونے لگتی ہے۔ ادبی دنیا والونکو ب گوارا نہین ہے کہ کسی نئے حریف کی صحبت کے لئے دلچسپی سے کھڑے ہون اور اس سے مصافحہ کرنے کے لئے دست شوق بڑھائین

انکی کثرت اور دیگر کمزوریون کے علاوہ انکے طویل اغراض و مقاصد نے بھی ادب حاضرہ کا معیار اس قدر پست کر دیا ہے کہ کسی نئے رسالے کی نشر و اشاعت مین عام طور پر کوئی دلچسپی نہین پائی جاتی۔ ان کثیر التعداد جرائد کے احیاء اور انکی ناکام زندگی کے دیرپا اثرات نے عوام کو اسقدر برگشتہ خاطر کر دیا ہے کہ کسی جدید کوشش کو نظرِ استحسان سے نہین دیکھا جاتا۔

ملک کی اس حوصلہ شکن حالت کے احساس کے بعد بھی مُرقّع کا اجر

کافی دلچسپ ہے اور اس دلچسپی کے ساتھ اس کے مخصوص مقاصد کی
آمیزش نے اس مین ملک و ادب کے مفاد کا پہلو پیدا کر دیا ہے -
کثیر المقاصد رسالون کے مشترک اغراض کی رسمی فہرست عموماً علمی،
ادبی، اخلاقی، روحانی، تاریخی اور سائنٹیفک خدمات پر مشتمل ہوتی ہے
لیکن مرقع کا نصب العین تشریح اور توجیہ کا محتاج ہے -

کسی ادبی رسالے کا مقصد اگر محض زبان کی خدمت اور صرف
نظم و نثر کے بہترین نمونون کی اشاعت ہے تو وہ صحافتِ حاضرہ مین
کسی اہم مرتبہ کا مستحق نہین مانا جا سکتا - اسلئے کہ جب تک دوسرے
رسالون کے مقابلہ مین اسے اپنے کسی خاص نصب العین کی بنا پر کوئی
امتیازی درجہ حاصل نہو - اسکی ذات سے کوئی غیر معمولی امید وابستہ
نہین کی جا سکتی -

مرقع ایک انوکھے مقصد اور نرالی شان سے میدانِ صحافت مین
قدم رکھنے کی جرات کرتا ہے - وہ اصلاح زبان کا علمبردار ہے اور قدیم
و جدید انداز کی باہمی کشاکش کو فنا کرنا اس کا بہترین مقصد ہے -

آجکل اردو ادب قدیم و جدید خیالات کا محشرستان بنا ہوا ہے -
اس وقت ملک مین ادیبون کے دو اسکول ہین جنکے مطالعۂ نظر مین
نمایان اور بین فرق نظر آتا ہے - ایک تو وہ اسکول ہے جو لکیر کے فقیر کا
مصداق مذاقِ کہنہ کا گرویدہ اور اپنے جذبات کے اظہار مین قدیم قیود
کی زنجیرون مین جکڑا رہنا پسند کرتا ہے اپنے اسلاف کی تعمیر کردہ شاہراہ
پر آنکھ بند کئے ہوئے گامزن رہنا انکا ایمان ہے - بخلاف اسکے دوسرا
اسکول جدت طرازی پر اس قدر تلا ہوا ہے کہ ازمنۂ قدیمہ کا سرمایہ اسے
ایک نظر نہین بھاتا وہ نئی روشین نکالتا اور ایک بالکل جدید عمارت کی
انوکھے اسلوب سے داغ بیل ڈالنا اپنا فرض اولین تصور کرتا ہے گویا
مغربی خیالات و طرز بیان کا اثر آخر الذکر اسکول پر اسقدر تسلط جمائے
ہوئے ہے کہ وہ جادۂ قدیم پر قدم اٹھانا اپنی ہتک قرار دیتا ہے -

مذکورۂ بالا اسکولون کے محاسن و معائب پر بحث کرنا اور انپر
تنقیدی نظر سے جانچنا یہان میرا مقصد نہین ہے اور نہ یہ ثابت کرنا
ہے کہ کس کو کس پر ترجیح ہے اس وقت صرف اہل ملک کے
مختلف النوع ادبی رجحانات کا خاکہ پیش کرنے کے بعد ان اجزائے
ترکیبی کا بیان مقصود ہے جنکے باہمی ارتباط سے مرقع کی بنیاد قائم
کرنا ہے -

مرقع کی پالیسی کا لب لباب اعتدال پسندی اور تعصب شکنی
ہے - وہ نہ قدیم شاہراہ سے بلا وجہ گریز کرنا پسند کرے گا اور نہ جدید
سے خواہ مخواہ پرہیز کرے گا - اس کا مسلک دونون اجزا کی وصل
و ترکیب سے ایک ایسے راستے کی بنیاد ڈالنا ہے جس پر اہلِ ملک کے
دونون اسکول ہاتھ مین ہاتھ دئے ہوئے یکجہتی و خلوص و اتحاد کے
ساتھ اپنی اپنی منزل طے کرین - قدما کا سرمایہ بھی قابلِ وقعت ہے
اور موجودہ جدت طرازون کی کوشش بھی قابلِ ستائش - اول الذکر
مین سے صرف اسیقدر حصہ ہماری عمارت کا جزو قرار پا سکتا ہے جو
اس کی نشو و نما مین رکاوٹ نہ پیدا کرے اور آخر الذکر مین سے
محض اسی جزو کو کام مین لا سکتے ہین جس سے تخریب زبان کا خطرہ
نہو - دیگر ترقی یافتہ زبانون کے مقابلے مین ہماری ادبیات تہیدست
ہے - مرقع کا نصب العین رہے گا کہ اصلاحِ زبان کے ساتھ ساتھ غیر
زبان کے جواہر ریزون کو چن کر اپنی ادبیات کو مالا مال کرے اور قدیم
شاہراہ کے کنارے جدید مذاق کے خیابان کی داغ بیل ڈالے تاکہ
راہرو مسرت و شگفتگی کی سانس لیتا ہوا اپنا راستہ طے کرتا جائے -

وصل بلگرامی

مرقع کا خیر مقدم

ہمارے خاص ہمدرد، ہم پر خاص عنایت کرنے والے، مرقع کے اجرا، و اشاعت کے حامی، اسکے دل سے قدردان اور ہماری ہمت بڑھانے والے چند اصحاب نے مرقومہ بالا عنوان پر اپنے خلوص، اپنی محبت، اپنی قدردانی اور اپنی ہمدردی کا اظہار نظم کے پیرایے مین فرمایا ہے، ہم اُنکی اِس نوازشِ خاص کے منت پزیر ہین۔

منجملہ انکے تین فارسی قطعات، ایک لسان القوم جناب مولانا صفی لکھنوی، دوسرا جناب بیخود موہانی تیسرا، لسان الہند حضرت عزیز لکھنوی کا اور ایک اُردو کی نظم جناب جگر بسوانی کی درج مرقع کرتے ہین۔

نوٹ:۔ جناب عزیز کا قطعہ اُنکی خاص تحریر مین ہے جسکا عکس صفحہ ، اور علامہ اقبال کی تحریر کے عکس کے بعد ملاحظہ فرمایئے۔ — وصل بلگرامی

لسانُ القوم جناب مولانا صفی لکھنوی

قطعیت ببین و سواد روشن کُن — ز حسن جلوہ فروشے نظر دریغ مدار
ز گل عروس ادب را چو جلوہ آراید — تو ہم ز بارشِ گلہاے تر دریغ مدار
غبار راہِ قلم سرمہ صفاہانیست — بچشم کیر ز کحل البصر دریغ مدار
بخیر مقدم نو در کنار آمدہ — الا ز ریزشِ لعل و گہر دریغ مدار
نوید تازہ کہ پیشت نسیم آورد ست — ببزم نکتہ وران زین خبر دریغ مدار
تنعمے کہ ازان بہرہ مند می باشی — ز دوستانِ خود ش بیشتر دریغ مدار
زنخلِ بارورے گر ہمی کنی نوبر — بہ دیگران ز عطاے ثمر دریغ مدار

بہر کہ تشنہ لب ذوقِ سخن باشد — ز دجلہ ریزیِ خونِ جگر دریغ مدار
درین زمانہ کہ قحطِ ہنروران بینی — خدا لے را کہ ز کسبِ ہنر دریغ مدار
دعاے خیر مکن در حقِ سخن سنجان — درین وظیفہ شام و سحر دریغ مدار
اگر ز فیض رسانی بجنبش طینتِ خویش — دریغ داشتی، اما دگر دریغ مدار
ترا کہ گفت نداری دریغ از مردے — دریغ دار، ولے این قدر دریغ مدار
بعاریت چو مرقع کسے ز من در خواست — دلم بگفت، کزین مختصر دریغ مدار
صفی مضایقہ کردم درین معاملہ من — بگفتمش ادب از خیر و سر دریغ مدار

پیامِ وصل ادا می کُن از لبِ حافظ
کہ در بہاے سخن سیم و زر دریغ مدار

جناب بیخود موہانی

ارنی بگو شدا دل ہمہ را چنانکہ دانی — گزار بے دو دل، بگزر زلن ترانی
تو بآب و تاب شانی، تو با نقلاب جانی — دم صبح زبانی، کہ مرقع جہانی
چو شوی بحق مسجل، تو ز معرفت بجوانی — تو دسی بوحی منزل، تو بہ لوحِ غیب بانی
چو ز حسن خطبہ خوانی، چو سخن ز عشق رانی — نہ ز بین نظر روانی، ز ہوا اثر فشانی
بہوا چو پر کشائی، بجہان نظر کشائی — چو ز اوج در کشائی، تو فرازِ لامکانی

ز چراغ شعلہ لرزان بگم تباہ سامان — تو ئی آفتاب دوران ہمہ جا ضیا فشانی
بدر آ ز جلوہ گاہت، دل و دیدہ فرشِ راہت — ہمہ حسن در پناہت، ز نظر چرا نہانی
تو بہ جہد در سخن آ، چو مسیح معجز آرا — کہ جمالِ فطرت را، چہ نیاز با جوانی
ز ادب عیار سنجی، ز علوم طرفہ گنجی — تو بہر بابہ بنجی، کہ ز جہل وا رہانی
ہمہ چشمِ ناز جوئی، کہ ہمہ لبی و گوشی — بصنم ہمہ خموشی، بخدا ہمہ بیانی

ز تو چشم و مے پرستی، ز تو دل بوجد و مستی — ہمہ نشۂ الستی، ہمہ مستیِ جوانی
ز نیاز بے نیازی، سر دار تمام نازی — ز قبولِ سرفرازی، کہ ز وصل کامرانی
ز فراق چون زنی دم، چو ستارہ اہلِ عالم — نزند چشم برہم، شبِ تارِ زندگانی
ز وصال کن تکلم، کہ ز خلق از ترنم — نرود ز لبِ تبسم، چو بہارِ جاودانی
تو مے بدستِ جم نہ، بسکندر آئینہ دہ — کہ گوشِ تو خور ذرہ، ز سر دشِ آسمانی
سرِ راہ ہست جانان بخضر بگوید ایمان — سر دار آبِ حیوان، تو غبارِ رہ فشانی
چہ نظارہ سوز شانے، چہ غرور زا بیانے — کہ گذشت بر جہانے، ز صدائے لن ترانی
ز نیاز باز گوئی، تو ز ناز راز گوئی — سر دار نیاز گوئی، کہ ز وصل داستانی

تو بیخود است شیدا، نگہے بوے خدا را
ز تغافلت پیدا، کہ تو از دلش ندانی

جناب حکیم جگر صدیقی بسوانی

کج ادائی یاد ہی بھولا ہوا اقرار بھی — یاد بھی شرمندہ ہے ہم سے نگاہِ یار بھی
یاد اپنے ظلم اپنے دل کا لینا آگیا — شرم سے ظالم کے ماتھے پر پسینا آگیا
مجھ سے کیون چھپتا ہے مین نے شکل پہچانی تری — مار ڈالیگی مجھے ظالم پشیمانی تری
جو حیا کی ندامت دلکو ہے گھیرے ہوئے — مسکراتا ہے مری جانب سے منہ پھیرے ہوئے
پھر جھلک شوخی کی دیکھین آنکھ مین آئی ہوئی — پھر نہ ملجائے ہم سے آنکھ شرمائی ہوئی
دل مٹا جاتا ہے تجھپر دلکی حالت دیکھ لے — آنکھ اُٹھا کر دیکھ لے، او بے مروت دیکھ لے
خون لاکھون کیے ہوئے، قاتل ادا پر ناز پر — مٹنے والے مٹ گئے ظالم ترے انداز پر
یہ کرشمے دیکھتا ہون آہ بے تاثیر کے — بل تری چتون کے ہین یا بل مری تقدیر کے
جان و دل قربان سب تیری ادا پر کرگئے — مرگئے او قاتلِ عالم ہزارون مرگئے
بیخودی دیدار کی ہے حسین یہ تاثیر ہے — تو نہین ہے سامنے، ظالم یہ تری تصویر ہے
حسن کی تاثیر ہے تصویر جسنے کردیا — واہ کیا تصویر ہے تصویر جسنے کردیا
دیکھ کر حسنِ دل آرا مین بڑی مشکل مین ہم — اِس مرقع کو جگہ دین آنکھ مین یا دلمین ہم
دامنِ نظارہ کو بھرنا مبارک ہو تجھے — اے مرقع دل مین گھر کرنا مبارک ہو تجھے
آنکھ مین پتلی ہو تو پتلی مین آکر نور ہو — اے مرقع جلوہ گاہِ علم و فن کا طور ہو
خیر مقدم کا ترے شورِ مبارکباد ہو — تو رہے دلمین جگر کے اسکا دل آباد ہو

تقاضاے وصل

وہ وصل نہین جو ہجر کا مقابل اور عشاق کی حسرتون کا روح دل ہے وہ بھی نہین جو شعرا کی رنگینی طبع و جوش بیان و لطف ادا و طرز گفتار کا ایک خوشنما گلدستہ ہے، اور خیالی و مجازی ذوق شوق ہائے، وا سے، مہیج جذبات، و محرک داعیات اعلان یا راز سربستہ ہے۔ ہان وہ بھی نہین جو مصطلح صوفیہ یا مقام اہل عرفان ہے اور عبدیت کاملہ و انسانیت تامہ کا نتیجہ لازمہ و داعیہ ضروریہ ہے کیونکہ اپنی جان کا احساس و ادراک اور من آنم کہ من دانم کا مصداق اسکے تلفظ و تکلم تو کیا توہم و تخئیل کی بھی اجازت نہین بخشتا۔ مادیت کی بھول بھلیان کا سرگشتہ و حیران اور امکان و حدوث کی دلدل کا آغشتہ و ناتوان یہ جرات بھی نہین کرسکتا کہ اپنی پستی سے اونچا خواب بھی دیکھ سکے وصل و اتصال حقیقی تو جن کا مقام ہے انکا ہے۔ یہ تو جنکے نصیب مین ہو وہی پاتے ہین اور جو اس کے واقعی اہل ہین وہی اس کا لفظ زبان پر لاسکتے ہین یہ انہین کا حصہ ہے جنھون نے مادیت کی حرص آز کے سب حصے چھوڑ دیے اور اپنے کو کسی اور کے حصہ مین دیدیا اور یون پھر اپنا حصہ اپنا نصیب وصل حقیقی کو بنالیا الحق کہ وہی اس کے پانیوالے ہین اور انہین سے تقاضاے وصل حقیقی یا انھین کو ادعاے وصل دائمی ہوسکتا ہے۔ میرا عنوان تو فقط ایک پیکر عنایت اور مجسمۂ کرم و محبت کے اصرار آگین گلو خلاصی ہے نہ عاشقانہ وصل، نہ شاعرانہ وصل، نہ عارفانہ وصل بلکہ حضرت وصل بلگرامی جن کا تقاضا ہے کہ انکے رسالہ و بیہ مرقع کیلیے کوئی ادبی مضمون حاضر کرون۔ دماغ وقف مصائب و تفکرات، دل پریشان و اختلاج زدہ، طبیعت مضمحل و افسردہ و اندنکا سفر مسلسل تقریب نکاح و در سپر طرہ علالت رنجوری ہائے مجبوری کے معذوری پھر حضرت وصل کی تعمیل ارشاد کیونکر اور کسطرح ہو۔ انکا تقاضا ہے کہ جو کچھ ہو جیسا ہو، لہذا اس تقاضہ سے مجبور ہو کر آئندہ کے وعدہ کے ساتھ یہ کہکر رخصت ہوتا ہون کہ، یار باقی صحبت باقی،

فقیر عبدالماجد القادر البدایونی

افکارِ فلک پیما

عکسِ تحریر علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال ام۔ اے۔ بیرسٹرایٹ لا، لاہور

گفتند دل آزاد کہ پابستۂ تو است؟
گفتم کہ ز بند دو جہاں رستۂ تو است
گفتند ز خلوت کدۂ خویش برون تاخت
گفتم شررِ جستہ ز ناجستۂ تو است
گفتند کہ در بارۂ او چیست دگر گوی
گفتم چو گل از باد صبا خستۂ تو است

محمد اقبال

دانت کے درد سے افاقہ ہے۔ ہمدردی کا شکریہ قبول فرمائیے۔ تاہم [illegible] ہو

تا تو بیدار شوی نالہ کشیدم ورنہ — عشق کاریست کہ بے آہ و فغان نیز کنند

لسان الہند حضرت عزیز لکھنوی کی تحریر کا عکس

مُرقّع

خوش آمدی صفا آوردی

گر بگذری بسوئے آں محو خوش خرامی ⁘ ای باد صبحگاہی بلّغ لہ سلامی

زاں پس بدہ نشانے از دستۂ گلِ تر یعنی مرقع حسن از وصال بگرامی

گلدستۂ بہاری یا نافۂ تتاری بلبل بشاخساری جامے بدستِ جامی

از مجمع محاسن از جوہر معادن من اہل افتخارم سادۃ کرام

از نقطہ نقطہ جوشد صد کوثر معانی از حرف حرف خیزد تاثیر خوش کلامی

مجموعۂ قشنگے با صد ہزار رنگے با نظم شوخ و شنگے چوں جمعِ نظامی

ہر صفحہ اش سمن بو ہر دائرہ چو ابرو ماہ سپہر اردو نقش بلند نامی

دارد سر رفاقت ہمچوں عزیز مخلص

با ہر امام فن کو ہمرتبۂ امامی

عزیز

۲۳ اکتوبر ۲۵

فارسی زبان اور اُس کا علم اَدب

خاص مرقع کے لیئے

ذیل مین جو مضمون درج کیا جاتا ہے وہ ہمارے مخدوم و محترم بزرگ عالیجناب مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شررؔ لکھنوی مدظلہٗ کے زور قلم اور تحقیقِ خاص کا نتیجہ ہے۔ اور اپنے عنوان " فارسی زبان اور اُس کا علم اَدب " کے لحاظ سے بالکل نیا۔ اچھوتا۔ مورخانہ اور محققانہ مضمون ہے۔

مولانا کے کمالات سے کون ایسا ہے جو واقف نہین۔ تاریخ دانی اور اِس فن کی تحقیق و تدقیق مین جو درجہ آپکو حاصِل ہے وہ محتاج بیان نہین۔ اُردو لٹریچر مین جو آپ نے روح پھونکی ہے وہ آپ کا خاص حصہ ہے۔

اِس مضمون مین بھی آپنے فارسی زبان کے علمِ اَدب کے متعلق تاریخی حیثیت سے بہت کچھ انکشاف کیا ہے جس سے آج بہت سی نئی اور ضروری باتین ہمارے علم مین آگیئن جو باوجود تاریخون مین موجود ہونے کے اس ضروری عنوان کے تحت مین مستقل طور سے بالاستیعاب ایک جگہ پر مشکل سے ملین گی۔

یہ مضمون ابھی اور وضاحت کا محتاج ہے۔ اور در اصل اگر یہ مضمون تفصیل کے ساتھ لکھا جاے تو ایک نہایت ضروری تاریخی مسئلہ حل ہو کر دنیاے تاریخ کے سامنے آجائے۔

ہمین امید ہے کہ مولاناے ممدوح مزید تکلیف گوارا فرماکر اس مضمون کو جہان تک ہو سکے گا واضح اور مفصل بنا دین گے۔

ہم مولاناے موصوف کے تہ دل سے شکر گزار ہین کہ باوجود بالکل عدیم الفرصت ہونے اور دیگر ضروری علمی مشاغل کے مرقع کی قلمی اعانت کی طرف خاص طور سے توجہ فرمائی اور یہ مضمون جو اپنی نوعیت مین نہایت ضروری اور بالکل جدید ہے خاص مرقع کے لیئے تحریر فرما کر ہم کو ممنون کرم بنایا۔

اِس قسم کی باتین جستہ جستہ متفرق تاریخون مین بھی موجود ہین علامہ شبلی مرحوم نے شعر العجم مین بھی جابجا اِس پر روشنی ڈالی ہے ہم اس کا ماخذ یہان پر درج کرتے ہین۔

شعر العجم جلد اول مین اُنھون نے تذکرۂ مجمع الفصحا کی عبارت نقل کی ہے جو ناصر الدین قاچار مغفور کے عہد مین ۱۲۸۴ھ مین تصنیف ہوا ہے اور زمانۂ حال کا سب سے بڑا مستند تذکرہ ہے اُس کی عبارت یہ ہے :۔

" ظاہر است کہ اشعار قدیم شعرے عجم بسبب غلبۂ عرب از میان رفتہ چنانکہ مشہور است کہ تمام کتب تواریخ عجمیان را عرب سوختند از کتب قدیمہ خبرے بر جا نگزاشتند الا قلیلے کہ نہان داشتند چون مردم را قدغن بلیغ نمودند قاعدہ سخن فارسی و شعر متروک شد تا مدتے گزشت و اوضاع بنوعِ دیگر گشت "

اِس سے صاف ظاہر ہے کہ دو سو برس تک شاعری کی زبان کیون بند رہی اور فارسی زبان قید سے باہر نکلنے نہ پائی۔

تذکرۂ دولت شاہ سے یہ خیال اخذ کیا گیا ہے وہ لکھتا ہے کہ " عبد اللہ بن طاہر نے حکم دیا تھا کہ ایران کی تمام کتابین برباد کر دی جائین اس بنا پر آل سامان کے زمانے تک فارسی شاعری نے ظہور نہین کیا "

چونکہ ایران کی قدیم کتابین برباد کردی گئین اس لئے اہل عجم فارسی
شعر بھی نہ کر سکے اسلام نے ملکی زبان سے کچھ تعرض نہ کیا۔
حضرت عمرؓ کے عہد سے حجاج بن یوسف کے زمانے تک تمام دفاتر
فارسی زبان مین تھے۔ حجاج کے زمانے سے عربی مین ہو گئے
لیکن ملک کی اصلی زبان وہی رہی رفتہ رفتہ فارسی عربی مخلوط
ہو کر اردو کی طرح ایک جدید زبان پیدا ہو گئی اور وہ گویا خاص
اسلامی زبان تھی۔

ولید کے زمانے سے جب شاہانہ دربار قائم ہوا تو لوازم
سلطنت کی حیثیت سے شاعری نے دوبارہ جنم لیا لیکن تخت
کی زبان عربی مین تھی اس لئے شاعری بھی عربی ہی رہی۔
اتنے سے سہارے سے کہ مامون الرشید ایک مدت تک
خراسان مین رہا تھا اور غالباً فارسی سے حرف آشنا ہو گیا تھا
عباس مروزی نے ایک قصیدہ فارسی مین کہا اور مامون الرشید
نے اس کے صلے مین ہزار دینار سالانہ مقرر کر دئے۔
ارباب تذکرہ لکھتے ہین کہ اسلامی عہد مین فارسی شاعری کا
یہ پہلا حرف تہجی تھا۔

اس سے پہلے اگر بڑے نام کچھ پتا چلتا ہے تو ابوحفص حکیم
سغدی کا شعر ہے جو پہلی صدی ہجری مین موجود تھا شعر یہ ہے

آہوے کوہی در دشت چگونہ دودا ۔ دندارد یار بے یار چگونہ بودا

خاندان سامانیہ کے پہلے جو کچھ ہوا وہ شاعری کی ابجد تھی لیکن
خاندان سامانیہ نے دفعتاً اس زمین کو آسمان بنا دیا۔
رودکی جو فارسی شاعری کا ابوالآبا سمجھا جاتا ہے اسی
دربار کا دست پرورد تھا۔ شاہ نامہ کا عنصر بھی اسی عہد مین تیار ہوا
سلسلۂ سامانیہ سے پہلے جو خاندان گزرے وہ طاہریہ
اور صفاریہ تھے۔ طاہریہ عربی النسل خاندان تھا۔ اس لئے فارسی
شاعری کو اس کے زمانے مین عروج نہین ہو سکتا تھا۔

سامانی خاندان دیکھتے تھے کہ اہل عجم اپنے لٹریچر اور ملکی خصوصیات
سے بالکل الگ ہوتے جاتے ہین یہان تک کہ ان کی شاعرانہ
قوتین بالکل ایک غیر زبان (عربی) پر صرف ہو رہی ہین خراسان
و بخارا مین سیکڑون ہزارون شعرا موجود ہین جو نسلاً عجم ہین لیکن
دارالخلافہ بغداد کے اثر سے جو کچھ کہتے ہین عربی مین کہتے ہین۔
ان اسباب سے اس خاندان نے اپنی قومی و ملکی زبان کی
ترقی پر شاہانہ توجہ کی شعر کی جنس قرار تنخواہ مین مقرر کین خاص خاص
مضامین پر اشعار لکھوائے۔ کلیلہ دمنہ سنسکرت سے اولاً فارسی مین
ترجمہ کی گئی تھی لیکن جب عبداللہ بن المقفع نے اس ترجمہ کو عربی
مین منتقل کیا تو فارسی نسخہ بالکل گمنام ہو گیا۔
نصر بن احمد سامانی نے رودکی کو حکم دیا کہ اس کو فارسی مین
نظم کر دے عجم کی تاریخ ابتک نامرتب اور پریشان تھی اس لئے
دقیقی کو اس کام پر مامور کیا چنانچہ اس نے ہزار شعر لکھے۔ یہ شاہ نامہ
کا پہلا سنگ بنیاد تھا اس کے صلہ مین رودکی کو ۴۰ ہزار درہم ملے۔
عنصری ایک قصیدے مین کہتا ہے ؎

چہل ہزار درم رودکی ز مہتر خویش ۔ عطا گرفت بہ نظم کلیلہ در کشور

دقیقی کے زمانے تک فارسی زبان مین عربی الفاظ اس طرح
مخلوط تھے کہ دونون سے مل کر گویا ایک نئی زبان پیدا ہو گئی تھی
عباس مروزی کے کل چار شعر ہین۔ لیکن عربی الفاظ فارسی
سے زیادہ ہین۔ رودکی و شہید بلخی کا کلام بھی اسی کے قریب قریب
ہے۔

سب سے پہلے جس نے فارسی زبان کو اس آمیزش سے پاک
کر کے مستقل زبان کی حیثیت قائم کی ہے وہ دقیقی ہی ہے اس کے
سیکڑون شعر پڑھتے چلے جاؤ عربی کا ایک لفظ نہین آتا۔

اسی طرح اور زیادہ وضاحت سے علامہ نعمانی مرحوم نے شعر العجم
اور رسائل شبلی میں لکھا ہے۔

حضرت شرر مدظلہ نے اس مضمون میں تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"فردوسی نے اس تعصب کی بنا پر جو اُسے عربوں سے تھا خاص
طور پر کوشش کر کے فارسی سے عربی الفاظ نکالے جس کی وجہ سے
اس کی زبان غیر مانوس اور خلاف محاورہ ہو کر بگڑ گئی اُس کی
وقعت اتنی بڑی مثنوی لکھ دینے اور ایک غلط سلط تاریخ عجم کے
منظوم کر دینے سے کی گئی اور کی جاتی ہے نہ اس لحاظ سے کہ اسکی
فارسی اپنے زمانے میں یا کسی زمانے میں فصیح و بامحاورہ فارسی
تھی"

ہم انھیں خیالات کے متعلق علامہ شبلی کی تحقیق کا اقتباس جس کا
اظہار اُنھوں نے شعر العجم حصہ اول میں کیا ہے درج کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

انوری اُن شعرا میں ہے جس کو لوگوں نے فردوسی کا ہمسر
قرار دیا ہے چنانچہ مشہور ہے ؎

در شعر سہ تن پیمبرانند — ہر چند کہ لا نبی بعدی
ابیات و قصیدہ و غزل را
فردوسی و انوری و سعدی

لیکن خود انوری کہتا ہے کہ فردوسی ہمارا خداوند ہے اور ہم اسکے
بندے ہیں ؎

آفرین بر روان فردوسی — آن ہمایون نژاد فرخندہ
او نہ استاد بود و ما شاگرد — او خداوند بود و ما بندہ

نظامی کہتے ہیں ؎

سخن گوے پیشینہ دانائے طوس — کہ آراست روئے سخن چون عروس

علامہ ابن الاثیر نے مثل السائر کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ عربی
زبان باوجود اس وسعت و کثرت الفاظ کے شاہنامہ کا جواب
پیش نہیں کر سکتی اور در حقیقت یہ کتاب عجم کا قرآن ہے۔

یورپ کے فضلا بھی جو زبان فارسی سے واقف ہیں عموماً
فردوسی کے کمال شاعری کے معترف ہیں۔ سر گور اوسلی نے تذکرۃ
الشعرا میں فردوسی کو ہومر سے تشبیہ دی ہے اگرچہ ساتھ ہی یہ
ناتوان بینی بھی ظاہر کی ہے کہ وہ اگرچہ دراصل ہومر کا ہمسر
نہیں ہو سکتا لیکن ایشیا میں اگر کوئی ہومر ہو سکتا ہے تو وہی ہے

اسلام کا خاصہ ہے کہ جہاں جہاں گیا ملک کی زبان سرے
سے بدل دی یا اس قدر اُس کو مغلوب کر لیا کہ وہ مستقل اور آزاد
زبان نہیں رہی۔

اسلام سے پہلے مصر و شام میں قبطی اور سریانی بولی جاتی تھی اسلام
کے ساتھ تمام ملک کی زبان عربی ہو گئی یہاں تک کہ آج عیسائی
یہودی وغیرہ بھی عربی زبان کے سوا اور کوئی زبان نہیں بول
سکتے ایشیائے کوچک اور قسطنطنیہ میں ترک گئے تو ملکی زبان ترکی
ہو گئی۔ کابل اور قندھار کی اصلی زبان پشتو ہے لیکن خواص فارسی
بولتے ہیں جو اسلامی حکمرانوں کی زبان تھی۔ ایران اور ہندوستان
سخت جان تھے جہاں ملک کی اصلی زبان قائم رہی لیکن عربی
الفاظ اس کثرت سے داخل ہو گئے کہ انکی آمیزش کے بغیر فارسی
یا اردو لکھنا چاہیں تو لزوم مالا یلزم کی محنت اٹھانا پڑتی ہے۔

ایران میں ابتدا ہی سے عربی نہایت شدت سے مخلوط
ہو گئی تھی۔ عباس مروزی نے مامون الرشید کی مدح میں جو
قصیدہ لکھا اُس کے چار شعر آج موجود ہیں جن میں نصف سے
زیادہ عربی الفاظ ہیں۔ رودکی اور ابو شکور بلخی وغیرہ کا کلام
عربی الفاظ سے بھرا پڑا ہے۔ سلطان محمود کے زمانے میں ایک
فاضل نے شاہنامہ کے جواب میں عمر نامہ ایک کتاب نثر میں لکھی
تھی اس کا بھی یہی حال ہے۔ اسی زمانے میں شیخ ابو علی سینا نے

حکمت علائیہ فارسی زبان مین لکھی اور قصد کیا کہ خالص فارسی
مین لکھی جائے لیکن عہدہ برآ نہ ہوسکا۔ فردوسی نے ساٹھ ہزار
شعر لکھے اور عربی الفاظ اس قدر کم ہین کہ گویا نہیں ہین۔ اگرچہ
اس خصوصیت کا موجد دقیقی ہے لیکن کل ہزار اشعار اور صرف
چند معمولی واقعات ہین۔ بخلاف اس کے فردوسی نے ہر قسم
اور ہر طرح کے سیکڑون گوناگون مطالب ادا کئے اور زبان کے
خالص ہونے مین فرق نہ آنے پایا۔ عربی کے جو الفاظ خال
خال آئے ہین اکثر وہ ہین جو خاص مصطلح الفاظ ہین۔ مثلاً دین
یمنہ میسرہ قلب۔ سلاح عنان وغیرہ وغیرہ یہ الفاظ اس طرح
اس زبان مین شائع تھے جس طرح آج کل اردو مین جج، کلکٹر
ٹکٹ اسٹیشن وغیرہ ہین۔ کہ انکے بجاے اگر کوئی شخص اور
الفاظ استعمال کرے تو ناموزون معلوم ہون گے۔

شاہنامہ کی زبان آج کی زبان سے اس قدر مختلف ہے
کہ گویا دو زبانین الگ الگ ہین اور یہ شاہنامہ کی تخصیص نہین
اس زمانے کے شعرا کی عام زبان یہی تھی لیکن چونکہ اور کسی شاعر نے
اس قدر الفاظ استعمال نہین کئے اس لئے فردوسی کی زبان
بہ نسبت اور شعراء کی زبان کے بیگانہ اور غیر مانوس معلوم ہوتی ہے۔

علامہ شبلی نے ایک مقام پر شاہنامہ کی خصوصیات کا ۱۸
نمبرون مین ذکر کیا ہے اور یہ دکھایا ہے کہ اس وقت اس نے کس طرح استعمال
کیا ہے اور اب کیا بولتے ہین۔ اس کے بعد لکھتے ہین کہ ان تصرفات
کے علاوہ سیکڑون الفاظ ہین جو متروک ہو گئے یا ان کی صورتین
بدل گئین یا ان کے بجاے اور الفاظ استعمال مین ہین مختصراً مولانا
شبلی نے چند الفاظ کی فہرست بھی مع معنی کے لکھدی ہے جس سے
اس بیان کی وضاحت ہوجاتی ہے۔

علامہ شبلی مرحوم شعر العجم مین شاہنامہ کی وقعت تاریخ کے لحاظ سے
کے عنوان کے تحت مین لکھتے ہین کہ "اگرچہ اس مین شک نہین کہ
شاعرانہ رنگ آمیزیون نے شاہنامہ کو عام نظرون مین تاریخی درجہ
سے گرا دیا ہے تاہم ایران کی کوئی مفصل قدیم تاریخ اس سے زیادہ
صحیح نہین مل سکتی"

اسی کے ساتھ اپنے اس بیان کی تصدیق مین بہت سے استدلال
اور مستند روایتین پیش کی ہین اور اس عنوان کے قبل وہ دکھا چکے
ہین کہ دقیقی نے جب شاہنامہ کی ابتدا کی تھی اس وقت کتنی تاریخون
کا ذخیرہ اس کو ملا اور اس وقت تاریخ عجم کا بہت بڑا ذخیرہ عربی و
فارسی مین تیار ہوچکا تھا جس کا بیان بتفصیل شعر العجم مین موجود ہے
نیز سامانیون کا کتب خانہ اس زمانہ مین تمام عالم مین اپنا جواب
نہین رکھتا تھا شیخ بو علی سینا جب اول اول اس کتب خانہ مین داخل
ہوا تو اس پر حیرت چھا گئی چنانچہ اس نے اقرار کیا ہے کہ مین نے ایسا نادر
اور عظیم الشان کتب خانہ کبھی نہ دیکھا تھا نہ اس کے بعد دیکھا۔ دقیقی کے
لئے یہ تمام تاریخی ذخیرہ مہیا کیا گیا ہوگا۔ اور چونکہ سلطان محمود غزنوی
سامانیون ہی کا دست پروردہ اور ان کو مٹاکر ان کا جانشین بنا تھا۔
اس لئے ہر طرح قرین قیاس ہے کہ وہ سب سامان محمود کو ہاتھ آیا ہوگا
اور فردوسی کو اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا گیا ہوگا۔ یہ محض قیاس
نہین بلکہ مورخین کی تصریح سے اس کی تائید ہوتی ہے صاحب
کشف الظنون اور مجمع الفصحا کی عبارت اس بیان کی تائید مین
موجود ہے۔

ان تمام قرائن اور تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ فردوسی کا
ماخذ زیادہ تر ایران کی وہ تاریخین ہین جو عربی مین ترجمہ ہو گئی
تھین لیکن فردوسی کا قومی غرور عرب کے احسان کو گوارا نہین
کرتا۔ فردوسی کا دعویٰ ہے کہ قدیم زمانہ کی ایک نہایت مبسوط تاریخ
ایران کی موجود تھی لیکن مرتب و مدون نہ تھی۔ موبدون یعنی

مذہبی پیشواؤن کے پاس اس کے مختلف اجزا تھے۔ ایک رئیس دہقان نے ہر جگہ سے بڑھے بڑھے پراتم مویذ جمع کیئے اور ان پراگندہ اجزا کو زبانی روایتون کی مدد سے ترتیب دے کر ایک مکمل کتاب تیار کرائی۔

لیکن فردوسی کے اِس بیان کی تردید علامہ مرحوم کی تحقیق سے ہوتی ہے اور صاف طور سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فردوسی نے جو کچھ لکھا اُس وقت کی تمام تاریخون سے مدد لیکر لکھا۔ اس کا تطابق انگریزی مورخین اور دیگر تذکرہ نویسون کی تحریرون سے بھی پورے طور پر ہوتا ہے۔

بہرحال حضرت شرر مدظلہ کا یہ مضمون کمال تحقیق و تدقیق سے لکھا گیا ہے اور جو کچھ لکھا ہے وہ اپنی جگہ پر نہایت خوب اور فارسی اور اس کے علم ادب پر ایک تاریخی روشنی ڈالتا ہے ہم نہایت شکرگزاری کے ساتھ اس کو درج کرتے ہین اور امید کرتے ہین کہ جناب شرر اس رسالہ کو اکثر اپنے فیوض سے بہرہ مند کرتے رہین گے۔

مدیر

اہلِ مغرب جو آج کل اپنے ادب و انشا کے سوا کسی کی زبان کی کچھ ہستی نہین جانتے۔ وہ بھی مُقِر ہین کہ موجودہ فارسی زبان تمام مشرقی زبانون مین نہایت وسیع، شیرین اور لوچدار ہے۔

موجودہ فارسی زبان کی نسبت محققین یورپ کا خیال ہے کہ گیارھوین صدی یعنی پانچوین صدی ہجری کے آغاز مین قدیم فارسی سے نکلی۔ جو ایران کے جنوبی و مغربی صوبجات مین علی العموم بولی جاتی تھی۔ اور بجز اسکے اس علاقے مین کسی اور زبان کا رواج نہ تھا لیکن تحقیق کی نگاہ سے دیکھیئے تو اس سے پیشتر یہ زبان پیدا ہو چکی تھی۔

عربی شعرا کے کلام اور عربی تاریخون مین جابجا فارسی کے الفاظ اور جملے ملتے ہین جن سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ یہی فارسی جو اب مروج ہے دوسری صدی کے شروع ہونے سے پیشتر ممالکِ عجم مین بولی جاتی تھی چنانچہ واثق باللہ کے عہد مین جس نے ۲۳۲ھ مین وفات پائی حریفانِ صحبتِ عیش مغنّی کو ”خُنیاگر“[۱] کہنے لگے تھے۔

مامون کے زمانے کا امامِ موسیقی اسحق موصلی اپنے ایک شعر مین لکھتا ہے۔ اذا قال لی یا مردے خوز ہ کرہا[۲] بعض نامور بہادرون کا لقب مشہور ہو گیا تھا ”ہزار مرد“[۳] لونڈیون کا نام ”بستان“[۴] رکھا جاتا تھا۔ گلدستہ کو ”دستنبویہ“ کہنے لگے تھے۔ اور شعرا اپنے کلام مین کہتے ”شراب الخسروانی“

رشید اور مامون کے زمانے مین ایک مشہور شاعر تھا ابن مناذر اُس نے اُس وقت کے ایک ذی اثر سردار محمّد بن عبدالوہاب کی ہجو مین یہ شعر کہا ؎

وقال الشیخ سرجویہ　　　دوا المرء من تحت

یعنی شیخ سرجویہ کا قول ہے کہ مرد کا مرض نیچے سے شروع ہوتا ہے۔ ابن سرجویہ اُس زمانہ کا ایک عجمی النسل طبیب تہا۔ اور مستند مانا جاتا تھا۔ اُس نے جو یہ شعر سُنے تو گھبرایا اور ڈرا کہ محمّد بن عبدالوہاب مجھ سے ناراض نہو جائے فوراً اُس کی محفل مین آیا۔ اور تمام حاضرین کے سامنے بآوازِ بلند کہنے لگا۔

”بر کست من نہ گفتم آن پسر مناذر گفت“

سنتے ہی لوگون کے پیٹ مین مارے ہنسی کے بل پڑ گئے اور ابن عبدالوہاب نے شرما کے اور برہم ہو کے اُس سے کہا ”جا خدا تیرا بُرا کرے“ مگر سرجویہ یہ سمجھا کہ انھون نے میری معذرت قبول نہین کی۔ لہذا پھر قسمین کھا کر اسی جملے کا بار بار اعادہ کرنے لگا۔[۵]

---

[۱] آغانی جلد ۵ صفحہ ۴۴ [۲] آغانی جلد ۵ صفحہ ۸۵ [۳] آغانی جلد ۱ صفحہ ۱۶ [۴] آغانی جلد ۱۰ صفحہ ۱۲ [۵] آغانی جلد ۱۷ صفحہ ۱۹

بہر تقدیر پہلی اور دوسری صدی ہجری مین جو فارسی بولی جاتی تھی ہماری موجودہ فارسی سے کچھ زیادہ مخالف نہ تھی۔ یہ اور بات ہے کہ اس زبان مین تالیف اور تصنیف کا سلسلہ بعد کو جاری ہوا۔

قدیم فارسی کی حالت یہ ہے کہ ایران کی قدیم زبانون مین سے اکیلی ژند کے کچھ آثار آج تک باقی رہ گئے ہین۔ یہ ایک زمانے مین مشرقی ایران مین بولی جاتی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اسی کو پرانی باختری زبان خیال کرنا چاہیئے۔ مگر اس کو باختری زبان کہنا شاید صحیح نہو گا۔ کیونکہ باختر وہ ملک ہے جو آریہ لوگون کا پہلا مسکن تھا۔ وہین سے ان کے مختلف گروہ اطرافِ عالم مین پھیلے۔ ایک گروہ نے ہندوستان مین آکر خاکِ ہند کو آریہ ورت بنایا۔ دوسرے گروہ نے فارس مین پہونچکر اُسے آریانہ کے نام سے یاد کیا۔ جو لفظ بعد کے زمانے مین ایران بن گیا یہین سے اِس قوم کے اور گروہ یونان و روم مین پہونچے اور اُن کی اولاد حکمتِ یونان و عظمتِ روم کی بانی ہوئی۔ مگر کسی کو نہین معلوم کہ باختر کے قیام کے زمانے مین اُن کی زبان کیا تھی؟ مانا کہ ایران مین جب وہ پہونچے ہین تو ژند بولتے تھے۔ اور ہندوستان مین داخل ہونے کے وقت سنسکرت بولتے تھے۔ یہ دونون زبانین اگرچہ باہم بہت ہی قریب ہین۔ اور انکی وضع قطع سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت قریب کا رشتہ رکھتی ہین۔ مگر ایک نہین ہین۔ اور دونون مین سے کسیکی نسبت بھی قطعی طور پر نہین کہا جا سکتا کہ وہ باختر مین بولی جاتی تھی۔

ژند زبان کی دو بولیان تھین اور دونون کی نسبت یقین کیا جاتا ہے کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً آٹھ سو برس پیشتر فنا ہو گئین۔ مگر اُس قدیم فارسی کے چند نمونے آج تک کوہ بیستون پر اور چند اور مقامات مین پتھر پر منقوش موجود ہین۔ جو خطِ پیکانی مین لکھے ہوئے ہین۔ یہ خط شمالی ایران و عراق مین اگلے دنون کثرت سے مروج تھا جس کے صدہا نمونے زمین سے کھود کھود کے نکالے گئے ہین۔ اسمین آڑے اور سیدھے مختلف الاندازو تیرون کے ذریعے سے تحریر کا کام لیا جاتا تھا۔ اور اس تحریر کو موجودہ مستشرقین نے پڑھ لیا۔ اور صدہا تاریخی واقعات کا انکشاف ہو گیا۔ زبانِ ژند کے مٹنے کے بعد ایران مین پہلوی زبان کا رواج ہوا۔ جو حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے دو سو برس پہلے سے لیکر دو سو برس بعد تک ایران کی مروجہ زبان تھی اس کے پیدا ہونے کا باعث یہ ہوا کہ باختر کے آئے ہوئے آریہ لوگون کی زبان ژند پر سامی الاصل فاتحون کا اور اُن کی زبان کا جو بابل و نینوا مین بولی جاتی تھی اثر پڑنا شروع ہوا۔ چنانچہ "پہلوی" زبان مین سامی زبان کے الفاظ بکثرت داخل ہو گئے اور اُس مین بہ نسبت ژند کے اشتقاقاتِ افعال جو دوسرے فعلون کی ترکیب سے ہوتے ہین اور نیز منعِ صرف کی ترکیبین کم ہین۔

پہلوی دولتِ ساسانی کی درباری زبان تھی خسروانِ عجم نے اُسے اور اُس کے لٹریچر کو ایک اچھی حد تک ترقی دی۔ وہ پُرانا پیکانی خط مردہ ہو کر زمین کے اندر دفن ہو گیا۔ اور نیا پہلوی خط ایجاد ہوا جس کے حروف کی شکلین دیکھنے مین ہندی کایتھی یا گجراتی سے ملتی جلتی تھین۔ مگر عربی و عبرانی کا غالب اثر یہ تھا کہ داہنی طرف سے بائین جانب لکھا جاتا تھا۔ پارسیون کی ایک کتاب جس کا نام "ویراف نامہ" ہے مع انگریزی ترجمہ کے لندن مین بخطِ پہلوی چھپی ہے اور اکثر پارسیون کے پاس موجود ہے مین نے بھی اُس کو اپنے ایک پارسی دوست سے لیکر دیکھا تھا۔ اِس کتاب کی نسبت دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ساسانِ اول۔ اردشیر بابکان کے زمانے کی تصنیف ہے۔ اگرچہ ابھی تک اس کا کوئی ثبوت نہین ملا۔

مرورِ زمانہ سے جب دولتِ ساسانی کا زوال شروع ہوا تو پہلوی زبان مین غیر زبانون کے ہزارہا نئے الفاظ داخل ہو گئے جنھون نے

پہلوی کو غارت کر ڈالا۔ دولتِ عجم کے انحطاط کی وجہ سے پہلوی مین زیادہ تر کلدانی الفاظ و محاورات داخل ہوگئے۔ یہ دیکھکر علماے عجم نے اِس جانب توجہ کی کہ اپنی زبان کو ان خارجی و بیرونی الفاظ سے پاک کر کے خالص ژند کے مطابق بنالین اور جب اِس احتیاط کے ساتھ ایک نئی شان کی زبان اختیار کی گئی اور اُس مین بہت سی کتابین مذہب زرتشتی کے عقائد پر لکھی گئین۔ تو اُس جدید زبان کو جو آخر بدول نسبتے داردکی شان رکھتی تھی استقلال حاصل ہوگیا۔ اور یہ زبان پاژند کے نام سے مشہور ہوئی۔ غرض اِس کوشش سے ایک نئی زبان پیدا ہوگئی۔ مگر یہ نہ ہوا کہ پرانی ژند زبان زندہ ہوجاے معلوم ہوتا ہے کہ ساسانیون کے عہد مین زبانِ پاژند ایران کی علمی و دینی زبان تھی اور اُس دور مین قدیم زبان ژند کی یادگار یا قائم مقام تصور کیجاتی تھی

زبانِ فارسی کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ پہلی صدی ہجری کے آغاز مین ایران پر عربون کا تسلط ہوگیا۔ عرب ظہورِ اسلام سے پیشتر ایران سے مغلوب ہو رہے تھے۔ دولتِ عجم کی شوکت و حشمت اور ایرانیون کی تہذ و شایستگی کا سکہ مانے ہوئے تھے۔ اور اُن پر فارسی عظمت کا رعب پڑا ہوا تھا۔ اب اُنھون نے اِس ملک پر حکومت قائم کر کے اپنی سطوت تو بٹھا لی مگر اُس کی علمی عظمت کے آگے سر جھکائے رہے۔ پاژند کی دینی کتابین اور پہلوی زبان کا لٹریچر بہت کچھ تو سکندرِ اعظم کی دست بُرد سے فنا ہوچکا تھا جو باقی تھا اب خودبخود بے مٹائے مٹنے لگا۔ اس لئے کہ ایرانی بکثرت دینِ اسلام کو اختیار کرتے لگے تھے۔

لیکن عربی کی بے بضاعتی اور فارسی کی علمی دولت مندی کا یہ اثر تھا کہ عہدِ عرب کی پہلی صدیون مین ہمین تاریخون کے اندر جستہ جستہ جو فارسی کے جملے مل جاتے ہین اُن مین عربی کا نام و نشان تک نہین ہے لیکن شعراے عرب اور دربارِ خلافت کی زبان مین بکثرت فارسی الفاظ نظر آجاتے ہین۔ اُنکا سامانِ عیش فارسی لفظون سے بھرا ہوا ہے۔ گویا عرب باوجود حاکم ہونے کے رعایا کی زبان اختیار کرتے جاتے ہین بخلاف اس کے رعایا ان کی زبان کی مطلق وقعت نہین کرتی۔

دوسری صدی ہجری کے آخر مین جب ہارون رشید کی کوشش سے یونانی و رومی اور دیگر علمی زبانون کے علوم عربی مین ترجمہ ہوئے عربون مین علمی ذوق و شوق بڑھا۔ اور عربی لٹریچر کا خزانہ دولتِ علم سے مالامال ہوگیا۔ تو فارسی زبان کو عربی علمی شوکت کے آگے سر جھکانا پڑا اور عربی الفاظ یکایک فارسی مین داخل ہونے لگے۔ میرے خیال مین یہی وقت ہے جب سے موجودہ فارسی بننا شروع ہوئی جبکہ عربی کے ساتھ ساتھ ہر دینی و دنیوی فن مین یہ جدید فارسی بھی ترقی کرنے لگی لیکن اب اِس نئے جنم کے ساتھ اس نے بجاے زرتشتی مذہب کے دینِ اسلام اختیار کرلیا تھا۔ اس لیئے کہ اس کے تمام شعرا و ادیب اور کل مصنفین مسلمان تھے۔ اور اُس کا ادب و انشا مذہباً و علماً عربی ادب کا پیرو تھا۔

اِسی صدی کے آخر مین رشید کے دونون بیٹون امین و مامون مین جو لڑائی ہوئی وہ دراصل عرب و عجم کی اور اسی سلسلے مین کہا جاسکتا ہے کہ عربی و فارسی زبانون کی لڑائی تھی۔ اس لیئے کہ مامون ایک عجمیہ مان کا بیٹا تھا اور سارا ایران خصوصاً خراسان اُس کا طرفدار بنا ہوا تھا۔ اور پھر جب مامون کو فتح ہوئی تو کہنا چاہیئے کہ عجمیت عربیت پر فتحیاب ہوئی۔

مامون کے فتح کے ساتھ ہی خراسان کے شہر طوس مین چند روز دربار قائم ہوا اس کا عنصرِ اعظم عجمیت تھی۔ مامون ہی کے زمانے مین خراسان پر طاہر کی حکومت شروع ہوئی جو مدت دراز تک اسی کی نسل مین رہی اور خاندانِ طاہریہ مشرق مین ادب و شاعری کا سب سے بڑا مربی تھا۔ اِسی خاندان کے عہد سے عربی مذاق شاعری۔ فارسی کے مبالغے

اور اسکے استعارات و تشبیہات اختیار کرنے لگا اور وہ عربی شاعری عروج پانے لگی جو شعرائے مولدین کی شاعری کہلائی۔ چنانچہ سب سے بڑے مولد شاعر متنبی کی اس دربار نے بڑی قدر کی۔

عبداللہ بن طاہر کا زمانہ عربی و فارسی دونون ادبون کی ترقی کا زمانہ ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اس عہد کے کسی شاعر کا کلام محفوظ نہین ہے کہ پیش کیا جاسکے۔

طاہریہ خاندان ہی کی بدولت ترکستان مین جو علاقہ اُن دنون ولایتِ خراسان کے تابع اور اُس کا جز سمجھا جاتا تھا آلِ سامان کی حکومت شروع ہوئی۔ اس دربار نے فارسی ادب و شاعری کی طرف خاص توجہ کی۔ نصر سامانی اس خاندان کا سب سے زیادہ علم دوست اور فارسی زبان کا مربی شہریار تھا۔

اسی دربار مین رودکی نے سب سے پہلے فارسی مین غزلسرائی شروع کی۔ یونانی شاعری کے بانی ہومر اور رودکی مین عجیب قسم کی شابہت نظر آتی ہے۔ ہومر بھی گویا تھا اور رودکی بھی۔ ہومر بھی اندھا تھا اور رودکی بھی۔ ہومر بھی اپنا کلام گا گا کے سنایا کرتا تھا اور رودکی بھی۔ فرق اتنا تھا کہ ہومر مفلس قلاش تھا اور رودکی نصر سامان کی مربی گرمی سے بڑا دولتمند اور صاحبِ شوکت و حشمت تھا۔ ہومر صرف شاعر اور مغنی تھا۔ رودکی شاعر اور مغنی ہونے کے علاوہ ستار اور ادیب بھی تھا چنانچہ اُس نے بیدپائے برہمن اور داشلیم کے قصے کا ترجمہ عربی سے فارسی مین کیا مگر افسوس کہ وہ کتاب دست بردِ زمانہ کے نذر ہوگئی۔

اکثر لوگون کا خیال ہے کہ جدید فارسی کے ابتدائی شعرا کے کلام مین عربی الفاظ نہین ہین جیسا کہ فردوسی کا شاہنامہ دیکھنے سے شبہہ ہوتا ہے مگر صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بہت پیشتر عربی الفاظ ایرانیون کی زبان پر جاری اور نظم فارسی مین داخل ہو چکے تھے چنانچہ فارسی کے پہلے شاعر رودکی کے اشعار سے بہ خوبی ظاہر ہو جاتا ہے۔ اُسکا ایک قطعہ ہے ؎

نگارینا شنیدستم کہ گاہ محنت و راحت   سہ پیراہن سبب بودہ ست یوسف را بعمر اندر

یکے از کید شد پرخون دوم شد چاک از تہمت   سوم یعقوب را از بوش روشن گشت چشم تر

رخم ماند بآن اول دلم ماند بہ این ثانی   نصیب من شود در وصل آن پیراہن دیگر

اِن تین شعرون مین دس عربی الفاظ محنت۔ راحت۔ سبب۔ عمر۔ کید۔ تہمت۔ اول۔ ثانی۔ نصیب۔ وصل۔ موجود ہین۔ فردوسی کے معاصر شعرا کے کلام مین بھی اسی طرح فارسی مین عربی الفاظ ملے ہوئے ہین جیسے آجکل کے شعرائے فارس کے کلام مین ہوا کرتے ہین۔ حکیم عنصری بادشاہ کی مدح مین کہتا ہے ؎

بوقتِ قدرتِ رحم و بوقتِ ذلتِ عفو   بوقتِ تنگی بخشش بوقتِ عہد وفا

فردوسی کا ایک دوسرا معاصر منوچہر شصت کلہ اپنے ایک قصیدے مین کہتا ہے ؎

ترکیب از طبائع و مستغنی از حواس   در موقفت جہنم و در ساحتت جنان

خاکست طبیعتِ تو و با آب ہم مزاج   دلو ہست طالعِ تو و با حوت ہم عنان

ایک اور قصیدے مین کہتا ہے ؎

قولِ او بر جہل او ہم حجت است و ہم دلیل   فعلِ من بر عقل من ہم شاہد است و ہم یمین

فارسی کے ان قدیم تر کلامون سے ظاہر ہوتا ہے کہ فارسی شاعری کا آغاز اسی فارسی سے ہوا جس مین عربی الفاظ ملے ہوئے تھے اور عربی فارسی شاعری کی گھٹی مین پڑی ہوئی ہے۔ فردوسی نے اُس تعصب کی بنیاد پر جو اُسے عربون سے تھا خاص طور پر کوشش کرکے فارسی سے عربی الفاظ نکالے جسکی وجہ سے اُسکی زبان غیر مانوس اور خلاف محاورہ ہو کر بگڑ گئی۔ اُسکی وقعت اتنی بڑی مثنوی لکھ دینے اور ایک غلط سلط تاریخ عجم کے منظوم کر دینے سے کی گئی اور کیجاتی ہے۔ نہ اس لحاظ سے کہ اُسکی فارسی اپنے زمانے مین یا کسی زمانے مین فصیح و بامحاورہ فارسی تھی۔

اسکے بعد فارسی لٹریچر ترکستان و خراسان اور ایران مین ترقی کرتا رہا اور وہی عربی سے ملی ہوئی فارسی تمام ممالکِ عجم کی مادری زبان بن گئی۔ اسمین شک نہین کہ ادبی حیثیت سے اُسے سب سے زیادہ ترقی آلِ سامان کے بعد آلِ سبکتگین نے دی جبکہ فارسی کا ادب اپنے انتہائے کمال کو پہونچ گیا تھا۔

پھر اسکے بعد کسی ایرانی دربار نے ادب فارسی کی پشت پناہی نہین کی بعض بعض درباروں مین نامور شعرا پیدا ہوگئے مگر جیسی توجہ اسکی ترقی کی جانب دربارِ غزنوی نے کی تھی کسی سلطنت نے نہین کی۔

محمود ہی کے زمانے سے مسلمان اپنے علمِ اقبال کے ساتھ فارسی زبان کو ہندوستان مین لائے اور اُسکے ادب و انشا کی ترقی کیلئے ہر قسم کی کوششین جاری ہوگئین۔ عہدِ مغلیہ تیموریہ مین یہان تک ترقی ہوئی کہ مسلمان تو مسلمان ہندو بھی فارسی مین غزل خوانی کرنے لگے اور ہزارون ہندوؤن نے اپنے فارسی دیوان مرتب کر کے ادبی خزانۂ عجم مین امانت رکھوا دیے۔

دولت مغلیہ کا رقیب ایران مین صفوی خاندان تھا مگر اُس نے ایران مین فارسی کی ترقی کی طرف کبھی ایسی توجہ نہین کی جیسی کہ ہندوستان مین ہو رہی تھی۔ نتیجہ یہ تھا کہ ایران مین جو خوش گو شاعر پیدا ہوتا ذرا سی بھی نمود حاصل ہوتے ہی ہندوستان کا راستہ لیتا۔ ایران ہی کے لکھے ہوئے تذکرے شہادت دے رہے ہین کہ مسلسل تین چار صدیون تک یہ حالت تھی کہ جہان کہین اچھا شاعر پیدا ہوتا ہندوستان اُس کو دربارِ عجم ہی سے نہین بلکہ ملکِ عجم سے ہی چھین لیتا۔

ہندوستان مین یہ حالت ہو رہی تھی کہ فارسی دربار سے نکل کے عام ہندو مسلمانون کی زبانون پر جاری ہوتی جاتی۔ فارسی ادب کا مذاق ہندوستانیون کے دل و دماغ پر جاری ہوتا جاتا۔ اگر اِس رجحان کو دو تین صدیان اور مِلجاتین تو ہندوستانیون کی مادری زبان فارسی ہو جاتی جسکے آثار ہر ادبی واقعے سے نمایان ہین۔ تمام گانے والے اور گانے والیون کی زبان پر فارسی غزلین تھین۔ ہر سوسائٹی اُسی درجہ تک مہذب تھی جسقدر اس مین فارسی الفاظ کا زیادہ استعمال ہوتا۔ دیہات کے کایستھ۔ برہمن۔ اور کھتری۔ عربی و فارسی الفاظ کو ایک زیور تصور کر کے اپنی دیہاتی زبان تک اس سے آراستہ کرتے جاتے تھے۔

اور یہی رجحان اُردو زبان کے پیدا ہونے کا باعث ہوا۔ مولوی عبدالحق صاحب سکرٹری انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد کا یہ خیال صحیح ہے کہ اُردو انگریزون کی کوشش سے ایک مستقل زبان بنی۔ مسلمان حکومت کی پیدا کی ہوئی نہین ہے۔ اسلئے کہ انگریزون کے آنے سے پہلے جو زبان بولی جاتی تھی وہ کوئی مستقل زبان نہ تصور کی جاتی تھی اور نہ تھی بلکہ وہ فارسی کے ہندوستان کی مادری زبان بننے کے رجحان کا ایک اسٹیج تھا جو روز بروز بدلتا اور فارسی اثر کو غالب کرتا جاتا تھا۔ ہندو مسلمانون مین سے کسی کے دل مین یہ خیال نہ آیا تھا کہ اس زبان کو کوئی خاص زبان تسلیم کیا جائے دونون ذوق و شوق اور جوش و خروش سے اِسی دُھن مین لگے ہوئے تھے کہ ہماری زبان فارسی ہو جائے۔

اِس رجحان کے درمیان مین سلطنت کا انقلاب ہوا عنانِ حکومت انگریزون کے ہاتھ مین آئی اُنھون نے اپنی اُس وقت کی مصلحتون سے اُسی زبان کو جو بولی جا رہی تھی اختیار کر کے اِس مین کتابین تصنیف کرائین اس کے نحو و صرف کی کتابین اور لغتین مدون کروائین۔ پھر اُسی زبان کو سرکاری عدالتون اور دفترون کی زبان بنا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فارسی کے ہندوستان کی مادری زبان بننے کا جو اسٹیج اسوقت تھا اپنے مقام پر ٹھہر گیا۔ اور وہی زبان ہندوستان کی مستقل زبان بن گئی۔ چند روز بعد جب رنگی ہوئی تاریخی کتابین اسکولون مین پڑھائی گئین

توہندو مسلمانون مین مخالفت پیدا ہوئی اس نے اُردو زبان کو ایک
نئی کشمکش مین ڈال دیا۔ اور ہندوؤن کو دُھن ہوئی کہ اس مین سے
عربی و فارسی الفاظ کو نکال کے اُن کی جگہ سنسکرت کے الفاظ داخل
کرین۔ اِدہر مسلمان اُردو کی اُس حالت کے جس پر وہ تھی محافظ بنے۔
یعنی کوشش کرنے لگے کہ چاہے نئے عربی و فارسی الفاظ نہ اختیار کیے
جائین مگر جو ہماری زبان مین داخل ہو چکے ہین محفوظ رکھے جائین۔

جس طرح ہندو فی الحال کوشش کر رہے ہین کہ اپنی زبان سے
فارسی و عربی الفاظ کو نکال ڈالین ایسی ہی کوشش فی الحال ایک
بہت محدود حد تک یورپ کے اثر سے فارسی مین بھی کی گئی۔ چنانچہ
ناصر الدین شاہ قاچار کے چچا فرہاد مرزا نے "نامہ خسروان" کے نام سے
ایران کی ایک تاریخ لکھی تو اس مین پابندی کی کہ عربی کا کوئی لفظ نہ
آنے پائے۔ مگر ایران مین چونکہ ہندوستان کی طرح مختلف مذاہب
کی کشمکش نہین۔ اس لیے فرہاد مرزا کی کوشش کا وہان کے فارسی
لٹریچر پر مطلق نہ اثر پڑا۔ بلکہ وہان کی جو کتابین آج کل بالکل بولی
جانے والی سادی زبان مین لکھی گئین اور گفتگو کی سچی تصویرین ہین ان مین
بھی عربی الفاظ بہ کثرت موجود ہین۔ ناصر الدین شاہ کے سفرنامون
اور جدید ڈرامون خان لنکران وغیرہ کو دیکھیے تو صاف ظاہر ہوتا
ہے کہ عربی الفاظ اس طرح فارسی کے جزو اعظم بن گئے ہین کہ اُن کے
نکالنے کی کوشش کرنا زبان کو بنانا نہین بلکہ بگاڑنا ہوگا۔

مگر یہان ہندوؤن سے یہ کہنا کہ اپنی زبان مین سے مانوس و
مروج فارسی عربی الفاظ کا اخراج کرنا آپ کی زبان کو غارت کیے
ڈالتا ہے مطلق نہ سنا جائے گا۔ بلکہ کیا عجب بدنیتی پر محمول کیا جائے
تاہم ہمین اتنا ضرور کہدینا چاہیے کہ جن زبانون کا قدیم رنگ، اور خزانۂ
الفاظ محفوظ ہوا نہین سے اگر بعد والے بیرونی الفاظ کو نکالا جائے
تو ممکن ہے اور مفید بھی ہو سکتا ہے مگر جن زبانون کا پُرانا لٹریچر محفوظ نہو
اور پُرانی زبان فنا ہوگئی ہو اُن مین ایسی کوشش ہرگز سودمند نہین
ہو سکتی۔ جدید فارسی کو اب کوئی کوشش پہلوی نہین بنا سکتی اسی طرح
ہندوستان مین کوئی امکانی کوشش یہ نتیجہ نہین پیدا کر سکتی کہ
ہماری مادری زبان کو سنسکرت بنا دے ایسی خلاف فطرت کوششین
بجائے بنانے کے کام کو بگاڑ دیا کرتی ہین۔

خود یورپ مین دیکھو انگریزی اگرچہ سکسن زبان ہے مگر اس مین
سے لاطینی اور یونانی لفظون کو نکال ڈالنا اس کی جان نکال لینا ہے
اسپین والون نے انتہا سے زیادہ تعصب کے ساتھ عربون کو اپنے ملک
سے نکالا۔ انکے ہر اثر کو مٹانا چاہا مگر عربی کے ہزارہا الفاظ اس وقت تک
انکی زبان مین داخل ہین۔ دریاؤن شہرون اور صوبون کے نام آج تک
عربی ہین اور اُن کے امکان سے باہر ہے کہ انکو خارج کر دین۔

دنیا کی تمام موجودہ زبانین ایک دوسرے کے اثر سے متاثر
ہین اور اندرونی یا بیرونی اثر سے ہر زبان بدلتی رہتی ہے مگر یہ امکان
سے باہر ہے کہ کوئی قوم اپنی مردہ زبان کو پھر زندہ کرلے۔

محمد عبدالحلیم شرر

رُباعیاتِ صہبائی

(۱)

عقل حیرانی نگاہ سے تنگ
عشق آماجگاہِ بارشِ سنگ
روح فرسا ہے عقل و عشق کی جنگ
ساقیا! ساغرِ مے گل رنگ

(۲)

دلِ عالم مین ہے خوشی کی ترنگ
ساقی خوبرو و خوش آہنگ
دورِ ساغر ہوا و نغمۂ چنگ
ہین فریبِ نظر بہار کے رنگ

اثر صہبائی

مثنویِ معنوی کا ایک جدید نسخہ

مولوی عبدالماجد صاحب بی اے مصنف فلسفۂ جذبات، ہندوستان کے اُن معتبر اور مستند مصنفین سے ہین جو ہمارے تعارف سے بالکل مستغنی ہین۔ اُنکی زندگی اور مذاق مین جو عظیم الشان تغیر ہوا ہے یہ معنوی تحفہ اُس کا ایک بیّن ثبوت ہے جس کی نسبت ہم یہ کہسکتے ہین کہ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ خدا ئے برتر اُنکے معارف وحقایق کا پایہ بلند تر کرے اور مرقع اُنکے رشحات قلم سے ہمیشہ فیضیاب ہوتا رہے۔

مدیر

ادبیات تصوف کے سارے ذخیرے مین جو شہرت و حسنِ قبول مولانائے رومیؒ کی مثنوی کو حاصل ہے وہ شاید کسی دوسری کتاب کو نصیب نہین۔ عالم و جاہل، رند و زاہد مقلد و مجتہد جس کسی کو تصوف سے ذرا بھی لگاؤ ہے، وہ مثنوی کی شراب سے مست نظر آئے گا، جو اِسکے مطالب کو سمجھتے ہین، وہ تو خدا معلوم کیا لذت محسوس کرتے ہون گے، باقی جو نہین سمجھتے (اُنھین کی تعداد بہت بڑی ہے اور اسی گروہ مین راقم مضمون بھی ہے) وہ بھی مثنوی کے اشعار محض سنکر سر تو ہلا ہی دیتے ہین۔ اس مقبولیت کا نتیجہ یہ ہے کہ اُردو، فارسی، عربی، ترکی، انگریزی، جرمن، فرانسیسی تقریبًا ہر مہذب زبان مین مثنوی کی بکثرت شرحین اور ترجمے موجود ہین اور پھر بھی سلسلہ ختم نہین ہوتا، اُردو کی ابھی بساط ہی کیا ہے لیکن متعدد مستقل شرحین اس مین بھی موجود ہین مثلاً کشف العلوم۔ بوستانِ معرفت پیراہنِ یوسفی کشف المفہوم۔ کلیدِ مثنوی وغیرہ۔ فارسی کی مشہور شرحون مین شرح بحر العلومؒ شرح ولی محمد اکبر آبادیؒ شرح محمد رضاؒ (مکاشفاتِ رضوی) شرح عبد اللطیفؒ (لطایف اللغات) شرح محمد افضلؒ اور حاشیہ حاجی امداد اللہ مہاجر رحؒ سب سے زیادہ قابلِ ذکر ہین۔ انگریزی مین مثنوی کے اقتباسات ضمنًا دوسری تالیفات مین متعدد بار شائع ہو چکے ہین مستقل ترجمون مین سب سے پہلا ترجمہ سر جیمس رڈ ہوس Sir James Red House کا ہے۔ جو ۱۸۸۱ء مین صرف دفتر اول کا شائع ہوا۔ دفتر دوم کا ترجمہ سنہ ۱۹۱۰ء مین پروفیسر ولسن (لندن یونیورسٹی) نے ایک جلد مین کیا اور ایک جلد مین اس کے حواشی دئے۔

انگریزی کے قالب مین مولانا رح کے خیالات کو ڈھالنے کی یہ کوششین اگرچہ بجائے خود قابلِ قدر ہین لیکن ابتدائی مشقون مین جو خامیان ہوتی ہین اُن سے مفر نہین ہو سکا۔ اب انگلستان مین سب سے زیادہ اہم و قابل قدر پیش قدمی جو اس باب مین کی جا رہی ہے وہ نامور مستشرق اور تصوفِ اسلام کے برگزیدہ فاضل پروفیسر نکلسن (کیمبرج یونیورسٹی) کی جانب ہے۔

نکلسن تصوفِ اسلام کا مطالعہ تیس سال سے کر رہے ہین۔ انکی نظر اس باب مین اتنی وسیع ہے کہ بہت سے مسلمان اہل علم کو اِن پر رشک ہو سکتا ہے۔

اس سے قبل شیخ فریدالدین عطارؒ کا تذکرۃ الاولیا اپنی حیرت انگیز سعی۔ تہذیب و تصحیح کے ساتھ چھاپ چکے ہین شیخ ہجویریؒ لاہوری کی کشف المحجوب کا ترجمہ کر چکے ہین۔ اسلامی تصوف کی قدیم ترین کتاب شیخ ابو نصر سراجؒ کی کتاب اللمع کا کھوج لگا کر اسے زیور طبع سے آراستہ کر چکے ہین اور انگریزی مین اسلامی تصوف و صوفیائے کرام پر متعدد تالیفات و مضامین شائع کر چکے ہین۔

مولانائے رومیؒ کی جانب انھین خاص التفات و شغف ہے۔ چنانچہ آج سے اٹھائیس سال قبل وہ کلیاتِ شمس تبریزؒ جو مولانا ہیؒ کا کلام

ہے) کا انتخاب مع انگریزی ترجمے اور حواشی و مقدمہ وغیرہ کے شائع کر چکے ہیں۔ اور اب ایک مدت سے مثنوی کے صحیح نسخے کی ترتیب اشاعت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔

ان کے ذہن میں خاکہ یہ ہے کہ تین جلدوں میں (دو دفتر فی جلد کے حساب سے) متن مثنوی کے کل چھ دفتر شائع کریں۔ تین جلدوں میں ان کا انگریزی ترجمہ ہو اور تین یا چار جلد میں شرح۔ حاشیہ، مقدمہ وغیرہ کے لئے مخصوص ہوں۔ اس طرح سارا کام تو یا دس جلدوں میں ختم ہو اور ہر جلد بڑی تقطیع پر پانچ پانچ سو صفحے کی ہو۔

اس عظیم الشان ارادے کی پہلی قسط حال میں، قوت سے فعل میں آگئی۔ اور اسے دیکھ کر بے اختیار کارسازِ فطرت کی کارفرمائی پر دل سے داد نکلتی ہے۔ کہ جو قوم اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی پر تلی ہوئی ہے اس کے بعض افراد کو اس کی سعادت بھی نصیب ہوتی ہے کہ علوم اسلامیہ کے احیاء و تحفظ میں وہ وہ کار نمایاں انجام دیئے جائیں کہ جن پر خود مسلمانوں کو رشک آئے۔

یہ پہلی جلد جو ابھی شائع ہوئی ہے لیڈن (ہالینڈ) کے مشہور مشرقی مطبع بریل کمپنی کے زیر اہتمام طبع ہوئی ہے۔ اور اس کی اشاعت لنڈن کی مشہور مشرقی دارالاشاعت لیوزک اینڈ کو کر رہی ہے۔

یہ جلد متن مثنوی کے دفتر اول و دوم پر شامل ہے ضخامت ۴۶۲ صفحہ۔ علاوہ بیس صفحے کے انگریزی مقدمہ کے ہے تقطیع ہندوستان کی ۲۰+۲۶ کی تقطیع سے بڑی ہے سطر ۲۶ سطری ہے۔ باریک حروف کے ٹائپ میں چھپی ہے لیکن چھپائی اس قدر صاف اور روشن اور کاغذ اس قدر اعلیٰ ہے کہ حروف کی باریکی نگاہ پر ذرا بھی بار نہیں ڈالتی۔ ہر صفحہ پر فٹ نوٹ (حواشیِ ذیلی) کثرت سے ہیں۔ جلد نفیس و خوشنما ہے۔ پشتہ اور جلد پر انگریزی میں کتاب مصنف اور مرتب وغیرہ کے اسماء خوشنما طلائی حروف میں منقش ہیں

اس پورے نسخے کی اصلی خصوصیت۔ وہ خاص اہتمام ہے جو نکلسن نے اس کی صحت و تہذیب میں ملحوظ رکھا ہے۔ اس نے یہ نہیں کیا کہ عام مطبوعہ نسخوں میں کسی کی نقل اٹھا کر چھاپ دی ہو۔ مثنوی کے صدہا مطبوعہ نسخے موجود ہیں۔ انمیں کسی کی نقل چھاپ دینا کوئی قابلِ ذکر علمی خدمت نہیں قرار پا سکتا۔ نکلسن کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے متن مثنوی کا ماخذ صرف قدیم ترین قلمی نسخوں کو رکھا چنانچہ اس غرض کے لیئے اس نے حسب ذیل نسخے پیش نظر رکھے۔

(۱) نسخہ "اے" یہ باریک خطِ نستعلیق میں علی بن محمدؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا مکمل نسخہ ہے اسکی تاریخ کتابت سنہ ۷۱۸ھ ہے یعنی مولاناؒ کی وفات سنہ ۶۷۲ھ سے صرف ۴۶ سال بعد۔ یہ نسخہ برٹش میوزیم لنڈن میں موجود ہے۔

(۲) نسخہ "بی" اس کے کاتب کا نام محمدؒ بن الحاج دولت شاہ بن یوسف الشیرازی ہے۔ سالِ کتابت سنہ ۷۴۴ھ ہے یعنی وفاتِ مولاناؒ سے ۷۲ سال کا بُعد رکھتا ہے صحتِ کتابت و خوشخطی میں ممتاز ہے ٹیوبنج (جرمنی) کے کتب خانے میں موجود ہے۔

(۳) نسخہ "ال" یہ نسخہ نکلسن کا ذاتی ہے۔ کاتب کا نام درج نہیں۔ سالِ کتابت سنہ ۸۴۳ھ ہے یعنی زمانہ مصنفؒ سے ۱۷۱ سال کا فصل رکھتا ہے۔ یہ تینوں نسخے مکمل مثنوی کے ہیں۔

(۴) نسخہ "سی" یہ صرف دفتر اول کا نسخہ ہے۔ کتابت خطِ نسخ میں ہے۔ اعراب اکثر غائب ہیں۔ سالِ کتابت درج نہیں لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت قدیم یعنی مولاناؒ کے زمانے سے کچھ ہی بعد کا ہے۔ موجودہ برٹش میوزیم۔

(۵) نسخہ "ڈی" اسمیں صرفِ دفترِ دوم ہے۔ خطِ نسخ میں صاف و واضح لکھا ہوا ہے۔ کاتب موسیٰ بن یحییٰ بن حمزہ المبسوی۔ تاریخِ کتابت سنہ ۷۰۶ ہجری یعنی وفاتِ مصنف علیہ الرحمۃ سے صرف ۳۴ سال بعد۔

اِن تمام نسخون مین نمبر ا و ۲ و ۴ - اور نمبر ا و ۲ و ۵ باہم زیادہ متحد ہین - صرف نسخہ نمبر ۳ موسومہ "ال" جو نسبتًا بعد کا ہے وہ ان سب سے بہت مختلف ہے اور اس مین بکثرت ایسے اشعار درج ملتے ہین جو قدیم ترین نسخون مین یا کسی مین موجود نہین اسلئے قدرتًا انھین الحاقی تسلیم کرنا پڑے گا۔

نکلسن نے اپنی تلاش و جستجو کو انھین نسخ خمسہ تک محدود نہین رکھا - بلکہ اس کے پیشِ نظر شیخ عبداللطیف عباسی گجراتی (صاحب لطایف اللغات) کا وہ مشہور نسخہ بھی تھا جسکے متعلق اُنھون نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ اسّی مختلف نسخون سے مقابلہ کے بعد تیار کیا گیا ہے اور جس کا نام اُنھون نے "نسخہ ناسخہ مثنویات سقیمہ" رکھا ہے شیخ عبداللطیف کا سال وفات ۱۰۴۸ھ بیان کیا جاتا ہے انکا یہ "نسخہ ناسخہ" ہندوستان کے بعض کتب خانون مین اس وقت بھی موجود ہے - اور راقم سطور کی نظر سے مولوی سبحان اللہ صاحب رئیس گورکھپور کے کتب خانے مین گزرا ہے - اسکے علاوہ مطبوعہ نسخون مین سے جتنے قابل ذکر نسخے کہے جا سکتے ہین مثلًا مطبوعہ طہران مطبوعہ بولاق وغیرہ یہ سب بھی نکلسن کے سامنے موجود تھے - اور انھین مین ہمارے ہندوستان کا وہ مشہور کانپوری نسخہ بھی ہے جو ر علم مرحوم کے پریس مین بہ صد آب و تاب مولانا احمد حسن مرحوم کے تحشیہ و تصحیح کے ساتھ ایک ربع صدی ہوا چھ ضخیم مجلدات مین شایع ہوا تھا۔

اِس اتھاہ سمندر کو کھنگالنا آسان نہ تھا - اس قدر وسیع ذخیرہ سے کام لینے مین بڑی دقتِ نظر - دیدہ ریزی - جانفشانی و ذوق سلیم کی ضرورت تھی - الحمدللہ نکلسن اس میدان کے پورے مرد نکلے اور کم از کم جہانتک پہلے دو دفترون کا تعلق ہے بلا شائبۂ مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ صحت کے اس التزام اور اس احتیاط کے ساتھ مرتب کیا ہوا مثنوی کا شاید کوئی دوسرا نسخہ اس وقت موجود نہو۔

مشاہیر اساتذہ کے کلام سے متعلق ایک بڑی دقت ہمیشہ یہ رہتی ہے کہ مختلف اسباب و اغراض سے لوگ دانستہ یا نادانستہ انکے کلام مین جہان تک کہ کچھ عرصے کے بعد اصل و نقل سونا اور پیتل خلط ملط ہو کر ایک ہو جاتا ہے۔

مثنوی کی عمر اِس وقت تقریبًا سات سو سال کی ہے - اس طویل مدت مین خدا معلوم اس پر کتنے انقلابات گزر چکے آج جو بلند ہمت اپنی تحقیق کے دست و بازو سے کام لیکر اسکے کھرے کو کھوٹے سے جدا کر سکے وہ ہزار آفرین کا مستحق اور صد ہزار تحسین کا سزاوار ہے نکلسن کا یہ کارنامہ آیندہ نسلون کو یاد رہے گا کہ اجنبی ہو کر اس نے اس مادی کے چپے چپے کو چھان ڈالا۔

مولانا رح چونکہ ضابطے کے شاعر نہ تھے نہ اُنھون نے کسی استاد سے اپنے کلام پر اصلاح لی تھی نہ شعر گوئی کی مشق کی تھی نہ فن عروض و قافیہ پر وقت صرف کیا تھا - اِس لیئے قدرتًا انکی شاعری ان قیود سے بالکل آزاد ہے جو رسمی اور باضابطہ شاعرون نے عمومًا اپنے اوپر عاید کر رکھی ہین انکا کلام سرتاپا آمد ہے جوش بیان کا ایک دریا ہے جو امنڈا چلا آتا ہے - اُنھین اگر فکر اور پروا تھی تو اِس اَمر کی کہ اُنکے قلب پر جو واردات ہو رہی ہین انھین کہہ ڈالین - نہ یہ کہ صنائع لفظی قواعد لغوی و ضوابط عروضی کے چکر مین گرفتار رہین - اس لئے لامحالا اُن کے کلام مین بہت سی ایسی چیزین رہ گیئن جن کو عام شاعرون کے نقطۂ خیال سے خامیان اور لغزشین کہہ سکتے ہین لیکن ظاہر ہے کہ بلبل کے ترنم پر سارنگی اور طبلے کی پابندیان عاید کرنا کہان تک قرینِ انصاف ہو سکتا ہے۔

مثنوی کے قلمی نسخون کے اکثر کاتب صاحبان نے ازراہ ہمدردی اس قسم کی لغزشون کو درست کر دینا چاہا ہے اس طرح مولانا کو اچھی خاصی اصلاح دیدی نکلسن کی نظر اس پہلو پر خاص طور سے رہی ہے اور اُنسے جہان تک ممکن ہوا ان اصلاحات کو دُور کر کے مولانا کا اصلی کلام

پیش کیا ہے۔ چند مثالین ملاحظہ ہون دفتر اول مین ایک شعر تھا۔
گفت زن آیا عجب یا رِ منی — یا بحیلت کشفِ سرّم می کنی
اسکے پہلے مصرع کے قافیہ کو درست کرنے کے لئے کاتبون نے اسے
یون لکھ دیا۔ ع
گفت زن آہنگ برّم می کنی
دفتر اول مین ایک اور شعر ہے ؎
گفت خصم جان جان من چون شدم — بر سر جانم لکد ہا چون زنم
اسکے پہلے مصرع کی اصلاح کاتبون نے یون کردی۔ ع
گفت خصمِ جانِ جان چون آمدم
بعض مقامات پر سرے سے شعر ہی کو بدل دیا ہے مثلاً دفترِ اول مین
ایک اصل شعر یہ تھا ؎
بت سیہ آب ست اندر کوزۂ — نفس مر آب سیہ را چشمۂ
بہت سے نسخون مین یہ شعر اس صورت مین نظر آتا ہے ؎
بت سیہ آب ست در کوزہ نہان — نفس مر آب سیہ را چشمہ دان
یا ایک اور شعر دراصل یون تھا ؎
گفت رُوبہ صد سپاس آن شیر را — کز پس آن گرگ در خواند مرا
اس مین قافیہ مین نقص تھا۔ اس نقص کی اصلاح کے لئے شعر ہی کی
حالت بدل دی گئی ہے اور اب آپ کے سامنے وہ اِس شکل مین
آتا ہے ؎
روبہ آن دم بر زبان صد شکر راند — کہ مرا شیر از پسِ آن گرگ خواند
اِسی طرح مولانا کا یہ شعر ؎
گربہ گیرم ماروندانش کنم — تاش از سر کوفتن ایمن کنم
مسخ ہوکر اس شکل مین پیش ہوتا رہتا ہے ؎
گربہ گیرم برکنم دندان مار — تاش از کوسر کوفتن نبود قرار
قدیم و متروک الفاظ و تراکیب بھی جدید نسخون مین رفتہ رفتہ اصلاح

شدہ صورتون مین نظر آتے ہین، مثلاً "می شکست" کے بجائے "می گست"
اور "مبکل" کے بجائے "بگسل"، اور "شیر گیری سازی" کے بجائے
"مکر و شیر اندازی"، وقس علیٰ ہذا۔
عموماً پروفیسر نکلسن نے یہ طریقہ رکھا ہے، کہ شعر جس صورت
مین انھین مولانا کے اصلی کلام ہونے کے لحاظ سے صحیح معلوم ہوا
اُس طرح اُسے انھون نے متن مین جگہ دیدی، باقی اسپر جو دوسرے
نسخے تھے انھین وہ حواشی ذیل مین جگہ دیتے گئے ہین، تاکہ ناظرین
کے سامنے انکی ترجیحی رائے کے ساتھ ساتھ مختلف نسخون کی عبارتین بھی
آجائین۔ اور اس باب مین انھون نے اتنی احتیاط برتی ہے، کہ
بہت ہی خفیف اور جزئی اختلافات تک کو بھی درج کردیا ہے۔ مثلاً دفتر
دوم مین انھون نے اِس شعر کو متن مین جگہ دی ہے ؎
چون رود خواجہ بجائے ناشناس — در غلامِ خویش پوشاند لباس
اور اس کے حاشیہ مین "خواجہ" کے بجائے "میر" کا نسخہ دیا ہے۔ یا
پھر اسی دفتر دوم مین، متن مین یہ شعر دیا ہے ؎
ہندوان را اصطلاح ہند مدح — سندیان را اصطلاح سند مدح
اور حاشیہ مین "ہندوان" کے بجائے "ہندیان" کا نسخہ دیا ہے۔
اِس قسم کے حواشی سے کتاب کا ہر صفحہ لبریز نظر آتا ہے۔ مجموعی
تعداد ہزارون تک پہونچے گی۔ بعض اشعار جو عام طور پر مطبوعہ نسخون مین
درج ملتے ہین نکلسن کی تحقیق مین الحاقی ثابت ہوئے، انکو بھی متن سے
نکال کر حاشیہ مین جگہ دیدی گئی ہے، چند اشعار اس قسم کے بھی ملاحظہ
ہون ؎
در حق او نور و در حق تو نار — در حق او ورد و در حق تو خار
در حق او نیک و در حق تو بد — در حق او ترب و در حق تو رد
(دفتر دوم، عنوان عتاب کردن حق تعالیٰ موسیٰ را)
چونکہ عیسیٰ دیدگان ابلہ رفیق — جز کہ استغنا نمی داند طریق

می نہ گیرد پیسہ را از ابلہی — بخل می پندار داد از گمرہی

(دفتر دوم، عنوان، تمامی قصۂ زندہ شدن استخوانہا)

خواجہ روزے سوے خانہ رفتہ بود — در دکان طوطی نگہبانی نمود

گربۂ برجست ناگہ در دکان — بہر موشے طوطیک از بیم جان

(دفتر اول، عنوان، حکایتِ مرد بقال وطوطی)

اس قسم کے الحاقی اشعار کی تعداد بھی کثیر ہے۔

نکلسن کے اس نسخہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے، کہ اشعار پر ہر پانچ شعر کے بعد مسلسل نمبر پڑے ہوئے ہین جس سے ناظرین کو مختلف سہولتین پیدا ہو جاتی ہین۔ دفتر اول کے کل اشعار مندرجۂ متن کی تعداد ۴۰۰۳ ہے اور دفتر دوم مین ۳۸۱۰ گویا کل جلد، جو دونون دفترون پر مشتمل ہے، اپنے آغوشِ متن مین ۷۸۱۳ اشعار رکھتی ہے، اگر الحاقی اشعار مندرجۂ حواشی کو بھی ملا لیا جائے، تو آٹھ ہزار کے پورے ہونے مین شاید ہی کچھ کسر رہ جائے۔

دونون دفترون کے آغاز مین جو دیباچے دئے ہین، وہ بعض جزئیات مین کانپوری نسخہ نیز عام مطبوعہ نسخون سے مختلف ہین۔ لیکن لحاظ مطالب اختلاف نہین رکھتے۔ مولاناؒ کے کلام کے ہر قدر شناس کو خدا سے دعا کرنی چاہئے، کہ بقیہ چار دفترون کی طبع واشاعت کا بھی ایسا ہی، بلکہ اس سے اور بہتر سامان اہتمام بہم پہنچ جائے[۱]۔

عبدالماجد

---

[۱] کتاب ہندوستان مین بمبئی کے مشہور انگریزی کتب فروش تھیکر کمپنی کے ذریعہ سے مل سکتی ہے۔

ایک تصویر کو دیکھکر

(از جناب عابد علی صاحب بی اے ایل ایل بی۔ وکیل ہائی کورٹ و مدیر رسالہ ہزار داستان لاہور)

ورق ہے یہ آئینہ دارِ لطافت — غضب ہین یہ نقش و نگارِ لطافت
کمالِ نزاکت۔ بہارِ لطافت — روان ہے کوئی آبشارِ لطافت
دفورِ جنونِ محبت سے رنگین
مصور کے خونِ محبت سے رنگین

ستارے ہین افشان کے لوحِ جبین پر — اترآئی رونق فلک کی زمین پر
عیان ہین شکن گیسوئے عنبرین پر — نظر کیا جمے اس رخِ آتشین پر
گلابی لبون پر ضیائے تبسم
جنون خیز ہے یہ ادائے تبسم

وہ نقشہ کہ چشمِ تماشا پریشان — وہ صورت کہ صورت گرِ حسن حیران
جمالِ پرستان بہارِ گلستان — سراپا یہ تصویر ہے صبحِ خندان
جوانی بھی ایسی کہ فانی نہین ہے
قیامت ہے بر پا جوانی نہین ہے

یہ کافر نگاہین یہ مینوش آنکھین — شرابِ تخیل سے مدہوش آنکھین
غرورِ مسرت سے بیہوش آنکھین — ازل تک رہین گی وفا کوش آنکھین
فنا کے تصور سے آزاد ہین وہ
محبت کی بستی مین آباد ہین وہ

یہ ہنگامۂ عاشقی کے زمانے — ادہر سے تقاضے ادہر سے بہانے
وفا کے تماشے جنون کے ترانے — زبانون پہ رہ جائین گے بس فسانے
مگر تیری آنکھون کی دوستی رہے گی
شراب محبت پرستی رہے گی

حرارت و برودت

از رشحاتِ قلم رئیس التحریر حضرت **نیاز** فتحپوری اڈیٹر "نگار" بھوپال

تجرباتِ انسانی مین سے شاید ہی کوئی تجربہ اس قدر عام، اتنا قوی اور اس درجہ یقینی ہو جتنا حرارت و برودت کا ہے لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی مسلّم ہے کہ باوجود اس قدر تواتر تجربات کے ہم مین سے کم ایسے لوگ ہین، جو انکی حقیقت سے آگاہ ہون -

ہم آگ کی گرمی، برف کی برودت، نسیم کی خنکی، بادِ سموم کی حدت سے کس قدر جلد متاثر ہو جاتے ہین اور کس طرح اپنے حواس کے ذریعہ سے ان دونون حالتون پر مختلف حکم لگا دیتے ہین، لیکن اگر کوئی پوچھے کہ آگ مین حرارت کہان سے آئی، برف مین انجماد کیون پیدا ہوا تو ہم مین سے اکثر اسکا جواب دینے سے قاصر رہین گے، یہ یقیناً ہمارا جہل ہے اور یہی جہل ہمکو بہت سے عطایاتِ فطرت سے مستفید نہین ہونے دیتا، درانحالیکہ وہ نفوس جو ہر وقت جستجو مین لگے رہتے ہین، جو مظاہر فطرت و مقادیرِ الٰہیہ کے اسباب و علل پر غور کرنے کے عادی ہین اور جو دو چیزون کے ربط باہمی کو معلوم کر کے، کسی تیسری چیز کے اختراع و ابداع کا باعث ہوتے ہین، آج ترقی کر رہے ہین اور ہیئتِ اجتماعیہ اُن کے علمی مجاہدات و اکتشافات سے گرانبار ہے -

اس مین شک نہین کہ مغرب کی ترقی کا راز علم الکیمیا کی ترقی ہے، لیکن دنیا کی کوئی حکمت عملی اس وقت تک کامیاب نہین ہو سکتی - جبتک پہلے **طبعیات** کا علم حاصل نہ ہو، اور یہی وہ چیز ہے جس سے مشرق کے طلبہ بالکل نابلد رہتے ہین - اُن قدیم مدارس و مکاتب کا تو ذکر ہی نہین جہان کے فارغ التحصیل طلبہ خیر سے یہ بھی نہین جانتے کہ دو اور دو کا مجموعہ چار کیون ہوتا ہے - جو ابتک اسی حیرت مین مبتلا ہین کہ اگر زمین گردش کرتی ہے تو اُسکا پانی کیون نہین چھلک کر بہ جاتا - جدید تعلیم یافتہ حضرات بھی ابتک اسی حالتِ جمود مین ہین اور کالج کے طلبہ مین بھی کسی جستجو و کاوش کی عادت پیدا نہین ہوتی، جسکا سبب صرف یہ ہے کہ علم کو علم کی غرض سے حاصل نہین کیا جاتا بلکہ اسکی غایت صرف شکم پُری قرار دیجاتی ہے، اور اسکے لئے جہل ایسا حارج نہین، یورپ کا ایک ایک بچہ آج طبعیات کے مسائل سے اسی قدر واقف ہے جسقدر ہم اوقات نماز سے، یعنی وہ اس وقوف کو اتنا ہی فرض سمجھتا ہے جتنا ہم ادائے صلوٰۃ کو لیکن مشرق باستثنائے **جاپان** ابتک اس قدر پیچھے ہے کہ یہان کے بہت سے علماء یہ بھی نہین جانتے کہ **طبعیات** کا موضوع کیا ہے -

مین نے اجرائے "نگار" کی ابتدا سے اس ضرورت کو محسوس کر کے اس امر کی کوشش کی کہ کم از کم مبادیاتِ علوم جدیدہ ہی اپنی زبان مین منتقل ہو جائین، اور طلبہ مین اسکا ذوق پیدا ہو، چنانچہ مین نے متعدد مضامین ہیئت و طبعیات پر لکھے، اور برابر لکھ رہا ہون، لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس کمی کو صرف ایک رسالہ یا کوئی ایک ہستی کسی طرح پورا نہین کر سکتی، اور جبتک اکابرِ قوم، علمائے ملت، رہبرانِ ملک، مدیرانِ رسائل اجتماعی قوت سے اس طرف متوجہ نہ ہون، کوئی نتیجہ نہین نکل سکتا - تاہم انفرادی حیثیت سے جو فرض ایک شخص پر عاید ہوتا ہے، مین اسکو بھی محسوس کرتا ہون اور جہان تک میرے امکان مین ہے، مین اس فرض سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش بھی کرتا ہون -

جس وقت جنابِ **وصل** بلگرامی (مدیر **مرقع**) نے مجھ سے اپنے رسالہ کے لئے مضمون کی فرمائش کی تو مین نے ان سے دریافت کیا

کہ رسالہ کا موضوع کیا ہے، اور چونکہ انکا جواب مجھے کسی مخصوص بحث پر پابند کر دینے والا نہ تھا۔ اس لئے مین نے یہی مناسب سمجھا کہ کسی جدید علمی مسئلہ پر گفتگو کرون۔ اس مین ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ اگر انہون نے یا انکے رسالہ کے خریدارون نے اسکو پسند نہ کیا تو آیندہ کے لئے مین تقاضے سے نجات پا جاؤنگا، اور اگر پسند کیا تو کوشش کرکے وہ دوسرون سے بھی اس نوع کے مضامین لکھوائینگے، اور اس طرح علاوہ "نگار" کے ایک اور رسالہ اس مقصد کا حامی و طرفدار ہو جائیگا۔

اس قدر تمہید کے بعد مین اصل موضوع پر آتا ہون اور آج کی صحبت مین بتانا چاہتا ہون کہ "حرارت و برودت" کیا چیز ہے اور ان کے خواص کیا ہین ؟

یہ ظاہر ہے کہ "حرارت و برودت کا تعلق مادی چیزون سے ہے یعنی مادہ ہی کے ذریعہ سے ہم انکا احساس کرتے ہین۔ اس لئے یہ امر بھی آسانی سے سمجھ مین آسکتا ہے کہ مادہ کے اجزا (جنھین اصطلاح مین دقائق یا Molecules کہتے ہین) مین تغیر ہونیکا نام "حرارت و برودت" ہے یعنی مادہ کے دقائق مین جب حرکت اہتزازی زیادہ ہوتی ہے تو ہم اسے حرارت کہتے ہین۔ اور جب یہ حرکت کم ہو جاتی ہے تو ہم اُسے برودت سے تعبیر کرتے ہین۔ پھر یہ حرکت جس قدر زیادہ سریع ہوگی اُسی قدر زیادہ گرمی، اور جتنی بطی ہوگی اُتنی ہی زیادہ برودت محسوس کی جائیگی۔

تھرمامیٹر کی ایجاد سے قبل بھی گرمی و سردی کا یہ سبب دریافت ہو چکا تھا، لیکن اسکے مختلف مدارج کا علم نہ ہو سکتا تھا، اور اس لئے ہم اس سے کوئی کام نہ لے سکتے تھے۔ جب تھرمامیٹر ایجاد ہوا تو پتہ چلا کہ حرارت و برودت کے اثرات کس درجہ پر پہونچنے کے بعد کیا ہوتے ہین، اور پھر اسکے ذریعہ سے ہمکو بہت سے کامون مین مدد ملی۔

تھرمامیٹر کئی قسم کے ہوتے ہین، ایک وہ جسمین مقیاس سنٹی گراڈ کے لحاظ سے نقطۂ انجماد کو درجۂ صفر سے تعبیر کیا ہے، اور نقطۂ غلیان کو ۱۰۰ درجہ سے۔ دوسرا فرنہیٹ تھرمامیٹر، جسمین ۱۸۰ درجے قائم کرکے نقطۂ انجماد کو ۳۲ درجہ سے تعبیر کیا ہے۔ اور تیسرا ریومر جسمین ۸۰ درجے قرار دیکر نقطۂ انجماد کو اسی درجۂ صفر مین لکھا ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ درجۂ صفر یا نقطۂ انجماد پر آنے کے بعد برودت کی انتہا ہو جاتی ہے، یعنی اسکے بعد کوئی اور درجہ حرارت کی کمی کا باقی نہین رہجاتا، لیکن یہ صحیح نہین ہے۔ کیونکہ بعض مواد ایسے ہین جن کی حرارت درجۂ صفر سے بھی بہت کم ہو جاتی ہے۔ مثلاً بعض گیسین ایسی ہین جو دباؤ سے سیال حالت مین تبدیل ہو جاتی ہین، اور تحقیق سے یہ امر ثابت ہوا ہے کہ گیس کا دباؤ یا اسکی مقاومت اپنے ماحول سے صفر سے اوپر ہر درجۂ سنٹی گراڈ پر بقدر $\frac{1}{273}$ زیادہ ہو جاتی ہے، اور صفر سے نیچے ہر درجہ پر اتنی ہی کم ہو جاتی ہے یعنی گیس کا دباؤ ۲۷۳ درجہ سنٹی گراڈ پر دو چند، درجۂ ۵۴۶ پر سہ چند، اور درجۂ ۸۱۹ پر چہار چند ہو جاتا ہے۔ اسی طرح صفر سے نیچے ½۱۳۶ درجہ پر یہ دباؤ نصف رہ جاتا ہے۔ اور ۲۷۳ درجہ پر مطلقاً کوئی دباؤ باقی نہین رہتا۔ اور تمام گیسین قبل اسکے کہ ان کا درجۂ حرارت اس حد تک گرجائے کہ سیال حالت قبول کر لیتی ہین۔ اس دباؤ یا مقاومت کے معدوم ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ اسکے دقائق مین اب مطلقاً حرکت باقی نہین ہے اور یہی وہ درجہ ہے جہان برودت کی انتہا معلوم ہو سکتی ہے گویا حقیقی درجۂ صفر سنٹی گراڈ کے موجودہ درجۂ صفر سے ۲۷۳ درجے اور زیادہ نیچے واقع ہے۔

اس حرارت کے درجۂ صفر تک گرجانے کے علم سے صنعتی دنیا کو بہت فائدہ پہونچا، کیونکہ تجربہ سے معلوم ہوا کہ جب اجسام کی حرارت مین کمی زیادہ پیدا ہوتی ہے تو انکے خواص طبیعی مین بھی تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً پانی کہ اپنی حالت طبیعی مین سیال ہے لیکن اگر ہم اس کی حرارت کو ۱۰۰ درجۂ سنٹی گراڈ تک پہونچا دین تو وہ جوش مین آجائیگا اور دھوان بنکر

اڑنے لگیگا، لیکن جب اسکو درجۂ صفر تک لے آئینگے تو جم جائیگا اسکے معنی یہ ہوئے کہ جس قدر پانی میں گرمی پہونچائی جائیگی اسکے دقائق کے اہتزازات بڑھتے جائینگے اور یہ گرمی جتنی کم ہوتی جائیگی، دقائق کا اہتزاز گھٹتا جائیگا، حتی کہ وہ بلور کی طرح منجمد ہو جائیگا۔

اب تم آکسید کبریت گیس کو لو اور دباؤ سے اسمین برودت پیدا کرو تم دیکھوگے کہ وہ سیال ہوگئی ہے، لیکن اگر اس دباؤ کو ہٹالوگے تو وہ پھر گیسی حالت مین آجائیگی، چنانچہ آکسید کربونک کو اسی اصول پر سیال حالت مین تبدیل کرکے لوہے کی تلکیون مین بند کردیتے ہین، اور جس وقت اسکا منہ کھول دیتے ہین تو پھر وہ گیسی حالت مین تبدیل ہوکر اڑجاتی ہے۔

حرارت و برودت کے اسی اصول پر جو جو ترقیان ہوئین اور صنعت کو جتنا فائدہ پہونچا وہ کسی سے مخفی نہین، لیکن صرف اس غرض سے کہ اسکے بعض عجیب و غریب مظاہر کا بیان اس مضمون مین بھی آجائے ہم ذیل کے چند تجربات پیش کرتے ہین

چاندی کا ایک ٹکڑا لیکر سیال ہوا مین غوطہ دیکر نکال لیجئے اور پھر مجرائے کہربائی کے پاس لیجائیے تو معلوم ہوگا کہ اسکی مقاومت کہربائی ضعیف ہوگئی ہے بعض طبیعیین کا بیان ہے کہ ہر معدنی چیز اپنی حرارت درجۂ صفر تک کم کردینے کے بعد مجرائے کہربائی کے لئے اپنی قوت مقاومت ضایع کردیتی ہے۔

اسی طرح اگر مقناطیس کے ٹکڑے کو ہوا ر سیال مین متعدد بار غوطہ دیا جائے تو صرف اسکی قوت کشش ہی نہین بڑھجاتی، بلکہ برابر اس مین اضافہ ہوتا جاتا ہے، اور فعل مقناطیسی آکسیجن نائٹروجن سے علیحدہ ہوجاتی ہے۔

سیال گیسون کا تعلق رنگ کی تبدیلیون سے بھی عجیب و غریب ہے چونکہ مادی اشیاء کا رنگ مترتب ہوتا ہے ایتھر کی ان امواج نورانی سے جنکو وہ مادی شے اپنے اندر جذب کرتی ہے، اس لئے اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ جب درجۂ حرارت کم ہوگا تو دقائق کا شستان امواج کے جذب کرنے پر بھی موثر ہوگا اور اس بنا پر تجربہ سے یہ امر ثابت ہوا کہ درجۂ حرارت کے انحطاط کے وقت زرد چیزین سرخ اور زرد سفید ہوجاتی ہین۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ سیسہ کا گھڑیال یا جرس (باوجودیکہ سیسہ مین کھنکھناہٹ نہین ہوتی) جب پوری طرح سرد کردیا جائے تو کھنکھنانے لگتا ہے۔

جس طرح برودت کی انتہا درجۂ صفر نہین ہے، اسی طرح حرارت کی انتہا درجۂ غلیان بھی نہین ہے بلکہ حقیقتاً حرارت کی انتہا کا علم قدرت انسانی سے باہر ہے، اس وقت تک سب سے زیادہ حرارت مقیاس فہرنہیٹ کے لحاظ سے ۹۴۰۰ درجہ اور سنٹی گراڈ کے حساب سے ۵۲۰۵ درجے دریافت ہوئی ہے، لیکن اس درجہ کی حرارت آنی ہوتی ہے، اور کسی مادۂ منفجرہ کے پھوٹنے کے وقت ایک سکنڈ کے لئے پیدا ہوتی ہے۔

حرارت کے خواص علم الکیمیا، اور کہربا مین جس قدر معاون ہین کسی سے مخفی نہین، یہانتک کہ فرانس کے مشہور ماہر علم الکیمیا نے آکسیجن اور ہیڈروجن کے ممزوج مین ۳۶۰۰ درجہ کی حرارت پیدا کرکے الومینا کو جدا کیا اور پھر آکسیڈ کرومیوم سے مدد لیکر ایک ایسا روشن و رنگین مادہ طیار کیا کہ اسکے اور یاقوت کے درمیان مشکل سے تمیز کیجا سکتی ہے۔

اسی طرح کہربائی حرارت سے دنیا کو جس قدر فائدہ پہونچا اور پہونچ رہا ہے، کسی سے مخفی نہین، عالم ایجاد و اختراع صرف اسکی قائم ہے اور تمدن و تہذیب کی گھما گھمی اسکی ممنون ہے۔

یہانتک تو سادہ بیان ہوا۔ حرارت و برودت کی حقیقت اور اسکے معمولی خواص کے متعلق۔ کہ اس کا سمجھ لینا ضروری تھا۔ اب اسکے بعد ہم زیادہ تر بلند تجربات پیش کرینگے، اور تفصیل کے ساتھ بتائینگے کہ حرارت و برودت کی اس حقیقت شناسی سے انسان کو فائدہ پہونچا اور آیندہ کی توقعات قائم ہین۔ مرقع کی آیندہ اشاعتون کا انتظار کیجئے۔

نیاز فتحپوری

بھوپال - ۱۱ نومبر سنہ ۱۹۲۵ء

عطیات

صفی الدولہ حسام الملک عالیجناب نواب محمد علی حسن خان صاحب بالقابہ متخلص بہ طاہر خلف نواب صدیق حسن خان بہادر مرحوم

جب تو کی نذر۔ اپنا دین و ایمان ہو گیا
پھر خوشی کیا اگر کوئی کافر مسلمان ہو گیا

عشق میں پاس خودداری بہت دشوار تھا
آپکے جور و تشدد سے وہ آسان ہو گیا

دین و دل لیکو یا گو اُس نے عاشق کا خطا
مین گیا دونون جہانسے اُسکا احسان ہو گیا

شب کو اُس سے گرم تھا ہنگامۂ راز و نیاز
صبح کے ہوتے ہی اک خواب پریشان ہو گیا

سُنکے اُسکے حسن کا شہرہ ہوا تھا کچھ خیال
رفتہ رفتہ دلمین رہکر وہ بھی ارمان ہو گیا

یہ نہ سمجھو اشک چشم دلفگاران قطرہ ہے
دیکھ لینا ایک دن تم یہ بھی طوفان ہو گیا

ابر کی ظلمت ہی مین ہوتی ہو بجلی کی چمک
دود دل مجکو چراغ راہِ عرفان ہو گیا

اسکی سطوت دیکھکر اور میری جرأت دیکھکر
مین بھی حیران رہ گیا اور وہ بھی حیران ہو گیا

شاعری طاہر مرے نزدیک اس کا نام ہے
وارداتِ دل ہوئے جب جمع دیوان ہو گیا

جناب نواب غلام حسین صاحب رئیس اعظم گنیش پور ضلع بستی متخلص بہ قمر

ہونے لگی سحر جو شبِ انتظار کی
نکلی تڑپ کے جان کسی بے قرار کی

آمد چمن مین ہی جو عروسِ بہار کی
دعوت ہی آبلون کے یہان نوکِ خار کی

رہنا بھی دب کے ٹوٹ گئے ملنا بھی را ندن
آخر ان آبلون سے چلی کچھ نہ خار کی

ٹکڑے جگر کے چھینٹین لہو کی ہین جابجا
رونق انھین سے کچھ ہی ہمارے مزار کی

انداز تمکنت تھا کہ تھی کچھ ادا سے شرم
محشر کے دن کسی سے نہ آنکھ اُسنے چار کی

حاجت تیرے کرم کو نہین کچھ شمار کی
ہم نے خطا ہزار نہین لاکھ بار کی

کھُل کھیلنے کو آنکھ سے پردہ سا اُٹھ گیا
انگڑائیون نے بات بگاڑی خمار کی

جسنے اُٹھا کے سونگھ لیا ہو گیا جنون
تاثیر دیکھ لی تیرے جوڑے کے ہار کی

ہم شام وعدہ اُنکے یہان آپ ہی چلین
زحمت اُٹھائے کون شبِ انتظار کی

وہ نام کیا جسے کہ زمانہ مٹا سکے
سادہ رہے گی لوح ہمارے مزار کی

اُمید رکھو شافعِ محشر سے اے قمر
بیکار فکر ہے تمھین روزِ شمار کی

جناب حاجی محمد اصطفا خان صاحب اصطفا الملک کالرخانہ عزیز علی محمد علی لکھنو

دستے جبتک دولت اُسکے وصل کی پائی نہ تھی
سچ یہ ہی جینے کی لذت کچھ مجھے آئی نہ تھی

مین ازل سے ہون ترا دیوانہ اے پردہ نشین
اپنی صورت جب کسی کو تونے دکھلائی نہ تھی

تیرے دردِ عشق کا دلکو سہارا کب نہ تھا
تیرے غم نے کب طبیعت میری بہلائی نہ تھی

شکلِ زاہد مجھ صورت مین بھی ہو جاتا مگر
وہ ادا اور رخ پہ وہ جو رنے پائی نہ تھی

دیدۂ دلمین جو ہوتی زاہد و کچھ روشنی
یار کی صورت تو ہر آئینہ مین آئینہ تھی

عُذر پہ ہی لوٹ زاہد شوقِ جنت شیخ کو
بے غرض در پر ترے انکی جبین سائی نہ تھی

جلوۂ وحدت نظر آتا انھین کثرت مین کیا
زاہدون کے دیدۂ باطن مین بینائی نہ تھی

جلوہ گر ہو نیکو تھا کوئی بتِ رنگین ادا
بے سبب تو دہر مین یہ بزم آرائی نہ تھی

سر مین اک رشکِ چمن کی دید کا سودا تو تھا
ہم نے مانا دیدۂ نرگس مین بینائی نہ تھی

دلمین روشن ہو چکا تھا عشق کا تیرے چراغ
جب مشامِ جان مین کثرت کی ہوا آئی نہ تھی

ہمت افزا شوق تھا راہِ طلب مین اصطفا
مانعِ رفتار جب تو آبلہ پائی نہ تھی

گیتان جلی کی شرح و تنقید

از ابو العلا مولانا حکیم ناطق صاحب لکھنوی

سر رابندر ناتھ ٹیگور بنگال کے مشہور شاعر اور اپنی دقیق صوفیانہ و فلسفیانہ تخئیل مین بے مثال ہین انکی نظم گیتان جلی پر یورپ سے نوبل پرائز ملا ہے جو کہ بنگالی زبان مین تصنیف کی گئی تھی مگر خود ٹیگور نے انگریزی مین اس کا ترجمہ کیا اور پھر بعض حضرات نے اُردو مین اس کی شرح کی مگر بنگال کے بعض جوہر شناس بزرگون نے مولانا سید ابو العلا حکیم ناطق لکھنوی سے اس کی تشریح و تنقید کی خواہش کی حکیم صاحب ممدوح کی علمی و ادبی قابلیت ہندوستان مین تعارف کی محتاج نہین۔ انکی مستند تحریر اور غائر تخئیل میرے بیان سے کہین زاید خود اُن کی تعریف کرسکتی ہے مگر میرے لئے مایۂ فخر و ناز یہ امر ہے کہ مین اس مضمون کو حاصل کرنے مین کامیاب ہوا ہون اور اس رسالہ کی خوش قسمتی سمجھتا ہون کہ حکیم صاحب نے اس تنقید کا سلسلہ آیندہ جاری رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے کیونکہ حکیم صاحب جسقدر شہرت پسندی سے متنفر ہین اسی قدر اپنے کلام نثر و نظم کو طبع و اشاعت سے دور رکھتے ہین۔ مین اُنکا دلی شکریہ ادا کرتا ہون کہ انہون نے اس رسالہ پر خاص عنایت کی ہے۔ اور ناظرین کو توجہ دلاتا ہون کہ مضمون ذیل مین اُنہین تنقید اصلی معنون مین نظر آئے گی۔

ٹیگور کے حالات تنقید سے پہلے مختصر طور پر حکیم صاحب نے تحریر فرمائے ہین اور انکے وجدان خیالات اور رنگ کلام پر بھی روشنی ڈالی ہے لیکن ہم انشاء اللہ آیندہ کسی نمبر مین ٹیگور کے مفصل حالات، اور ان کی شاعری پر ایک مکمل تبصرہ لکھنے کی کوشش کرین گے۔

مدیر

رابندر وناتھ ٹیگور بنگال کے مشہور و مقبول شاعر، ڈاکٹر، اور رئیس و تعلقدار ہین۔ انکو ایک مجموعۂ نظم گیتان جلی پر یورپ سے پسندیدہ ترین شاعری کا ڈیڑھ لاکھ روپیہ انعام ملا ہے۔

میرے بعض دوستون نے مجھ سے اصرار کیا کہ مین گیتان جلی کی تشریح و تنقید کرون، بہتر ہوگا کہ وہ واقعات زندگی جو اصلی شاعر کے خیالات پر متصرف ہوکر جذبات کو رقص مین لاتے ہین اور کلام کو ادبی موسیقی اور شعریت مین تبدیل کر دیتے ہین سب سے پہلے روشنی مین لائے جائین۔

سر مہاراجہ ٹیگور اور اُن کے خاندان کا مذہب چند پشتون سے برہمو سماجی ہے جس کی شریعت کا اصل اصول توحید سلوک کا راستہ سلسلۂ تناسخ اور عرفان و حقیقت کا نصب العین وحدۃ الوجود ہے۔ سر مہاراجہ ٹیگور کے والد مہارشی دیندر وناتھ ٹیگور خانقاہ برہمو سماج کے سرگروہ تصوف تھے شاید ہی عربی فارسی کی کوئی کتاب ایسی ہو جو وحدۃ الوجود سے تعلق رکھتی ہوا ور انہون نے نہ پڑہی ہو۔ مثنوی مولانا رومؒ اور دیوان حافظؒ اُن کا سب سے بڑا وظیفہ تہا اور یہ ذوق انہون نے اپنی ذات تک محدود نہین رکہا تہا وہ ہمیشہ اپنے خاندان کے ہونہار نوجوانون کو مولاناؒ اور حافظ کے اکثر اشعار پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور انکے مطالب کی تشریح کرتے ایسے اشعار اور انکے مضامین مین اس قدر شغف تہا کہ وہ علاوہ اپنے خاندان کے ساری دنیا کو اسی رنگ مین رنگ دینا چاہتے تھے۔

اس خزانہ سے رابندر وناتھ ٹگور کا دل و دماغ معمور ہوگیا اور اُس میخانۂ ذوق سے بالکل سرشار ہوگئے۔ اپنے والد کے انتقال کے پہلے یہ کیف اُن کے رگ و ریشہ مین سرایت کر چکا تہا۔ مگر ایک جام پر دوسرا جام یہ ہوا کہ بیوی کے انتقال نے عشق مجازی کے درجات طے

کر دیے۔ پھر کیا تھا دلی جذبات کے شعلوں نے دماغ میں تخئیل کو گداختہ کر کے
چکر دیا۔ ادب نے سانچے میں ڈھالا۔ تصوف نے خراط پر چڑھایا۔ اور موسیقیت
نے رنگین کر کے نیرنگِ عالم کے سٹیج پر پیش کر دیا۔ گیتان جلی میں پہلا
مصرع یوں کہا۔ ع

ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

پھر اس مضمون کو نظم کیا ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زمان از غیب جانے دیگر است

اس کے بعد اس ساز کا ہم آواز ہوتا ہے ع

بشنو از نے چون حکایت می کند

واقعہ یہ ہے کہ اس عالم میں جس طرح ہر کرہ مدور ہے اسی طرح واقعات
کا بھی ہر سلسلہ دائرہ کی شکل میں ہے ہر دائرے کے دو حصے ہوتے ہیں۔
ہر قوس دوسرے قوس کے مقابل بلکہ مخالف و متضاد ہوتی ہے۔ جب
بہار اپنے دائرہ کا نصف حصہ ختم کر لیتی ہے تو خزان شروع ہو جاتی ہے
ایک قوس اگر زوال ہے تو دوسری کمال اسی طرح ظاہر کا آخری نقطہ
ہی جو باطن کا پہلا نقطہ ہے غرضکہ ہر دو متضاد چیزیں باہم ایک دوسرے
کا لازمی نتیجہ اور سبب ہیں۔

یورپ مادہ پرستی کا حصہ پورا ختم کر چکا ہے۔ مادے کی حریف
یا ضد و مقابل یا مادے کے ظاہر کا باطن روح ہے اور یورپ نے مادہ
پرستی کا سلسلہ حد کو پہونچا دیا ہے اور اپنی قوس کے آخری نقطہ پر پہونچ گیا
ہے جو خطِ روحانیت کا پہلا نقطہ ہے۔ قدرتاً ہر کمال زوال کا اور
ہر زوال کمال کا تشنہ ہو جاتا ہے۔ اس وقت یورپ کی بھی یہی حالت
ہو کہ مادہ پرستی کی تکمیل نے روحانیت کا طالب صادق بنا دیا ہے۔ لیکن
اس وقت ٹگور کی حقیقی اصلی شاعری اور صوفیانہ نظم کا ایک قطرہ
مادہ پرستی کی صدف میں گرا یقیناً یورپ کی استعداد کسب اس قطرے
کو موتی بنا سکتی ہے اس جوہر کے جوہری کو یورپ نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ دیا۔

یہ تو اس قدر زائد نہیں ہے کہ مزید تشکریہ کے قابل ہو مگر اصل مسرت
یہ ہو کہ دقیق نظریات اور روحانی معلومات میں ہمیشہ یورپ ایشیا
کا دستِ نگر اور ممنون رہا ہے۔

تصوف مذہب کا جوہر یا وہ نتیجہ ہے جو عرب میں شریعتِ اسلام
اور مصر میں آرین قوم کی مذہبی تکمیل کے ساتھ فوراً اور قدرتاً پیدا ہو گیا
تھا جس کی تشریح عربی میں شیخ ابن عربیؒ نے "فتوحات" اور
فصوص میں یا سنسکرت میں ویدا اور کرشن گیتا میں کی ہے
اور فارسی میں مولانائے رومؒ فرید الدین عطارؒ اور خواجہ حافظؒ
نے عرب اور مصر کے ان دونوں چشموں نے بڑے بڑے دریا پیدا کئے
اور تمام ایشیا کو سیراب کر دیا۔ اس سیل سے ایک کوزہ ٹگور کو اپنے
والد سے وراثتہً ذوقِ عشق کی ظرفیت کی وجہ سے حاصل ہوا۔ کیا اسکا
ایک قطرہ شاعروں کی چشمِ تر کی طرح یا خانۂ نوح کے تنور کے مثل طوفان خیز
اور سیلاب انگیز نہیں ہو سکتا؟ بہت ممکن ہے اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ
دنیا کا نصف کرہ روشنی میں اور نصف کرہ تاریکی میں ہے تو تاریخی نگاہ
جہاں تک کام کر سکتی ہے ایشیا کے مقابل یورپ روحانیات تصوف
اور باطنیات مذہب کی طرف سے تاریک نظر آتا ہے۔

ٹگور سے پہلے اہل ہنود کے صوفیوں اور خواجہ حافظؒ کا
کلام یورپ میں پہونچا۔ اور عمر خیامؒ کی تو علمی پرستش ہونے لگی مگر
صرف قدر دانی اور جوہر شناسی تک محدود رہا یورپ میں ذوق
خلاق روحانیت و باطنیت کی طرف سے پیدا نہ ہو سکا کیونکہ تصوف
جذب مذہب کا واحد ذریعہ ہے اور اس سے یورپ کو صرف کم تعلق
ہے خصوصاً انہماک مقصود اور ترقی محدود ہے۔

ان وجوہ سے بہت ممکن ہے کہ عمر خیامؒ اور دیگر اہل تصوف
کی طرح ٹگور کا گیتان جلی بھی صرف دماغی لذتِ محسوسات میں تحلیل
ہو کر فنا ہو جائے مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ زمانہ کا انقلاب سمندروں کو

خشک کرکے برِ اعظم بنا دیتا ہے سطح اور ہموار زمینوں سے پہاڑ پیدا ہوتے
ہیں۔ سرد ممالک گرم اور گرم سرد ہو جاتے ہیں کیا تصوف کا روحانی
جذبہ اور اثر کسی ملک کے مذاق میں انقلاب نہیں پیدا کر سکتا؟
اگر وہ وقت آگیا ہے یا جب کبھی آئے تو یورپ کو ایشیا کی طرف
سے چلنے اس قسم کے پیغام اور رہبر ہو پہنچے ہیں اُن کو اور اس زمانہ کے
کلام ٹیگور کو ہمیشہ یاد رکھنا ہوگا۔

ٹیگور کا تمام کلام بنگالی زبان میں ہے مگر اصطلاحی علمی اور اہم
الفاظ سنسکرت کے اس طرح شامل ہیں جس طرح انگریزی میں لاطینی
اور اُردو و فارسی میں عربی علاوہ بنگالی کے تمام صوبہ وار زبانوں
میں سنسکرت کے الفاظ بکثرت غالب ہیں۔ (اُردو مستثنیٰ ہے) گیتان
جلی کا ترجمہ بنگالی سے انگریزی زبان میں خود ٹیگور نے کیا ترجمے
میں معانی مطالب سب کچھ آجاتے ہیں۔ اصل تصنیف کا اثر کیف اور
روحانیت کا نقل ہونا غیر ممکن ہے اس لئے سوائے اصلی گیتان جلی
کے کسی ترجمہ پر تنقید و تشریح کے لیے اطمینان نہیں ہو سکتا میں نے
ترجموں اور اصلی کتاب کا مقابلہ کرنے کے بعد تنقید و شرح پر قلم اٹھایا
ہے پھر بھی مجھے امید اپنے آپ سے یہ نہیں ہو سکتی کہ مصنف کا جائز
مقصود جو اکثر مقامات پر نہایت ہی بعید استعارات میں بیان کیا گیا
ہے جملہ کیفیات و لطایف اور نکات کے ساتھ ذہن نشین کرنے میں
کامیاب ہو جاؤنگا۔ مگر احباب کی فرمایش اور اصرار مجبور کرتا ہے کہ
جو کچھ ہو سکے معذرت اور معافی کے ساتھ پیش کر دوں۔

گیتان جلی کے خصوصیات یہ ہیں:۔

تخیل بلند، اہم اور غائر، مجاز و حقیقت دونوں سموئے ہوئے
عشق کے موثر جذبات اور وہ سب کے سب یہ ہیں کہ عشق حقیقی میں
یوں ہوتا ہوگا۔ اور مجازی میں ایسا ہو سکتا ہے، عاشق کی نقل اور
شاعر پر قیاس کرکے کچھ نہیں لکھا گیا ہے بلکہ جو کچھ ہے ذاتی وجدان سے
اور ہر شعر اپنے اصلی ماخذ کا آفریدہ ہے۔

کیفیات وجدانی تک کی محاکات بعض اشعار میں موجود ہیں،
مضامین کا پیکر لباس یعنی روح کا قالب بظاہر سادہ الفاظ زیادہ
بلیغ اور غیر مشہور و نامانوس ہیں مگر اکثر استعارات اس قدر بعید ہیں
کہ عام مذاق کے لوگ اس کی تہ کو نہیں پہونچ سکتے بعض اشعار سہل
ممتنع ہیں بعض میں معشوق حقیقی کی طرف سے سیدھے سادے الفاظ
میں بغیر تشبیہ و استعارہ خطاب کیا گیا ہے صنعت ایہام و ابہام
بہت ہے جس کی وجہ سے کہیں کہیں اجمال و اہمال پیدا ہو گیا ہے
زیادہ پُر لطف اور عجیب رنگ یہ اختیار کیا گیا ہے کہ نظم کے
بیشتر حصہ کا ساز نالہ و فریاد ہے اور اس کے مضطربانہ انداز نے
نغمہ کے زمزموں کا پیرایہ اختیار کیا ہے۔ لہذا خیالات کے سچے سُروں
اور ترکیب الفاظ کی لے سے اکثر اشعار میں قدرتی موسیقیت پیدا
ہو گئی ہے جابجا صوت سرمدی، عالم کُن، سماع الست، انہد،
اور نغمہ ہائے سلطان الاذکار گونج رہے ہیں ان سب نے مل کر
اور گویا ہم آواز ہو کر زبان حال سے ساز ہستی کے اس راز حقیقت
کا ترانہ چھیڑ دیا ہے کہ عالم موسیقیت کا باطنی طرب خانہ ہے۔ ہر چیز
فطرتاً متحرک ہے اور قدرتی حرکت باقاعدہ لَے میں ہے۔ ہر آواز
ایک سُر ہے ہوا میں ذرات ارضی اور اجزاے نباتی کے انصال سے
جو ارگن پیدا ہوتی ہے اس کی صدا ایک سا لطیف اور رنگین نغمہ ہے۔
دریا کی رو۔ تمام قطروں کا باہم ٹکرانا۔ اور مینہ کی جھما جھم، ساگر کا ایک
راگ ہے۔ ہر نبض ایک ضرب ہے، ہر نگاہ ایک ساکت سُر ہے
اور کنکھیوں سے دیکھنا تار نگہ کی ایک مینڈ اور گلے کی ایک مرکی ہے
پہاڑ بظاہر خاموش اپنا سر بلند کیے، اپنا سینہ تانے ہوئے ڈٹے
ہیں مگر باطن میں روئے زمین کی الاپ ہے۔ غالباً گیتان جلی
کے مصنف کی نظر سے ساز دنیا کا پردہ راز اٹھ چکا ہے کہ ہر ذرہ،

ہر قطرہ ہر نقطہ کسی خوش گلو کے زمزمے کا دانہ ہے۔ اور جس عقدۂ
راز کو غالب نے بھی سمجھ کر کھولا ہے ؎

محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہاے راز کا
یان ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

غرضکہ ٹگور کا کلام ان تین سُرخیوں کی تحت میں ہے۔

"تصوف، عشق، اور موسیقیت"

گیتان جلی کا پہلا گیت

تو نے مجھے غیر تنا ہی بنا دیا، یہی تیری خوشی ہے! اس ظرف (ہستی جسمانی) کو تو بار بار خالی کرتا ہے، اور ہمیشہ ایک تازہ زندگی سے مملو کر دیتا ہے"

ٹگور کے اس شعر میں دو باتین شرح طلب ہین۔

(۱) انسان یا انسان کا کوئی طبقہ ابدی ہے؟

(۲) ظرف جسمانیت بار بار خالی ہوتا اور معمور ہوتا ہے؟

مسلک اول کی تین صورتین ہین اور بہت قدیم ہین۔

(۱) انسان کو تناسخ ہے۔ اس مسلک کا پہلا محقق افلاطون ہے دوسرا وید ہے وید مین اتنا اضافہ اور ہے کہ انسان تناسخ کے مصائب برداشت کر کے جب خطا و سزا سے پاک و صاف ہو جاتا ہے تو واصل حق ہو کر بے تغیر اور لافانی ہو جاتا ہے۔

(۲) دوسری صورت اہلِ اسلام کے طبقۂ متکلمین نے زیادہ شرح و بسط سے بیان کی ہے ان لوگون کا ماخذ یہ دو آیتین اور ان کے ہم معنی چند آیات ہین۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون ط

(۲) طبتم فادخلوھا خالدین ط

(۳) تیسری صورت سلوکِ تصوف سے متعلق ہے ان لوگون کا منبع بھی کلام ربانی ہے۔ مگر اسکے امام شیخ ابن عربیؒ ہین اُن کا شعر ہے ؎

فلا تفنے و لا تبقے و لا تفنے و لا نبقے

یعنی تجلیات ذاتی یا عینیت کے لحاظ سے انسان کبھی فنا نہوگا اور مظہر صفات یا خلقیت کے اعتبار سے انسان کو کبھی بقا نہین ہو سکتی اس سلوک کے مشہور سالک مولانا شمس تبریزؒ مولا روم خواجہ حافظؒ اور اکثر اہلِ چشت ہین۔

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

گفت قدوسیؒ فقیرے در فنا و در بقا
خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

ایک مسئلہ انہین صوفیانِ کرام کا یہ بھی ہے کہ سالک بار بار مرتا اور زندہ ہوتا ہے یہ اُس آیۂ کریمہ کا پرتو ہوتا ہے جس مین کل یوم ھو فی شان ارشاد ہوا ہے۔ اس سے یہ مسلک استنباط ہوا ہے کہ سالک قبض و بسط کی وجہ سے ہمیشہ ایک نئے عالم مین رہتا ہے ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زمان از غیب جانِ دیگر است

اُردو شعرا کے کلام مین بھی یہ مضامین بہ تغیر عبارت سے ہین۔

بقاے انسانی ؎

پاؤن اگر شہادت تو عمر جاودان ہو
مین بھی وہ سخت جان ہون مر نا ہی زندگانی ہو

فنا و بقا علی التواتر ؎

فنا کیسی بقا کیسی جب اُس کے آشنا ٹھہرے
کبھی اُس گھر مین جا نکلے کبھی اس گھر مین آ ٹھہرے

یہی انسانی ابدیت اور تلون بقا و فنا ٹگور کے اس شعر مین ہے مگر اب دیکھنا یہ ہے ٹگور نے کس حیثیت سے اپنے دونون یقین بیان کی ہین کیونکہ اس نتیجہ کے دو سبب ہو سکتے ہین اول تناسخ دوسرے سلوک کل یوم ھو فی شان

ٹگور صوفی بھی ہے اور فلسفی بھی عقیدۂ تناسخ کا بھی قائل ہے اور قبض و بسط سلوک کا بھی سالک ہے شعر مین اجمال ہے صرف اسقدر واضح ہوتا ہے کہ تلون بقا و فنا کا گلہ مند بھی ہے اور شاکر بھی حقیقت

اور فلسفہ کا یہ مسئلہ بھی اس شعر سے پیدا ہوتا ہے کہ فطرت یعنی جسمانیت فانی ہے اور روحانیت باقی۔

بہرحال ٹگور کا یہ شعر کسی حیثیت سے جدید ہے۔ یہ سہل ممتنع مگر خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ذاتی وجدان ہی۔ اس زمانے کے اردو شاعروں کی طرح تخیلِ محض اور نقل و قیاس نہیں ہی ٹگور کی شاعری کا مقصد یہ نہیں ہے کہ لوگ سنکر تعریف و تحسین کے نعرے بلند کرین اور یہ کہین کہ کس قدر نازک خیال و عالی تخیل شاعر ہے ٹگور اس سے مستغنی ہوکر اپنے ذاتی وجدان کو نیم مجذوبانہ حالت مین بیان کرتا ہے ظاہر ہے کہ عالمِ باطن کی زبان عالمِ ظاہر مین مروج نہین ہی ؎

کیونکر اُسے تکلیفِ روحانی تجھے ظاہر کرون　　عالمِ باطن کے لوگون کی زبان کوئی نہین

دوسرا شعر

یہ نے کی چھوٹی سی بانسری تو وادیون مین اور پہاڑون پر لیے پھرتا ہے اور اس مین دائم الاثر طرح طرح کے نغمے پھونک رہا ہے۔

تصوف کا ایک مہتم بالشان مسئلہ یہ ہی کہ تمام عالم ایک عالمِ صوت ہے اور انسان بسکہ عالمِ صغیر ہے خود انسان مین جو عالمِ صوت ہے اُس کو سماعِ راست کہتے ہین۔

درسماعِ راست ہر تن چیز نیست

مولانا رومؒ کا مشہور مصرع ہی اور اس کی بابت اہلِ ذکر کا اتفاق ہی کہ مراقبہ کی مشق سے یہ نغمہ سالک کو ہر وقت سنائی دیتا ہی اور یہ وہی آواز کُن ہی جو ہر ذرے مین سرایت کر چکی ہی اور ہر جگہ ہر وقت گونجتی رہتی ہی۔ غالب نے بھی اس مضمون کو نظم کیا ہے ؎

محرم نہین ہی تو ہی نواہاے راز کا　　یان ورنہ جو حجاب ہی پردہ ہی ساز کا

مولانا رومؒ نے ہر انسان کی شہرگ کو بانسری سے تعبیر کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ نے جب تک نیستان سے جدا نہو آواز ناممکن ہی تو اس کی صدا گویا نالۂ مظہرِ فراق ہی ؎

بشنو از نے چون حکایت می کند　　وز جدائی ہا شکایت می کند

زمانۂ حال کے اردو شعرائے بھی اس مسئلہ کو عاشقانہ رنگ مین نظم کیا ہی۔ گو اردو زبان کو ایسے مضامین کا تحمل دشوار ہی تاہم غنیمت ہے ؎

بزمِ طرب بھی گرم ہی پھر تیز سے ہوا　　اک نغمۂ بسیط سے لبریز ہے ہوا

ٹگور بھی ہر موجِ ہوا کو بانسری بناکر اُس سے اپنے وجدانِ حقیقت کے نغمے سُن رہا ہے

تیسرا شعر

تیرے ہاتھون کے لازوال (اور بقا دینے والے) مَس سے میرا ننھا سا ناچیز دل مسرت مین اپنی محدودیت کھو دیتا ہی اور انتہا درجہ کے خوشگوار نغمے پیدا کرتا ہی

یدِ حقیقت خود بھی لافانی ہی اور جسکو چھو لے وہ بھی غیر فانی ہو جاتا ہی اور عاشق کے سوا کون مستحق ہی کہ اُس سے یہ تعلق رکھے تو شاعر کہتا ہی کہ اس ربط سے وہ ناچیز دل جس کی حدین اور قوتین محدود ہین۔ اس کے ہاتھ سے اپنی عنانِ حدبندی چھوٹ جاتی ہی اور وہ دل اپنے آپکو ایک نا محدود شے سمجھتا ہی کیونکہ اس مسرت مین کہ تجھ سے تعلق و ربط رکھتا ہی اپنی محدود ہستی کو بھول جاتا ہی۔ اور اپنے مستانہ جذبات سے وجدانِ مسلسل کے خوشگوار نغمے پیدا کرتا ہے۔ نہایت پُرکیف شعر ہے۔

چوتھا شعر

تیرے ازلی (وابدی نامحدود) عطایا میرے کوتاہ (محدود) ہاتھون مین آتے ہین اور زمانے گزرتے جاتے ہین مگر تو اُن نعمتون کا مینہ برساتا جا رہا ہی اسپر بھی معموری کی گنجایش باقی ہی۔ تجلیاتِ الٰہی غیر فانی اور غیر محدود ہین، انسان جسپر اُن تجلیات کا پرتو پڑتا ہے وہ ایک محدود شی ہی مگر انسان کی وسعتِ قلبی اور اسکی تکمیلِ تخلیق کو بیان کرتا ہی کہ انسان ضعیف البنیان کے چھوٹے سے ظرف کی کیا حقیقت ہی مگر جب تجلیاتِ الٰہی سے اُس کا تعلق ہو جاتا ہی تو وہ بھی لافانی و لامحدود ہو جاتا ہی۔ جامیؒ نے کیا خوب کہا ہی "اندیشہ کل پیشہ کنی کل باشی"، اِس تمام رباعی کا مقصد یہ ہی کہ جزو کا تصور کروگے تو جزو رہوگے کل کا تصور رکھوگے تو کل ہو جاؤگے۔

(ہو الباقی)

شراب مثلث

(افصح الفصحا استاذی حضرت حمد بلگرامی لکھنوی مدظلہ)

ربط بڑھا جو عشق و حسن کرشمہ ساز میں ہو گیا خون آرزو دونوں کی ساز باز میں

چہرے سے اُنکے اُف رے جذب نغمۂ دلگداز میں کانوں کے پردے لگ گئے جا کے تمام ساز میں

نیندیں بھی عجب ہے آب تیغ نگاہ ناز میں موتی بھرے ہیں کوٹ کر نرگس نیم باز میں

ہمکو نیاز پر ہے ناز وہ ہیں غرور ناز میں دیکھیے چل نہ جائے چوٹ ناز میں اور نیاز میں

شان ہے اُسکی دخل کیا قدرت بے نیاز میں شاہ ہے بے نیاز میں ناز ہے ایاز میں

کی جو نماز عشق ادا اُن کے حریم ناز میں سجدہ دل کو ناز ہو گیا ناصیۂ نیاز میں

جل کے بھی چل دل حزیں محفل یار گرم ہے شمع سے ہو مقابلہ سوز میں اور گداز میں

بڑھ کے وہیں اُلجھ گیا خار فرہ سے یا نصیب سیکڑوں گتھیاں پڑیں تار نگاہ ناز میں

ہے نہ تو نالے میں جلن اور نہ ترانہ آہ میں دل کی بھی ہے عجیب لے سوز ہے نہ ساز میں

منہ سے زبان پر جو آ کے بات میں وہ بھی بات ہے دل سے جو پہنچے تا بلب راز ہے وہ بھی راز میں

حشر بپا ہوا وہیں سوتے سے جب وہ جاگ اٹھے فتنے جہان کے سو گئے جب گئے خواب ناز میں

موت ہی آتی ہمیں کاش ہوتی تو ہجر سے نجات عمر بھی ہائے بڑھ گئی پڑ کے شب دراز میں

عشق بتی میں برق آہ کوند گئی ہزاروں کوس چمکی تو ملک ہند میں جا کے گری حجاز میں

نزع سے ہم ادھر چھٹے فرصت انہیں اُدھر ملی ہم گئے خواب مرگ میں وہ گئے خواب ناز میں

پڑتے ہی پڑتے پھرتی ہے شوخیوں کو لیے ہوئے کھیل رہی ہے کیا نظر چشم نظارہ باز میں

سنکے وہ داستان غم سنتے ہی ہیں سو جا گئے کروٹیں لے رہی ہے نیند دیدۂ نیم باز میں

خون ہے دل کے کی ہے سرخ شرم سے آنکھ اٹھا نہیں سکا مہندی لگا کے بیٹھے ہیں پائے نگاہ ناز میں

بات جو کہنے کی نہ تھی کہتے تو جاتی اسکی بات راز کی بات رہ گئی بات رہی جو راز میں

اشک سرت میں جاری آنکھ سے لاش پہ کس ادا کے ساتھ موتی پروئے ہیں وہ تار نگاہ ناز میں

عمر ہوں کے بے پہ چل گئے تیغ ادا کی کھینچ گئی دیکھیے شوخیوں کے کام چشم کرشمہ ساز میں

حمد کبھی نہ مانیں ہم کہتی ہے شوخی صریر ہے یہ تمہاری ہی زبان کلک سخن طراز میں

(لسان الملک حضرت ریاض خیرآبادی مدظلہ)

یہ کہاں سے ہم گئے ہیں کہاں کہیں کیا تری نگاہ ناز میں کہ نہ آسمان زمیں جہاں نہ نشیب ہیں نہ فراز میں

تو درون خانہ نہ برون در تو ہزار پردوں میں جلوہ گر اری او حقیقت پردہ در تری شوخیاں ہیں مجاز میں

وہی آئے فرش سے عرش تک وہی جا عرش سے فرش تک ملے ایسے قطرے ہزار ہا ہمیں خاک راہ حجاز میں

کہیں تیز ہے کہیں مدھم ہے یہی کیا مطرب خوشنوا مرے نالے میں ترے نغمے میں مرے سوز میں ترے ساز میں

ترے سجدے میں وہ مزا ملا کہ تڑپ کے سینے سے آ رہا کوئی داغ ہے کہ ہے دل مرا یہ مری جبین نیاز میں

یہ اٹھائینگے کبھی ناز بھی یہ دکھائینگے کبھی رنگ بھی یہی لائینگے کبھی رنگ بھی جو لگے ہیں رنگ مجاز میں

گھڑی جسکی حشر کا ایک دن شب غم جسکا ہر ایک پل وہ مزے ہیں حسرت مرگ میں جو خضر کی عمر دراز میں

اسے لاگ عشق کی کہتے ہیں اسے آگ عشق کی کہیئے یہ جنوں ہے وہ جنوں میں کہیں یہ ناز ہے ناز میں

جنہیں لوگ کہتے ہیں رند وہ خدا پرست ریاض تھے یہ سنا ہے کل کہ جناب ہی پس خم تھے محو نماز میں

(جناب منشی واحد علی صاحب ابر قدوائی برادر حضرت شوق قدوائی مرحوم)

مرے نالے سنکے وہ رو اٹھا جو نہاں تھا پردۂ راز میں نئی روح قدر دی پھونک دی تھی دل شکستہ کے ساز میں

اسے کیا خبر کہ غرور سے یہ ہے محو اپنے ہی ناز میں کہ بکھر رہی ہے بوئے گل وفا عرق جبین نیاز میں

یہ شگوفہ کاری حسن تھی یہ طلسم سازی عشق تھی کہ پھنسا دیا دل غزنوی خم و پیچ زلف ایاز میں

تپ عشق کا یہ اثر بڑھا کہ ہوئے نہاں سے آشنا ملی لذت غم و درد دل کبھی سوز میں کبھی ساز میں

نہ تو دل کو اپنی خبر رہی نہ مجھی کو تاب نظر رہی جو نقاب حسن نہاں اٹھی کبھی جلوہ گاہ مجاز میں

یہ صلائے عام کا رنگ تھا کہ ترے جمال کا آئینہ نئی صورتوں سے نظر پڑا مجھے جلوہ گاہ مجاز میں

یہ سناں تھی مجھ پہ جو چل گئی یہ چھری تھی مجھ پہ جو پھر گئی یہ ادا نہ تھی جو نگہ مری یہ قضا تھی پردۂ ناز میں

یہ ہے حسن و عشق کا مرحلہ یہ ہے دو دلوں کا معاملہ یہ پڑے مرے کا ہے مسئلہ جو چھڑا ہے ناز و نیاز میں

یہ ہے آہ مسلم خستہ جان یہ ہے درد قوم کا درد دل میں نوائے ہند سنا رہا ہوں مگر سرود حجاز میں

کبھی جو صدائے مجاز تھی جو نوائے پردۂ راز تھی وہی سیکڑوں تار نفس میں ہے وہی نغمہ ہے مرے ساز میں

تپ غم میں سوز فراق سے یوں ہیں جلتے عمر گزر گئی دل ابر شمع سحر سے ہو کہیں بڑھ کے سوز و گداز میں

(ہم ردیف و قافیہ — استادی حضرت حمد کی غزل)

سولن کی چڑیاں

ہمارے مکرم میاں بشیر احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لا اڈیٹر ہمایون لاہور کے تعارف کی ضرورت نہیں انکی انشاپردازی کی خوبیون سے دنیائے ادب پورے طور پر واقف ہے۔

"سولن کی چڑیان" کے عنوان سے ایک مضمون آپ نے شملہ کے قیام کے زمانہ مین لکھ کر میری استدعا پر مرقع کے لئے شملہ ہی سے روانہ فرمایا اِس مضمون کے درج کرنے سے پہلے ہم ناظرین کی مزید دلچسپی کے لئے اتنا بتا دینا ضروری سمجھتے ہین کہ سولن جہان کی چڑیون کا ذکر اسمین ہے یہ کالکا اور شملہ کے درمیان ایک نہایت فرحت بخش اور صحت افزا پہاڑی مقام ہے جو تقریباً ۴ ہزار فٹ سطح سمندر سے بلند ہے۔

چونکہ شملہ کی طرح اس کی آبادی گنجان نہیں ہے اسلئے اکثر اصحاب گرمیون مین اس جگہ کی اقامت کو شملہ پر ترجیح دیتے ہین۔ دوسرے کوہستانی علاقون کی طرح یہان بھی تمام قدرتی مناظر اور دلفریبیان موجود ہین ہر چہار طرف سر بفلک پہاڑونکا سلسلہ چلا گیا ہے ہزارہا شیرین چشمے انکے دامنون مین اپنی روانی کی آب و تاب دکھارہے ہین۔

خوشنما اور مختلف رنگ کے پرند ایک درخت سے دوسرے درخت پر جا کر عجیب لطف دکھا رہے ہین۔

غرض قدرت نے ہر طرح کی دلکشی اور تمام دلچسپیان سولن مین جمع کردی ہین جن کا لطف دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مضمون مین وہان کی چڑیون کا ذکر اس طرح پر کیا گیا ہے گویا کسیوقت مین لکھنے والے پر اِس منظر اور انکی کیفیات کا خاص اثر پڑا ہے اور وہ اُسی حالت مین انکو تحریر مین لے آتا ہے ہم اس مضمون کو شکریہ کے ساتھ درج کرتے ہین

مدیر

سولن کی سرسبز و شاداب وادیون کی خوش آواز چڑیو! خدا تمھارے چہچہون کی شیرینی اور دل آویزی کو دائم و قائم رکھے۔ یہ تھم تھم کر چلنے والی ہوائین تمھارے نرم و نازک پرون سے پیار کرین اور ٹیلے ٹیلے کی طراوت سے تمھین شاداب کرتی رہین!

تم گھنے اُداس جنگلون کی رہنے والی نہین تمھارے کاشانے کھلے ہوادار درختون کے ہمیشہ ہلنے والے ٹہنون کی گود مین ہین اور تم روشن دنون مین زمین و آسمان کی کشادہ پیشانی سے بہار کے پھول چُنتی رہتی ہو!

اِن چشمون کے ٹھنڈے اور میٹھے پانی سے اپنی شیرین ہستی کو تر و تازہ رکھو اور وہ گیت گاتی رہو جن سے پژمردہ انسانون کی گنجان بستیان اپنے رہنے والون مین برقِ تبسم کی ایک ہلکی پھلکی رَو کا احساس کرنے لگین۔

اِن فطرت و عادت کے بندون کو قدرت و محبت کی شگفتہ اداؤن سے بہرہ اندوز کرو اور اِن مین وہ روح پھونک دو جن سے اُن کے حسّاس جسم اب مدت سے محروم ہوچکے ہین۔ اُنھین مادرِ قدرت کی آغوش سے جُدا ہوئے صدیان گزرچکی ہین۔ یہ تم سی آنکھین نہین رکھتے۔ ان کی چشم دوراندیش پھولون پتون مین وہ کچھ نہین دیکھتی جو رات دن کے لمحے لمحے مین تمھین صاف نظر آتا ہے۔

تم اِن سے بالا بالا رہتی ہو اور بالا ہی بالا زندگی کی گھڑیان گزارتی ہو!

بشیر احمد از شملہ

نیروؔ کی شخصیت کا ایک پہلو

از جناب مرزا جعفر علی خان صاحب اثرؔ لکھنوی بی۔اے۔ ڈپٹی کلکٹر

وینس ۔ کیا نیروؔ کے گیت دراصل نفرت کے قابل ہوتے ہین ۔ مجھے ان معاملات مین دخل کم ہے' اِس سے دریافت کرتا ہون ۔

پٹروینس ۔ اورون سے زیادہ مبتذل تو نہین ہوتے ۔ اگرچہ لوکن کے پاسنگ بھی نہین، لیکن اس اژدھاقی رنگ کی داڑھی والے مین ایک آن ضرور ہے ۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ شاعری و موسیقی کا دلدادہ ہے ۔ الفرو ڈیٹی (حُسن کی دیوی) کی تعریف مین ایک بھجن کہا ہے عنقریب مین اور تم سُننے کے واسطے بُلائے جائینگے ۔ آج یا کل اس نظم کا تکملہ ہوجائیگا ۔ میرے اِس قول مین کہ نیروؔ کے گیت شکر مثلی ہوتی ہے ۔ مبالغہ اور مذاق کا عنصر غالب تھا ۔ اُسکے کلام مین شیرینی بھی ہوتی ہے ۔

عجیب معجون مرکب ہے نیروؔ ۔ کیلیگولا تو دیوانہ تھا ہی، لیکن اُس نے بھی ایسی حرکتین نہین کین ۔

⁂ ⁂ ⁂

نیروؔ ستار پر اپنے ترتیب دیے ہوئے نغمے گاتا گیا ۔ آواز کو دے رہی تھی اور اُس نے محسوس کیا کہ سامعین پر فی الحقیقت اُسکی موسیقی کا جادو چل گیا ۔ اِس خیال نے اُسکی آواز کو اور بھی چمکا دیا اور اُسکی روح کو اس طرح سرشار کیا کہ وہ سمجھا یہ نغمے غیب سے آتے ہین ۔ حقیقی جذبات سے مغلوب ہوکر اُسکا چہرہ زرد ہوگیا ۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ سُننے والون کے نعرہائے تحسین کا منتظر و متمنی نہین تھا ۔ کچھ دیر ستار پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہا ۔ یکایک اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا ۔

"مین تھک گیا اور تازہ ہوا کی ضرورت ہے ۔ باہر جاتا ہون، تم لوگ ستار ملاؤ" ۔

نیروؔ نے گلے مین ایک ریشمی رومال لپیٹا اور پٹروینس و وینی سیس سے جو کمرے کے ایک کونے مین بیٹھے تھے مخاطب ہوکر کہا ۔

"تم میرے ساتھ آؤ ۔ وینی سیس اپنے بازو کا سہارا دو میری طاقت جواب دے رہی ہے ۔ پٹروینس تم موسیقی کے متعلق گفتگو کرو"

یہ تینون شخص برآمدہ مین چلے گئے جہان سنگ مرمر کا فرش تھا اور اُس پر زعفران بچھی ہوئی تھی ۔

نیرو ۔ یہان انسان آزادی سے سانس لے سکتا ہے ۔ میری روح تاثیرات سے لبریز، مگر افسردہ ہے ۔ حالانکہ مجھے یقین ہے کہ جس طرح اس وقت امتحاناً گایا مجمع عام مین بھی گا سکتا ہون اور میری کامیابی ایسی ہوگی جو آج تک کسی رومن کو نصیب نہین ہوئی ۔

پٹروینس ۔ خداوند ! آپ روم مین بلا تامل گا سکتے ہین ۔ مین سچے دل سے آپکی نغمہ نوازیون کا مداح ہون ۔

نیرو ۔ مین جانتا ہون ! کیونکہ تو اِس قدر کاہل ہے کہ خوشامد پر مائل نہین ہوتا ۔ تو سیپیو کی طرح راست گفتار ہے، مگر تیری معلومات اُس سے زیادہ ہے ۔ بتا ! موسیقی کی نسبت تیری کیا رائے ہے ۔

پٹروینس ۔ جب مین کوئی نظم پڑھتا ہون یا سرکس مین آپکا ایجاد کردہ رقص دیکھتا ہون ۔ جب کسی خوبصورت مجسمہ یا مندر یا تصویر کا معائنہ کرتا ہون تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُنکی تمام خوبیون پر کامل عبور ہوگیا ۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ان چیزون سے جس قدر انبساط حاصل ہو سکتا تھا حاصل ہوگیا ۔ لیکن جس وقت گانا سنتا ہون ۔ خصوصاً آپکا گانا تو ہر لحظہ نئی خوشیان

---

۵ نیرو ۵۴ء سے ۶۸ء تک شہنشاہ روم الکبریٰ تھا ۔ اثر

اور نئی خوبیاں پیش نظر ہوتی ہین - اُنکا تعاقب کرتا ہون، انکو اسیر کرنا چاہتا
ہون لیکن قبل اسکے کہ اُن تک رسائی ہو، اُن سے زیادہ خوشنما نقوش
دل کو اپنی طرف کھینچتے ہین گویا سمندر کی موجین ہین کہ دامن باندھے ہوئے
بھاگی چلی جارہی ہین اور جن کا سلسلہ نامتناہی ہے جیسا کبھی پہلے
عرض کرچکا ہون، موسیقی ایک بحر ذخار ہے جسکے ایک کنارہ پر کھڑے
ہوکر ہم دور تک دیکھ تو سکتے ہین مگر دوسرا کنارہ نظر نہین آتا -

نیرو - اوہ ! تیرا علم کس قدر وسیع ہے !

کچھ دیر دونون خاموش ٹہلتے رہے، صرف زعفران کے روندے
جانے کی خفیف آواز آتی تھی -

نیرو - تو نے میرے خیال کی ترجمانی کی - اسی سے مین بار بار
کہہ چکا اور اب پھر کہتا ہون کہ تمام روما مین صرف تو مجھے سمجھا، یہی وجہ ہے
کہ موسیقی کے بارے مین میری اور تیری رائے متفق ہے جب مین گاتا اور
ستار بجاتا ہون تو مجھے وہ چیزین دکھائی دیتی ہین جنکے وجود کا اپنی مملکت یا
دنیا مین علم نہین تھا مین قیصر ہون اور روے زمین زیرنگین ہے ہر طرح کا
مقدور ہے مگر موسیقی میری نگاہ کے سامنے نئے ملکون نئے کوہستانون نئے
بحور اور نئی خوشیون کا افتتاح کرتی ہے - اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مین اُنکے
نام نہین بتا سکتا اور انکو اپنے قابو مین نہین لاسکتا، صرف محسوس کرتا ہون
مجھے دیوتا اور المپس کی بلندیان دکھائی دیتی ہین ! ایک قسم کی نسیم کسی دوسری
دنیا سے میری طرف خرامان خرامان آتی ہے اور مین لطیف غبار سے ڈھکی ہوئی
ایک ناقابل اندازہ عظمت کا مشاہدہ کرتا ہون جسمین سکون مگر دھوپ کی
درخشندگی ہے - کل نظام شمسی میرے گرد رقصان ہوتا ہے اور مین تجھ سے
سچ کہتا ہون (یہان پر نیرو کی آواز مین افراط حیرت سے ارتعاش پیدا ہوا)
کہ مین، مین ! جو قیصر ہون، دیوتا ہون، ان لمحون مین اپنے آپکو خاک سے
بھی ذلیل شمار کرتا ہون - کیا تجھے میری بات کا یقین ہے ؟

پٹرونیس - بیشک ! صرف اولوالعزم کاملین فن کو یہ قدرت ہے
کہ اوج کمال پر پہونچ کے بھی وہ اپنے آپ کو حقیر سمجھتے ہین !

نیرو - آج کی رات صداقت کا دور ہے - تجھے دوست سمجھکر اپنی
روح کا جائزہ دلاتا ہون - نہین ! اس سے بھی زیادہ ! کیا تجھے خیال ہے
کہ مین اندھا یا فاتر العقل ہون ؟ کیا تیرا گمان ہے - مجھے معلوم نہین کہ اہل
روما مجھ سے نفرت کرتے ہین - مجھے اپنی مان اور بیوی کا قاتل ایک خوفناک
درندہ، ایک سنگدل ظالم ہونے کا الزام دیتے ہین ؟ اور یہ سب محض اس وجہ سے
کہ ٹائگیلینس نے میرے چند دشمنون کے خلاف مجھ سے سزاے موت کا
حکم حاصل کرلیا - ہان میرے دوست مین جانتا ہون کہ وہ مجھے خونخوار
بھیڑیا سمجھتے ہین ! اُنہون نے میرے مظالم کا اس قدر چرچا کیا ہے کہ
بعض اوقات مجھے خود اپنے نفس سے یہ سوال کرنا پڑتا ہے کیا مین ظالم نہین، لیکن وہ
واقف نہین کہ ایک شخص کے بعض افعال ظلم کی حد تک پہونچ جائین تاہم
وہ ظالم نہو - افسوس کسے باور ہوگا (شاید تجھے بھی نہین) کہ جس گھڑی
موسیقی میری روح کو لوریان دیتی ہے تو مین ایک دودھ پیتے بچے کی طرح
معصوم ہوجاتا ہون - نہین ستارون کی قسم جو ہمارے سرون پر چمک رہے
ہین کہ مین بغیر کسی آمیزش کے سچ بول رہا ہون ! لوگ نہین جانتے کہ اس
دل مین کس قدر نیکی پنہان ہے اور موسیقی کیسے کیسے خزانون کے دروازے
مجھ پر کھول دیتی ہے -

پٹرونیس کو مطلق شک نہین تھا کہ نیرو اس وقت جو کچھ کہہ رہا ہے
صداقت پر مبنی ہے اور ممکن ہے کہ موسیقی اسکی روح کی مختلف نیک
ترغیبون کو ابھارے جو فی الحال خود سری عیاشی اور جرم کے بھاری پتھرون
کے نیچے دبی ہوئی ہین -

پٹرونیس - آپکو لوگ کم سے کم اس قدر تو جانین جتنا مین جانتا
ہون، قدر کرنا تو درکنار، روما نے کبھی آپکا مرتبہ نہ پہچانا -

قیصر نے اور زیادہ اضمحلال کے ساتھ ونی سیس کے بازو پر سہارا دیا
گویا ناانصافی کے بوجھ سے دوہرا ہوا جاتا ہے - اُس نے کہا -

مجھے ٹائگلی لینس سے معلوم ہوا ہے کہ مجلس شوریٰ میں سرگوشیان ہوتی ہین کہ ڈائیوڈورس اور پیاس مجھ سے بہتر ستار بجاتے ہین - اِس ہنر مین بھی اہل روما کو میرے کمال سے انکار ہے لیکن تو جو ہمیشہ سچ بولتا ہے مجھے بتا کہ کیا اُنہین مجھپر فوق ہے یا میرے ہم پلہ ہین ؟

پٹرونیس - ہرگز نہین ! آپکا ہاتھ اُن سے زیادہ سبک ہے لہذا جو راستے آپ نکالتے ہین اُنکی قدرت سے باہر ہین - آپ مین اختراع کا مادہ ہے - اُنکا کمال مشق اور محنت کا نتیجہ ہے - جو شخص اُنہین سنکر آپ کو سنے، خود اندازہ کر سکتا ہے کہ آپ کیسے جلیل القدر مغنی ہین -

نیرو - اگر یہ سچ ہے تو مین نے اُنکی جان بخشی کی - شاید اُنہین کبھی خبر بھی نہ ہو کہ تو نے اِس وقت اُنپر کتنا بڑا احسان کیا - حالانکہ یہ ضرور تھا کہ اُنکے قتل کے بعد اُنکی جگہ دوسرے گویے مقرر کئے جاتے -

پٹرونیس - خداوند ! لوگ کہتے کہ قیصر نے موسیقی کی محبت مین اِس فن کو نیست و نابود کر دیا - کبھی ہنر کو اظہارِ ہنر کے واسطے برباد نہ کیجئے !

نیرو - ٹوٹائگی لینس سے کس قدر مختلف ہے ! لیکن کیا تو نہین جانتا کہ مجھے ہر فن مین یدطولیٰ ہے - موسیقی ایسے عالم کی مجھے سیر کراتی ہے جسکا وہم و گمان بھی نہین تھا - ایسے طبقاتِ ارض دکھاتی ہے جو میرے مقبوضات مین داخل نہین - ایسی خوشیون اور اطمینان کا وعدہ کرتی ہے جسکا مجھے تجربہ نہین - لہذا مین معمولی افراد کی طرح زندگی بسر نہین کر سکتا موسیقی مجھے سکھاتی ہے کہ ایک مافوق الفطرت ہستی ہے - اس پوری قوت کے ساتھ جو دیوتاؤن نے مجھ مین ودیعت کی ہے، مجھے اس ہستی کی تلاش ہے - بعض وقت مین سوچتا ہون کہ اُن بالائی دنیاؤن تک پہونچنے کے لئے مجھے کوئی ایسا کام کرنا چاہیئے جو آج تک کسی انسان سے سرزد نہین ہوا - مجھے نیکی یا بدی مین تمام آدمیون پر سبقت حاصل کرنا ہے - مین جانتا ہون کہ لوگ مجھے دیوانہ کہتے ہین - مین دیوانہ نہین ہون، بلکہ سرگرم جستجو ہون، اور اگر مین دیوانہ ہوا جاتا ہون تو بے صبری اور نفرت کے سبب سے - کیونکہ اپنی سعی مین ناکام ہون - مجھے تلاش ہے، تجسس ہے، سمجھا ؟ لہذا میری خواہش ہے کہ انسان پر فضیلت حاصل کرون کیونکہ صرف اسی صورت مین بحیثیت ایک ہنرفن کے مجھے برتری حاصل ہو سکتی ہے (یہان پر اُس نے اپنی آواز کو اور دھیما کیا، چنانچہ وینی سیس نہ سُن سکا جب اُس نے آہستہ سے پٹرونیس کے کان مین کہا) کیا تو آگاہ ہے کہ مین نے اپنی مان اور بیوی کو موت کے حوالے کیون کیا ؟ اِس لیے کہ اس نامعلوم دنیا کے آستانہ پر جو سب سے بڑی قربانیان انسان سے ہو سکتی ہین پیش کرون میرا خیال تھا کہ کوئی نتیجہ رونما ہوگا - میرے واسطے دروازہ کھل جائیگا اور اجنبی دنیا کی سیر کرونگا - تو اس امر کو حیرت خیز یا ہیبتناک تصور کرتا ہے ؟ بیشک یہ فہم بشر سے خارج ہے کیونکہ عظیم و غیر معمولی ہے - لیکن یہ قربانی کافی نہین - فردوس کا باب کشادہ ہونے کو اس سے بھی کچھ بڑھ کر ہونا چاہیئے! وہ کیا ؟ قسمت اسکا فیصلہ کریگی !

پٹرونیس - آخر حضور کی نیت کیا ہے ؟

نیرو - تیری توقع سے بھی جلد تجھے معلوم ہو جائیگا - اِس دوران مین تجھے یقین کرنا چاہیئے کہ دو نیرو ہین ایک وہ جسے لوگ جانتے ہین اور دوسرا وہ کامل فن جسکو صرف تو جانتا ہے - اگر نیرو موت کی طرح ہلاک کرتا ہے اور شراب کے دیوتا کی طرح مغلوب الغضب ہے تو اسکا سبب صرف اس قدر ہے کہ عامیانہ زندگی کے عدم تنوع اور رکاکت سے اُسکا دم گھبراتا ہے مین ان کیفیتون کا خاتمہ کر دونگا چاہے مجھے آگ یا تلوار استعمال کرنا پڑے ! یہ دنیا مجھ سے خالی ہو کر کس قدر ویران ہو جائیگی ! کسی کو آج تک شبہ بھی نہین ہوا (مین تجھے بھی مستثنیٰ نہین کرتا) کہ مین کیسا صناع ہون لیکن اسی کی بدولت گرفتارِ الم بھی ہون - مین سچ کہتا ہون کہ وہ روح جو میرے جسم مین ہے ویسی ہی تاریک و محزون ہے جیسے وہ سرو کے درخت جو ہماری آنکھون کے سامنے ہین - یہ ایک زبردست مصیبت ہے کہ انسان ایک ہی وقت مین قوتِ عظیم اور اعلیٰ ترین لیاقت کا بار اُٹھائے !

پٹرونیس ۔ خداوند مجھے آپ سے دلی ہمدردی ہے ۔ بجز میرے ہمنواؤں جن میں وینی سیس کا شمار نہیں کیونکہ اسکی روح آپکی نثار ہے ۔

نیرو ۔ وینی سیس مجھے ہمیشہ عزیز رہا ، اگرچہ ہنر کی دیوی کا گرویدہ ہونے کے عوض خدائی جنگ کا مرید ہے ۔

پٹرونیس حضور نہ یہ ہے نہ وہ ہے ۔ آج کل تو یہ بندۂ خدا ملکۂ حُسن کا کلمہ پڑھتا ہے !

پٹرونیس نے اپنے دل میں ٹھان لی تھی کہ اپنے بھتیجے وینی سیس کا معاملہ حکمت عملی سے طے کرے تاکہ کسی خطرہ کا امکان نہ رہے ۔ اُسنے کہا ، "حضور والا ! وینی سیس غم عشق میں مبتلا ہے ۔ اُسے روم جانے کی اجازت دیجئے ، ورنہ اسکی جان سے ہاتھ دھوئیے ۔ کیا حضور کو یاد نہیں کہ ایک لڑکی فتح لیجیا کے بعد اسیر ہو کر وینی سیس کو بطور کنیز عطا ہوئی تھی اور وینی سیس اُسے لائینس کی نگرانی میں چھوڑ کر دوسرے محاذ جنگ کی طرف روانہ ہوا تھا ۔ اس سے قبل عرض کرنا مناسب نہیں تھا کیونکہ حضور بھجن گانے میں مصروف تھے اور یہ کام تمام کاموں سے مقدم تھا ۔ ان حضرات نے پہلے تو اُس لڑکی کو گھر ڈالنا چاہا ، مگر وہ لکریشیا کی طرح باعصمت ثابت ہوئی تو آپ اُسکی عفت کے شیدا ہو گئے اور باقاعدہ شادی کرنا چاہتے ہیں وہ بھی بادشاہ کی بیٹی ہے ، وینی سیس کی کسر شان نہ ہوگی لیکن وہ سچا سپاہی ہے ٹھنڈی سانسیں بھرتا ہے گھلا جاتا ہے ، کراہتا ہے لیکن اپنے شاہنشاہ کے حکم کا منتظر ہے ۔

نیرو ۔ شاہنشاہ اپنے سپاہیوں کے لئے بیویوں کا انتخاب نہیں کرتا ، میری اجازت سے وینی سیس کو کیا فائدہ ہوگا ۔

پٹرونیس حضور سے میں عرض کر چکا کہ وہ آپکو دیوتاؤں کی طرح پوجتا ہے ۔

نیرو ۔ لہذا اُسے میری اجازت میں شک نہ ہونا چاہئے ۔۔۔۔ ہے تو وہ لڑکی قبول صورت ، پر کمر کولہے کچھ نہیں ! اور پاپیا (نیرو کی ملکہ) کو شکایت ہے کہ اُسنے ہمارے بچے پر جادو کر دیا ۔

پٹرونیس ۔ لیکن میں نے تو ٹگی لینس کے منہ پر کہہ دیا تھا کہ دیوتا اُن کے بچوں پر سحر کا اثر نہیں ہوتا ۔ حضور کو یاد ہوگا کہ وہ کیسا خفیف ہوا تھا ، اور حضور نے میرے قول کی تائید کی تھی ۔

نیرو ۔ ہاں مجھے یاد ہے ۔ (وینی سیس سے مخاطب ہو کر) کیا تو در اصل اُس لڑکی پر مرتا ہے ۔

وینی سیس ۔ حضور مجھے اُس سے محبت ہے ۔

نیرو ۔ بہتر میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ کل ہی صبح کو روم روانہ ہو جا اور اُس سے شادی کر لے ، اور میرے سامنے بغیر شادی کی انگوٹھی پہنے ہوئے حاضر نہ ہونا ۔

وینی سیس ۔ جب تک زندہ ہوں حضور کے جان و مال کو دعا دونگا اور سپاس گزار رہونگا

نیرو ۔ لوگوں کی شادمانی کا موجب ہونا کس قدر مسرت کا باعث ہے ۔ کاش اسکے سوا تمام عمر اور کوئی کام نہ کروں !

پٹرونیس ۔ خداوند ! اتنی التماس اور ہے کہ حضور اپنی خوشنودی کو ملکہ صاحبہ پر بھی ظاہر کر دیں ۔ وینی سیس ایسی عورت سے ہرگز شادی نہیں کر سکتا جسے وہ پسند نہ فرمائیں ۔ حضور اُنکے خیالات کو ایک لفظ میں بدل سکتے ہیں ۔ بس اتنا ارشاد ہو جائے کہ یہ شادی آپکی مرضی سے ہو رہی ہے ۔

نیرو ۔ منظور ! تجھ سے یا وینی سیس سے کسی بات میں انکار نہیں کر سکتا ۔

نیرو محل کی طرف چلا ۔ وہ دونوں جلو میں تھے اور اپنی کامیابی پر دل ہی دل میں خوش ہو رہے تھے ۔ وینی سیس کا بس نہیں تھا کہ پٹرونیس کے گلے سے لپٹ جائے ۔

کمرہ میں داخل ہو کر نیرو ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا ۔ ایک غلام کے کان میں کچھ کہا ، وہ کمرہ سے باہر گیا اور ایک سنہرا صندوقچہ لیکر واپس آیا ۔ نیرو نے صندوقچہ کھول کر ایک ہار جسمیں لعل نصب تھے نکالا ۔

نیرو ۔ یہ جواہر ایسی ہی رات کے شایاں ہیں ۔

پاپیا خوش ہوئی کہ ہار اُسکے واسطے منگایا ہے - اُسنے کہا

"ان میں آرورا کی مثیا حل ہے !"

نیرو اس گلابی ہار کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں اُلٹتا پلٹتا رہا - آخرکار کہا

"وینی سلیس ! یہ ہار میری طرف سے اُس لڑکی کو دینا جسکے ساتھ شادی کرنے کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے، یعنی ملکۂ لیبھیا کی شہزادی"

پاپیا نے غصہ اور استعجاب سے پہلے نیرو اور پھر وینی سلیس کی طرف دیکھا - اُسکے بعد پٹرونیس کی جانب متوجہ ہوئی، مگر وہ بے پروائی کے ساتھ کرسی کے ہتے پر جھک کر ایک باب کو جو فرش پر رکھا تھا دیکھنے لگا، گویا اُس کا نقشہ ذہن نشین کر رہا ہے -

(ترجمہ)

اثر

کشمیر

اور

آنریبل شیخ عبد القادر صاحب، بی، اے، بیرسٹرایٹ لا، سابق اڈیٹر "مخزن" و "آبزرور" لاہور بالقابہ

فن شعر کے متعلق جو تحقیقات اسیقۂ متاخرین نے کی ہے، اُسکا ماحصل یہ ہے کہ شعر کے واسطے نظم کی قید نہیں، تخئیل اپنا جوہر نثر میں بھی دکھلاتی ہے، ہمارے فاضل انشاپرداز شیخ عبد القادر صاحب کے مضامین نثر سے لوگ مستفید ہو چکے ہیں اور اُنکی حسن استعداد ادبی قابلیت کا اندازہ کر چکے ہیں۔ لیکن اس امر سے غالبا ملک کے کم لوگ واقف ہونگے کہ اُنکی جدت طرازی شعر کی صورت میں بھی ظہور پذیر ہوتی ہے، حال ہی میں مجھے اپنے ایک دوست سے اُن کا یہ شعر دستیاب ہوا ہے جو اُنھوں نے کشمیر کے دل افروز مناظر سے متاثر ہو کر بہ نظم پڑھی - خدا کرے "مرقع" آپکے رشحات سے عنقریب مستفیض ہو اور آپ اسکی طرف خاص توجہ مبذول فرمائیں -

(وصل)

بہار اُسکی نہ پوچھے گا خزاں ہو رشک بہار جس کی
کہ اس خزاں پر بھی آئے دن واں نئے شگوفے نکل رہے ہیں

افکار اصغر

(جناب اصغر گونڈہ)

عشق ہے اک کیفِ پنہانی مگر رنجور ہے
حُسن بے پروا نہیں ہوتا مگر مجبور ہے

خستگی نے کر دیا اسکو رگِ جان سے قریب
جستجو ظالم کیے جاتی تھی منزل دور ہے

لیگئے وہ ساتھ اپنے کل نشاطِ زندگی
میکشی بے کیف سی ہے چاندنی بے نور ہے

نور آنکھیں ہیں اسیکا جلوہ خود نورِ محیط
دید کیسا ہے؟ کچھ تلاطم میں ہجوم نور ہے

لب پہ موجِ حُسن جب چمکے تبسم نام ہو
دبِ ارنی کہہ کے چیخ اُٹھوں تو برق طور ہے

بے بسی ظلمتکدہ میں اُس سے محرومی کی ہو
اس سے آگے اے دل مضطر حجاب نور ہے

دیکھتا ہوں میں کہ ہے بحر حقیقت جوش پر
جو حجاب اُٹھ اُٹھ کے مٹتا ہے سر منصور ہے

آنکھ ہو جب محو حیرت تو نمایاں ہے وہی
فکر ہو جب کارفرما تو وہی مستور ہے

معلومات

(از جناب عزیز احمد خان صاحب بی اے (علیگ)

واٹرلو اور لندن کے بعض مقامات پر ایک جدید وضع کی گھڑی تیار کی جا رہی ہے جس کا حلقہ مربع شکل کا ہوگا اور وقت بتانے والے کانٹے موجود نہونگے۔ بلکہ شیشہ کی دو چھوٹی تختیان ہون گی جو وقت بتایا کرینگی۔ اسکا طریقہ یہ ہوگا کہ جیسا ہی ایک منٹ گزریگا ایک تختی خود بخود نیچے ہٹ جائے گی اور گھنٹے بھی اسی طرح بتلائے جائینگے۔ یہ گھڑی جو برقی قوت سے چلے گی ایک معمولی قسم کی گھڑی کے ماتحت کام کرے گی۔ اس نئی وضع کے ذریعہ سے وقت دیکھنے مین بہت سہولت ہو جائے گی اسلئے کہ بجائے کانٹون کے ذریعہ سے وقت دیکھنے کے صرف نمبرون سے وقت معلوم ہو جائے گا۔ جو دو تختیون کے بیچ مین نمایان ہون گے یعنی آجکل کی گھڑی کے مطابق اس جدید گھڑی پر اگر بارہ بجکر ۳ منٹ ہوئے ہین تو صرف یہی اعداد نظر آئینگے باقی سب پوشیدہ رہین گے۔ ریلوے اسٹیشنون پر یہ گھڑی نہایت کارآمد ہوگی اس لئے کہ فاصلے سے کانٹون کے مقابلہ مین زیادہ جلد وقت معلوم ہو جائے گا۔

جزیرہ باربدس مین گانے والے درخت پائے جاتے ہین اِن درختون کے پتے خاص وضع کے ہوتے ہین اور اِن کی پھلیون کے کنارے شگاف دار ہوتے ہین۔ جب ہوا کا جھونکا ان پھلیون مین سے ہوکر گزرتا ہے تو امنین سے راگ پیدا ہوتا ہے۔ اس جزیرہ کی ایک وسیع وادی مین یہ درخت پھیلے ہوئے ہین اور جب کبھی بادِ تند چلتی ہے ایک مسلسل گہرے سُرون کا راگ پیدا ہوتا ہے جو سیٹی کی آواز سے مشابہ ہے اور جس کا اثر سحر آمیز ہوتا ہے۔

سوڈان مین بھی ببول کی قسم سے بعض درخت پائے جاتے ہین جن کا مقامی لقب سیٹی بجانے والے درخت ہے۔

دنیا کا طویل ترین ریلوے پلیٹ فارم بمقام مانچسٹر وکٹوریا اور ایکسچینج اسٹیشنون کے درمیان تعمیر کیا گیا ہے۔ اس پلیٹ فارم کا طول دو ہزار ایکسو چوہتر فیٹ ہے۔

حال مین ایک عجیب و غریب بام مچھلی دریافت کی گئی ہے جو سمندر کے انتہائی نشیب مین اپنی زندگی بسر کرتی ہے فطرت نے اس مچھلی کی قیام گاہ کی تاریک فضا کو روشن کرنے کے لئے اسے دو قدرتی شمعین عطا کی ہین جنھین وہ اپنے دونون لمبے اور لہراتے ہوئے بازوؤن پر قائم رکھتی ہے اور اطراف کی فضا کو منور رکھتی ہے۔

پروفیسر بارکر نے بمقام چسٹر "بُز پروری" کی بین الاقوامی کانفرنس مین ایک عجیب و غریب ایجاد کا اعلان کیا جسکے ذریعہ سے اُون کثرت سے پیدا کیا جا سکتا ہے۔ صاحبِ موصوف نے بیان کیا کہ ایک جاپانی ڈاکٹر نے ایک سیال مادہ فروخت کرنے کے لئے بازار مین رکھا تھا جسے اگر بھیڑ کی رگون مین ہر دوسرے روز بذریعۂ انجکشن پہونچایا جائے تو اُون نہایت تیزی کے ساتھ پیدا ہو سکتا ہے پروفیسر بارکر کا دعویٰ ہے کہ مذکورہ ترکیب سے اُون کی پیدائش اس قدر جلد ہونے لگتی ہے کہ دو ماہ کے عرصہ مین بارہ ماہ کا اُون پیدا ہوتا ہے چنانچہ اس طریقہ سے ہر سال دو تین مرتبہ اُون تراشا جا سکتا ہے۔

ایک معدنی نئی دریافت کی قیمت جس کا نام ریڈن ہے فی اونس ۰۰۰۰۰۱ پونڈ یعنی ۱۵۰۰۰۰۰۰ روپیے ہے۔ اگرچہ یہ سب سے زیادہ گران شے ہے لیکن اس کے استعمال سے ناسور کا علاج ارزان ہو جائے گا اگرچہ اس کا اخراج ریڈیم سے بصورت گیاس ہوتا ہے لیکن اس کا استعمال ریڈیم کے استعمال سے اس لحاظ سے ارزان ہے کہ یہ اس سے ۱۶۰۰۰ گنا تیز ہے۔ ریڈن بال برابر باریک نلوں میں رکھا جاتا ہے یہ اگرچہ بکثرت فراہم ہو سکتا ہے لیکن اس کی زندگی بہت مختصر ہوتی ہے یعنی چار روز میں اس کی نصف تیزی زائل ہو جاتی ہے بخلاف اسکے ۱۷۰۰ سال کی مدت کے بعد بھی ریڈیم اپنا نصف وزن برقرار رکھتا ہے

ملک ناروے میں انیکر کے قریب ایک مقبرہ ہے جسکی بلندی ۹۰ فیٹ اور جس کا قطر ۳۰۰ فٹ ہے۔ یہ مقبرہ چاروں طرف گھانس اور بلند درختوں سے گھرا ہوا ہے۔ عہد تاریخ سے قبل کی روایات سے واضح ہوتا ہے کہ یہ مقبرہ کسی نامعلوم بادشاہ کا ہے جو ایک کوچ پر دو سفید گھوڑوں کے درمیان لیٹا ہوا ہے۔ ۱۸۷۰ء میں اس امر کی کوشش کی گئی تھی کہ اس مقبرہ کو اس کے اندرونی حصہ تک کھودا جائے لیکن منوں مٹی اور ریت کے خطرناک صورت میں گرنے سے اس کام سے ہاتھ اٹھا لیا گیا۔ ماہر آثار قدیمہ اب پھر نئے سرے سے ہمت کر رہے ہیں کہ اس روایت کی حقیقت کو دریافت کیا جائے۔

انسانی جسم میں سب سے چھوٹی ہڈی کان میں موجود ہے۔

دوکاندار عورتوں کو مال سے کر لیجانے کی تکلیف سے بچانے کے لئے ایک فرانسیسی موجد نے ایک جدید قسم کا ٹوکرا ایجاد کیا ہے جسے پھرنے کے بعد گاڑی کی صورت میں استعمال کر سکتے ہیں۔ یہ ٹوکرا بہت ہلکا ہے اور جب وہ خالی ہو جاتا ہے تو اسکے پہیئے اسکے اندر سما سکتے ہیں اور اسکے ہینڈل اسکے اوپر آ سکتے ہیں جب اس میں چیزیں رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے تو پہیئے اس میں سے نکال لئے جاتے ہیں اور اس کے نیچے کے حصے میں آسانی سے لگا دئے جاتے ہیں۔

یہ امر پایۂ تحقیق کو پہنچ چکا ہے کہ صرف مچھر کی مادہ کاٹتی ہے اور نر انسانوں کی سوسائٹی پسند نہیں کرتا۔ اور اپنی زندگی نباتات سے وابستہ رکھتا ہے۔ اس وقت انگلستان میں مچھروں کی ۱۴۰۰ قسمیں ہیں اور ان کا وجود کئی اضلاع میں بشمول احاطۂ لندن ناقابل برداشت ہو

قوی ہیکل جانوروں کو پانی میں رہنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے آدمی غسل کرنے کے بعد ایک پونڈ پانی جذب کر لیتا ہے۔ چوہا اپنے جسم کے مساوی الوزن پانی اور مکھی اپنے جسم سے پچاس گنا زیادہ وزنی پانی غوطہ کھانے کے بعد ساتھ رکھتی ہے۔ چھوٹے جانور زیادہ غذا کھاتے ہیں اس لئے کہ نسبتاً انھیں زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ چوہا ہر روز اپنے جسم کے تیسرے حصہ کے برابر غذا کھاتا ہے۔

جزائر برطانیہ میں سے ایک سال میں ۶۶۰۰ ایکڑ سمندر میں شامل ہو گئے اور اس کے معاوضہ میں اسے سمندر سے ۴۸۰۰ ایکڑ زمین حاصل ہوئی۔

دنیا میں سب سے زیادہ جسامت رکھنے والی جاندار شے وہیل مچھلی ہے جس کی تہ گندک کی ہے اور جس کی لمبائی نوے فیٹ ہے اسکے وزن کی تحقیق نہیں کی گئی ہے لیکن اتنی ہی لمبائی اور وہی رنگ رکھنے والے ماڈ بیڈو کا وزن ۳۲ ٹن قرار دیا گیا ہے۔ سب وہیل گوشت خور

ہوتی ہین لیکن وہ سب مچھلیان جوان کی غذا ہوتی ہین نباتات سے غذا حاصل کرتی ہین چنانچہ مذکورہ وہیل کی غذا کا جو اندازہ لگایا گیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ایکڑ مربع عمدہ کھیت کی ایک پورے موسم کی گھانس کے ذریعہ سے جسقدر چربی اور کاربوہائڈریٹ حاصل ہو سکتا ہے اسیقدر اس کی روزانہ غذا ہے۔

حال مین ٹیمز پولیس کورٹ کے ایک مقدمہ مین دو توام بھائیون مسٹر جی ایچ بینگ اور مسٹر سی۔ وہی بینگ نے بحیثیت مشیر قانونی حصہ لیا جن مین سے ایک نے مدعی کی جانب سے دوسرے نے مدعا علیہ کی طرف سے پیروی کی۔ مدعی اور مدعا علیہ بھی توام بھائی تھے اور وہ تینون قیدی بھی جو اس مقدمہ مین شریک تھے توام بھائی تھے۔

شہر ویلز کے شمالی حصہ مین ایک نئے شادی شدہ جوڑے نے ہنی مون گزارنے کا تہیہ کیا۔ سفر شروع کرنے سے پہلے یہ سمجھ کر کہ اپنی حالت کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش لاحاصل ہے اس مضمون کا سائن بورڈ کہ "ابھی شادی ہوئی ہے" موٹر کی پشت پر لگا لیا۔

واشنگٹن کے بارہ باشندون نے اِس امر کی اجازت طلب کی ہے کہ گورنمنٹ کے اِس رویہ کی مخالفت مین کہ مجرمون کو بجلی کے ذریعہ سے سزائے موت دیجاتی ہے۔ وہ خود اپنی جانین بجلی کی کرسی پر بیٹھکر تلف کرنا چاہتے ہین۔

انگلستان کے ایک معمر باشندے مسٹر سام آر کمبال نے ایک تجہیز و تکفین کرنے والے کو ۴۰۰ ۲ پونڈ کی قیمت کا ایک ایسا فولادی تابوت تیار کرنے کا حکم دیا ہے جس مین بے تار برقی کے آلات لگے ہون۔ مسٹر کمبال نے واضح کیا کہ یہ ان کا عقیدہ ہے کہ موت کے بعد روح قیامت تک اپنے جسم کا طواف کیا کرتی ہے چنانچہ اس طرح وہ سب کچھ بذریعہ بے تار برقی سُن سکین گے جو قیامت تک دنیا مین ہوتا رہیگا

سب سے زیادہ تیز تیرنے والی عورت، سب سے زیادہ تیز تیرنے والے مرد کے مقابلہ مین صرف ۸۵ فی صدی فاصلہ طے کر سکتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ عورت اگرچہ قابلیت مین مرد کی ہمسر مان لی گئی ہے لیکن وہ مرد کے برابر طاقت صرف نہین کر سکتی ورنہ دوڑنے مین عورت کی انتہائی رفتار مرد کے مقابلہ مین ۹۷ فی صدی ہے۔

یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ دریائی جانور خشکی کے جانورون سے جسامت مین بہت زیادہ ہین لیکن یہ جدید دریافت حیرتناک ہے کہ دریائی درخت خشکی کے درختون سے زیادہ بلند و قوی ہیکل ہین۔ ان درختون کو "رسی کے درخت" کہا جاتا ہے اسلیے کہ یہ تقریبًا ۸۰۰ فٹ بلند ہوتے ہین۔ اور تنہ کا قطر ۶ فٹ رکھتے ہین اور انسے رسی بنائی جاتی ہے اگر کسی سمندری مقام پر ان درختون کا جھنڈ بن جاسے تو جہازرانی مین بڑی رکاوٹ پیدا ہو

جرمن کے ایک ماہر جراثیم خون نے سکون کے متعلق متعدد تجربے کئے انکا دعوی ہے کہ معدنی سکے بہ نسبت کاغذی سکونکے حفظان صحت کیلئے زیادہ مفید ہین ایک نوٹ مین جو عرصہ تک دست بدست چلتا رہا ۱۴۴۰۰ خون کے جراثیم پائے گئے اسکے برخلاف معدنی سکونکی صفائی اور ہموار سطح ان باریک جراثیم کو انمین جذب نہیں ہونے دیتی۔ بہرصورت ان معدنی سکون کی وجہ سے بھی معرض خطر مین نہین پڑنا چاہیے اسلئے کہ وہ اگرچہ نوٹ سے زیادہ پاک صاف ہوتے ہین لیکن منہ مین رکھنے سے مضرت پہونچاتے ہین۔

روحِ سخن

جناب پنڈت برج نرائن صاحب چکبست بی اے ایل ایل بی وکیل لکھنؤ

نہیں منظور جینا روشناسِ چارہ گر ہوکر — رہیگا پاسِ غیرت پردۂ زخمِ جگر ہوکر

شباب آخر ہے بزمِ عیش کی بس رات باقی ہے — جوانی خواب میں آتی ہے اب شمعِ سحر ہوکر

قفس کی آڑ سے محروم ہیں ہم آشیاں کیسا — پڑے ہیں دور صحنِ باغ سے بے بال و پر ہوکر

جوانی میں اسی کو ابتدائے عشق کہتے ہیں — دوا کی فکر کرنا طالبِ دردِ جگر ہوکر

ازل کے دن مٹا دینا تھا اک مٹی کی مورت کو — جگائے جسنے فتنے آفرینش کے بشر ہوکر

نظر کے سامنے ہے شامِ ناکامی کا سناٹا — جوانی ولولوں کی ڈھل رہی ہے دوپہر ہوکر

جگہ خالی کریں غنچوں سے شبنم کا اشارا ہے — چمن میں قافلہ پھولوں کا اُتریگا سحر ہوکر

خدا کو حشر میں وہ بیگنہ کیا منہ دکھائینگے — جو دنیا میں رہے رحمت سے اُسکی بیخبر ہوکر

مرے ماتم کدہ میں رات کا پردہ غنیمت ہے — اداسی اور بڑھجاتی ہے اِس گھر کی سحر ہوکر

عدم سے آئے تھے دنیا میں کیا معلوم تھا ہمکو — رہیگا ساتھ سودا زندگی کا دردِ سر ہوکر

لئے دریا نے موتی گل شجر نے لعل پتھر نے — خریدا ہم نے سودا دردِ الفت کا بشر ہوکر

طلوعِ صبح کیا ہے مرثیہ ہے رونقِ شب کا — اُڑا ہے رنگِ رُخِ مہتاب کا نورِ سحر ہوکر

مقدر دیکھنا شبنم کا پھولوں میں ہوئی پیدا — پیام آیا فنا کا جلوۂ نورِ سحر ہوکر

فرشتہ حسن کا بیدار کرنے انکو آیا ہے — جوانی کی امنگیں سو رہی تھیں بیخبر ہوکر

یہی اک راستہ باقی تھا اوجِ مراتب کا — بنے اہلِ نظر ہم دشمنِ اہلِ ہنر ہوکر

جناب بابو رگھوپت سہائے صاحب بی اے رئیس گورکھپور

دلِ مرحوم کے اُٹھ جانے سے فریاد کرتے ہیں — فراق اُس دل کی تصویر کو ہم یاد کرتے ہیں

بتا دمِ نزع میں یاد آنیوالے اے جفا پرور — تجھے ہم ایسے نازک وقت میں کیوں یاد کرتے ہیں

کسی کو آنکھ بھر کر دیکھنا اے دل قیامت ہے — مگر یہ کام ہم اب ہر جگہ آباد کرتے ہیں

ہیں پُرعبرت بہت بربادیاں انکی بھی اے ہمدم — ہم انکے چاہنے والوں کو اکثر یاد کرتے ہیں

بتا اے عاشقی تجھکو قسم شامِ جوانی کی — کسی کے ہجر میں ہم انکو کیوں یاد کرتے ہیں

کلیجہ عشق کا بھی سن کے اسکو پھٹنے لگتا ہے — غمِ فرقت کے مارے شب کو جب فریاد کرتے ہیں

نہ پوچھو کس طرح کٹتی ہے زنداں میں بہار اپنی — لہو دل کو یہ موسمہائے برباد کرتے ہیں

کہاں لیجاتی ہیں پل مارنے میں وحشتیں سبکو — جب اپنی آنکھوں والے کوئی دل آباد کرتے ہیں

فراقِ اُس رات کی بیتابیاں بھی کیا قیامت تھیں — وہ رہ رہ کر تڑپ اُٹھنا ہم اب تک یاد کرتے ہیں

جناب محمد صاحب بہار سکریٹری انجمن معین الادب لکھنؤ

ہر آہ میں مضمر ہے دردِ دلِ دیوانہ — سنئے جو سنا جائے مجھ سے مرا افسانہ

قابو میں نہیں رہتا مخمورِ مئے الفت — دل کی حرکت بھی ہے اک لغزشِ مستانہ

اُکھڑی ہوئی سانسوں سے یہ چھیڑ نہیں اچھی — جاتی ہوئی دنیا ہے بس اے دلِ دیوانہ

آلام کی کثرت ہے بربادیِ ارماں سے — دل ہے مرا ما بین آبادی و ویرانہ

جناب مولوی محمد عبدالحی صاحب صدیقی بی اے علیگ

قطرہ قطرہ خون کا دل میں تلاطم کوش ہے — واقعی کیا عشق اک کیفیتِ پرجوش ہے

زندگی اور اُس پہ نازِ اعتبارِ زندگی — ہوش ہے یہ ہوش والے یا فریبِ ہوش ہے

ہمنشیں رازِ شکستِ دل کا افسانہ نہ سن — رہنے دے خاموش اگر یہ سازِ اب خاموش ہے

کیفیاتِ ہوش سے وارفتہ ہوجانا پڑا — اب میں سمجھا بیخودی ہی انتہائی ہوش ہے

سانحاتِ غم سے ہی اے دل عبث افسردگی — جب حیاتِ مختصر رختِ فنا بر دوش ہے

جناب سید سراج الحسن صاحب سراج لکھنوی

میں ترے قربان اُٹھنے والے خوابِ ناز سے — ہاں پھر اک انگڑائی اُس بیساختہ انداز سے

کہتے ہیں سب بے نوا لایا ستہی مر گیا — آپ اب جو چاہئے کہئے لبِ اعجاز سے

ہو نشیمن یا نہ ہو اب تو قفس چھٹنے کے بعد — جیسے کچھ بیگانگی سی ہوگئی پرواز سے

اک قدم بھی پھر نہ آگے بڑھ سکے اہلِ نیاز — جب صدائے دور باش آئی حریمِ ناز سے

اُٹھکے تنکے آشیاں کے مجھ تک آتے ہیں خوب — یہ بھی واقف ہیں کہ میں معذور ہوں پرواز سے

مستقبلِ عالم کی ایک جھلک

(از حضرت فراقؔ بی اے گورکھپوری)

بابو رگھوپت سہائے صاحب فراقؔ ایک ہونہار فرد ہیں جنکو اُردو علم و ادب سے خاص دلچسپی ہے اور یہ ذوق خاندانی ذوق ہے انکے والد ماجد حضرت عالی آزاد مرحوم کے معاصرین میں تھے اور تمام عمر اُردو زبان کی خدمت میں صرف کی مثنوی حسنِ فطرت مثنوی ہنگامۂ حسرت اور ایک کلیات انکی یادگار ہیں بمقتضائے الولد سر لابیہ جناب فراقؔ کو بھی وراثتہً شعر کا ذوق مِلا، ہندی کے مشہور رسالہ مادھری اور رسالہ زمانہ میں ان کے ہندی اور اُردو کے مضامین اکثر شائع ہوتے ہیں۔ ناظرین غالباً آپکے نام سے ناآشنا ہونگے آپنے ۱۹۱۸ء میں میور کالج سے بی اے پاس کیا اسوقت بھی آپ کالج کے ممتاز طلبہ میں تھے ہماری خوش قسمتی ہوگی کہ ایسے افراد اُردو کی خدمت کی طرف خاص توجہ کرتے ہیں۔ ناظرین اس مضمون سے آپکے صحیح مذاق اور اُردو ادب کی قابلیت کا اندازہ کرسکتے ہیں آیندہ نمبروں میں ہم آپکے حالات اور تازہ بتازہ مضامین سے ناظرین کو خوش کرتے رہینگے (مدیر)

سائنس کی ایجادوں اور اختراعات نے دنیا کو ایک بہت چھوٹی جگہ بنا رکھا ہے۔ سائنس کے کرشمے ہیں کہ سارے کرۂ ارض پر پھیلی ہوئی ہے انسانی آبادی کا نقشہ ہر آنکھ میں کھنچا ہوا ہے دنیا کی تصویر نگاہوں میں پھر رہی ہے اجنبیت مفقود ہوتی جارہی ہے اور تاریخِ عالم میں شاید پہلی بار انسانیت کو اپنا مفصل اور مکمل احساس ہونے لگا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جہاں انسانیت کا بکھرا ہوا شیرازہ سمٹتا آتا ہے وہاں انسان کا دل وسیع ہوتا جاتا ہے گویا وسعتِ عالم سمٹ کر دلوں میں سماتی جاتی ہے۔ تنگ دلی ہر قدم پر شکست کھاتی جاتی ہے۔ اس کا ناگزیر اور لازمی نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ تنگ، محدود اور خود غرضانہ انفرادیت مفقود ہوتی جارہی ہے۔

دلوں کی تاریکی میں یہ احساس دبے پاؤں چور کی طرح آ کھڑا ہوا ہے تفریق کی دیواریں دھوئیں کی طرح اُڑتی جارہی ہیں۔ نیند کی ماتی دنیا اپنے ظلمت کدہ میں یہ مبارک خواب دیکھ رہی ہے۔

اتحادِ عالم۔ اخوتِ انسانی اب ایک بے معنی کلمہ نہیں رہ گیا ہے، بنی نوعِ انسان کی خودشناسی اب ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔ ہر دھڑکتا ہوا دل اس رازِ پنہاں سے آشنا ہو رہا ہے کہ ہم ایک ہی سازِ ہستی کے پردے ہیں۔ دنیا کی تفرقہ انداز طاقتیں اب دم توڑ رہی ہیں ملکی، نسلی، مذہبی اور طبقوی کشاکش اس گزرتے ہوئے منظرِ حیات کی اُلٹی سانسیں ہیں جس پر اس کی آخری رات بھاری ہو رہی ہے۔

پیشوایانِ تمدن کے ہاتھوں جس مستقبل کی تعمیر ہوگی اس کی کچھ تفصیل کرنے کے پہلے ان طاقتوں کا کچھ ذکر کردینا ضروری ہے جو ابتک دنیا میں حاوی رہی ہیں۔

ممالکِ یورپ میں دولت والے، ثروت والے، حکومت والے، اپنے ہموطنوں میں مفلسوں، مزدوروں، کسانوں کو ابتک اپنے حال پر چھوڑے ہوئے ہیں ان ملکوں میں سوا روس کے آبادی کا عظیم حصہ اعلیٰ اور اصلی تعلیم و تربیت سے روزگار سے اور کافی اجرت سے زندگی کو اعلیٰ لطیف اور محمود بنانے کے ذرائع سے قریب قریب بالکل محروم رکھا گیا ہے۔

ممالکِ یورپ کے مدبران نے خود کو بھی اور اپنے ہموطنوں کو بھی اس خیال میں مبتلا کر رکھا ہے کہ ہر ملک کے مفاد میں باہم لازمی طور پر تصادم ہے۔ ایشیا اور افریقہ کے ممالک پر (جاپان کو چھوڑکر) اور

برِ اعظم امریکہ کے کچھ حصون پر اہل یورپ کا تجارتی اور اکثر سیاسی تسلط ہے۔ اسی تسلط کو بڑھانے کے لیے یورپ کا ہر ملک ایک دوسرے کو مشتبہ نگاہون سے دیکھتا ہے۔ اور پچھلی عالمگیر جنگ کی وجہ یہی حرص تھی۔

اس سیاسی اور تجارتی تسلط کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ مشرقی اقوام مین بھی کچھ جان آنے لگی ایشیا اور افریقہ مین۔ مصر مین۔ دیگر جزائر مین جہان اہل یورپ اپنے سیاسی اور تجارتی تسلط کے بل پر جا بسے تھے اور امریکہ مین بھی۔ اہل یورپ مین اور ان ممالک کے اصلی باشندون مین مساوات کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ چند علماے تمدن کی راے مین اہل یورپ اور دیگر ممالک کے باشندون کا تصادم (Coloerr Confllist) موجودہ سیاست کا سب سے اہم مسئلہ ہوگیا ہے۔

اسکے ساتھ ساتھ دنیا کے چند مذاہب بھی ایسے ہین جو اپنے پیروون کے اخلاق اور سیاست پر بہت بُرا اثر ڈال رہے ہین۔ ان مذاہب کی رو سے وہ لوگ جہنمی ہین اور ذلیل ہین جو کسی خاص کتاب کو الہامی ماننے سے قاصر ہین یا کسی خاص شخص کو پیغمبر نہین مانتے یا کسی خاص شخص مین عقیدت رکھنا اپنے گناہون کی بخشش کے لئے ضروری نہین سمجھتے ہین۔ جو ان شخصیتون کو اور ان کتابون کو مانے بغیر اچھے عمل کرتے ہین اور اپنے دل مین ہر مخلوق کے لئے بلا تفریقِ مذہب ملت بلا تفریقِ جنس، درد اور محبت رکھتے ہین وہ ان مذاہب کے پیروون کی رو سے کسی حساب مین ہین ہی نہین۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا ہے کہ کسی نہ کسی وجہ سے جب تک دوسرے مذہب والے یا "لامذہب" لوگ اپنا مذہب نہ بدل دین اور اول الذکر مذاہب پر ایمان نہ لائین تب تک انکے ساتھ سیاسی تمدنی اخلاقی اور دلی موالات ناممکن ہے ہمہ گیر برادرانہ جذبات کی شرط، انسانی اخوت کی شرط ان مذاہب کی رو سے کسی کلمہ، کسی کتاب، کسی پیغمبر، کسی خاص صفات کے ساتھ خدا کا ماننا ہے اگر یہ نہین تو اخوت بھی نہین ہمدردی بھی نہین، برادرانہ جذبات بھی نہین، انسانی اتحاد بھی نہین۔

یہ چار طاقتین یعنی طبقہ پرستی (یا غرض پرستی) ملک (یا قوم) پرستی نسلیت اور مذہب اتحادِ عالم کے لئے سدِ راہ ہین۔ انسانیت کی راہ مین یہ چار پتھر ہین جو بنی نوع آدم کو ٹھوکر پر ٹھوکر کھلا رہے ہین انہین کی بدولت دنیا کی ڈیڑھ ارب انسانی آبادی مین نفرت اور عناد کی چنگاریان اُڑ رہی ہین۔ اہل افلاس جن مین جفاکشی دیانتداری اور کام کرنے کی صلاحیت کسی سے کم نہین انگارون پر لوٹ رہے ہین ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہے۔ انسانیت کس مپرسی کے عالم مین تڑپ رہی ہے۔

لیکن ہر ملک مین ایک طبقہ ایسے آدمیون کا پیدا ہوگیا ہے جو طبقوی ملکی نسلی اور مذہبی تنگ خیالی کا شکار نہین۔ انہین کے ہاتھون انسانیت پنپیگی۔ انہین کے ہاتھون مستقبل کی تعمیر ہوگی۔ یہی آیندہ تمدن کے پیشوا ہین۔

پہلی خصوصیت اس طبقہ کی یہ ہے کہ دنیا کی بہبودی ترقی اور فلاح پر لوگ ساری انسانیت کو بلا ایک ہی رنگ مین رنگے ہوئے کرنا چاہتے ہین۔ وہ چیز صرف انتشار اور ویرانی ہے جو ایک ہی رنگ مین رنگی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ طبقہ بلا تفریقِ طبقہ۔ ملک۔ قوم نسل و مذہب خالص انسانیت کی بنا پر برادرانہ جذبات کو ہر دلمین ابھار دینا چاہتا ہے۔ لوگ دنیا کی تجارتی معاشی سیاسی اور تمدنی زندگی کو از سرِ نو اس طرح ترتیب دینا چاہتے ہین کہ ہر فرد و بشر کو اسکی فطرت اور مذاق کے موافق روزگار مل سکے اور ایسی اجرت مل سکے کہ اچھی اور پاکیزہ غذا۔ صاف پوشاک اچھے مکانات اچھے اور ضروری سامان علمی اور دماغی ترقی کے اور سیاحی کے موقعے ہر ایک کو مل سکین، علوم و فنون صرف تفننِ طبع کی چیزین نہ رہین بلکہ مکانات اور شہرون کی تعمیر اور تربیت مین انسانی خوراک پوشش معاشرت چال ڈھال۔

حرکات و سکنات مین نظر آئین۔ اخلاقیات کی دنیا مین محض چند حرام، ممنوع، مکروہ افعال کی فہرست گنانا اور نارِ جہنم کا خوف دلانا مصلحین مستقبل کا کام نہوگا۔ بلکہ تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے اور ہر ایک کے حالات مین انقلاب پیدا کرکے ہر ایک کو اعلی صحبت اور اعلی ملت بنا کے ہر طرح کی سہولت ہر ایک کی راہ مین پیدا کرکے، ہر جایز ضرورت پوری کرکے، ہر جذبہ کو تسلیم کرکے محبت ہمدردی اور آزادی کی فضا پیدا کرکے ہر ایک کے جسم۔ دل اور دماغ مین کس بل پیدا کرکے لوگون کے مذاق کو سنوار کے اخلاقیات کے عالم مین انقلاب پیدا کیا جائے گا۔ افلاس دور ہونے پر تفکرات دور ہونے پر توہین آمیز برتاؤون سے اور لوگون کی ہیچ نگاہی سے بچکر کون ہے جس کی حمیت بیدار نہ ہو جائے گی۔ کیا لوگون کو اپنے حال پر چھوڑ دینے سے گناہون کی فہرست مرتب کرنے سے نار جہنم کے خوف سے وحشیانہ سزائین دیکر ان کو خوش اخلاق بنایا جا سکتا ہے۔؟

خوش حالی۔ تربیت تعلیم حمیت اور سلیقہ مندی کی فضا مین انسان انسان بن سکتا ہے۔ ہر ملک کی سیاست پر اس اصول کا اثر پڑ رہا ہے حکومت کا فرض چند اہل دولت اور بہت سے مفلسون کی جان و مال کی محض حفاظت کرنا اب نہین رہ گیا۔ بلکہ ہر فرد کی زندگی کو خوش حالی، تربیت تعلیم حمیت حسن و لطافت عطا کرنا اور ان صفات سے ہر ایک کی زندگی کو مزین کرنا اب حکومت کا کام تسلیم کیا جانے لگا ہے اگرچہ پوری طرح عمل مین یہ اصول ابھی نہین لائے گئے۔ لیکن اب یہ مان لیا گیا، کہ مفلسی بے کاری کثیف فطرت بد اخلاقی اور جرائم و جہالت کی ذمہ داری اُن پر نہین جو اپنے حال پر چھوڑ دئے گئے ہین اور ان برائیون کے شکار ہو گئے ہین۔ اب وعظ کا دور ہو چکا عملاً ہمدردی کا دور آرہا ہے۔ شاعر کا یہ طنز اخلاقیات کے بارے مین دور گزشتہ کی یادگار رہے گا۔

واعظو آتش دوزخ سے جہان کو تمنے
یہ ڈرایا ہے کہ خود بن گئے ڈر کی صورت

مذہب کے معاملے مین ہمین عظیم انقلاب کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔ معاشرت تعلیم۔ اخلاق اور تمدن مین جن انقلابون کا ذکر کیا جا چکا ہے انکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جن قومون مین اوہام پرستی روح پرستی۔ حیوان پرستی۔ درخت پرستی۔ دریا پرستی۔ قبر پرستی۔ وبا پرستی اشیا پرستی جاری ہے جو ان اشیا اسے مصیبتون سے بچنے کے لئے دعائین کرتی ہین اور انہین خوش کرنا چاہتی ہین وہ قومین ان توہمات سے آزاد ہو جائین گی۔ اسلام اور انسانیت نے۔ بودھ مذہب نے ہند و رشیون نے ان اوہام پرستیون کو دور کرنے کی کوشش کی لیکن معاشرت تعلیم و تربیت مین خانگی اور سوشل فضا مین تبدیلی نہ کرسکنے کی وجہ سے ان مین سے کوئی اپنے عام پیرون کو اوہام پرستی سے نجات نہ دلا سکے بدحالی اور جہالت ان کی کوششون کے بعد اپنا رنگ لائی اور ان کی تعلیمین دھری رہ گئین۔ انسانیت کا اوسط اونچا نہین کیا جا سکا خاصکر دنیا کی نصف آبادی یعنی عورتین ایسی تاریکی مین رکھی گئین تعلیم اور تربیت سے ان کو اس طرح معرا رکھا گیا کہ جن گھرون کے مرد ہمہ اوست اور وحدت وجود کے دقایق پر بحث کرتے ہین اُن گھرون کی عورتین طاعون چیچک۔ ہیضہ۔ سیلاب کی دیوی دیوتاؤن کی پرستش مین محو ہین بھوت۔ پریت اور ارواح کی خوشامدین کر رہی ہین۔ درختون پودون اور قبرون کی دیوی دیوتا سے مرادین مانگ رہی ہین۔ حضرت مریم کی۔ مقامی جنات اور ارواح کی پرستش کا بازار نسوانی دنیا مین گرم ہے۔ منتین مانگی جا رہی ہین اور نہ جانے کس کس سے۔ اعلی پیمانہ پر دماغی ترقی ہونے سے علم کو عام کرنے سے فطرت مین انقلاب ہوگا اور آدھی انسانیت ان کروحات سے جبھی نجات پا سکے گی۔

اس کے ساتھ طرز معاشرت اور تمدن پر زندگی کے مختلف

شعبون پر مذہب کی حکومت نہ رہ سکے گی۔ مذہب کے نام پر کسی کتاب یا پیغمبر یا شاستر کی دہائی دیکر تعلیم، سیاست، تمدن معاشرت کی تنظیم اور تربیت نہ دی جا سکے گی۔ مصلحت مفاد آسایش اور بہبودی کی کسوٹی پر یہ سب جانچے جائین گے۔

یہ چیزین مٹ جائین گی تو انکی جگہ کونسی شے لیگی۔ جیسے مذہب کہین وہ شے ہوگی ایک ایسی حقیقت کا احساس جو لفظون مین ادا نہین کی جا سکتی وہ حقیقت جو سلامتی طمانیت ہمیشگی اور وجود کا سرچشمہ ہے یہ احساس فطرتون کے جداگانہ ارتقا کے مطابق ہر ہستی مین نمایان ہوگا۔ دنیا کی برگزیدہ ہستیون مین ہر مذہب و ملت والون مین اکثر بادی النظر مین گمراہ اور گناہ گار ہستیون مین یہ احساس نمایان ہوا ہے یہ احساس جس مین جتنا گہرا ہوگا جتنا مستحکم ہوگا اس کی ہستی اتنی ہی لطیف پرکیف فشوخ اور پرزور ہوگی۔ یہ احساس خوش حالی۔ فرصت تعلیم و تربیت عام ہونے پر فنون لطیفہ کے ذریعہ سے عوام کو نصیب ہوگا جسمانی درد رفع ہونے پر روحانی درد اٹھ سکے گا۔ اب یہ الگ بات ہے کہ اس حقیقت کو ہم خالق رحیم جبار و قہار مانین اور سزا و جزا دینے والا مانین۔ کتابون اور پیغمبرون کو بھیجنے والا مانین یا ان مین سے کچھ بھی نہ مانین یہ اپنی اپنی طبیعتون کے رنگ پر منحصر ہوگا۔ کوئی اسے شخصیت سے معرا مانے گا۔ کوئی نہین مانے گا۔ یہ سب اپنی اپنی پہونچ کی بات ہے، ساتھ ہی نجات کی بحث بھی ایک بے معنی شے ہو جائے گی جب نجات کی بحث بے معنی ہو جائے گی تو کسی پیغمبر کی امت مین شریک ہونا، کوئی کلمہ پڑھنا کسی کتاب کو الہامی ماننا کسی خاص صفات کے خدا کو ماننا اس وجہ سے نہین کہ آزادانہ طور پر سمجھ کے اور احساس کر کے ہم انہین مانتے اور کرتے ہین بلکہ نجات کے لئے۔ ایسا ہونا مستقبل کی آزاد فضا مین ناممکن ہو جائے گا۔ ہان اپنی اپنی سمجھ کے موافق اور غور کے بعد لوگ اپنی اپنی راے رکھین گے اور ان امور مین اختلاف راے اتحاد عالم اور ہمہ گیر برادرانہ جذبات کو کمزور نہ کر سکین گے۔ آج بھی ہر ملت مین ایسے صاف دل اور روشن خیال لوگ موجود ہین جو ان معاملات کو انسانی اتحاد و باہم خلوص و محبت کی شرط نہین سمجھتے احساس حقیقت اور شرافت کسی خاص ملک کسی خاص قوم یا کسی خاص مذہب اور امت مین محدود نہین ہر ملک مین قابل احترام ہستیان پیدا ہوئی ہین اور ہو رہی ہین۔ آنکھ والے کے لئے ہر پیکر انسانی قابل احترام ہے

ہر کہ بینی بدان کہ مظہر اوست

چنانچہ کسی مخصوص ہستی کی امت کی بنا پر کسی خاص عقائد کی بنا پر انسانیت مین تفرقہ انداز مذاہب کا مٹنا لازمی ہے۔ شاعر کہ گیا ہے ؎

ہم موحد ہین ہمارا کیش ہے ترک رسوم
ملتین جب مٹ گئین اجزاے ایمان ہو گئین

پیغمبرون رشیون اور برگزیدہ ہستیون کے لئے ہر فرد بشر مین عام احترام ہوگا اور روشن ہستیان عظمت کی نگاہ سے دیکھی جائین گی۔ لیکن اتحاد عالم اور عالمگیر برادرانہ جذبات کا احساس کسی خدا کسی پیغمبر کسی کتاب کسی مذہب کے ماننے پر مبنی نہین ہے۔ یہ جذبات و احساس ہماری عریان انسانیت کے لازمی نتیجہ ہین۔ عریان انسانیت اپنے پاؤن پر کھڑی ہونے والی ہے، وہ اپنے بل پر خاص اپنی کیفیتون سے اپنے آپ کو سنوارے گی۔ خوش حالی علمی ترقی اتحاد جمیعت فنون لطیفہ اور ذاتی احساسات کی پھولی پھلی دنیا عریان انسانیت کو مزین کرے گی۔ اور پرکیف بنائے گی۔ انسانیت اپنی توحید کا ڈنکا بجا کر رہے گی۔

یہی انسان کی ہے معراج کہ انسان ہو جائے

(رگھوپت سہاے فراق)

تاریخ جرمنی

ہمارے محترم دوست محمد خلیل صاحب فاروقی بی اے (علیگ) نے ذیل کا مضمون اپنے لطف و کرم سے "مرقع" کے لئے عنایت کیا ہے۔ یقین ہے کہ یہ مضمون ناظرین مرقع کے لئے خاص دلچسپی اور نئی معلومات کا باعث ہوگا۔ آپکو اپنے زمانۂ طالبعلمی میں علم تاریخ سے بیحد شغف تھا اور ابتک اس سے وابستگی باقی ہے آپکے سیر مطالعہ میں دیگر ممالک کی تاریخیں رہا کرتی ہیں لیکن جرمنی اور فرانس کی تاریخوں سے خاص طور پر دلچسپی ہے۔ ایک عرصہ سے خلیل صاحب بانی دو دہ میں تاریخ جرمنی لکھ رہے ہیں اور اسکا ایک معتد بہ حصہ لکھ بھی چکے ہیں۔ ہم نے ان سے یہ مضامین خاص مرقع کے لئے حاصل کئے ہیں جو انشاء اللہ بالاقساط اسمیں شایع ہوتے رہینگے، اور ایک مدت تک ناظرین "مرقع" کے لئے سامان دلچسپی ہونگے۔

زبان اردو میں بھی تاریخوں کی بہت کمی ہے۔ دار الترجمہ حیدرآباد دکن اپنے انتہائی انہماک کے ساتھ اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور ہمیں یہ دیکھتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ اکثر مفید تاریخیں اس مرکز علم و ادب سے عالم ظہور میں آ رہی ہیں۔ ایک ملک و قوم کو اپنا معیار زندگی بلند کرنے کے لئے اور اپنا وجود صفحۂ ہستی پر نمایاں کرنے کے لئے دیگر اقوام و ممالک کی تاریخوں کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ یورپ کے ہر شعبۂ زندگی میں موجودہ ترقیاں اسکی شاہد ہیں کہ یورپ نے کس طرح دیگر اقوام (جو اس سے پہلے متمدن اور تہذیب یافتہ تھیں) کی تاریخ سے فائدہ اٹھایا۔ ملک روم و یونان کی قدیم تمدنی، معاشرتی، علمی و سیاسی خرمنوں سے خوشہ چینی کرنے کے بعد آج یورپ فضائے ترقی و کمال پر بلند پروازیاں دکھا رہا ہے۔

"تاریخ جرمنی" بھی اپنی نوعیت میں ایک غیر فانی مثال ہے۔ اسکا مطالعہ بھی بہت کچھ سبق آموز ہو سکتا ہے۔ اپنی ابتدائی تاریخ سے زمانۂ حاضرہ تک جرمنی کو اپنا وجود قائم رکھنے کے لئے بڑے بڑے صعوبات اور مشکلات کا سامنا رہا ہے، اس میں جسقدر سیاسی و ملکی انقلابات ہوئے جن سے اسکی ہستی اکثر معرض خطر میں آ گئی ہے، انکی مثال کسی دوسری جگہ مشکل سے ملتی ہے لیکن چونکہ اس قوم نے اس شریفانہ جذبۂ آزادی اور خودداری کا اچھی طرح احساس کر لیا تھا جو ہر قوم کے نفوس میں مضمر ہے، اس لئے اس نے اپنی پستی اور ذلت کی گہرائیوں سے ابھر کر دنیا میں معراج کمال حاصل کر کے صفحات عالم پر اپنی زندہ مثال قائم کر دی۔ خلیل صاحب نے اپنے بسیط مضمون میں تاریخ جرمنی کی ابتدا سے لیکر جنگ عالمگیر ۱۹۱۴ء تک بہت ہی مفصل حالات نہایت عرق ریزی اور وسیع مطالعہ کے بعد قلمبند کئے ہیں جو انشاء اللہ قوم و ملک کے لئے بہت کچھ مفید ثابت ہونگے۔ — مدیر

دیباچہ

جرمنی کی تاریخ کو بلحاظ چند وجوہات تمام دیگر ممالک کی تاریخوں پر فوقیت و امتیاز حاصل ہے۔ گو یہ کہا جاتا ہے کہ تاریخ یورپ کے مطالعہ کے لئے پہلے تاریخ فرانس سے آگاہ ہونا نہایت ضروری ہے اس لئے کہ انقلاب فرانس نے آزادی کی روح تمام یورپ میں پھونک دی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس آزادی کی لہر انگلستان سے اٹھی اور یہ آزادی امریکن انقلاب کی صدائے بازگشت تھی۔ مانا کہ نیک کاموں بر سر بپا ہی سرزمین فرانس پر نشو و نما پائی اور اسکے اہم کارنامے ملک فرانس ہی سے متعلق تھے لیکن اسکے اثرات دیرپا ثابت نہیں ہوئے۔ فرانس کی دھاک گو تمام یورپ و ایشیا پر بندھ گئی تھی لیکن ولنگٹن کے ایک ہی حملے نے میدان واٹرلو پر نپولین اعظم کی سلطنت کا شیرازہ بکھیر دیا۔ اس شکست کے بعد یورپ میں فرانس کا فوجی اثر بالکل زائل ہو گیا۔ اور پھر فرانس نے یورپ کو اپنے تحت میں رکھنے کی ایک عرصہ تک کوشش نہیں کی (صلحنامۂ ورسیلز اور لوکارنو کے سمجھوتہ سے اس وقت کوئی بحث نہیں ہے)

یہ ضرور ہے کہ فرانس کو اس لحاظ سے تمام دنیا کا استاد رہنما تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس نے لوازمات زندگی میں طرح طرح کے تکلفات اور تمدن حاضرہ کے نئے نئے طریقے ایجاد کئے جنکو ہر قوم اور ہر ملک نے بسر و چشم منظور کر کے انکی تقلید کی۔ اسکے علاوہ مرزبوم فرانس نے بہترین اور نامور فلاسفر پیدا کئے ہیں جنکے خیالات زریں سے تمام یورپ مستفیض و مستفید ہوا ہے۔ اگرچہ یہ سب باتیں تاریخی اہمیت رکھتی ہیں مگر محض یہی کافی نہیں ہیں جنکی وجہ سے اس ملک کو دنیا کی تاریخ میں کوئی امتیازی عظمت حاصل ہو سکے کیونکہ تاریخ اسی ملک کی دلچسپ ہوتی ہے جو زندگی کے ہر پہلو پر نظر ڈالتی ہوا اور آیندہ نسلوں کو جسکا مطالعہ باعث تقویت اور ملک کے لئے موجب فلاح و بہبودی ہو۔

سرزمین جرمنی پر متعدد معرکۃ الآرا لڑائیاں ہوئی ہیں جنکے اختتام کے بعد محض یورپ ہی کے نقشے میں نہیں بلکہ تمام ایشیا و امریکہ کے نقشوں میں بھی تبدیلیاں واقع ہو گئی ہیں۔ تاریخ وسطی کے دو بڑے عنصر Papacy and Empire پیپسی و ایمپائر جرمنی سے وابستہ ہیں۔ شارلس کے عہد سے لیکر فرانسس دوم کے زمانہ تک Empire جرمنی ہی میں رہی۔ اور اسکو پیپسی و اٹلی کے معاملات میں ہمیشہ زیادہ دخل رہتا تھا۔ Reformation (عہد اصلاح و تبلیغ) کا طوفان سرزمین جرمنی ہی سے اٹھا جسکا بانی Luther لوتھر جرمنی کا باشندہ تھا۔ تیس سالہ جنگ جس نے عیسائی دنیا میں دو فرقے پیدا کر دیئے اسی ملک میں ہوئی اور صلحنامہ ویسٹفیلیا نے تمام یورپ کے نقشہ کو تبدیل کر دیا۔ اگر ہم شخصیت پر غور کریں تو جرمنی کو تمام ممالک کی شخصی حیثیت کے صف اول میں ممتاز ماننا پڑیگا

(باقی آیندہ)

شوق، شوق، شوق

(جناب پنڈت جگموہن ناتھ رینہ صاحب شوق ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر)

سامنے ساغر ہے معمور پیمانہ رہے — بزمِ رندانہ رہے۔ ساقی میخانہ رہے
دل کے پردے میں نہاں تصویرِ جانانہ رہے — کچھ دنوں تو بیخودی میں تیرا دیوانہ رہے
آہِ سوزاں کو مبارک دل کا غم خانہ رہے — کچھ دھواں اُٹھتا رہے آباد ویرانہ رہے
محوِ حیرت میں رہا کچھ ایسا شوقِ دید میں — کچھ نہ دیکھا گو وہ دل میں بے حجابانہ رہے
اک بلاکش کو اُٹھے دنیا سے مدت ہو چکی — جانیوالے کا کہانتک یاد افسانہ رہے
وقتِ رخصت دیدیا ساقی کو دیکھو تم کھڑے — جلوہ گاہِ دخترِ رز تیرا میخانہ رہے
ایسی جلدی کیا ہے رہنے دو۔ نہ کھینچو تیر کو — کچھ دنوں تو اب دل و پیکاں میں یارانہ رہے
شمع کو ہے خاطرِ پروانہ گر مدِ نظر — پردۂ فانوس میں بھی بے حجابانہ رہے
شوق جاؤ شوق سے مسجد میں تم بہرِ نماز — ہو نہ ترکِ وضع سب انداز مستانہ رہے

(جناب سید وصی صاحب شوق بلگرامی)

تم نے پوچھی نہ کچھ کبھی دل کی — دل کی دل ہی میں رہ گئی دل کی
نہ کبھی آپ نے سُنی دل کی — نہ کبھی میں نے کچھ کہی دل کی
ہوگا روشن ضمیرِ پیرِ مغاں — باتیں بتلاتے ہیں وُلی دل کی
دلدہی شرطِ آدمیت ہے — قدر کرتا ہے آدمی دل کی
تیرا تیرِ نگاہ ہے دلدوز — اِس سے مشکل ہے جانبری دل کی
گر ہوا و ہوس سے خالی ہو — بات ضائع نہو کبھی دل کی
دل کے گاہک زمانے میں ہیں بہت — ہے جہاں میں مگر کمی دل کی
دلدہی سے نہ پوچھی خواہشِ دل — تم نے خاطر کبھی نہ کی دل کی
بڑھ گئی اور شوق حسرتِ دل — نکلی حسرت بھی گر کوئی دل کی

(از جناب ڈاکٹر مہادیو پرشاد صاحب شوق لکھنوی)

کٹی ہیں رو رو کے غم کی راتیں تڑپ تڑپ کر سحر ہوئی ہے — نہ پوچھیے حال مجھ حزیں کا یہ عمر یونہیں بسر ہوئی ہے
پھری ہے مجھ سے نظر کچھ ایسی کہ پھر کے ترچھی نظر ہوئی ہے — جو میرے دل میں کھٹک رہی تھی وہ پھانس اب نیشتر ہوئی ہے
اُٹھے تو بستر سے شادماں ہم بڑا یہ دھوکا ہوا ہے شبنم — چمک تھی دردِ جگر کی ہمدم اُسی کو سمجھے سحر ہوئی ہے
نظر کو ہستی و عدم پر کہاں کے فتنے کہاں کا محشر — جب اُسکی ترچھی نظر ہوئی ہے اِدھر کی دنیا اُدھر ہوئی ہے
ہنسے ہیں شمعِ لحد بجھا کے چلے ہیں بجلی سی گرا کے — وہ جا رہے ہیں کسے جلا کے نہیں بھی اسکی خبر ہوئی ہے
نہ تیر بس کی ہیں میری آہیں نہ تیر بس کے ہیں میرے نالے — کوئی یہ کہدے کہ سونیوالے خبر بھی ہے دوپہر ہوئی ہے
فراق کی شب کچھ ایسی ہی تھی کٹی نہ کاٹے سے تا قیامت — جب آیا خورشیدِ حشر سر پر تو ہم یہ سمجھے سحر ہوئی ہے
کچھ آنکھ نرگس کی بھی ہے پرنم ٹپک رہی ہیں کچھ اشکِ شبنم — چمن میں اُسکا ہے آج ماتم گلوں میں جسکی بسر ہوئی ہے

نہ کام دیگی جو آہ میری، کہے گی اُن سے نگاہ میری
کہانی اے شوق دردِ غم کی۔ اب اسقدر مختصر ہوئی ہے

رباعیٔ رواںؔ

(جناب بابو جگت موہن لال صاحب رواںؔ ایم اے ایل ایل بی وکیل اناؤ)

تقدیر کا راز فاش ہو جانے دے
ہر جائے تلف معاش ہو جانے دے
اک لذتِ غم پہ دو جہاں کی خوشیاں
صدقے ہو جائیں۔ کاش ہو جانے دے

رباعیٔ اثرؔ

(جناب مرزا جعفر علی خاں صاحب اثر لکھنوی بی اے ڈپٹی کلکٹر)

کھینچی ہی نہ تھی ابھی تصویرِ وجود
پیشانیِ فطرت پہ نہ تھے نقشِ سجود
ہر سادہ ورق تھا دفترِ کون و مکان
اُس وقت بھی میں عبد تھا اور تو معبود

تاریخِ اجرائے مرقع

(عطیۂ افصح الفصحا استاذی حضرت حمد بلگرامی لکھنوی مدظلہ)

مقبول خود بین دل صل مرقع یہ جن کا ہے — دہوم اسکی چار سمت زمین و زمان میں ہو
تاریخ لکھدو حمد تم اس کے شیوع کی
مقبول یہ مرقع شاعر جہان میں ہو
۱۳۴۴

قطعہ لسان القوم حضرت صفی لکھنوی

شاعری کیا ہے؟ عرضِ صوتِ خیال
حسنِ تخئیل پر ہے جس کی اساس

بے تکلف جو ہو تو ہے بلور
بے تکلف نگینۂ الماس

حسنِ صنعت کو اس میں دخل نہیں
دردِ دل ہے جسے بھی آئے راس

جانگداز اک دماغ سوزیِ فکر
وہی شاعر ہے حل ہو جس کے پاس

نقلِ فطرت ہے شاعری در اصل
محض صنعت جو ہو خلافِ قیاس

ہوگی صورت کشی بہ حسبِ مراد
ذہنِ شاعر اگرچہ ہے عکاس

شاعری صرف اُسی کو زیبا ہے
نوعِ انسان کا ہو جو نبض شناس

یوں تو ہے شاعری کی یہ کثرت
جیسے اُگتی ہے مزبلوں گھاس

ملک اس درجہ قدر دانِ سخن
کہ ہے تمغائے شاعری افلاس

پھر بھی تانے ہوئے ہیں اک چرخہ
جن کے قبضہ میں سوت ہے نہ کپاس

کاغذی پھول اگرچہ ہیں خوش رنگ
اُن میں مانندِ گل کہاں بوباس

کم ہیں ایسے جرائدِ ادبی
کہ فرائض کا ہو جنہیں احساس

دیکھیں اہلِ نظر "مرقع" وصل
ہے جو شیرازہ بندِ ہوش و حواس

ہے "مرقع" کہ نقشِ بوقلموں
یا مذاقِ سلیم کا مقیاس

حسنِ ترتیب ہی سے ظاہر ہے
مہتمم کی ذکاوتِ احساس

ہم بغل حسنِ معنی و صورت
جیسی تصویر و بیسا رنگ لباس

دل نے چاہا صفی کہ تمہیداً
سالِ اجرا ہو زینتِ قرطاس

اولاً میں نے دل سے عذر کیا
جب یہ دیکھا کہ ہو رہا ہے اُداس

دیدیا کہہ کے مصرعِ تاریخ
نقشِ دلکش مرقعِ حساس

آئینۂ "مرقع"

حضرت محشر لکھنوی

"مرقع" کیا ہے آئینہ ادب کا
نمایاں علم کا جس سے ہے جلوا

"مرقع" آئنہ مضمونِ جوہر
صفائی کے عیاں ہیں جس سے دفتر

"مرقع" محفلِ اہلِ قلم ہے
کہ نظم و نثر کا دفتر بہم ہے

"مرقع" جلوہ زارِ طورِ معنی
نگاہِ معرفت مشکورِ معنی

"مرقع" مخزنِ اسرارِ حکمت
"مرقع" معدنِ اسرارِ حکمت

یہ اک گلدستۂ اربابِ فن ہے
چمن ہے اور رنگیں چمن ہے

نمایاں ہے قلم کی سحر کاری
فروزاں کوکبِ معجز نگاری

خموشی میں بیاں کی شکل پیدا
ہر اک نکتے میں سو معنی ہویدا

حکیمانہ روش پر شانِ تحریر
ہر اک جملے کو کہیے جانِ تحریر

"مرقع" یہ ہے یا تصویرِ محبوب
کہ عکس افگن ہوئی تنویرِ محبوب

فروغِ محفلِ علم و عمل ہے
تجلیِ دلِ علم و عمل ہے

بہار اندر بہار اک اک چمن ہے
کہ رخسارِ نگار اک اک چمن ہے

"مرقع" شرحِ عشق و حسنِ جاناں
عیاں ہیں سیکڑوں جذباتِ پنہاں

کمالِ فن کا مرکز ہے یہ دفتر
جواہر ہیں ہو تو کھل جائیں جوہر

کہیں سوز و گدازِ باطنی ہے
کہیں راز و نیازِ باطنی ہے

کہیں ہے وارداتِ دل کا احوال
کہیں خلوت کہیں محفل کا احوال

کہیں موسیٰ سرِ طور کا ذکر
کہیں ہے سعیِ نامشکور کا ذکر

کہیں ذکرِ مجازی و حقیقی
کہیں تفصیل سے یہ بھی ہے وہ بھی

کہیں طولِ شبِ فرقت کا شکوہ
کہیں کوتاہیِ قسمت کا شکوہ

کہیں نیرنگیِ دنیا کے قصے
کہیں آہِ فلک پیما کے قصے

کہیں کوشش ہے اصلاحِ زباں کی
کہ نکلے راہ تاثیرِ بیاں کی

فنِ تاریخ کا مبسوط دفتر
کہ معلومات سے مملو سراسر

پئے اصلاحِ فن نکلا "مرقع"
کہ اردو کا ہے اک دریا "مرقع"

اڈیٹر اُس کے وصل بلگرامی
ادیبِ نکتہ داں مشہور نامی

کمالِ فن کے شیدا خود بھی کامل
یہ رکھتے ہیں معانی آشنا دل

لکھو تاریخ محشر دل ہے بیتاب
مرقع منظرِ اسرارِ نایاب

قلم سے سالِ ہجری بھی ہو موضوع
مرقع ہے نگارستانِ مطبوع

مشہور عالم دواخانہ معدن الادویہ کے چند بہترین مجربات زیر سرپرستی
جناب مسیح الملک حکیم سید فضل علی صاحب عرف میر نصّن صاحب قبلہ

معجون مغز سر کنجشک نر ۔ دل و دماغ اور اعصاب کو قوت دیتی ہے باہ کو بے انتہا قوت بخشتی ہے اعضائے رئیسہ کی کمزوریوں کو دور کرتی ہے ۔ اس معجون کی شہرت بہت ہو چکی ہے اور اسقدر مزاج کے موافق ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ استعمال کرنے کے بعد لوگ بار بار طلب کرتے ہیں یہ معجون دواخانہ معدن الادویہ ہی میں بنتی ہے اور یہیں سے مل سکتی ہے پہلے ایسی چیزیں ہزاروں روپیہ صرف کرنے پر روسا کو حاصل ہو سکتی تھیں مگر اب اس دواخانہ کی بدولت ہر شخص کو فائدہ اٹھانیکا موقع حاصل ہے قیمت اکیس خوراک مع محصول ڈاک ۱۲ روپے

حب کیمیائے عشرت ۔ رقت اور سرعت کو دور کرتی ہیں باہ کو قوت اور مادہ تولید کی خرابی کو دور کرتی ہیں ۔ جریان کے واسطے اکسیر ہیں اور خوبی یہ ہے کہ بے انتہا ممسک ہیں ۔ چالیس دن کے استعمال سے ناقابل برداشت قوت پیدا ہوتی ہے ۔ اس کا فائدہ اسی سے ظاہر ہے کہ دواخانہ باوجود کثرت سے تیار کرنے کے اکثر فوری تعمیل سے قاصر ہو جاتا ہے ۔ قیمت بیس خوراک عہ ۔

مارالحم انگوری دوآتشہ ۔ دل و دماغ و جگر اور تمام اعضائے رئیسہ کو قوت دیتا ہے ۔ مفرح قلب ہے ۔ ہاضم طعام ہے ۔ خفقان وحشت اور اختلاج کے لئے مفید ہے مقوی باہ ہے ۔ تمام بدن کی گئی ہوئی قوت کو از سر نو پیدا کر دیتا ہے ۔ جسم میں خون دوڑنے لگتا ہے

قیمت فی بوتل ۶

طلائے مسیحی ۔ یہ وہی طلا ہے جو ایک مدت سے دواخانہ معدن الادویہ میں تیار ہو رہا ہے جسکے استعمال سے برسوں کے مصیبت زدہ اور زندگی سے مایوس ہو جانیوالے حضرات کو لطف زندگی حاصل ہو گیا اس کے استعمال کے دو تین روز کے بعد ہی سے زائل شدہ قوت عود کرنا شروع ہوتی ہے اگر باقاعدہ اپنے افعال سے توبہ کر کے اسکا استعمال کیا جائے تو اصلی قوت پیدا ہو جاتی ہے ضعف اعصاب کا بہترین علاج ہے ۔ مایوس اور نامرادوں کی امید کو پورا کرتا ہے ۔ قیمت فی شیشی ۳ ماشہ ۴ روپے

عشعش ۔ یہ ایک خاص دوا ہے جو جناب مسیح الملک کا عطیہ ہے ۔ حرارت غریزی کے ابھارنے اور قوت مردمی کے برانگیختہ کرنے میں اپنا نظیر نہیں رکھتی اعضا کو طاقت بخشتی ہے جریان کو دور کرتی ہے ۔ امساک پیدا کرتی ہے اور اسقدر طاقت بڑھاتی ہے کہ فراغت کے بعد بھی تکان نہیں محسوس ہوتی ۔ تجربہ شرط ہے ۔ ۲۰ خوراک [illegible]

المشتہر
حکیم سید محمد عباس مہتمم دواخانہ معدن الادویہ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

شرطیہ علاج اور دوا مفت

افسوس جھوٹے اشتہار بازون کی وہ کثرت ہے کہ کوئی یہ تمیز نہین کرسکتا کہ واقعی کسکی دوا مفید اور کسکی غیر مفید ہے غرض ایک طوفان مچا رکھا ہے۔ بھائیو نہ تو میرے پاس اکبر شاہی اور واجد علی شاہی طلے کے نسخے ہین اور نہ یہ بابا فقیری گولیون کی بوٹی جس سے دو ہی یوم مین (بقول فلاباز مشتہرین کے) انسان کا...... ہوجاوے البتہ ہم نے اس طوفان بدتمیزی کے رد کرنے اور اپنی صداقت ظاہر کرنے کے لئے اپنے کارخانہ کا مشہور و معروف مکس شباب کی قیمتی آٹھ روپیہ جسمین **جوب شباب** برائے دفعیہ نامردی جریان حلق، رقت، کثرت احتلام اور ضعف باہ مثانہ وغیرہ اور طلا شباب برائے خارجی علاج ہے فی الحال کچھ دنون کے لئے فیصلہ کیا ہے کہ بالکل مفت تقسیم کرکے مستقل خریدار پیدا کرلئے جائین کافی شہرت اور مفید ثابت ہوجانے پر یقینی اس عارضی نقصان کا بدل ہوجائیگا اس لئے جن حضرات کو مندرجہ بالا تمام امراض نے پریشان کر رکھا ہو زندگی کو موت سے بہتر جانتے ہون یا جنکے دماغ۔ دل معدہ مین شکایتین پیدا ہوگئی ہون بینائی مین فرق ہو سوزاک اور آتشک کے اثرات کا ہمیشہ اور زندگی بھر کے لئے قلع قمع کرنا چاہتے ہون وہ صرف ایک آخری مرتبہ اور خدا پر بھروسہ کرکے مکس شباب صرف ایک روپیہ بابت خرچ اشتہارات ڈبہ پیکنگ محصولڈاک تنخواہ ملازمین قیمت شیشی وغیرہ جو زیادہ تعداد مین صرف ہوتا ہے ادا کرکے بالکل مفت طلب کرین اسکے کمال فائدے تمام اخبارات مین عرصہ تک مسلسل شایع ہوچکے ہیں لہذا اب لکھنا بیکار ہے جنکو مکس مطلوب ہو فوراً طلب فرمائین ورنہ کچھ دنون بعد پھر دہی پوری قیمت آٹھ روپیہ مین روانہ ہوگا۔ ملنے کا پتہ:—

مینیجر عین الشفا میڈیکل ہال لکھنؤ

---

۱۰ ناول حجم ۳۰۰ صفحات مضامین دلچسپ کچھ عرصہ تک صرف ایک ۱۲ مین علاوہ محصولڈاک دئے جائینگے

مینیجر عظمت بک ڈپو لکھنؤ سے منگائیے۔

دیوان جان صاحب چھپ گیا

۵۰ برس کے بعد دوبارہ دیارت کیجئے —

لکھنؤ کے مشہور ریختی گو شاعر میر یار علی صاحب جان مرحوم کا مایۂ ناز اور بہترین عمر دیوان جان جان صاحب چھپ گیا اگر آپکو لکھنؤ کی بیگماتی اور ٹکسالی زبان اور واجد علی شاہ کے زمانہ کی معاشرت کا فوٹو دیکھنا ہو تو اسے منگا کر پڑھئے اور لطف اٹھائیے ادبی دنیا مین اس دیوان کی سخت ضرورت ہے

قیمت ایک روپیہ	کلیات جان صاحب قیمت ۸؎

ہنسی کا پٹارا

یعنی ہنسنے ہنسانے کا زبردست ٹھیکہ دار

تعلیم مذاق کا بہترین تاجدار ہنسی دل لگی کا قافلہ سالار پڑھنے والون کو بات بات مین لوٹن کبوتر بنا دینے والا جس کے چٹ پٹے مضامین تمام کھایا پیا ہضم کردین گے۔ صرف ایک کارڈ دھر گھسیٹئے تاکہ عید سے جلد اور فوراً سے پیشتر حاضر ہوکر آپکے اضمحلال کی دم کاٹ دے بیشک اس کتاب کو اگر بارہ مصالحہ کی چاٹ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا اول سے آخر تک دیکھ جائیے ایک فقرہ بھی ایسا نہ ملیگا جسکو پڑھکر سو مرتبہ ہنسی نہ آوے یون سمجھئے کہ یہ کتاب ایک بزم عشرت ہے۔ قیمت صرف ۸؍ لطائف بیربل مکمل ۸؍ خیفون کا مذاق ۸؍ شہنشاہ ظرافت ۸؍ بزم خیال عمر

پتہ — **مینیجر عظمت بک ڈپو لکھنؤ**

عالیجناب شیخ عظمت الٰہی صاحب متخلص بہ عاقل سلونوی مشہور ناول نگار و بے مثل افسانہ نگار کی جدید اور لائق تصانیف

فریبی عاشق

مسمریزم وہ مسمریزم جس کی مافوق العادت طاقتون نے ایک دنیا کے کانون کے پردون کو بھر دیا ہے جسکی عجیب غریب کارروائیان دیکھکر آنکھین آئینہ حیرت ہوگئی ہین اگر آپکو اسکے اعلیٰ راز دیکھنے ہین تو اس کتاب کو پڑھکر دیکھئے ایک بھولی بھالی شریف لڑکی پر ایک مسمریزم عاشق ہوتا ہے اور اسکے باپ اور خود اس لڑکی کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ اس سے شادی کرے بلکہ بجبر اسکو یہودی بنایا جاتا ہے ایک بزرگ جسکا سینہ نور اسلام سے معمور تھا جسکے رگ پے مین حقانیت کا جوش تھا وہ اسی جادو گر یا مسمریزم کو شکست فاش دیتا ہے اور اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ روحانیت پر کبھی مادیت غالب نہین ہوسکتی قیمت ۸/

ناول خونی لڑکا ۸/

بدنصیب لڑکی

یہ ناول ایک شریف خاندان کی تعلیم یافتہ ہوشیار اور حسین لڑکی کی تباہ شدہ زندگی کا مکمل فوٹو ہے جسمین بے پردگی کے نقصان تعلیم غیر ضروری کی خرابیان دکھائی گئی ہین ایک شریف لڑکی کا بیوہ ہوکر ماں باپ کے سخت گیر قوانین عصمت سے تنگ آکر گھر کو چھوڑنا اور برابر مصیبتین اٹھانا قیمت ۸/

ناول بیگناہ قاتل ۸/　ہنسی کا پٹارا ۸/

نواب ۱۲ آسنہ

نوابی دربار کے نوابی ٹھاٹ ۔ خوشامدی مفت خورون کا ہجوم ہونے نواب کی اکڑ فون ۔ اور مجموعہ بیگمات ...

کی صدا نے بے ہنگام دل کا ایک معشوقہ بیمثل کے چاہ ذقن مین اسیر ستم ہوکر نہ صرف اپنی بلکہ دادا پردادا کی جمع کی ہوئی دولت اور باپ کی گاڑھی کمائی کو چٹکیون مین اڑاکر بے باق ہوجاتے ہین اور بالکل اسکے مصداق بنتے ہین ؎

ذاڑھی اور مونچھ کا صفایا ہے
فارغ البال اسکو کہتے ہین

یہ ناول نہین بلکہ ناول گر ہے ۔ ہندوستان کے بہترین ظرافت نگار سجاد حسین مرحوم اڈیٹر اودھ پنچ اور عالمگیر کے مشہور مسخرے وقائع نویس نعمت خان عالی کا رنگ اس سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے وہ لوگ جو ترارد کو دیکھنا اور سیکھنا چاہین ان کی لائبریری مین رکھنے کے قابل ہے جسے ایک مرتبہ پڑھکر مع مبالغہ ایکہزار مرتبہ نہ ہنسے تو ہم قیمت کے ۔ ... جایئگی

منگانے کا پتہ　منیجر عظمت بکڈپو لکھنؤ

دام فریب

مکر و فریب کی دنیا کا زندہ نگار دلخوشکن حیرت آمیز حیرت انگیز مرقع طاہرہ کی زندگی کے حیرتناک رازون کا انکشاف زنان بازاری کے فریب اور دغا کے کارنامہ سر فروتنے را موسیٰ باید جیسے کو تیسا بننا ۔ طاہرہ کے عاشق نور الدین کی بعید از عقل دور از قیاس عیاریان طاہرہ کی سخت ترین شکست مرت کا ایک سنسنی خیز منظر دکھا کر ثابت کیا گیا ہے کہ نیک اور بد تمام کامون کی سزا دنیا ہی مین مل جاتی ہے

ہم یقین کے ساتھ کہ سکتے ہین کہ ایسے دلچسپ ناول بہت کم آپنے دیکھے ہونگے قیمت ۸/

رسالہ قوت باہ عظمتی

آئین کہ عقرین آج قدردان کمال کو
کاغذ پہ رکھدیا ہے کلیجہ نکال کے

دنیا سرگردان ہے کہ وہ نسخہ جات دستیاب ہون جو دوائین چین جن مایوسان قوت باہ کے دبے ہوئے حوصلے نکلین اسکے لئے ہم بہت زور کے ساتھ کتاب پیش کرتے ہین جسمین شرق و غرب کے قدیم و جدید حکیمون ڈاکٹرون طبیبون وغیرہ کے ان تمام تجربات و معلومات و مشاہدات کا نچوڑ کامل و مکمل طور سے جمع کیا گیا ہے جو عورت و مرد کی صنعت سے تعلق رکھتی ہین ساتھ ہی قواعد جماع ممنوعات جماع ملذذات امساک اولاد نرینہ تندرست اور خوبصورت بچے پیدا کرنے کی تدابیر فلسفہ عشق فلسفہ ازدواج انتخاب بیوی تعلقات زوجین لطف مباشرت در صحبت کے طریقون وغیرہ وغیرہ کی اعلیٰ ترین عملی تعلیم دیگئی ہے ضعف باہ کمزوری سستی نامردی جریان سرعت انزال وغیرہ کا مفصل بیان مرضون کی تشخیص اور پیدا ہونے کے اسباب علاج اور مخصوص جلق اغلام وغیرہ کی تمام پیدا شدہ خرابیون کو دور کرنے کے صد ہا مرتبہ کے آزمائے ہوئے بخطا اور بیر بہدف نسخہ جات جو جنگل کے موجودہ اطباء صد ہا روپیہ دیتے پر بھی اپنے اعتباری نسخے نہین دیتے جن رفاہ عام درج کر دئے گئے ہین اب بھی اگر منگا کر اپنی حسرت نہ پوری کیجئے تو آپ کی قسمت ۔ قیمت فی جلد صرف آٹھ آنہ ۸/ علاوہ محصول ڈاک ۔

منگانے کا پتہ
منیجر عظمت بک ڈپو ۔ لکھنؤ

تمام کتب کے ملنے کا پتہ منیجر عظمت بکڈپو ۔ لکھنؤ

سلیم شاہ کی

مؤلفہ مشہور فسانہ ہے
جس مین بہرام کی رہائی کے حیرت انگیز واقعات
اور خوفناک جرائم کا ارتکاب بہرام اور مہاراجہ کی بے
ہی موثر دلکش و دل گداز انداز سے بیان ہوئے ہین سراغرسانی
بہترین فسانہ ہے کاغذ نہایت نفیس چکنا لکھائی چھپائی دیدہ زیب

کروڑپتی چور

جسمین عجیب و غریب واقعات شاطر چور کے پرفتن کرتوت قابل جاسوس کی حیرت افزا کارگزاریان، بیگناہ کی اسیری
و رہائی متعجب انگیز نظارے، قتل و غارت کی عبرتناک سین مختصر و موثر الفاظ مین دکھائے گئے ہین خوشنما بلاک قیمت عمر

ملنے کا پتہ

منیجر جنٹلمین بک ڈپو امین آباد لکھنؤ

داراب کا
ہو داراب کا
جی چالین ۔
بارہ آنہ (۱۲؍)

ثق کے خوشنما مناظر مسٹر باولہ کا
موز قتل کی عجیب و غریب سازش حیرت انگیز
رب ہوئے ہین مع خوشنما بلاک قیمت فیجلد ۱۲؍

دولت ونتال میاں

مولفۂ مصور جذبات فدا علی خنجر لکھنوی

ن سر حامد حسن سیاح انگلستان و امریکہ کے حیرت انگیز کارنامے جاسوسی کے ساتھ ساتھ بمبئی کی بدمعاشو نکی
محیر العقول چالبازیان آنریبل مرازجی نان جی کے خلف رشید مسٹر مول جی اور مسز مول جی کی افسوسناک
مصیبتین، مشاہیر سراغرسانون کی جاسوسیان سلاست و خوبی سے بیان ہوئی ہین ۔ پاکٹ سائز لکھائی
چھپائی دیدہ زیب مع خوشنما بلاک ۔ قیمت فی جلد عہ

مینیجر جنٹلمین بکڈپو امین آباد لکھنؤ

مشہور انشاپردازون کے قلم سے

نئے ترجمے نئے ناول

جو اردو دان کیلئے بالکل نیا ذخیرہ ہے

مراکش کا خونی ڈاکو

ہسپانیہ کی ریف پر چڑھائی ایک واجب القتل خونی ڈاکو کے حالات باپ بیٹے کی جنگ حسن عشق کی عجوبہ کاریان رازونیاز کی معرکہ آرائیان، خدائی فیصلہ کا حیرت انگیز نتیجہ - افشائے راز یاداش عمل - حق کی کامیابی - تاریخی پلاٹ قیمت ۸/

حسن عیار

ایک بوسہ مین تمام عمر کی کمائی کا صفایا، شاطرانہ چالین اور سراغرسانی کی اعلی کیفیت دیکھنی ہو تو اس ناول کو دیکھئے ہے عاشق ومعشوق کی عیارانہ چوٹین، کامیابی اور ناکامی کی زندہ و اصلی تصویرین، سادہ کار کا دولت کمانا - قیمت ۸/

عہدہ دار چور

انگریزی سفارتخانے کا ایک بڑا عہدہ دار چوری کرتا ہے اور وہ واقعات جو اسکو ارتکاب جرم پر مجبور کرتے ہین حیرت انگیز ہین پھر چور کی نئے انداز سے گرفتاری ہوتی ہے مختصر افسانہ ہے لیکن انتہائی دلچسپ ہے - اگر پسند نہو تو واپس - قیمت ۴/

سرخ محل

ایک عیاش مہاجن کی چالین سرخ محل کے عجیب و غریب واقعات اور سرخ انگوٹھی کا بلیک کی چوری مردہ کے سر دھڑ الگ کے اسرار جاسوسی کے تعجب انگیز کارنامے قتل کے واقعات یا ترک وینا سلاٹون کی کتاب قیمت صرف ۸/

بے سروسامان

ایک نوجوان کی عبرت انگیز سرگذشت

محصول ڈاک ذمہ خریدار ہوگا

ناول منگانے کا پتہ جمیل بکڈپو درگاہ روڈ لکھنؤ

ہمارے مطبوعات

دھنیا مہری یا افضل النساء خانم

عہد حضرت سلیمان جاہ نوشیروان عادل نصیر الدین حیدر بادشاہ کا دلچسپ واقعہ دھنیا مہری کا پستی سے انتہائے عروج پر پہونچنا حسن و عشق کے دلکش مناظر تدبیر حسن خدمات و سلیقہ مندی سے ترقی انتظام کی خوبیاں محلات کے دلکش واقعات عجیب و غریب مناظر بیگمات کے عروج و زوال کی حیرت انگیز تصویریں دھنیا مہری کے تحیر افزا کارنامے اور ارکان سلطنت کی خود غرضانہ کارروائیاں خصوصاً قدسیہ محل اور بادشاہ بیگم کی باہمی خانہ جنگی کے تعجب خیز حالات ملک کے مشہور رئیس القلم افسانہ نگار نے نہایت حسن و خوبی سے مرتب کئے ہیں ٹکسالی اردو شاہی محلات کی گفتگو اُس زمانہ کا طرز معاشرت وغیرہ عمدہ پیرائے میں حوالہ قلم کئے ہیں جنھیں دیکھ کے انسان پھڑک اٹھے وجد کرے قیمت . . . . . .

مالوہ کی بیگم یا معرکہ عیدل گڈھ

خاقان اکبر اور عمر علی سوہانی والی مالوہ کی لڑائیاں حسن آرا بیگم زوجہ نواب مالوہ کی وفاداریاں مدبرانہ چالیں عجیب خیالات عشق و دغابازی سوہانی کی موت حسن آرا بیگم اور شہنشاہ اکبر کے دربار کی حیرت پاش تصویریں قیمت . . . . . .

گلباز شاہی چور

لکھنؤ کے مشہور گلباز شاہی چور میر غلام عباس کے عجیب و غریب کارنامے بی حیدر جان سے عشق جلسہائے عشرت کے دلچسپ مناظر چوریوں کے اقسام اور نئی نئی ترکیبیں حیرت انگیز اور دعوے کی چوریاں زندگی بھر اسی طرح گزارنا اور قید و مصیبت سے بچتے رہنا بے مثل عیاریاں بے نظیر چالاکیاں سراغرسانی کے جدید خود ساختہ طریقے لکھنؤ کے انداز گفتگو کا لطف قیمت . . .

دُلہن کی چوری

عین شب عروسی میں دُلہن کی چوری ۔ بدمعاشوں کی چالیں رقابت کے بھڑکتے ہوئے شعلے ۔ آدھے دائرے کا راز اور عجیب و غریب الفاظ کا بھید حسن و عشق کے دل خوش کن انجام پر گہری روشنی ڈالی ہے قیمت . . . .

نیرنگ شباب یا برف کی دیوی

دلکش افسانہ صورت پرستوں کے لیے تازیانہ شباب کی قدر و قیمت دلکش نازنین کی کہانی

مغربی معاشرت کا فوٹو

ناول ملنے کا پتہ جمیل بکڈپو درگاہ روڈ لکھنؤ

بلگرامی بک ایجنسی لکھنؤ
نے قسم کی کتابیں مناسب قیمت و سستیاب کرتی ہیں
بلگرامی بک ایجنسی نے یہ بھی انتظام کیا ہی
کہ لکھنؤ کی خاص بنی ہوئی چیزیں مثلاً لحاف رضائی
چکن کا مدانی، عطر، بتیا کو، اور اسی قسم کی دیگر اشیا جنکی لکھنؤ سے
باہر رہنے والے اصحاب کو ضرورت ہوا کرتی ہے فرمائش آنے پر فوراً روانہ کرے۔ اُسکی ہمیشہ سے یہ کوشش ہے کہ ہر شے
بکفایت ملے اور حتی الامکان فرمائش کرنے والے اصحاب کی مرضی کے
موافق ہو۔ خط و کتابت کا پتہ
منیجر بلگرامی بک ایجنسی لکھنؤ
نورجہان
یعنی شہنشاہ نورالدین جہانگیر کی محبوب ترین بیگم کی نہایت
مستند۔ مکمل اور دلچسپ تاریخ۔
مولفہ مسٹر سید احمد کاظمی اڈیٹر انگریزی علیگڑھ میگزین علی گڑھ
قیمت فی جلد مع محصول ڈاک ایک روپیہ
بلگرامی بک ایجنسی لکھنؤ
اردو کا بہترین علمی و ادبی رسالہ
پیمانہ
جو جناب ساغر نظامی سیمابی کی
گلکدہ
یعنی لسان الہند حضرت عزیز لکھنوی
کی غزلوں کا مجموعہ۔ جو دوبارہ
نہایت خوبی کے ساتھ طبع ہوا ہے۔ اسکی بھی
بہت کم جلدیں باقی ہیں۔ اگر آپ کو شعر کا اُس کے
اصلی معنی میں لطف اُٹھانا ہے تو گلکدہ کو منگا لیجے اور
اُسکی سیر سے اپنے مشام روح و دماغ کو تر و تازہ کیجیے۔
قیمت صرف عہ علاوہ محصول ڈاک
بلگرامی بک ایجنسی لکھنؤ
نشاط روح
یعنی حضرت اصغر گونڈوی کا
وہ کلام جس کے اشتیاق میں ملک
مدت سے چشم مشتاق وا کیے ہوے تھا۔ اب
جلوہ نمائے عالم ہوا ہے۔ مع مقدمہ و فوٹو
لکھائی و چھپائی دیدہ زیب۔ قیمت فی جلد دو روپیہ
ملنے کا پتہ۔ (۱) دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ
(۱) بلگرامی بک ایجنسی لکھنؤ
(۲) غلام حیدر شاہ۔ چوک گونڈہ

[illegible]

دارالادب لکھنؤ کا مقبول جہان عزیز جریدہ

مرتبہ

سید مقبول حسین وصل بلگرامی

"مرقع" کے قواعد وضوابط

(۱) مرقع ہر انگریزی مہینے کی ۵ تاریخ کو دار الادب لکھنؤ سے شایع ہوگا
(۲) مرقع کی قیمت عام خریداروں کے لئے پانچ روپیہ سالانہ مع محصول ڈاک مقرر ہے، جو پیشگی وصول ہونا چاہئے۔
(۳) مرقع کا نمونہ بغیر نقد وصول ہوئے روانہ نہیں ہوسکتا۔
(۴) مرقع کی قیمت رؤسا و دیگر معزز اصحاب و اسکے مربیوں سے اُنکی ہمت افزائی پر منحصر ہے۔
(۵) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ کا آنا لازمی ہے
(۶) خط وکتابت کے سلسلہ مین خریداری کا نمبر لکھنا ضروری ہے
(۷) رسالہ نہ پہونچنے کی اطلاع ہر ماہ کی ۵ تاریخ تک آجانا چاہئے۔
(۸) کوئی مضمون ایسا شایع نہ ہوگا جو مخرب اخلاق ہو یا کوئی خراب اثر پیدا کرسکے۔
(۹) تعلیم یافتہ خواتین کے صرف وہ مضامین نظم ونثر درج ہونگے جو خوبیوں کے لحاظ سے بہترین اور اپنے اثرات کے لحاظ سے نہایت خوشگوار ہونگے۔
(۱۰) مرقع کو موجودہ پالٹیکس یا مذہبی مباحث سے کوئی سروکار نہوگا۔
(۱۱) تنقیدی مضامین بھی اس مین شایع ہونگے، مگر وہی جنمین خلوص ہوگا، باہمی نزاعات یا کسی قسم کے تعصب یا کسی رنج کی بنا پر لکھے ہوئے مضامین سے احتراز کیا جائیگا۔
(۱۲) ایسے مضامین جن مین کسی شخص پر چوٹ کی گئی ہو یا اُس مین ایسے مضامین ہون جن سے دوسرے کو رنج کا شائبہ بھی پیدا ہو ہرگز شایع نہونگے۔
(۱۳) جس نظم ونثر کے مضمون مین زبان، لغت یا فن کی غلطیان ہونگی اسوقت تک شایع نہ ہوگا جب تک اسکی مناسب ترمیم اطلاع پانے پر خود صاحب مضمون نہ کردین۔
(۱۴) مرقع کا مسلک صلح کل ہے وہ انشاءاللہ کبھی دل آزار یا متعصب نہ ثابت ہوگا۔
(۱۵) مرقع کو ذاتیات سے کبھی تعلق نہ ہوگا، وہ اپنے معاصرین سے خواہ وہ اہل جرائد ہون یا اہل اخبار اتفاق واتحاد پیدا کرنے کی کوشش کریگا اور انشاءاللہ وہ ہمیشہ اسمین ثابت قدم رہیگا۔

"مدیر مرقع لکھنؤ"

مرقع مین اشتہارات بھیجتے وقت
ذیل کا نرخنامہ ملاحظہ فرمائیے

تعداد طبع	ایک صفحہ	نصف صفحہ	چوتھائی صفحہ
ایک سال کے لئے	سہ	صسہ	عسہ
چھ ماہ کے لئے	صسہ	عسہ	علسہ
تین ماہ کے لئے	عسہ	صلسہ	سے ر
ایک ماہ کے لئے	سے	صر	سے ر

ضروری نوٹ

ٹائٹل پیج کے صفحہ ۲ و ۳ و ۴ کی اُجرت کا نرخ اسکے علاوہ ہے جو خط وکتابت سے طے ہوسکتا ہے۔ اُجرت کا پیشگی آنا ضروری ہے
منیجر مرقع لکھنؤ

جہان مرقع تصویر حسن او ست تمام ۔ بہ حیرتم کہ بہ بندم دل از کہ بردارم

فہرست مضامین

فروری سنہ ۱۹۲۶ء

صدائے قبولیت

اور

حضرت آرشد تھانوی کا گرامی صحیفہ

”مرقع“ کا ابھی پہلا ہی نمبر شایع ہوا کہ ملک کے مختلف گوشون سے صدائے لبیک کی سنائی دی، اسکی پذیرائی کی آوازین کانون مین آنے لگین۔ بہت سے مبارک ہاتھ اسکی قدر افزائی کے لئے بڑھے، ہماری ہمت اور ہمارے استقلال کو انہون نے اور بڑھایا۔ ہمارے ہمعصر اہل اخبار و جرائد نے بھی اسکو نظر استحسان سے دیکھا اور انمین کئی ایک نے نقد و تبصرہ بھی فرمایا۔ اربابِ فن، اساتذۂ باکمال، اور ارکان ادب نے اپنے مکتوبات گرامی مین ہماری محنت و جانفشانی کی ہمت بخش داد دی اور اپنے مفید مشورون سے ہمین سرفراز فرمایا اور ہمارے احباب اور قدردانان ادب نے اسکی توسیع اشاعت کی طرف توجہ کی اور وعدے کئے اور ہمین ممنون منت فرمایا۔ انشاء اللہ اسکا لحاظ رکھا جائیگا۔ مرقع کی ہر آئندہ اشاعت اپنی خوبیون اور محاسن کا سرمایہ ہوگی اور جو مفید مشورے دیئے گئے ہین اُنپر عملدرآمد کیا جائیگا۔ آئندہ جو خامیان نظر آئینگی وہ برابر رفع ہوتی رہینگی اور ہر اضافہ ضرورت کے موافق ہوگا۔ اس ضمن مین خصوصیت کے ساتھ اسماے ذیل قابل ذکر ہین

عالی جناب مولوی سید محمد حسن صاحب بلگرامی۔ جناب نواب فصاحت جنگ جلیل القدر حضرت جلیل۔ جناب نواب اختریار جنگ حضرت آخر مینائی۔ جناب مولانا وحیدالدین صاحب سلیم۔ جناب ہوش بلگرامی۔ جناب صادق ایوبی۔ جناب خان صاحب آغا علی خانصاحب رئیس آرہ آباد۔ جناب آثر صہبائی۔ جناب شاہ نذیر ہاشمی۔ جناب مولانا محوی صدیقی۔ جناب سید رضی الحسن صاحب رضی کاکوروی اور جناب ارشد تھانوی (وغیرہم)۔ خدا کا شکر ہے کہ ایسے مکتوبات گرامی سے اس وقت کہ ”مرقع“ کا ابھی دوسرا نمبر بھی شایع نہین ہوا ”مرقع“ کی میز مزین نظر آرہی ہے۔ ہم ان تمام حضرات کی کرمفرمائیون اور ادب نوازیون کے دل سے ممنون ہین۔ اس وقت صرف ایک مکتوب حضرت آرشد تھانوی کا زینتِ مرقع کرتے ہین جو ہماری کامیابی کے لئے خوش آئیند ہے اور ہماری ہمت و استقلال بڑھانے کا ایک ذریعہ اور قبولیتِ ”مرقع“ کی ایک روشن دلیل ہے۔ اس مکتوب مین آپ نے اپنے خاص لطف و کرم سے خط لکھتے لکھتے وارداتِ قلم کے ساتھ برجستہ ایک غزل کے چند شعر بھی تحریر فرمائے ہین جو ناظرین کی مزید دلچسپی کیلئے درج ذیل ہین۔

(وصل بلگرامی)

پیکلون۔ ۸ جنوری سنہ ۱۹۲۶ء

شفیق مکرم۔ السلام علیکم۔ ”مرقع“ اپنی تمام دلچسپیون اور لطف آفرینیون کے ساتھ جاذب نظر و انبساط دل کا باعث ہوا۔ اور بیساختہ دل سے دعا نکلی ؎

تری اُٹھان ترقی کرے قیامت کی ٭ ترا شباب بڑھے عمر جاودان کی طرح ٭ اسباب جو اہ کچھ ہون، لیکن بعض حلقون مین غلط فہمی پھیل گئی تھی کہ مرقع کی ترتیب تدوین مین ...... کو استعمال کیا جائیگا۔ اور کسی کام مین ان ...... ہستیون کا ہاتھ شامل ہوگا ...... اشخاص کے لئے اُس سے اجتناب کا باعث ہے۔ الحمد اللہ کہ مرقع کے پہلے ہی نمبر نے ان غلط فہمیون کا ازالہ کر دیا۔ امر حقیقت یہ ہے کہ باوجود آپکے مخلصانہ محبت نامہ جات کے مین نے اراداتاً مرقع کی ادبی خدمت سے احتراز کیا تھا۔ لیکن اب مین اپنی اس سوء ظنی اور آپکی اخلاقی کوششون کی عدم پذیرائی پر نہ صرف متاسف بلکہ آپ سے معذرت خواہ ہون ؎ ہمہ نا امیدی ہمہ بدگمانی ٭ مین قائل ہون فریب خاخوردگان کا ٭ ابھی یہین تک لکھنے پایا تھا کہ ڈاک آگئی گرامی کارڈ مؤرخہ [۲۴/۱] موصول ہوا۔ جی چاہا کہ ابھی تعمیل ارشاد کرون۔ فی الفور نظم مکمل کرنا ممکن نہ تھا طبیعت پر زور دیا۔ سات شعر ہوگئے ہین، غزل کی صورت مین پیش کرتا ہون۔ انشاء اللہ ہفتہ عشرہ مین کچھ نہ کچھ اور ارسال کرون گا۔

غزل

ہم ذوق نظر تیسری تائید نہیں کرتے ٭ اس درجہ بھی کورانہ تقلید نہیں کرتے

تم اہلِ محبت کو الزام دیئے جاؤ ٭ ہم پاسِ ادب مانع، تردید نہیں کرتے

بے شغلیِ دل میری ہے صرف گلہ مندی ٭ تم اپنی جفاؤں کو تاکید نہیں کرتے

ہے یہ بھی تو تنقیصِ بیگانہ روشی انکی ٭ افسانہ مرا سُن کر تنقید نہیں کرتے

جب اپنی جفاؤں پر احساسِ ندامت ہے ٭ پیمانِ وفا کی کیوں تجدید نہیں کرتے

ہم دل کو تمنا کی سمجھا کے بدانجامی ٭ آغازِ محبت مین تہدید نہیں کرتے

خلوت کدۂ دل مین تصویرِ بتان آرشد ٭ یہ کفر نہان اہلِ توحید نہیں کرتے

لکھنؤ کا قصد انشاء اللہ آغاز فروری مین ہے۔ باقی آئندہ خط مین۔

نیاز آگین۔ ارشد تھانوی

جلد ۱ — فروری سنہ ۱۹۲۶ع — نمبر ۲

مرقع

ز حسن و عشق مرصع مرقعِ جان است — بہ عکسِ روے تو ہر رنگ روحِ انسان است

۱۹۲۶ع

(ابو العلاء ناطق)

رشحاتِ جلیلؔ

از جنابِ نوابِ فصاحت جنگ جلیل القدر حضرت جلیلؔ جانشین حضرت امیر مینائیؒ

محوِ گلگشت ہو گر زیبِ چمن تو ہو کر — رنگ پھولون کا خجالت سے اُڑے بُو ہو کر

اس پہ روتا ہون کہ دل مین جو نہان تھے اسرار — وہ بھی آنکھون سے ٹپکنے لگے آنسو ہو کر

کس نے للچائی ہوئی آنکھ سے دیکھا ساقی — دیکھ - ساغر سے اُڑی جاتی ہے مے بُو ہو کر

پھول کھِلا - پارۂ یاقوت ہین ٹکڑے دل کے — زیبِ دامن ہون اگر خون کے آنسو ہو کر

کھو گئے لٹ گئے - آوارہ ہوئے دل لاکھون — جادۂ پیمائے رہِ کوچۂ گیسو ہو کر

برمحل ہو کوئی ارشاد تو سر آنکھون پر — لیجئے دل کو - مگر زینتِ پہلو ہو کر

اُنکو زیبا ہے اگر خونِ وفا کرتے ہین — شوخ و طناز و طرحدار پریرو ہو کر

رشک اُن پھولون کی قسمت پہ مجھے آتا ہے — شب جو کرتے ہین بسر زینتِ گیسو ہو کر

توڑتا گُل کو زرا سوچ سمجھ کر گلچین — جان بلبل کی ہے پھولون مین پڑی بو ہو کر

تم تو چالون سے نہ واقف تھے سکھایا کس نے — تیغ ہو کر کبھی چلنا - کبھی جادو ہو کر

رونقِ حسن - شباب آ کے بڑھا دیتا ہے — غازۂ عارض و مشاطۂ گیسو ہو کر

سوے میخانہ چلو آج - کہ سنتے ہین جلیلؔ — دُخترِ زر شیشے مین اُتری ہے پریرو ہو کر

لمعاتِ اختر

از جناب نواب اختر یار جنگ حضرتِ اختر مینائی خلف حضرت امیر مینائی رح

پڑا ہوں خستہ و سینہ فگار رہنے دے
نہ چھیڑ مجھ کو نسیم بہار رہنے دے

سنوار زلف پریشان نہ تو خدا کے لئے
بلاکشوں کا اسے سوگوار رہنے دے

لحد کو سنتے ہین آرام کی جگہ - لیکن
جو چین سے یہ دل بیقرار رہنے دے

ہمارے حال پر احسان کر صبا اتنا
کہ اس گلی مین ہمارا غبار رہنے دے

مرے مزار پر آنے کا وعدہ کرتے ہین
مگر فلک جو نشان مزار رہنے دے

جسے یہ رنگ تحیر کہ اپنی محفل مین
مجھے وہ سامنے آئینہ وار رہنے دے

یہ کیا بتاؤن کہ دنیا مین کیا کیا مین نے
نہ پوچھ اے مرے پروردگار رہنے دے

وہ کہتے ہین - نہ رکے دورِ جام اے اختر
خیال گردشِ لیل و نہار رہنے دے

خمریاتِ ریاض

از لسان الملک حضرتِ ریاض - یادگار حضرتِ امیر مینائی رح

اتری ہے آسمان سے جو کل اٹھا تو لا
طاقِ حرم سے شیخ وہ بوتل اٹھا تو لا

لیلےٰ کے دل مین قیس نکل آئیگی جگہ
تو سر پر آج نجد کا جنگل اٹھا تو لا

دھونا ہین داغِ جامۂ احرام صبح صبح
حجرے سے شیخ پانی کی چھاگل اٹھا تو لا

اے رند کام ابر کا لون گا مین بادہ نوش
تو مجھ فقیر مست کا کمّل اٹھا تو لا

طاقِ حرم مین شیخ گلابی ہے پھول کی
اس کام کا ملیگا تجھے پھل اٹھا تو لا

مجھکو بھی انتظار تھا ابر آئے تو یون
ساقی اگر یہ سچ ہے کہ بادل اٹھا - تو لا

بجھائے دن - یہ تیرہ شبِ ہجر اے ندیم
روشن تھا جس سے طور وہ مشعل اٹھا تو لا

اے شیخ میز سے دم افطار فرش پر
پینے کو پھول کھانے کو کچھ پھل، اٹھا تو لا

ناصح کا منہ ہو بند وہ چکھ لے شرابِ خلد
ساقی ذرا ریاض کی بوتل اٹھا تو لا

مکۂ معظمہ

ذیل کا مضمون سیف الاسلام جناب مولانا محمد یسین صاحب (خلف مولانا محمد فاروق صاحب چڑیا کوٹی مرحوم و مغفور) کے فاضلانہ افادات کا ایک نمونہ ہے - اس مین آپ نے مکہ معظمہ کے تاریخی حالات سے بحث کی ہے اور صحف انبیاؑ اور دیگر معتبر اقوال سے یہ ثابت کیا ہے کہ اولاد آدمؑ کے مساکن مین قدیم آبادی مکۂ معظمہ کی تھی، اسی طرح ہر قسم کا اعزاز و احترام اور قدامت خانۂ کعبہ کو حاصل ہے - اس مختصر مضمون مین گو نہایت مدلل اور مستند اقوال سے توضیح کی گئی ہے - لیکن پھر بھی ہمین اسکی نوعیت کے لحاظ سے ابھی زیادہ وضاحت تفصیل اور دلائل و براہین کی ضرورت تھی -

اُمید ہے کہ آیندہ بھی مولانا کے فاضلانہ مضامین کا سلسلہ "مرقع" مین جاری رہیگا، ناظرین کرام اُس سے لطف اندوز ہوتے رہین گے -

مدیر

یہ شہر اقلیم دوم وسط حجاز مین ۶۷ درجہ طول اور ۲۱ درجہ ۴۰ دقیقہ عرض البلد پر واقع ہے - یہ مساکن بنی آدمؑ مین سب سے قدیم ہے - اسکی بنا خود حضرت آدمؑ کے وقت مین ہوئی - اگرچہ تاریخ سے اسکا ثبوت مشکل ہے - مگر انبیاے پیشین علیہم السلام کے صحیفون سے اور اُنکے ملفوظات سے اسکا پتہ ملتا ہے - تاریخ سے صرف اسکی قدامت معلوم ہوتی ہے - مگر یہ نہین معلوم ہوتا ہے کہ اسکی بنا کب ہوئی اور اسکو کس نے آباد کیا - اِس لئے جو لوگ کہ مؤرخ کے قول کو نبی کی باتون پر ترجیح دیتے ہین وہ یہان آکر سرنگون ہو جاتے ہین اور بجز خاموشی کے تسلیم کر لینے کے اور انکو کوئی چارہ کار نظر نہین آتا ہے - مثلاً فرانس کا مشہور جغرافیہ دان دوزی انسائیکلوپیڈیا مین لکھتا ہے کہ "مکہ وہی جگہ ہے جسکو پرانے یونانی مورخین ماکروبہ کے نام سے یاد کرتے ہین - اسی طرح مسٹر کارلائل جو مستشرقین مین سب سے زیادہ معروف ہین لکھتے ہین کہ رومن مؤرخ سیلس نے کعبہ کے ذکر مین لکھا ہے کہ وہ دنیا کے معابد مین سب سے قدیم اور اشرف ہے" - ان دونون روایتون سے صرف اسکی قدامت معلوم ہوتی ہے مگر یہ نہین کہا جا سکتا ہے کہ اسکی بنا کب پڑی - اِسی طرح حکیم بطلیموس یونانی کا جغرافیہ ہے جس مین حکیم مذکور نے مکۂ معظمہ کا ذکر کیا ہے اور اسکا طول و عرض بلد تحریر کیا ہے جسکا حوالہ یاقوت حموی نے معجم البلدان مین دیا ہے - حکیم بطلیموس یونانی کے جغرافیہ مین اسکا ذکر یہ آتا ہے کہ کعبۂ محترمہ کا سکۂ عالم مین ایک عبادتگاہ کی حیثیت سے بیٹھا تھا - کیونکہ مکۂ معظمہ کی شہرت کی وجہ بجز اس عبادتگاہ کے اور کچھ نہین ہو سکتی ہے - بہرصورت ایسی قدیم تصانیف مین اسکا ذکر اس کی قدامت کو تو ضرور بتاتا ہے - البتہ زمانۂ آبادی کو متعین نہین کرتا ہے اس لئے کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی ہے کہ صحف پیشین سے انحراف کیا جائے -

کعبۂ مکرمہ کے متعلق اکثر اسلامی مورخون نے لکھا ہے کہ یہ بناے خلیلؑ ہے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو مع اُنکی والدہ ماجدہ کے مکہ کے ویران ریگستان مین چھوڑ دیا تھا - اِس حکایت کی بنا اُس اثر پر ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کے پُرانے صحیفے اسکے مخالف ہین اور نبی کا قول ایک اثر کے مقابلہ مین رد نہین کیا جا سکتا ہے - کیونکہ حضرت ابن عباسؓ نے یہ نہین فرمایا ہے کہ ایسا ہی رسولِ خدا صلعم نے فرمایا - اِن صحیفون کے علاوہ عقل بھی کسی طرح اسکو پسند نہین کرتی ہے کہ خدا کا ایک برگزیدہ رسول اپنے شیرخوار بچے کو ایک ہولناک ویران بیابان مین لا کر چھوڑ دے، اگرچہ مؤرخین نے اس شبہ کو دور کرنے کے لئے اسکو حکم و مرضی خداوندی قرار دیکر اس پر بہت زور دیا ہے - انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام کے صحیفون سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے اُسکا

مختصر اقتباس ہدیۂ ناظرین کرتا ہون - اس بحث پر میرے عم محترم ارسطوے دوران حضرت مولانا عنایت رسول صاحب عباسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بہت ہی بسیط اور مدلل بحث اپنی لاجواب کتاب "بشریٰ" مین لکھی ہے - اس مین عبرانی عبارت بہت زیادہ ہے جسکی پوری نقل دشوار ہی نہین بلکہ ایک حدتک محال ہے - عم محترم نے صحائف الہامی سے یہ ثابت کیا ہے کہ سب سے پہلی عبادتگاہ کعبہ ہے اور سب سے پہلا حرم حرم کعبہ ہے - افسوس ہے کہ بے مائگی اس کتاب کی اشاعت مین مانع ہے ورنہ وہ نہ صرف مذہبی بلکہ علمی دنیا کے لئے ایک محیر العقول چیز ہے - مین اس مبحث مین صرف اُسکی خوشہ چینی پر اکتفا کرتا ہون -

مکہ اسکے معنی عبری مین ہلاکت کے ہین - ہوسکتا ہے کہ یہ نام حضرت آدم علیہ السلام نے اس وادی غیر ذی زرع چٹیل ویران میدان کا جنت سے آنے کے بعد ہی رکھا ہو - اور بہت ممکن ہے کہ یہ نام ہابیل کی موت کے بعد رکھا گیا ہو، کیونکہ بنی آدم مین سب سے پہلی موت یہی ہوئی ہے - اس سے پہلے اولادِ آدم کو موت سے سابقہ نہین پڑا تھا - اسکے اسما مین بکہ بھی ہے اسکے معنی عربی اور عبری دونون مین رونے کے ہین - اس نام کی وجہ یون ہی ہے کہ جس لغزش اور فروگزاشت کی بنا پر کہ حضرت آدم علیہ السلام کو یہان آنا پڑا، اُسکی معافی کے لئے وہ دن رات بارگاہ غفور الرحیم مین گریہ زاری کرتے تھے اُنکا یہان بیت حزن تھا - جس مین وہ مشغول گریہ وبکا وسجود ورکوع رہا کرتے تھے - غالباً یہین اُنکو بشارت مغفرت ملی اور حکم آلہی سے وہی آج تک قبلۂ قوام رہا اور قیامت تک رہیگا -

بہر صورت قیاس یہ بتاتا ہے کہ اس نام کی وجہ یہی ہوگی، اسکے بعد آپنے اُسکو حرم بنایا، چنانچہ اسکے عبرانی نامون مین شالیم بھی ہے جسکے معنی سلام کے عربی مین ہین - اسمین قتل وخونریزی بہ حکم خداوندی ہمیشہ ممنوع رہی اور اقوام عالم بلا استثنا اسکا ادب واحترام کرتے رہے ہین - جب طوفانِ نوح تمام آبادی کو بہا لیگیا تو اُسکے دفع ہونے کے بعد بوحیِ الٰہی اس عبادتگاہ اور اسکی حرم کی تعمیر حضرت نوح علیہ السلام کے وقت مین ہوئی حضرت نوح کے صاحبزادہ حضرت سام اپنے والد کے بعد اسکے متولی ہوئے - اور ان ہی کی تولیت کے عہد مین حضرت ابراہیم ؑ نے بخوف نمرود کسدیم سے ہجرت کرکے یہان پناہ لی جیسا کہ . . . . معتبر و مستند تاریخ یہود مین مذکور ہے - اور اسکے حرم ہی ہونے کا سکہ تھا جو نمرود جیسے شقی کو ان سے پھر کسی قسم کے تعرض کی ہمت نہین ہوئی -

اسکے بعد پھر حضرت ابراہیم ؑ نے اپنے عزیز فرزند حضرت اسماعیل کو حسب منشا خداوندی یہان لاکر حضرت سام بن نوح امام وقت کی تربیت مین دیا - توریت شریف مین حضرت اسماعیل و حضرت ہاجرہ کا واقعہ جس تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۲۰۳۴ مبسوطی مین حضرت اسماعیل کی ولادت ہوئی - اور سنہ ۲۱۰۰ مبسوطی مین حضرت سام بن نوح نے وفات پائی ہے اور سنہ ۲۰۴۸ مبسوطی مین حضرت اسحاق ؑ کی ولادت حضرت سارہ کے بطن سے ہوئی حضرت اسحاق حضرت اسمٰعیل سے چودہ برس سے چھوٹے تھے - ایک دن دونون بھائیون مین میراث کے متعلق کچھ گفتگو تھی حضرت اسماعیل نے فرمایا کہ مین بڑا ہون حضرت سارہ کو یہ بات ناگوار ہوئی اور حضرت خلیل اللہ سے کہا کہ اس لونڈی کو مع اُسکے لڑکے کے یہان سے نکالو، میرے لڑکے کے ساتھ اسکے ترکہ مین شرکت نہ ہونی چاہیئے - حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو اگرچہ حضرت سارہ کا یہ کہنا ناگوار ہوا ہو - مگر وہ مصلحت یا بہ حکم خداوندی حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو مکہ معظمہ پہونچا گئے -

اس دوری اور علیحدگی کے سبب مذکورہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسحاق کی عمر اُس وقت کم از کم ۱۲-۱۴ برس کی رہی ہوگی - کیونکہ اس قسم کی باتین سن تمیز کو پہونچنے کے بعد ہوا کرتی ہین لہذا لامحالہ ماننا پڑیگا کہ حضرت اسماعیل کی عمر ۲۶ - ۲۸ سال کی رہی ہوگی کیونکہ وہ ۱۴ برس بڑے تھے - یہودی علما کا یہ کہنا کہ حضرت اسماعیل حضرت ہاجرہ کی گود مین تھے بالکل ہی بے بنیاد ہے - کیونکہ

۲۶ برس کے جوان آدمی کا مان کی گود مین سفر کرنا عقل سے بالکل بعید ہے قیاس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مغالطہ اخبار یہود کو اُس عبارت سے ہوا ہے جو پہلی کتاب موسی باب ۱۲ ۲۱ تا ۱۴ آیت مین درج ہے اور وہ یہ ہے۔

וישכם אברהם בבקר ויקח לחם וחמת מים ויתן אל הגר שם על שכמה ואת הילד וישלחה

اسکا ترجمہ یہ ہے = صبح کو (حضرت) ابراہیم ؑ اُٹھے اور لیا روٹی اور پانی کی مشک اور دیا ہاجرہ کو یعنی اُسکے کندھے پر رکھدیا اور لڑکے کو یعنی دیا روٹی اور مشک اور لڑکے کو اور اُسکو نکال دیا۔

اِس آیت کا مطلب یہود کہتے ہین کہ روٹی مشک و لڑکا (یعنی حضرت اسمٰعیل) سب کو حضرت ہاجرہ کے کندھے پر رکھدیا۔ یہ کس قدر عقل سے بعید ہے۔ حالانکہ اسکا مطلب صاف ہے کہ روٹی اور پانی کی مشک حضرت ہاجرہ اور اُنکے لڑکے کو دیا یعنی مان بیٹے دونون کو دیا۔ یا یہ ہوسکتا ہے کہ روٹی اور پانی اور حضرتِ اسمٰعیل ان سب کو حضرت ہاجرہ کے سپرد کیا کہ یہ تمہارا لڑکا ہے اور یہ زادِ راہ ہے یہ سب لو اور جاؤ = یہ بہت ہی صاف ہے اور لڑکے کو باعطف کے سمجھنے مین یہ زراسی غلطی ہوئی ہے جس نے تمام علماے یہود و اسلام کو مغالطہ مین ڈال دیا۔ یہان تک کہ ربی شلومو یرحی کے ایسے لائق مفسر نے اِس مقام پر حضرتِ اسمٰعیل کو گود مین دینے کی یہ وجہ بھی لکھی ہے کہ وہ چلنے سے معذور تھے۔ اور معذوری کی وجہ بھی نرالی تراشی ہے کہ حضرت سارہ نے حضرت اسماعیل پر جادو یا ٹونا کر دیا تھا۔ اِس وجہ سے وہ چل نہین سکتے تھے۔ اِس طرح پر ایک گویا اعتراض حضرت سارہ پر بھی کر دیا۔ معاذ اللہ منہ۔ یہودیت عجب چیز ہے۔ یہودیون کی شرمناک تحریفات کا اُس وقت کچھ پتہ چلتا ہے جب آسمانی صحائفِ پیشین پر گہری نظر ڈالی جائے۔

بہرکیف توراۃ شریف کی یہی ایک آیت ہے جو بنا ہے اِس عظیم مغالطہ کی۔ میرا خیال ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ماخوذ ہے۔ یہودیون اور کفارِ عرب کے قصون سے کیونکہ اصل واقعہ آپ سے بہت پہلے کا ہے۔ آپکو جو کچھ اسکے متعلق معلوم ہوا وہ انہین لوگون سے۔ کیونکہ اگر حضرتِ سرورِ کائنات صلعم نے فرمایا ہوتا تو حضرتِ ابن عباس ؓ اسکا ذکر کر دیتے، جیساکہ صحابۂ کرام کا دستور ہے۔ چونکہ یہ اثر مرفوع نہین ہے اِس لئے جیساکہ مین نے اوپر لکھا ہے کہ اِس سے آسمانی صحائف منسوخ نہین ہوسکتے۔ لہذا توراۃ کی روایت پر اعتماد کرنا پڑیگا۔ اسکے علاوہ اور بھی بہت سے قرائن ہین کہ جن سے اسکی تائید ہوتی ہے بخوفِ طوالت یہان نظرانداز کرتا ہون۔ سلسلۂ کلام کے متعلق مین ایک اور آیت کے پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہون۔ موسی پہلی کتاب باب ۱۴ آیت ۱۸

ומלכי צדק מלך שלם הוציא לחם ויין והוא כהן לאל עליון

ترجمہ اسکا یہ ہے۔ کہ ملکی صدق بادشاہ یروشلیم روٹی اور شراب لایا اور وہ خادم تھا بڑے معبود کا، ملکی صدق لقب ہے حضرتِ سام بن نوح ؑ کا جیساکہ رشی وغیرہ عمدہ ترین تفاسیر مین درج ہے۔

سلسلۂ کلام اوپر سے یہ ہے کہ حضرتِ ابراہیم ؑ نے اپنے زمانۂ قیامِ مکہ

معظمہ مین جہاد کیا ہے اور اس جہاد مین فتح پائی ہے۔ حضرت سام چونکہ امام وقت تھے وہ عشر لینے کے لئے گئے ہین اور حضرت ابراہیمؑ نے ادا بھی کیا ہے۔ اخبار یہود ملکی صدق کے مسمی ہونے مین تو اختلاف نہین کرتے ہین لیکن شالیم کے تعین مین وہ ہمارے مخالف ہین وہ کہتے ہین کہ شالیم سے مراد اورشلیم ہے۔ حالانکہ اُنکا خیال غلط ہے کیونکہ شالیم کا اطلاق حرم ہی پر ہو سکتا ہے اسکے لفظی معنی سلام کے ہین اور حرم کے لئے مسجد کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ دستور و قاعدہ ہے۔ اور یہ مسلمہ ہے کہ اسمین کسی کو بھی اختلاف نہین ہے کہ اُس وقت تک وہان مسجد نہ تھی۔ لہذا یہ ماننا پڑیگا کہ اس سے مراد مکہ معظمہ مسکن حضرتِ سام بن نوحؑ ہے جہان حضرتِ آدمؑ کی بنا کردہ عبادتگاہ (مکہ مکرمہ) موجود تھی۔ مکہ معظمہ کے اسماء مین شالیم بھی ہے۔ یہود کی قدیم کتابون مین اسکا ذکر موجود ہے۔ اور یہی مطلب ہے قرآن پاک کی اس آیت شریفہ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبَارَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ۔ سب سے پہلا گھر جو لوگون کے لئے عبادتگاہ بنایا گیا ہے وہ ہے جو مکہ معظمہ مین ہے اور اہل عالم کے لئے باعثِ ہدایت و برکت ہے۔

قدیم تاریخ سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ مقام تمام اقوام عالم کی نگاہ مین ہمیشہ سے مذہبی عظمت و تقدس رکھتا آیا ہے۔ پارسی (مجوسی) مذہب کے پیشوائے اعظم نے اسکی تاویل یون کی ہے، یہ (مکہ) اصل مین مہ گہ تھا، پہلے یہان چاند کی پرستش ہوا کرتی تھی۔ رفتہ رفتہ بمرور ایام بگڑکر مکہ ہو گیا ہے۔ اس گبر پیشوائے اعظم کے اس قول کی توجیہہ کرنے اور اُسکی علت بتانے سے قبل اس مقولہ کے متعلق ایک ضروری امر یہ عرض کرتا ہے، وہ یہ کہ مذاہب عالم مین اپنی قدامت کے سب سے زیادہ مدعی پارسی ہین۔ اور یہ لوگ اپنی کتاب مین اس دعوے کے ساتھ کچھ پتہ بھی رکھتے ہین بخلاف ایسے اہل مذاہب کے اِن کے یہان صرف دعویٰ ہے وہ بھی انکا اپنا۔ انکی کتاب اس دعوی سے بھی خالی ہے اور اسکے پتہ ثبوت سے بھی یہ دعوی انکے بعض چالاک لوگون نے محض اپنے مذہب کی گرم بازاری اور خلق خدا کو دھوکہ دینے کے لئے گڑر کھا ہے۔ ورنہ اُنکے دوسرے مذہبی دعاوی کی طرح اسکی بھی قطعاً کوئی اصلیت نہین ہے۔

بہرصورت مجوسی مذہب اپنی قدامت کے متعلق یہ کہتا ہے۔

"نخستین مہاباد را برگزیدیم پس از او سیزدہ پیغمبر ہم فرستادم۔ چون صد زاد سال در بادشاہے ایشان رفت۔ آباد آزاد بادشاہ جہان داری گزاشتہ یزدان پرست شد"

یعنی یزدان (نیکی کا مالک) بتاتا ہے کہ مین نے پہلے کائنات مین سے مہاباد (پارسیون کے خیال کے مطابق یہ نام حضرت آدم علیہ السلام کا ہے) کو منتخب کیا اور اُنکی نسل مین سے تیرہ پیغمبر متعاقب بھیجے۔ جب سوزاد سال انکی حکومت پر گزرے تو انہی اولاد آدم مین ایک بادشاہ آباد آزاد نے سلطنت چھوڑکر درویشی اختیار کر لی۔ صدزاد سال کا شمار پارسی حساب سے یون ہوگا۔ کہ چھ کے عدد لکھکر ۲۵ نقطے (علامت صفر) بڑھائیے۔ یہ عدد وہ ہے جسکے لئے لفظ کسی اور زبان مین نہین ہے۔ میری غرض اس عبارت کی نقل سے صرف اسکی قدامت کے ادعا کو دکھانا ہے۔ جو مذہب کہ اس درجہ اپنی قدامت کا دعوی دار ہو اُسکا پیشوائے اعظم کہتا ہے کہ مکہ اصل مین مہ گہ تھا۔ اور زمانہ سابق مین وہان چاند کی پرستش ہوتی تھی۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ مدعیانِ قدامت بھی مکہ معظمہ کی آبادی اور اُسکی عبادتگاہ کعبہ کی بنا کے زمانے کو متعین اور محدود نہ کر سکے بلکہ وہ اپنے وجود سے بہت پہلے اسکی آبادی کو تسلیم کرتے ہین۔ لہذا یہ خیال کہ اسکی بنا حضرتِ ابراہیم خلیلؑ کے ہاتھون پڑی پایۂ ثبوت کو نہین پہونچتا ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ اسکی تعمیر و آبادی حضرت آدمؑ کے وقت مین ہوئی۔ اور حضرتِ ابراہیمؑ کے ہاتھون تیسری مرتبہ اسکی تعمیر ہوئی ہے۔

مین ناظرین کی دلچسپی کے لئے گبرون کی اس توجیہہ کی وجہ بھی مختصر طور پر لکھے دیتا ہون۔ آسمانی صحیفون کو بنظر غور مطالعہ کرنے نیز کتاب بشریٰ کے دیکھنے سے حضرتِ آدم علیہ السلام کا واقعۂ ہبوط یون معلوم ہوتا ہے کہ جب ابوالبشر

حضرتِ آدم علیہ السلام پردۂ خفا سے سر برآرائے عالم وجود ہوئے تو ابتداءً حسب منشاء حکمتِ الٰہی ایسے مقام پر رکھے گئے جہان وہ تمام چیزین قدرتاً مہیا تھین جو جسمِ انسانی کی غذا و ستر پوشی کے لئے ضروری ہین اور جنکے لئے ایک انسان اپنی بقاء حیات مین محتاج ہے اسی طرح وہ تمام اشیاء جن سے ایک انسان کو گزند و نقصان پہونچ سکتا ہے اُن سے وہ جگہ خالی تھی۔ نیز خدا کے خلیفہ اور نبی ہونے کی حیثیت سے وہ تمام علوم و فنون جو سبب و منشائے تہذیب فن نظری و عملی ہین اور وہ جملہ کمالات جن پر صحیح معنون مین لفظ عدالت کا اطلاق ہوتا ہے وہ سب اُنکو بلا اکتساب و محنت و تعلم و تحصیل محض وہبی طور پر بوحی و الہام خداوندی حاصل تھے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کو ہمیشہ ہوتا آیا ہے کبھی کسی نبی نے کسی انسان کے آگے زانوِ ادب تعلم و تحصیل علم کے لئے تہہ نہین کیا ہے اور کسی نبی کا کوئی دنیاوی معلم نہین رہا ہے۔ حضرتِ آدم تمام کمالاتِ روحانی سے آراستہ تھے اور اُن تمام علوم سے بہرہ اندوز تھے جن کا جاننا انسانی حوائج کے لئے ضروری ہے جیسا کہ قرآن پاک سے اسکی تصدیق ہوتی ہے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا (حضرت آدم کو تمام اسماء کی تعلیم دی گئی) چونکہ اسکا تعلق نفوس انسانی کی تکمیل و اصلاح سے تہا۔ اسی وجہ سے ملائکہ وغیرہ کے گروہ مین اُس وقت اسکا کوئی بھی جاننے والا نہ تھا۔ بہر صورت حضرتِ آدم ایک مدت وہان رہے اور مخصوص غذاؤن اور مخصوص معاشرت کے عادی ہوئے اُسکے بعد پھر باقتضائے حکمتِ بالغہ و منشائے الٰہی کے ایک وادی غیر ذی زرع یعنی ویران چٹیل میدان مین بھیجدیئے گئے جہان اُنکی مایحتاج چیزون اور اشیائے ضروریہ مین سے کوئی چیز بھی موجود نہ تھی لہذا وہ مجبور ہوئے کہ زمین سے اُن چیزون کو پیدا کرین جسکی اُنکو حاجت تھی۔ تعلیم ربانی نے اُن کی رہبری کی اور اپنی اولاد کو علم فلاحت و کاشتکاری کی تعلیم دی۔ اُنکو یہ بتایا کہ زمین سے کس طرح پر نباتات پیدا کرکے غذا کے صرف مین لائی جاسکتی ہین۔ اسمین اُنکو مدد الٰہی سے کامیابی ہوئی۔ چونکہ کاشتکاری کے لئے اور نیز دوسرے تمام کامون کے واسطے موسم و وقت و فصل کی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے آپنے اسکی طرف توجہ کی اور ابتداءً زمین ایک ہموار زمین پر لکڑی نصب کر دی اور اسکے سایہ کو برابر دیکھتے اور اُسکے تغیرات پر نشان کرتے رہے جب سایہ وضع اول کی طرف عود کر آیا تو آپنے سمجھا کہ آفتاب نے ایک دورہ پورا کرلیا اور روزانہ کے نشانات کا شمار کیا تو ۳۶۵ پایا، اس لئے ۳۶۵ دن کا سال مقرر فرمایا، اُسکے بعد چاند کے تغیرات کی طرف نظر ڈالی اور اُسکے ایک دورہ کامل کا مہینہ مقرر فرمایا۔ غرضکہ اس طرح علم ریاضی کی بنا ڈالی اور رفتہ رفتہ اسکے ضروری مسائل کو سمجھا اور سمجھایا۔ آلاتِ کاشتکاری اُسوقت کے اقتضا اور اعتبار سے جو کچھ بھی ممکن ہوا بنایا۔

جس پہاڑی پر یہ سب سامان تھا اسکو اُسوقت کی اصطلاح مین ھر ھیاسایم [illegible] کہتے تھے جسکا ترجمہ عربی مین جبل القمر اور فارسی مین کوہ سر ہوتا ہے۔ صحتِ آسمانی کی اس تفصیل کی کسیقدر تائید فاکس یونانی مصنف کتاب تاریخ الحکما نے بھی کی ہے جسکی اصل کتاب یونان مین موجود ہے۔ بہرکیف اس تفصیل سے اتنا قیاس کیا جاتا ہے کہ اسی لفظ ھر ھیاسایم نے اس گمراہی کو ایسی توجیہ کا موقع دیا۔

اسکے متعلق ایک اور قرینہ ہے وہ یہ کہ حضرتِ سام بن نوح کی نسل مین ایک شخص یارح نام گذرا ہے جسکی اولاد حجاز سے کچھ دور سمندر کے کنارہ پر آباد ہوئی اور چند دن کے بعد چاند کی پرستش کرنے لگی اس وجہ سے عرب اُنکو بنی ھلال کہنے لگے۔

اِن مذکورہ بالا تمام تفاصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیائے پیشین علیہم السلام کے صحیفون نیز دیگر قرائن و اقوال و آرائے مشاہیر ملک سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساکنِ اولاد آدم مین سب سے زیادہ قدیم آبادی مکہ معظمہ کی ہے اسیطرح تمام معابد مین ہر قسم کی عزت و عظمت و قدامت خانہ کعبہ محترمہ کو ہے۔ نہ تو قدامت مین کوئی اسکی ہمسری کر سکتا ہے اور نہ عزت و حرمت مین کوئی اُس کا مدمقابل ہے۔

مین اب اس طویل تحریر کو علی وجہ الاختصار ختم کرتا ہون اور اسکی مؤید توراۃ شریف کی دوسری آیتون کو طوالت کے خوف سے چھوڑ دیتا ہون۔ اسی کے ساتھ ملک کے اربابِ علم و محققین سے یہ استدعا ہے کہ اس مسئلہ پر اپنی قیمتی رایون سے ملک کو نیز اس ناچیز کو مستفید فرمائین۔ اور اگر اسکے متعلق کوئی تحریر شایع فرمائین تو مجھکو بھی عنایت فرمائین۔

محمد یسین عباسی چریاکوٹی

بربہتہ - غازیپور -

فرض

(از جناب مولوی وحید الدین صاحب سلیم، پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن)

اے دل رہِ الفت مین نہ تھکنا ہے ترا فرض
دُھن باندھ کے منزل کی لپکنا ہے ترا فرض

اے روحِ بشر نیّرِ تابان ہے ترا نام
عظمت کی بلندی پہ چمکنا ہے ترا فرض

اے خونِ جگر تجھ سے محبت کا کھلا رنگ
عشّاق کی آنکھون سے ٹپکنا ہے ترا فرض

رونقِ چمنِ دل کی ہے تو نخلِ تمنّا!
جھوکون سے مسرت کے لچکنا ہے ترا فرض

اے آنکھ تو ہے آئینۂ حسنِ جہانتاب
حیرت سے ہر اک جلوہ کو تکنا ہے ترا فرض

اے عشق تو شعلہ ہے تجلّیِ ازل کا
ہر سینہ کی سینا مین بھڑکنا ہے ترا فرض

اے حُسن تو فطرت کے گلستان کا ہے پودا
نازون کی ہوا ؤن مین پھبکنا ہے ترا فرض

اے پھول تو ہے حُسن کے میخانہ کا اک جام
صہبائے لطافت سے چھلکنا ہے ترا فرض

اے مرغِ چمن تو ہے محبت کا مغنّی
پھولون کے درختون پہ چہکنا ہے ترا فرض

خمستانِ بہار

(از جناب اثر صہبائی)

پھر اب یون ہی حدیثِ شوقِ بے پایان بیان کرلون
نگاہِ پاک مین کو رازِ دل کا ترجمان کرلون

وہ فردوسِ تماشا زینت آرائے گلستان ہے
نظر مین کس طرح سے جذب سب رنگینیان کرلون

خیالِ جنّتِ موہوم مین اے واعظِ نادان
نظر کو کس لئے بیگانۂ حُسنِ بتان کرلون

وہ مستِ ناز ہے یا پیکرِ رنگینی و مستی
یہی جی چاہتا ہے اسکو آنکھون سے نہان کرلون

کبھی تارون بھری راتون مین یون بھی غور کرتا ہون
دلِ تاریک کو کیسے حریفِ کہکشان کرلون

اثر جب ہاؤ ہوئے رندِ مے آشام سنتا ہون
یہی جی چاہتا ہے بیعتِ پیرِ مغان کرلون

اُردو زبان کی قدامت

(نوشتہ جناب حکیم برہم صاحب اڈیٹر اخبار "مشرق" گورکھپور)

محترمی جناب حکیم برہم صاحب اڈیٹر اخبار مشرق گورکھپور کے نام نامی، اُنکے علمی و ادبی خدمات اور اُنکے جوہر انشاپردازی سے کون ہے جو واقف نہین۔ ذیل کا مضمون اُنہین کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ اِس مضمون مین آپنے اُردو زبان کی قدامت پر بہت کچھ بحث کی اور روشنی ڈالی ہے۔ اور الفاظ و محاورات کے عدم صحت اور بیجا استعمال کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ ایک حد تک آپکے محققانہ خیال کی اعلیٰ مثال ہے۔ ہم اپنی رائے کو ابھی محفوظ رکھتے ہین۔ امید ہے کہ دلدادگانِ اُردو اِس مضمون پر کافی غور فرمائینگے۔ اور ملک کے اساتذۂ فن اور محققانِ ادب کافی توجہ کے بعد اپنی بیش بہا رایون سے "مرقع" کو زینت دین گے۔ تاکہ مجھے بھی اپنے اظہار خیال مین کافی امداد ملے۔ — اڈیٹر

مین نے دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء مین ایک مضمون اُردو زبان پر لکھکر "انجمن ترقیِ اُردو" کی کانفرنس کے لئے لکھنؤ بھیجا تھا۔ مگر اب خیال آیا کہ اُسمین ایک اہم بات لکھنے سے رہ گئی تھی۔ وہ مضمون اِس وقت میرے سامنے نہین ہے۔ ممکن ہے کہ مولانا ظفر الملک (اڈیٹر "الناظر" لکھنؤ) کے پاس ہو۔ آج اُس فروگزاشت کو پورا کر رہا ہون یعنی میری رائے مین

اُردو قدیم زبان ہے

مگر خوف معلوم ہوتا ہے کہ جو اصحاب اُردو کو دو تین صدی کی پیداوار کہتے ہین، وہ خفا نہ ہو جائین۔ میری رائے اِس معاملہ مین جُدا ہے، اور یہ رائے میری عقل آرائی پر منحصر نہین ہے، بلکہ اُردو کے متعلق جتنی کتابین لکھی گئی ہین اُنکے پڑھنے کے بعد مین اِس نتیجے پر پہونچا ہون کہ

اُردو زبان اِس مُلک کی قدیم زبان ہے

اُردو زبان بیشک برج بھاشا سے نکلی ہے۔ اور کہتے ہین کہ بھاشا کی عمر ایک ہزار سال سے بھی کم ہے۔ مگر تنقیح طلب یہ ہے کہ برج بھاشا کی عمر صحیح کہی جاتی ہے، یا غلط؟

دراصل ہندوستان مین آرین قوم کو آئے ہوئے پانچ ہزار سال سے کم و بیش زمانہ گزرا۔ اِن آنے والون کی صورت اور معاشرت یہ تھی کہ رنگت مین سُرخ سفید۔ گورے چٹّے۔ خوبصورت ہاتھ پاؤن والے تھے۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ آرین قوم کی ایک شاخ یورپ گئی۔ ایک یونان ایک چین و تبّت۔ ایک ہندوستان آئی ایک اپنے قدیم خطے ایران مین رہ گئی۔

آرین قوم جو ہندوستان آئی، اُسکی نسبت میرا قیاس اُسکے طور و اطوار اور معاشرت و خودداری کی روایتون کو دیکھتے ہوئے یہ ہے کہ وہ برہمن تھے۔ اور اُنہون نے جیحون سیحون کو طے کر کے جب اِس سرزمین پر قدم رکھا اور یہان کی قومون کو مغلوب کر لیا۔ اُنہون نے اپنی سیادت قائم کرنے کو ذات پات کی تقسیم کر دی۔ خود سردار بنے اور اپنی خودداری کو اِس حد تک سراہا کہ اپنی زبان کو بھی یہان کی قومون کو ہاتھ لگانے نہین دیا جس طرح کھانے پینے اور ازدواج سے یہان کی قومون کو الگ رکھا۔ اُسی طرح زبان کو انکی دستبرد سے محفوظ رکھا۔ مگر قدرت کے اِس فیصلے کے خلاف کیا کر سکتے تھے کہ تبادلۂ خیالات اور روزمرہ کے ضروریات کے لئے یہان کے باشندون سے بات چیت، خرید و فروخت مین مجبور ہو کر یہان کی بول چال اور اپنی بول چال کو ملانا اور ایک نئی زبان پیدا کرنی پڑی یہ اصول مسلم ہے کہ زبان کو کوئی پیدا نہین کرتا۔ زبان خود پیدا ہوتی ہے

اس لئے یہان کی زبان کو اُنہون نے پراکرت کا لقب دیا۔

پراکرت عوام الناس کی زبان کو کہتے ہین۔ یہ گنواری خطاب غالباً غیر آرین کا دیا ہوا ہے۔ محکوم قوم پر ہمیشہ اسی طرح فاتح قوم کا سکہ جاکیا ہے۔ دیکھ لو آج انگریزی زبان کیا کر رہی ہے اور ہندوستانی زبانین کس حالت مین ہین۔ جب مسلمان آئے تو چند ہی روز کے بعد یہان کی قومون نے فارسی اور عربی مین کیسی قدرت حاصل کر لی تھی۔

برہمن قوم کے سوا میری رائے مین اور اقوام ہند آرین نہین ہین اور اقوام یقیناً ہندوستان کی قدیم قومون کے مستند اور شریف افراد ہین اگر برہمنون کے سوا اور قومین بھی آرین ہوتین تو وہ یہ تفریق کبھی گوارا نہ کرتین کہ ایک سردار بنے اور باقی سب غلام بن کر رہین۔ اور بہادر چھتریون سے تو اسکی امید ہی نہین ہوسکتی تھی۔ انہین اقوام ہند مین جو سردار اور شریف قومین تھین وہ تو باقی رہ گئین اور بکثرت جاہل مزدور پیشہ جنگلون اور پہاڑون مین بھاگ گئین جنکی نسلون مین بھیل وغیرہ ہون تو تعجب نہین۔

غرضکہ پراکرت زبان کی ترقی ہوتی گئی اور زمانے نے جناب بودھ کو پیدا کر دیا جو تخت شاہی چھوڑ کر مساوات کے قانون پر کاربند ہو گئے اور سب کے پہلے اُنہون نے دیو بانی زبان سنسکرت پر حملہ کیا تاکہ راجہ پرجا کی کوئی تفریق نہ رہے۔ اور ایک زبان سارے ملک مین استعمال کیجائے۔

اِس طرح امیر وغریب سب پراکرت کی ترقی مین مصروف ہو گئے۔ اور اس متحدہ زبان مین شائستگی اور سیدھا پن بڑھنے لگا۔ کیونکہ اب یہ درباری زبان ہو گئی تھی اور درباری اور کاروباری زبان مین شاعرانہ تخیلات اور صنائع بدائع اور استعارات نہین ہوا کرتے۔

روزمرہ کی کاروباری زبان کے لئے سیدھی سادی سی بول چال رواج پاتی ہے۔ جب جناب شنکر اچاریہ کا دور دورا ہوا تو اُنہون نے پھر قدیم آرین کے ضابطے نافذ کر دیے اور سنسکرت کا زور بڑھا۔

تاہم پراکرت زبان کو جناب شنکر اچاریہ مٹا نہین سکے اور آخرکار اِس نے برج بھاشا کی نئی شکل تو نہین مگر کچھ صورت بدل دی اور اب برج بھاشا کی حکومت ہو گئی اور تمام ملک مین یہ زبان فصیح سمجھی جانے لگی کہ اسلامی فتوحات کا پھریرا لہرانے لگا اور تبادلۂ خیالات کے لئے مسلمانون سے یہان کے باشندے بھی اُسی طرح مجبور ہوئے جس طرح آرین قوم مجبور ہوئی تھی۔

مسلمان چونکہ حاکم و محکوم مین اس قسم کی سطحی تفریق پسند نہین کرتے تھے اس لئے اُنہون نے فارسی کے تحفظ کی کوشش نہ کی نہ یہان کی قومون کو مجبور کیا کہ وہ خواہ مخواہ اپنی زبان چھوڑ کر فارسی ہی اختیار کرین۔

مگر قدرت کے قانون کے موافق تبادلۂ خیال سے برج بھاشا مین فارسی۔ عربی اور ترکی الفاظ اس طرح خلط ملط ہوئے کہ ایک نئی زبان پیدا ہو گئی۔ جو ایک زمانہ دراز مین سلاطین اسلامیہ کے دور مین ریختہ کے نام سے مشہور رہی۔

لیکن جب اس زبان مین زیادہ ترقی ہوئی تو اس نے "اُردو" نام اختیار کیا۔ جس طرح آرین نے اِس مخلوط زبان کا نام پراکرت رکھا تھا تاکہ اسکی ذلت ظاہر ہوتی رہے۔ اُسی طرح مسلمانون نے اِسکا نام اُردو رکھا۔ جو ایک لشکری زبان کہی جاتی ہے۔

اگر غور کیا جائے اور اُردو کی صرف و نحو پر غائر نظر ڈالی جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُردو کی بنیاد برج بھاشا پر ہے۔ تمام قواعد و ضوابط اُردو زبان مین برج بھاشا کے موجود ہین۔ صرف اسما و صفات عربی و فارسی سے لئے گئے ہین۔

میری رائے مین یہان کے دانشمند اور اہل الرائے ہندو مسلمانون نے غفلت کی۔ ورنہ پورے قواعد برج بھاشا کے لے لئے جاتے۔ اور عربی و فارسی کے جو اسما و صفات اب تک رائج ہین نہ باقی رہتے۔

لیکن یہ بات شاید اس لئے نہ ہو سکی کہ برج بھاشا کے قواعد بھی منضبط نہ تھے۔ اور اُسکی صرف و نحو بھی سنسکرت کے ضوابط پر مرتب ہوئی ہے۔ برج بھاشا مین ضوابط قدیم سے اس لئے نہ تھے کہ کسی زبان کے لئے

صرف و نحو کی ضرورت نہین ہوتی۔ نہ کوئی زبان قواعد و ضوابط کی پابند ہوسکتی ہے۔ اِس لئے کہ وہ ایک ملک کی زبان ہوتی ہے۔ ملک والے اُسکو بولتے ہین۔ جب کوئی دوسری قوم اُسکو حاصل کرنا چاہتی ہے تو اُسکے لئے اُسکے قواعد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اِس لئے اُردو کے قواعد بھی منضبط نہین ہوئے۔

سب کے پہلے انگریزون اور فرانسیسیون نے اُردو کے قواعد منضبط کئے کیونکہ انکو زبان حاصل کرنے کی ضرورت پڑی۔ اب یہ زبان ترقی کرنے لگی۔ اور یہ دائرۂ قواعد و ضوابط مین آگئی۔

اِس وقت ہندوستان اور برہما مین تین سو نوے زبانین مستعمل ہین۔ مگر جو فصاحت و بلاغت اُردو زبان کو حاصل ہے وہ کسی زبان کو حاصل نہین۔ اور سب سے بڑی بات اس زبان کو یہ حاصل ہے کہ اسکا جاننے والا ہر خطۂ ملک مین موجود ہے۔ اور اسکو اہل زبان چاہے نہ کہین۔ مگر زبان دان ضرور کہہ سکتے ہین۔

میری راے مین ہندو اسکے موجد، مسلمان اسکے مصلح، اور انگریز اسکے مربی ترقی دینے والے کہے جاسکتے ہین۔ اسمین شک نہین کہ ہندو مسلمانون نے اسکی خدمت جیسی کرنی چاہی تھی، نہین کی۔ اگر انگریز اسکو ترقی نہ دیتے تو آج یہ زبان اتنی مقبول نہ ہوتی۔

اُردو کو علمی زبان بنانے مین مسلمانون نے بڑی غفلت کی کیونکہ علماے اسلام نے اسکو مبتذل سمجھکر فارسی تالیف و تصانیف کا ذخیرہ پیدا کردیا۔ اور اطباے اسلام نے بھی جہان تک طبی کتابین لکھین وہ زیادہ تر فارسی مین لکھین۔

اسکی ترقی آغاز کی بنا پر اسکے دو مرکز قرار پائے۔ ایک دہلی دوسرا لکھنؤ اور اس مین شک نہین کہ باوجود باہمی اختلافات کے اہل دہلی و لکھنؤ نے اسکو معراج ترقی پر پہونچا دیا۔

مگر اُردو کے آخری عہد کی ترقیون نے اسے نہ دہلی کے قبضے مین رکھا ہے اور نہ لکھنؤ کے بس مین۔ اب اُردو سارے ہندوستان کی زبان ہے۔ بنگال۔ بہار۔ پنجاب۔ وسط ہند۔ بمبئی اور مدراس سے شعراے خیال آفرین اور ادیبانِ نکتہ بین پیدا ہورہے ہین جنکے کمالات انہین روز بروز دہلی و لکھنؤ کی غلامی سے آزاد کراتے جاتے ہین۔ خصوصاً جب سے خاکِ دکن مین اُردو یونیورسٹی قائم ہوئی عالم ادب اُردو کی شہریاری حضرت شہریار دکن خلد اللہ اقبالہ کے قبضۂ قدرت مین ہوگئی۔

مگر اُردو کی اِن ترقیون کے ساتھ ہی ساتھ ایک نئی خرابی پیدا ہوئی جس نے عالم سخن کے ادبی نظام مین عجیب خطرناک طوائف الملوکی کی شان نمایان کردی، اور خدا ہی ہے جو ہماری زبان مختلف المذاق دوستون کی کشمکش سے اپنی جان بچا سکے۔

اِن کشمکش مین سب سے پہلے اُردو ہندی کا جھگڑا ہے۔ اُردو کی تاریخ ہم اوپر لکھ چکے ہین۔ اور سچ پوچھیے تو اُردو صرف ہندو مسلمانون کے باہمی میل جول سے پیدا ہوئی، اور اُنکے اگلے اتحاد و اتفاق کی یادگار ہے۔ موجودہ سیاسی کشمکش نے ہندو مسلمانون مین اختلاف پیدا کیا اور اُنکی مخالفت نے اِس زبان کو جس طرح پہلے، دونون کی ہم صحبتی، ہم مذاقی اور ہم نشینی کی نہایت دلچسپ و سراپا خلوص محفل بنی ہوئی تھی۔ اب اسے لڑائی کا دنگل بنادیا۔ یہی ہوتا تو چندان بُرا نہ تھا۔ قیامت تو یہ ہے کہ ہندو اُردو کے پُرانے حق سے سبکدوش ہوکر اسکے دشمن بن گئے اور خود اپنے فرزند کے ساتھ ایسی سرد مہری ہے کہ باہمی عہد و پیمان ہوتے ہین، اور قسمین لائی جاتی ہین کہ اس زبان پر ع

ستم ہی کرنا۔ جفا ہی کرنا۔ نگاہِ الفت کبھی نہ کرنا

بدنصیب اُردو پر دوسری آفت یہ ٹوٹ پڑی کہ انگریزی تعلیم کی ترقی نے اُردو شعر و سخن کو مشرق و مغرب کے ادبی مذاقون کی جولانگاہ بنا دیا۔ اِس سے پیشتر فردوسی و انوری نظامی و خاقانی اور سعدی و جامی کا کلام پڑھ کر اُردو کے شاعر و ادیب پیدا ہوا کرتے تھے۔ ابیات

سمندر پار تعلیم پاکر اور کوپر و شیکسپیر اور ملٹن و ٹنیسن کا کلام پڑھ کے لوگ ہماری زبان کے شاعر و ادیب بننے لگے ہین - یہ مشرق زاعنقایان مغرب چاہتے ہین کہ اُردو نظم و نثر کو مغربی خصوصاً انگریزی شاعری بنا دین -

ہمین اس بات پر حیرت کرنے کی جراُت نہین - کیونکہ جو شخص زبان کے ادب و انشار کی تعلیم پاتا ہے اُسکا مذاق اُسکے دل و دماغ پر اِس قدر حاوی ہوجاتا ہے کہ پھر اُسے کسی مذاق و رنگ مین چاہے اپنی ہی زبان کے ہون مزہ نہین آتا -

لیکن یہ بتانے کی شدید ضرورت ہے کہ جس طرح ایک زبان کے قواعد صرف و نحو دوسری زبان کے صرف و نحو سے مطابقت نہین رکھتے - اُسی طرح ہر زبان کا ادبی مذاق بھی جُداگانہ ہوتا ہے - اُسی کا نتیجہ ہے کہ کسی کے فصیح ترین شعر یا بلیغ سے بلیغ نثر عبارت کا دوسری زبان مین لفظی ترجمہ کیجئے تو بالکل مہمل ہوجائیگا - ایک زبان کے ادب مین دوسری زبان کے تشبیہات و استعارات سے کام لینا نہایت ہی نازک اور دشوار کام ہے جو بجز چند خاص لوگون کے عام شاعرون اور نثارون سے ہرگز انجام نہین پا سکتا - اِس لئے کہ یہین اسیقدر کام نہین ہے کہ ایک زبان کے تشبیہات و استعارات فصیحانہ ترتیب الفاظ کو دوسری زبان مین منتقل کر لیے جائین بلکہ یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ وہ تشبیہین اور استعارے اور وہ بندشین اور ترکیبین اُس زبان کے محاورے اور اُنکی لفظی معنوی رعایتون سے کہان تک تعلق رکھتی ہین -

مین انگریزون اور اُنکی زبان کی عظمت جانتا اور اُنکے آگے سر جھکانے کو تیار ہون لیکن اسکے ساتھ یہ بھی کہتا ہون کہ اُردو خالص مشرقی زبان ہے، بھاشا - فارسی - عربی اور ڈریوی ڈین زبانین جب سے اُسکا خمیر بنا ہے سب مشرقی ہین - اور اسی خالص مشرقی اور مشرقی الاصل زبان کی شاعری کو اُس مغربی زبان کی زبان سے ملانا جن مین تضاد کی نسبت واقع ہوتی ہے صرف ایسے لوگون کا کام ہے جو دونون زبانون مین تبحر اور کمال کا درجہ رکھتے ہون -

ہر زبان کا ہر لفظ اپنے مطابقی اور تضمنی اور لازمی معنوی اور خصوصیات کے لحاظ سے اپنا جُداگانہ عالم رکھتا ہے - اسی طرح ہر زبان کی تشبیہون و استعارون کے خصوصیات و علائق کا ایک خاص حلقہ ہوتا ہے - لہذا زبان کے تمام لفظون اور بندشون کے مترادف و مماثل الفاظ کا ہاتھ آنا جو دوسری زبان کے لفظون اور استعارون وغیرہ سے مطابقت تامہ رکھتے ہون غیر ممکن ہے - ہمارے مغرب پرست ادیب انگریزی کی تشبیہون اور استعارون کا ترجمہ تو کر لیتے ہین مگر اُسکے تمام حسیات اور ثقلیات کی طرف سے چشم پوشی کرنے کی وجہ سے ہر خیال اور بندش کو ایسا بھونڈا - بے جوڑ اور بے ربط کر دیتے ہین کہ سارا جملہ غارت ہوجاتا ہے -

اِس سے انکار نہین کہ اُنھون نے انگریزی کی قابلیتِ اعلیٰ حاصل کر کے ہمارے تمام شعرا و ادبا پر امتیاز حاصل کر لیا ہے اور قابلِ احترام ہین مگر جو کام اختیار کیا ہے اُسمین انگریزی سے زیادہ مشرقی السنہ عربی فارسی اور اُردو کی اعلیٰ ترین لیاقت حاصل کرنے کی ضرورت ہے جس سے وہ عموماً بے بہرہ ہین - مثال کے طور پر چند نمونے پیش کرتا ہون جن مین انگریزی کی تقلید مین اُردو کی مرمت کی گئی ہے - اِس لئے کہ ایسے تصرفات کو مین اصلاح نہین کہہ سکتا -

ایک جدید ناول "شباب کی سرگزشت" اسوقت میرے سامنے ہے - چند ہی صفحات کے مطالعہ مین یہ الفاظ نظر پڑے - "ناخوش نصیب کامیابی حیاتِ منجمد" کامیابی سے خوش نصیبی کو ہمارے ادب اُردو مین اور ہماری زبانِ اُردو مین کوئی نسبت نہین ہے - حیات کو پانی کی طرح جم جانے سے کوئی علاقہ نہین ہے -

اتفاقاً رسالہ "اُردو" (اورنگ آباد دکن) کے دو نمبر بھی میز پر پڑے ہوئے مل گئے - ایک اکتوبر ۱۹۲۳ء کا - دوسرا اکتوبر ۱۹۲۴ء کا - پہلے کے صفحہ ۵۴۷ پر ہے "پرندون کی طرح شعر الاپنا" پرندے فارسی اور اُردو مین گانے والے ہوتے ہین - شاعر نہین ہوتے

اسی صفحہ پر ہے۔ "سخن فہم نوع"
سخن فہم گروہ۔ سخن فہم طبقہ کہ سکتے ہین نوع ایک نفظی اصطلاح ہے۔ اور قسم کے معنون مین مستعمل ہے لیکن اس محل پر بالکل بھونڈا ہے۔

صفحہ ۹۴۵ پر ہے۔
"تنقید کی صحیح چٹک والے لوگ"

اوّل تو عربی مین تنقید کا لفظ اس معنی مین غلط ہے۔ عربی مین نقد کہینگے تنقید نہین کہ سکتے۔ اور جب عربی مین غلط ہے تو اُردو مین بدرجۂ اولیٰ غلط ہے۔ اسکے بعد "چٹک" کا لفظ اس محل پر بالکل مہمل ہے۔

اسی صفحہ پر ہے۔ "سماجی زندگی"
سماج کا لفظ پہلے نہ تھا، بلکہ غالبًا ہند مین اس محل پر "سبھا" کہا جاتا تھا۔ سماج کا لفظ پہلے پہل آریہ سماج والون نے اختیار کیا۔ اب لفظ کو ایک طبقہ یا گروہ یا جماعت کے محل پر بیکر ایک انوکھی بندش پیدا کرنا۔ مین نہین کہ سکتا کہ اُردو کے عالم مین کیا طوفان خیز ہوگا۔

دوسرے نمبر کے صفحہ ۴۰ پر ہے۔
"ترنم ریز" نغمہ کو فارسی اُردو مین بجز نغمہ خیز کے کبھی "نغمہ ریز" یا "ترنم ریز" نہین کہا۔ علاوہ برین "ترنم" ایک عربی فعل ہے۔ جسکو اسم قرار دیکر اُسمین دوسرا فعل لگانا نحوی طور پر بھی غلط ہے۔

اسی صفحہ پر ہے۔
"گرنے لگی چھم چھم پھوہار"۔ اُردو مین پھوہار گرتی نہین، پڑتی ہے۔ جھم جھم یا چھم چھم مین ایک خاص قسم کی آواز ہونا شرط ہے اور پھوہار مین کسی قسم کی آواز نہین ہوتی۔

بہرحال مغربی مذاق کا جدید طبقۂ شعرا و ادبا، اُردو مین ایسے نامناسب اور غلط تصرفات کر رہا ہے جس سے اُردو زبان اور اُسکی شاعری بجائے درست ہونے کے غارت ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور صرف شاعری ہی پر موقوف نہین، نثر اُردو کو بھی یہ طبقہ خوب بگاڑ رہا ہے اور صرف اتنی سی بات کے لئے کہ انکے ہوا خواہ یہ کہین "خوب رنگ نکالا ہے۔ بہت اچھی اُردو لکھتے ہین"۔ درصل یہی سامان اُردو کو بگاڑ رہے ہین۔ سیدھی سادی شاعری اور شستہ رفتہ زبان مین نئی نئی جدتین کر کے بعید از فہم کر رہے ہین۔ حالانکہ یہی ریختہ سلطانِ تغلق کے وقت مین اگر آدھی فارسی آدھی بھاشا سے مرکب تھا تو آج شہنشاہ جارج پنجم کے وقت مین بہت صاف اور آئینہ کی طرح روشن بھاشا کا جوہر ہے اور اب انہین عربی فارسی سنسکرت کے غیر مانوس الفاظ و لغت بھرنے کی ضرورت نہین ہے۔

اس موقع پر یہ لکھنا بھی میرا فرض ہے کہ ہندوستان مین کئی موقت الشیوع رسالے ادب اُردو کے نکلے اور اب بھی کئی نکل رہے ہین جو آج موجود نہین ہین۔ انکی موت کی وجہ اور جو موجود ہین اور کافی اشاعت نہین رکھتے انکی کس مپرسی کے اسباب پر غور کرنا چاہیئے۔

"مرقع" ایک خاص اہتمام و شان استغنا سے نکالا جا رہا ہے خدا نظرِ بد سے بچائے۔ مگر اسکے قابل و فاضل ادیب محترم سے یہ کہنا ہے کہ ادب کے صرف یہی معنی نہین ہین کہ مضامین نثر و نظم ہی تک ادبیت محدود ہو بلکہ زبان کی تہذیب اور شایستگی بڑھانے اور حق زبان ادا کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ صحت زبان کے قواعد و ضوابط کا پورا لحاظ رکھا جائے اور ایک مستقل بحث ہوتی رہے تاکہ غیر اقوام جو اُردو کو جاننا اور سیکھنا چاہین انکے سامنے صحیح صحیح الفاظ و لغات اور محاورے آئین اور جو سیلابِ عظیم اُردو کے خلاف ہر خطۂ ملک سے آ رہا ہے اُس سے محفوظ رہین۔

آخر مین میری دعا ہے کہ "مرقع" زبان اُردو یا ہندوستانی زبان کا رہنما ثابت ہو۔ اسکے گرامی قدر اڈیٹر جناب وصل کی توجہ پہلے دن سے زیادہ آخری دن تک ایسی ہی رہے اور جس طرح بہت سے قابلِ قدر رسالون پر آج اشکِ حسرت ہم بہا رہے ہین، اسکے لئے خوشی کے آنسو آنکھون سے نکل آئین۔

حکیم برہم۔

افکارِ تازہ

(از حضرت عابد بی اے - مدیر رسالۂ "ہزار داستان" لاہور)

بارشِ انوار سے ہے برق جمالِ طور ہے　　جلوہ گاہِ نازمین ہر ایک شی مخمور ہے

مجھ سے بہتر کون سمجھے رازِ جبر و اختیار　　ایک دل ہے وہ بھی خوئے عشق سے مجبور ہے

غرق ہے رنگینیون مین عشرتِ شامِ وصال　　عشق کیا مسرور ہے سارا جہان مسرور ہے

کچھ حقیقت بھی ہو پائے جنون ہے سست گام　　کچھ مصیبت یہ بھی ہے لیکن منزل دور ہے

تم نگاہون مین لئے ہو مستیِ فردوسِ عشق　　کوئی شاعر دیکھ لے تمکو تو کہدے حور ہے

"گوش مہجورِ پیام و چشم محرومِ جمال"　　عشق مین تو زندگی کی زندگی مہجور ہے

اِن سے مین اندوہِ فرقت کی کہانی کیا کہون　　لاکھ کہنون کا یہ کہنا ہو کہ دل رنجور ہے

مین کسی سے آپکی رنگین ادائی کیا کہون　　دل مین بیٹھے ہین مگر منہ پر نقابِ نور ہے

لرزشِ پیہم سے رقصان ہوگئے ہین دل کے تار　　نغمۂ غم سے ربابِ عاشقی معمور ہے

اسکے آگے رائگان جاتا رہا عابد کا عجز
کہدیا اُس نے کہ حُسنِ شعر پر مغرور ہے

(از جناب جلال الدین اکبر صاحب اکبرؔ)

رنگ یہ تیری نوجوانی کا　　اِک تماشا ہے دل ستانی کا

ہوکے رُسوا رہا نہ کچھ بھی خیال　　راز داری کا راز دانی کا

عشق مین طے نہ ہوسکا قصہ　　اَرِنِی اور لَن تَرَانِی کا

ہوگئے ایک مہربان سے جُدا　　مِٹ گیا لُطف زندگانی کا

رشکِ دشمن سے کچھ نہین حاصل　　ہان تقاضا ہے بدگمانی کا

کچھ عجب چیز تھی وصال کی رات　　لطف اک بُت کی میہمانی کا

ہے مرا امتحان مدِ نظر　　اِک بہانہ ہے سرگرانی کا

ہے غمِ دوست کیا وہ شے اکبرؔ
جس پہ دھوکا ہے شادمانی کا

مرقعِ جذبات

از جناب ظہیر حسین صاحب رضوی ایم اے (علیگ)

ناظرین غالباً ہمارے فاضل مضمون نگار کے نام سے ناآشنا نہ ہونگے۔ علمی جرائد مین اکثر آپکے مضامین نظر سے گزرے ہونگے۔ اس لئے آپ کی ذات زیادہ تعارف کی محتاج نہین۔ آپ دورِ حاضر کے ایک ممتاز انشا پرداز ہین۔ ذیل کے مضمون سے ناظرین اسکا اندازہ کرینگے کہ آپ نے فلسفیانہ مضامین کو کس حُسن سے اپنی عبارت مین ادا کیا ہے۔ **اڈیٹر**

انسان مدنی الطبع ہے۔ اور بغیر تمدن ایک لمحہ کے لئے بھی خوشگوار زندگی بسر نہین کر سکتا۔ مل جُل کر رہنا اور ایک دوسرے کے دُکھ سکھ، رنج و راحت، ماتم و شادی مین شریک ہونا ایک ایسے ربطِ باہمی اور ذریعے کا محتاج ہے جو افراد کو متحد الخیال کر سکے۔ یا کم از کم محسوساتِ قلبی اور کیفیاتِ باطنی کا ترجمان بنکر خاطر خواہ اثر ڈال سکے۔ نطق یا زبان قدرت کی دی ہوئی وہ نعمت غیر مترقبہ ہے جو اس ضرورت کو بدرجۂ اتم پورا کر رہی ہے۔ اسکی غایت ہی یہ ہے کہ انسان اپنے مافی الضمیر کو دوسرون تک پہونچا سکے لیکن چند جو آپکو ایسے بھی ملین گے جو بدنصیبی سے اس بیش بہا آلہ پر قابض و قادر نظر نہین آتے۔ قوتِ گویائی ان مین مفقود ہے۔ آنکی زبان گوشت کے ایک بیجان ٹکڑے سے زیادہ حیثیت نہین رکھتی۔ کیونکہ اس مین وہ جوہرِ خصوصی موجود نہین جسے نطق سے تعبیر کرتے ہین۔ مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ مطلب اشارون اور کنایون مین ادا کر کے وہ اپنا کام چلا ہی لیتے ہین۔ اِن کا غم و غصہ، انکے جذباتِ انبساط و سرور، اور انکا مدعا چھپا نہین رہتا۔ انکے حرکات سکنات اور چہرے کے تغیرات صاف ظاہر کر دیتے ہین کہ انکے دل مین اس وقت کیا گزر رہا ہے۔

انسان کو جانے دیجئے۔ حیوانِ مطلق جو تمامتر فطرت کا محکوم ہے اور جسکی تمام ضروریات خود فطرت مہیا کر دیتی ہے، بظاہر نطق سے بے نیاز ہے اسے حاجت نہین کہ اپنی خواہشات کو، جنکا وہ اس قدر تابع فرمان ہے اپنے ہمجنسون پر زبان سے ظاہر کرے۔ وہ انکو روکنا بھی نہین جانتا۔ وہ فطرتاً مجبور ہے کہ ادھر خواہشات متحرک ہوئین اور ادھر انہین پورا کرنے کے لئے اپنی تمام قوتین صرف کر دین۔ مگر اسکے جذبات و حساسات بھی سب کے سب پوشیدہ نہین رہ سکتے۔ اُسکی آواز کا زیر و بم، نرمی اور کرختگی، سرعت اور ٹھہراؤ، اسکے ہر ہر عضو کی جنبش یا قرار، اور اُسکی نگاہون کا انداز خود ایک زبان ہے جو انتہائے بلاغت کے ساتھ ماجرائے دل بیان کرنے کے لئے کافی ہے۔ کُتا مالک کو دیکھکر اُچھلنے کودنے اور دُم ہلانے لگتا ہے۔ زبردست دشمن سے مرعوب ہوکر جسم سمیٹ لیتا اور نیچے جُھک جاتا ہے۔ کان اور دُم دبا کر بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ یا کمزور اور ہم پلہ حریف پر غرّا کر جھپٹتا ہے بدن پُھلا لیتا ہے اور اُسکا رُوان رُوان کھڑا ہو جاتا ہے۔ آنکھین اُبلنے لگتی ہین اور وہ قد و قامت مین پہلے سے کہین زیادہ بڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے یہ تمام بیرونی کیفیتین آئینہ ہین اسکے انبساط، خوف، یا غصہ کا۔

گھوڑا بالٹی کی آواز سنتے ہی سراپا انتظار بنکر ہنہنانا شروع کر دیتا ہے یا غصہ کے موقع پر دانت پیس کر کنوتیان پیچھے کو دبا لیتا ہے۔ اور دیکھنے والے سمجھ لیتے ہین کہ اس پر کونسی حالت طاری ہے۔ یہان یہی خارجی علامات وہ کام کرتی ہین جو زبان یا نطق سے مخصوص ہے۔ اور زبان خود مجموعہ ہے بامعنی الفاظ کا، جو مختلف کیفیات، واقعات، اور اشیاء کو آسانی اور اختصار کے

ساتھ ظاہر کرنے کے لئے علامت کے طور پر مقرر کر لئے گئے ہین - علامات صوتی ہون یا کسی اور قسم کی، از خود زبان ہین - اور ترجمان باطن کہی جا سکتی ہین کسی مشہور کارخانے کا نشان امتیازی آپ جس چیز پر دیکھینگے فوراً سمجھ لینگے کہ یہ اسی کارخانہ کی بنی ہوئی ایک چیز ہے - یہان اس پر الفاظ مین کچھ لکھا ہو یا نہ ہو، یہ علامت ہی بذاتہ ایک پُر معنی جملہ ہے جو ظاہری الفاظ کے جامے سے معرا سہی لیکن اس تجربہ کی بنا پر جس نے اسمین چند مخصوص مفہوم پوشیدہ کر دئیے ہین علی الاعلان اپنے صانع کا پتہ دے رہا ہے -

اسی طرح ہر ذی حیات کے تغیرات جسمانی جو زیادہ تر اسکے ذہنی تغیرات کے زیر اثر اور مطابق ہوتے ہین، معانی سے خالی نہین کہے جا سکتے - تھوڑے سے تجربے کے بعد آپ ان سے اندرونی کیفیات کا پتہ چلا سکتے ہین - یون تو ہر عضو محسوسات قلبی سے اثر پذیر ہوتا ہے - لیکن ان مین سب سے زیادہ ذکی الحس جو چیز ہے وہ انسان کا چہرہ ہے - اور اسمین بھی آنکھین ایک ممتاز اور اہم حیثیت رکھتی ہین - حیوانات کے چہرے بشرے اور ساخت اس قدر اختلاف نہین رکھتے جتنے انسان کے - انسانون مین دو شکلین بھی مشکل سے ایسی ملین گی جن مین سر مو فرق نہ ہو - یا جو بہ یک نظر ایک دوسرے سے جُدا نہ کی جا سکین - بھائی بھائی اور باپ بیٹے مین بھی وہ مکمل مشابہت نایاب ہے جو حیوانات کی پوری ایک نوع مین اکثر اوقات پائی جاتی ہے - یہان ایک دوسرے کا رنگ ملتا جُلتا ہے تو خد و خال مختلف ہین - آنکھ ناک ایک سی ہے تو وضع قطع مین زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے - اِس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ انسان کا چہرہ کتنی غیر محدود کیفیتین پوشیدہ رکھتا ہے اور کس قدر بیشمار تغیرات پیدا کرنے پر قادر ہے -

ادھر دل پر کوئی صدمہ پہونچا، یا رنج و الم کی گھٹائین اُمنڈ آئین اور اُدھر چہرے پر زردی چھا گئی - افسردگی ٹپکنے لگی - آپنے اکثر سنا ہوگا

"صورت ببین، حالت مپرس"

غور کیجئے تو اسکا ایک ایک لفظ حقیقت پر مبنی ہے - ایک ماہر اُستاد جماعت کے لڑکون سے جب کوئی سوال کرتا ہے تو فوراً تاڑ لیتا ہے کہ ان مین سے کس کس کو سبق یاد ہے - جو طالب علم یون ہی کورے آکر بیٹھ جاتے ہین، عجیب سراسیمگی، گھبراہٹ، اور چیخم مین پھنسکر بغلین جھانکنے لگتے ہین - پریشانی کے آثار خود بخود اُنکے چہرون پر نمایان ہو جاتے ہین - اور وہ کسی طرح انہین پوشیدہ نہین رکھ سکتے -

غلبۂ خوف کا یہ اثر ہے کہ دَورانِ خون اپنے معمول پر نہین رہتا - چہرہ سپید پڑ جاتا ہے - بڑے بڑے سُراغ رسان اسی اثر کی مدد سے سنگین سے سنگین جرائم کا پتہ لگا کر شہرت حاصل کر لیتے ہین - انکے سامنے ایک مجرم ضمیر چھپائے نہین چھپ سکتا - وہ آدمی کی چال ڈھال، رفتار گفتار، اور نگاہون سے پہچان لیتے ہین کہ اسکے سینے مین کس قسم کا دل ہے -

اسی طرح جذبۂ انفعال پسینہ کی شکل مین نمودار ہو کر رہتا ہے - شرم سے پانی پانی ہونا کون نہین جانتا - عرقِ ندامت ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے اور غصہ کی وجہ سے کف بدہن، چین بہ جبین ہونا، خون مین جوش کا آ جانا، اپنے حرکات سکنات پر قابو نہ رہنا، اور تیز خونخوار نگاہون سے دیکھنا، سب سے زیادہ نمایان کیفیتین ہین جو عام طور پر حیوانون مین بھی پائی جا سکتی ہین -

اپنی محبوبہ کے اس سوال پر کہ "غصہ کہتے کسے ہین؟" ایک سرشارِ محبت کچھ عجیب عالم مین جواب دیتا ہے -

"جس وقت بیخودی مین کوئی ایسا لفظ میری زبان سے"
" نکل جاتا ہے، جسے نازک مزاجی کی وجہ سے تیرے کان گوارا"
" نہین کر سکتے، یا جب میرا قلم مستانہ وارمبیاکی سے وہ بیقاعدہ"
" لکیرین اور نقوش کھینچ دیتا ہے جسکو پاکیزگی فطرت کے باعث"
" تیری نیمباز آنکھین دیکھنا نہین چاہتین - یا جس دم عالم وجد"
" مین کسی ایسی حرکت کا مین مرتکب ہو جاتا ہون جس پر تیری"
" رعنائی اور غرورِ حُسن گستاخی کا الزام لگائے بغیر نہین رہ سکتے"
" تو اس وقت زرا سوچ تو سہی، تیری کیا حالت ہوتی ہے - تیری"

" پیشانی پر بل . . . . نہین - نہین - بلکہ تیرے خورشید "
" حُسن کی چند شعاعین، تیرے عمّارِ جمال کی چند لہرین لوٹنے "
" لگتی ہین - تیری نرگس بیمار کے محافظ یعنی ابروے خمدار تن کر "
" زرا اوپر کھنچ جاتے ہین - تیرے تیر مژگان سیدھے ہو کر نشانہ "
" لگانے پر ایسے تُلے ہوئے نظر آنے لگتے ہین کہ شیرون کی "
" آنکھین بھی جھپک جاتی ہین اور سامنے آنے کی جُرأت نہین رہتی - "
" تیری چشم مست ناز مین ایک خاص روشنی اور چمک پیدا ہو جاتی "
" ہے، جو بس چلے تو لاکھون خرمنون پر بجلی گرا دینے کو تیار اور "
" قابو پائے تو ہزارون پہاڑون کو جلا کر سرمۂ نور بنا دینے پر "
" آمادہ ہو جائے - نیم شگفتہ، نرگسِ شہلا جو حیا سے ہر وقت مائل "
" بزمین نظر آتی ہے اب کھل کر ایک چھلکتا ہوا ساغر بنجاتی ہے - "
" اور اس مین وہ مے لالہ فام موجین مارنے لگتی ہے جس کا "
" ایک ایک گھونٹ نشہ کے سیکڑون بادل بنا دینے پر قادر اور "
" مستیون کی بیشمار بارشین برسا دینے کو کافی ہے - لبِ لعلین "
" جنبش مین آنا چاہتے ہین، اور نہین آسکتے - رخسارِ آتشین "
" دہکنے لگتے ہین، اور تیرا رنگ صبح بہار کی خونین شفق سے "
" کہین زیادہ سُرخ ہو جاتا ہے - تو کانپ اُٹھتی ہے - تن کر سرو قد "
" کھڑی ہو جاتی ہے، ادھر اُدھر ٹہلنے لگتی ہے اور پھر یکبارگی "
" بیٹھ جاتی ہے - تو چاہتی ہے کہ جو چیز تیرے سامنے آئے اُسے "
" نیست و نابود کر دے - تجھے اُمنگ ہوتی ہے کہ دُنیا کا تختہ ابھی "
" اُلٹ کر رکھ دون . . . . "

" کیون ؟ اب بھی سمجھی کہ نہین ؟ اے تجاہلِ عارفانہ سے "
" پوچھنے والی ! " غصہ کسے کہتے ہین " ؟
" حکما اور فلسفی کچھ بھی کہین - مین تو تیری اس ادا ہی کو "
" غصہ کہونگا . . . . "

یہ خوشنما اور پر جلال تصویر پیش کر کے مین دکھانا چاہتا ہون کہ فطرت نے انسانی جذبات مین کچھ عجیب قوتین پوشیدہ رکھی ہین - جنکے باعث اسے متعدد اضطراری حرکات و سکنات کا مرتکب ہونا پڑتا ہے - اور چند در چند تغیرات جسمانی پیدا کئے بغیر نہین رہ سکتا - اِس لحاظ سے تمام جسم مین سب سے زیادہ تغیر پذیر انسان کا چہرہ ہے اور چہرے مین بھی لطیف ترین حصہ جو لطیف سے لطیف جذبے کا متحمل ہو سکتا ہے انسان کی آنکھ اور نگاہ ہے - سچ تو یہ ہے کہ ہر کیفیتِ باطنی الفاظ کے جامے مین سما بھی نہین سکتی - بعض بعض تو کچھ ایسی نازک واقع ہوئی ہین کہ زبان سے ہمکنار ہو کر اپنی شان بلکہ تمام ہستی کھو بیٹھتی ہین انکا اظہار اگر ہو سکتا ہے تو صرف نگاہون، اشارون، یا چہرے کی مختلف حالتون سے -

محبت بھری نگاہین جس نے دیکھی ہین، دیدۂ انتظار کا جسکو تجربہ ہے اور چشم شوق کی جسے شناخت ہے، صاف کہدیگا کہ یہ کیفیتین الفاظ مین ادا نہین کی جا سکتین - کیا آپ اُمید کی وہ جھلک اور یاس و حرمان کا وہ رنگ شکستہ حوالۂ قلم یا سپرد زبان کر سکتے ہین جو آنکھون مین اکثر نمایان ہو جاتا ہے - کیا دنیا کا بڑے سے بڑا ادیب یا شاعر ضخیم سے ضخیم تصنیف مین وہ مطلب ادا کر سکتا ہے جو حبیب و محبوب کی ایک نظر آن واحد مین ایک دوسرے سے کہہ جاتی ہے کہنے کو تو مین بھی یہی کہہ گیا :- ؎

ظہیر حشر مین کرنے نہ دی مجھے فریاد
ادائے عذر غضب چشم شرمسار مین ہے

لیکن کوئی صاحب چاہین کہ اس "چشم شرمسار" اور پھر اس "ادائے عذر" کی ہو بہو تصویر ایک ادیب کے الفاظ یا کسی نقاش کی رنگ آمیزیون مین بالکل وہی کیفیت اور اثر پیدا کر دے جسکا اظہار اس شعر مین کیا گیا ہے تو ایسے خیال مین قطعی ناامید ہونا پڑیگا - آپ خود اس یا اس قسم کے کسی اور شعر سے کتنا ہی لطفِ تصور اُٹھائین، لیکن صاحبِ نگاہ کا وہ سحر کار عالم اپنی تمام خوبیات کے ساتھ سامنے آ ہی نہین سکتا - اسے تو آنکھین براہ راست ہی کچھ دیکھ سکتی

ہین - اور اُسکے مرنے تو کچھ دل ہی دل مین لئے جا سکتے ہین - دیکھئے اس دوا نے کس خوبی سے اعترافِ جرم کیا، اور کس حسین انداز مین معذرت چاہی کہ خود فریادی سے اُلٹا پشیمان ہونے کے سوا کچھ بن نہ پڑا - کیا کوئی زبان بس فرض سے کسی طرح عہدہ برآ ہو سکتی تھی - کیا محض الفاظ قیامت تک یہ اثر پیدا کر سکتے تھے - توبہ کیجئے توبہ -

ایک مقرر کامیاب ہو ہی نہین سکتا - سامعین کو اپنا ہمخیال بنا ہی نہین سکتا، اگر وہ اپنے الفاظ مین اپنے حرکات و سکنات سے زور نہ پیدا کر دے - مطرب اچھے سے اچھا شعر گا جائے - مگر خاطر خواہ اثر نا ممکن ہے جبتک اُسکے چہرے کے تغیرات شعر کے مضمون کا ایک مجسمہ پیش نہ کر سکین ہوبہو تصویر کھینچ دینے اور صورت سامنے آجانے کے یہی معنی ہین جبھی تو شعر پڑھتے وقت اگر وہی کیفیت طاری کر لیجائے جو الفاظ مین پوشیدہ ہے تو اسکی تاثیر اور قدر و قیمت کہین سے کہین پہونچ جاتی ہے -

جرمنی کے مشہور ڈاکٹر لوئی کوہنی نے جو غسل کے ذریعہ سے علاج کرنے کا موجد ہے، چہرے کے مشاہدے کو ایک مکمل علم بنا دیا ہے چہرے کی بیرونی کیفیتین اور تغیرات اسکا موضوع ہے مقصد اس سے یہ ہے کہ ان علامات کو مدِ نظر رکھکر جسم کی اندرونی حالتون یعنی بیماری اور تندرستی کا پتہ لگایا جا سکے - اسکا قول ہے کہ صرف چہرے کو دیکھکر تمام انسانی امراض معلوم ہو سکتے ہین نبض دیکھنے یا کوئی آلہ لگانے کی ضرورت باقی نہین رہتی بشرطیکہ اس طریقۂ تشخیص کی پوری پوری مہارت پیدا کر لیجائے -

ہمین یہان اس خیال کی تائید یا تردید کرنے کی ضرورت نہین مگر یہ بہرصورت تسلیم کرنا پڑیگا کہ جسم اور روح و دماغ مین ایک فطرتی ارتباط اور وابستگی ضرور پائی جاتی ہے - یہی وجہ ہے کہ ہر ذہنی حالت انسانی چہرے پر اپنا اثر ضرور ظاہر کر دیتی ہے - اور ہر تغیر باطن کے ساتھ ساتھ بیرونی تغیرات کا ظہور پذیر ہونا ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے - محسوسات کتنے ہی پیچیدہ اور لاتعداد ہون، چہرہ خود اپنی کیفیات خارجی کا آئینہ مین ان مین سے ہر ایک کا عکس قبول کر لیتا ہے - وہ مظہرِ باطن کہا جا سکتا ہے - وہ ایک مرقع ہے جسمین جذباتِ مختلفہ کی ہر ادنیٰ سی ادنیٰ تصویر اپنی پوری پوری رنگینیون کے ساتھ موجود رہتی ہے -

ظہیر رضوی
ایم اے (علیگ)

پیام خورشید

"یہ تگاپوئے دمادم زندگی کی ہے دلیل"

(اقبال) خضر راہ

ڈوبتا جاتا تھا اور کہتا تھا مجھ سے آفتاب | گردش پیہم مین مضمر ہے مرا رازِ حیات
"تو جمودِ غفلت افزا پر عبث مسرور ہے | زیست ساکن ہو تو پھر بے سُود ہے سازِ حیات
اُس طرف ساکن ہوا دل اس طرف موت آگئی | قلب کی حرکت ہی کا ہے نام آوازِ حیات

سعیِ پیہم مین نہان ہین بے خبر رازِ حیات
جسم کو جنبش دے اور پھر دیکھ اعجازِ حیات

(ڈاکٹر) سید محمد یاسین ہاشمی ایم اے - ایل ایل بی وکیل غازیپور

مشاہدۂ فطرت اور شاعری

(از جناب مولوی عبدالباری صاحب آسی)

جناب مولوی عبدالباری صاحب آسی اُن مغتنم ہستیوں سے ہیں، جن سے ادبی و علمی دنیا کو بہت کچھ فائدہ کی اُمید ہے۔ آپ ہمیشہ علمی خدمات میں مصروف رہتے ہیں۔ اور یہی آپ کا فطری ذوق اور شغلۂ خاص ہے۔ آپکی تالیفات و تصنیفات بہت کچھ شہرت حاصل کر چکی ہیں "مشاہدۂ فطرت اور شاعری" کے عنوان کے تحت میں جو مضمون آپ کا درج کیا جاتا ہے اُس سے ناظرین خود آپکی قابلیتِ خاص، علوِ خیالی، مضمون آفرینی اور وسعتِ نظر و معلومات کا اندازہ کرینگے۔ (مدیر)

جہان تک بیان کیا گیا ہے ماہرین اور محققین فن نے تخیل کو شاعری کے لئے بیحد ضروری بتایا ہے۔ اور اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے کہ بغیر تخیل کے شاعری نہ صرف ایک مرغ پر شکستہ ہی سے مثال دی جاسکتی ہے بلکہ جہان تک خیال اور قیاس کیا جاتا ہے شاعری تخیل کے بغیر ناممکن ہے تخیل کی قسمیں مختلف ہو سکتی ہیں اور اصناف شاعری کو ان پر یا انکو مختلف اصناف شاعری پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ مگر اس مختصر مضمون کی چند سطور میں جو کچھ لکھنا ہے وہ اُس عنوان یا اُس سُرخی سے متعلق ہے جو ہم اول میں درج کر چکے ہیں۔ اس واسطے اِس غیر ضروری بحث کو کسی دوسرے وقت فرصت کے لئے اُٹھائے رکھتے ہیں۔ اِس وقت ہمکو بتانا یہ ہے کہ تخیل بذات خود ایک ایسی چیز ہے جسکا وجود عدم کے برابر اور ہونا نہ ہونے کے مثل ہے۔ اِس لئے کہ تخیل اس قدر اجزا سے مرکب ہے کہ اگر انکو اُس سے علیحدہ کر دیا جائے۔ تو اُسکی ہستی نیستی کے قعر مذلت سے کچھ ہی دور رہ جائیگی۔

شاعر کی تخیل کو بہت سی چیزیں مدد دیتی ہیں منجملہ انکے۔ مطالعۂ فطرت اور مشاہدۂ قدرت اسکے لئے اِس قدر موثر ثابت ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ کوئی دوسری چیز نہیں ہوتی۔

میری ذاتی رائے نہیں ہے بلکہ اکثر محققین کا یہی خیال ہے کہ انسان خیالات اور اُسکی بلند پروازی کی بنیاد محض اُسکے مشاہدے پر ہے حتی کہ خواب کے متعلق بھی تحقیقات کی گئی تو یہی معلوم ہوا کہ انسان وہی باتیں خواب میں دیکھ سکتا ہے جو کبھی اُس نے عالم بیداری میں بھی دیکھی ہوں۔ جب یہ ایک کلیہ ہو گیا تو یہ کہتے ہوئے کوئی باک نہیں ہو سکتا کہ انسان کو ان باتوں کا خیال ہی نہیں آسکتا جو اُس نے نہ دیکھی ہوں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بہت سی ایسی باتیں ہمارے خیال میں آتی ہیں جو ہم نے نہیں دیکھیں۔ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مطالعۂ فطرت صرف آنکھوں کی بصیرت پر منحصر نہیں ہے، بلکہ حواس خمسۂ ظاہری جس چیز کا ادراک اپنی کسی قوت سے کر سکتے ہیں اُسکو مطالعہ ہی کی حدود میں کہا جائیگا۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو کہنا پڑیگا کہ تخیل کی کمی پوری کرنے والی گو اور بھی چیزیں ہوں (اور ہیں) مگر سب سے بڑی چیز وہی چیز ہو جسکا جلی نام زیب عنوان ہے۔ یعنی مطالعہ۔

مثال کے لئے ہم آپکے سامنے ایک ایسے شاعر کو لاتے ہیں، جسکے دیوان کی تمام و کمال بنا صرف تخیل پر ہے۔ اُسکی جدت تخیل، اُسکی قوت بیانیہ، اُسکی قوت مدرکہ کی کوئی حد نہیں ہے، مگر ہم ثابت کرینگے کہ وہ بھی اپنی تخیل کو مطالعۂ فطرت سے علیحدہ نہیں رکھ سکا ہے۔

کون ایسا ہے جو ہندوستان کے سرمایۂ ناز شاعر ملا محمد طاہر غنی کشمیری سے ناواقف ہو۔ کون نہیں جانتا کہ وہ ایک پر کاہ سے ایک کوہ کے برابر فائدہ اُٹھاتے اور اُسکے کارآمد دلچسپ اور دلخوش کن نتائج پیدا

کرنے مین فرد یا اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ اُسکی تخئیل پتہ دیتی ہے کہ انسان کی فکرِ رسا کے بازوون مین وہین تک دم رہتا ہے جہان تک اُسکا طائرِ خیال پہونچتا ہے۔ وقت اور فرصت مساعد ہوتے تو ہم اُسکی تمام تر شاعری پر بحث کرتے، مگر ہمارا موضوع کچھ اور ہے، لہذا اُسکے دیوان سے ہم صرف انہین شعرون کا انتخاب کئے لیتے ہین جو اُسنے شراب کے متعلق لکھے ہین، اور اُس مین بتائینگے کہ بہت سی جگہ تخئیل کی کمی کو مشاہدہ اور مطالعہ نے پورا کیا۔ بہت سی جگہ تخئیل محض مشاہدے کی بدولت پیدا ہوئی۔ بہت سی جگہ تخئیل کی کمی دوسری چیزون سے پوری ہوئی۔ مگر مطالعۂ فطرت ہر جگہ اُسکے ساتھ رہا۔

ایک ہی قسم کے مضمون کے انتخاب سے ہمارا ایک اعلیٰ مقصود یہ بھی ہے کہ آج ہم نظر اُٹھاتے ہین تو ہمکو شاعری ایک تحصیل حاصل نظر آتی ہے جو ایک مرتبہ شاعر نے کہا ہے اُسی کو ادنیٰ تغیر کے ساتھ وہ بار بار کہتا ہے، اور یہ تخئیل کی انتہائی کمزوری ہے۔ اگر یہین تک اس طوفان کی حد ہوتی تو آنکھون کو زیادہ تکلیف اور کانون کو زیادہ زحمت برداشت نہ کرنی پڑتی۔ مگر زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ مشاعرہ مین ایک مضمون کو کہا جاتا ہے تو من اولہ الی آخرہ سب اُس مضمون کو اسی طرح کہتے ہین صرف الفاظ کا فرق ہوتا ہے۔ الفاظ ہی کی جدت ایک قابلِ بیان جدت باقی رہ گئی ہے۔ ورنہ

"چوگا دیکہ عصار چشمش بہ بست"

والا معاملہ ہے۔ بدقسمتی سے اگر کہین ایک قافیہ اس قسم کا مخصوص کر دیا جاتا ہے تو اس مین اِس سرے سے اُس سرے تک سب ہم آواز نظر آتے ہین۔ (پیمانہ) کو لیجئے اگر یہ قافیہ دیدیا جائے تو بہت کم ایسے مضمون ہون گے جو آنکھون۔ اور شراب کے ذکر سے خالی ہون اور معمولی سے فرق اور الفاظ کی اُلٹ پھیر کے سوا سب کے یہان وہی ہوگا جو ایک کے یہان سُنا ہے۔ یا نازک خیالی۔ اور مضمون آفرینی کوئی چیز ہی نہین ہے۔ یا اگر کوئی چیز ہے بھی اور اسکو قابلِ قدر جانتے بھی ہین تو ان لوگون کا مطالعۂ فطرت اتنا کمزور ہے جو شاعری کے لئے ننگ و عار ہے۔ برعکس اسکے، متقدمین کے یہان ایک ہی مضمون کو سو سو طرح کہا گیا ہے اور ہر جگہ دل و دماغ کو ایک تازہ لطف ملتا ہے۔ مین مثالاً (غنی) کو پیش کرتا ہون، کہتا ہے ؎

بہ بزمِ مے پرستان محتسب خوش عزتے دارد کہ چون آید بہ مجلس شیشہ خالی میکند جا را

یعنی مے پرستون کی محفل مین محتسب کی اتنی عزت ہے کہ جب وہ آتا ہے تو شیشہ اپنی جگہ خالی کر دیتا ہے اور اُٹھ جاتا ہے۔ لطافتِ مضمون کے علاوہ کیا کوئی منصف مزاج کہہ دیگا کہ یہ شعر اور اُسکی تخئیل بغیر مشاہدہ پیدا ہوگئی۔

شاعر نے دو باتین دیکھین ایک تو یہ کہ جب کوئی مجلس مین آتا ہے تو لوگ اُسکے لئے جگہ خالی کر دیتے ہین۔ دوسری جگہ اُس نے دیکھا کہ جناب محتسب کے میخانہ مین قدم رنجہ فرماتے ہی شیشۂ شراب اُٹھا دیا جاتا ہے۔ اِن دو مشاہدون سے ایک تخئیل پیدا ہوئی جو نظم کے سانچے مین ڈھل کر ایک فتنۂ قیامت بن کر نکلی۔ اور سُنئے ؎

بہ بزمِ مے پرستان سرکشی برطاق نہ زاہد کہ میریزند مستان بے محابا خونِ مینا را

یعنی محفلِ رندان مین سرکشی صرف طاق پر رکھے رہنے کے قابل ہے۔ کیونکہ رندانِ مست مینا جو اُنکو بہت پیارا ہے اُسکا بھی خون بہا دیتے ہین۔ اگر وہ طاق پر نہین ہوتا۔ یا بہ الفاظ دیگر اُسکی سرکشی طاق پر نہین ہوتی یہان بھی تخئیل مشاہدہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اُس مین الفاظ مناسب نے جان ڈالدی ہے۔ (سرکشی برطاق نہ) (خون مینا) وغیرہ سب قابلِ ذکر ہین۔ یا ؎

شود از شعلۂ آوازِ قلقل بزم می روشن سرت گردم مکن خاموش ساقی شمع مینا را

کہتا ہے کہ بزم مے کی روشنی صرف شعلۂ آواز صراحی پر منحصر ہے۔ لہذا دَورِ چلتا ہے۔ ظاہر ہے کہ رندون کی بزم مین آوازِ قلقلِ مینا آگ لگا دیگی، ورنہ افسردگی چھائی رہیگی۔ یہ آواز جسے شمعِ مینا بھی کہا گیا ہے اُسکو گل کرنا شمعِ محفل کو بجھانا اور محفل کو بے رونق اور بے نور کرنا ہے۔ اس شعر مین تخئیل کی زیادتی ہے۔ مگر الفاظ کا طلسم بندھا ہوا ہے اور برائے نام مشاہدہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ مگر اُسی معمولی مشاہدہ دَورِ بزمِ رندان پر شعر کی بنا ہے ؎

شیشہ ہا را محتسب از بسکہ بر دیوار زد کرد مینا کار آخر خانۂ خمار را

یعنی محتسب نے اس قدر شیشون کو دیوارون پر مارا کہ اُنکے ٹکڑے ٹکڑے دیوارون مین جگہ کر رہ گئے اور مکان مینا کار ہو گیا۔

بنائے تخئیل صرف اتنی مشاہدہ پر ہے کہ محتسب شیشون کو نہایت بیدردی سے دیوارون مین مارکر توڑ ڈالتا ہے۔ اور مینا کار مکان شیشے کے ٹکڑون ہی سے سجا یا جاتا ہے ؎

بعد مردن ہم نہ گردم سیر از صہبا کشی	مے بر خم نوشم چو گردم خاک در مینخانہا

اس مین نہایت نازک تخئیل ہے مگر پھر بھی مشاہدہ سے خالی نہین مطلب یہ ہے کہ مین مرنے کے بعد بھی شراب پیونگا۔

یہ خیال اس لئے پیدا ہوا کہ مصنف نے دیکھا کہ ہر شخص کے مرنے کے بعد اُسکا جسم نازک خاک ہو جاتا ہے۔ مگر اُسنے یہ بھی دیکھا کہ خاک سے خم بنائے جاتے ہین اور خم اکثر خاک پر رکھے رہتے ہین، اس طرح سے گویا اُس نے خاک کو شراب پیتے ہوئے دیکھا۔ اور عجیب غریب مضمون بنا کر پیش کر دیا۔ اور دیکھئے ؎

نتوان چو زاہد از رہِ خشکی بہ کعبہ رفت	کشتی بہ بحرِ بادہ روان می کنیم ما

اِس تخئیل کی بنا صرف الفاظ پر ہے۔ زاہد اور کشتی بادہ تخئیل کی جان ہین۔ مشاہدہ یہ ہے کہ مصنف جانتا ہے کہ سات سمندر پار کعبہ ہے، وہان جانا اور خشکی کی راہ جانا بہت دشوار ہے۔ دریائی سفر مین آسانی رہتی ہے۔ اسمین اگر شراب کا شوق و عشق سے استعارہ کر لین تو وہ بھی تخئیل کا سہارا دینے والا شمار کیا جائے گا ؎

ز بزمِ مے بردے محتسب کہ دستار	چو پنبۂ سرِ میناست بارِ خاطرِ ما

مشاہدہ یہ ہے کہ واعظ محتسب وغیرہ اکثر دستار بند ہوتے ہین شیشہ کا گاگ وغیرہ لگاتے ہین۔ رندون کے لئے بوتل کا بند رہنا بارِ خاطر ہے۔ اور اسی طرح دستارِ محتسب رندون کی بارِ خاطر ہے۔ تشبیہ اور تمثیل تخئیل کے زور کو بڑھا رہی ہے ؎

چو میلِ سُرمہ برآمد ز چشمِ جانان گفت	کہ سیرِ میکدہ شوید غبارِ خاطرِ ما

کہنے والے نے میلِ سرمہ یعنی سلائی جو سُرمہ مین بھری تھی دیکھی اُسکو یہین سے ایک خیال پیدا ہوا کہ دل پر غبار ایسا ہوتا ہے۔ اُس نے معشوق کی مست آنکھون کو دیکھکر اُنکی افراطِ مستی سے اُنکو میخانہ سمجھا۔ اُس نے ایک شخص کو یا اپنے معشوق ہی کو سرمہ لگاتے دیکھا۔ اور دیکھا کہ وہ سُرمہ کی سلائی صاف ہو گئی۔ لہذا اُسکی تخئیل نے یہ نتیجہ نکال لیا کہ میخانہ کی سیر سے غبارِ خاطر دور ہوتا ہے۔

بعض مرتبہ تخئیل جب اپنی حد سے متجاوز ہو جاتی ہے اور تمیز کی حدود سے دور ہوتی ہے تو شاعر کی گزر محض محال اور فضول باتون کے ادعا پر پڑتی ہے۔ اگرچہ بادی النظر مین وہ باتین خوشگوار بھی معلوم ہوتی ہین مگر اکثر جب نتیجہ پر غور کیا جاتا ہے تو کہنے والا خود سمجھ لیتا ہے کہ جو کچھ کہا گیا وہ بحرانِ دی کی لاطائل تقریر۔ اور ہذیان کی باتین ہین۔ ذیل مین دو ایک مثالین ملاحظہ ہون ؎

ہشیار در این نشۂ مے نیست دلِ ما	گویا کہ مے و لائے مے است آب و گلِ ما

یعنی اس نشۂ مے سے ہمارا دل کبھی ہشیار ہی نہین ہوتا، گویا کہ ہمارا آب و گل شراب اور اُسکی تلچھٹ ہے۔

مطالعۂ فطرت صرف اتنا ہے کہ انسان شراب سے بیہوش رہتا ہے اور جن لوگون کو یہ عادتِ بد پڑجاتی ہے پھر یہ مشکل اُنکو چین پڑتا ہے۔ مگر یہ صرف ادعا کی صورت مین بیڈھنگے طریقہ سے ادا ہوا ہے۔ اسی طرح ؎

ہوا از گفتگوے سفر ناصح چون خنک گردد	توان از آتشِ مے سوختن این برگ کاہی را

یہان زیادہ تر الفاظ سے تخئیل کی تکمیل ہوئی ہے۔ باقی خیر و عافیت اسی طرح ؎

ہر کہ بو از مے پرستان شد مُرید ما شمئ	تا بر آب افگندیم از دامانِ تر سجادہ را

وہی طلسمِ الفاظ بندھا ہوا ہے۔ ہر ایک لفظ کی تحلیل اور تحقیق سے پتہ چل سکتا ہے۔ اور دیکھئے ؎

آتش مے تیز ساز و شعلۂ آواز را	بر کدوے بادہ باید بست تارِ ساز را

اِس شعر کے معنی اور گہرائی قابلِ غور ہے۔

مندرجۂ بالا شعرون مین جو تخئیل ہے صرف ادعا وغیرہ پر مبنی ہے مگر اِس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ شاعر کی جدت پسند طبیعت ہر پہلو کو ایک نمایان

اور روشن طریقہ سے دکھاتی ہے اور اُسکی جدتِ تخئیل ایک بات کو اتنا مہتم بالشان بنا دیتی ہے کہ معمولی نظر سے دیکھنے والے دیر تک دریائے حیرت مین غوطے کھاتے رہتے ہین۔ ہم مطالعۂ فطرت کے معنی پر تھوڑی سی بحث کرنے کے بعد آپکو اسی مضمون کے اسی مشہور و معروف شاعر کے بہت سے شعر سنائین گے۔
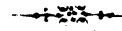
مطالعۂ فطرت سے مراد صرف دیکھنا نہین ہے۔ یہ معنی اُن لوگون کے لئے مبارک معنی کہے جا سکتے ہین جنہین تحقیق لغات منظور ہو۔ ایک شاعر جسے تحقیق کی دُھن ہوگی وہ مطالعۂ فطرت عجیب طریقہ سے کرتا ہے، جیسے فلسفی ایک شی کو دیکھکر از راہِ تعقل اُسکی اصل ذات و تحقیقات کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اسی صورت سے شاعر جب کسی صورت کو دیکھتا ہے تو معاً اُسکی نظر اُن تمام جزئیات پر پہونچ جاتی ہے، جس قدر اُسمین موجود ہین کبھی کبھی اُسکی نظر خود اُسکو اور کبھی دوسرون کو بھی جادہ تحقیق پر لگا دیتی ہے اور کبھی اُس شی کی نوعیت اور صورت حالت کیفیت کمیت وغیرہ پر کافی طریقہ سے غور کرکے وہ صرف ایک نتیجہ اور دلخوش کن بات (جو کبھی صرف دلخوش کن اور کبھی کامل تحقیقات کا ایک مرتب اور کافی نتیجہ معلوم ہوتی ہے) کہکر خاموش ہو جاتا ہے۔ مگر اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ شاعر کا مطالعہ فطرت بہت زبردست ہوتا ہے وہ ہر ذرہ پر اتنی گہری نگاہ ڈالتا ہے کہ کوئی ذی روح ہستی فلسفی کے ماسوا (اور بعض اوقات فلسفی بھی نہین) اتنی گہری نظر سے کسی شی کو نہین دیکھ سکتی۔ اور نہ مطالعۂ فطرت ہر شاعر کے لئے اس قدر ضروری ہے کہ جب تک وہ نہ ہو شاعری درجہ کمال پر نہین پہونچ سکتی شاعری کے لئے محاکات بھی جزو اعظم ہے۔ مگر محاکات کی تکمیل بغیر مشاہدہ بلکہ زبردست مطالعہ کے ناممکن ہے۔ بعض لوگون کا قول ہے کہ محاکات شعر اور شاعر کے لئے اس قدر ضروری ہے کہ اگر وہ نہ ہو تو شعر قریب قریب بیکار ہے۔ اسلئے کہ واقعات اور اصل شے کے معائنہ کی طرف قریب کرنے والی اگر کوئی چیز ہے تو وہ محاکات ہی ایسی چیز ہے جسکی بعض اوقات سادگی مطیع، اور بعض اوقات ہوش تابع ہوتا ہے۔ اگر یہ دونون جزئیات شعر مین نہین ہین تو وہ بیکار محض ہے۔

مطالعہ اس قدر مفید اور ضروری چیز ہے کہ ایک شاعر جسکو خزانۂ عامرۂ ازل سے ایک طبع موزون ملی ہے۔ اُسکے بغیر اگر میدان شاعری مین قدم بھی رکھے گا تو وہ ہمیشہ اُس شخص کے مقابلہ پر جسکا مطالعۂ فطرت اور مشاہدۂ اشیاء زبردست ہے ناکام ثابت ہوگا۔ ظاہر ہے کہ شاعر کو مختلف اوقات مین مختلف مذاقون مختلف ضرورتون کا پابند ہوکر ماحول سے متاثر ہوکر کچھ کہنا پڑتا ہے۔ مگر کیا کوئی شخص یہ امید رکھ سکتا ہے کہ ایک ایسا مفلوک الحال شاعر ایک ایسا بینوا مفلس ناظم جس نے علاوہ اپنی جھونپڑی کے قصر شاہی، یا میدان کارزار۔ یا بزم امیرانہ وغیرہ وغیرہ، کسی چیز کا نقشہ نہ دیکھا ہو، ایک اُس شاعر کے مقابلہ پر جس نے دربار شاہی مین کرسی عزت پر متمکن ہوکر قلمدان وزارت پر قابض رہ کر ہمیشہ حکمنامے اور فرامین شاہی جاری کئے ہون، دربار اور دربار کی رونق اور ادنیٰ و اعلیٰ ہر چیز کا نقشہ اُسکے ذہن مین موجود ہو۔ شاہی گفتگو اور تقریرین اُسکے حافظہ نے حفظ کر رکھی ہون ہزارون مرتبہ محفل عشرت مین اور شراب مین رات کی صبح کی ہو کلیات اور جزئیات ساز و سامان شاہی پر جسکی نظر بسیط ہو، کیونکر ٹھہر سکتا ہے، اسی طرح معاملہ کو برعکس کر لیجئے۔ اس غریب سیاح، ایک آوارہ گرد صحرا نورد بے سر و سامان درویش کے مقابلہ پر جس نے سیکڑون ہزارون راتین وحشیون کی طرح غربت کے جنگلون مین بسر کی ہون، جسکے پاون کے چھالون نے جنگل کے ہر ایک کانٹے کا جائزہ لیا ہو، جسکی نظر جنگل کے ایک ایک پتے اور بوٹے کی تلاشی لے چکی ہو، جس نے دریا کی روانی کا پابند ہوکر پہرون اُسکی موجون کو گنا ہو جس نے طائرانِ خوش الحان کی نغمہ سرائی کے سُننے مین اپنی عمر کی بیش بہا گھڑیان گزاری ہون، وہ امیر شاعر جسے غربت اور سفر صحرا کا اتفاق نہ ہوا ہو کیونکر مقابلہ کر سکتا ہے۔ غرضکہ تخئیل کے لئے جن چیزون کی ضرورت ہے اور جن سے تخئیل کی تکمیل ہوتی ہے اُن مین سب سے بڑی چیز مطالعۂ فطرت ہے۔ اس سے زیادہ شاعر اور شاعری کی تکمیل کے لئے کسی دوسری چیز کی نازبرداری کی ضرورت نہین۔ اب ہم اس نثر کے حصہ کو

ختم کرکے غنی کے چند مضمون شراب کے اور نقل کرتے ہین - خوفِ طوالت مضمون ہمکو روکتا ہے، ورنہ ہم ہر شعر کی مثل سابق تشریح کرتے - اب ناظرین کے مذاق صحیح اور ذوقِ سلیم کے بھروسہ پر زیادہ محنت کی ضرورت نہ سمجھتے ہوے اِن شعرون کو نذر ناظرین کرکے مضمون مانحن فیہ کو ختم کرتے ہین ؎

از لطف مے چو سروِ گل آیند در نظر ۔۔۔ ہر چند ریزد ریزہ گتی جام شیشہ را

بہ منزل مے رساند کشتی مے کاروانے را ۔۔۔ بروی یکدم ازین عالم بآن عالم خیالے را

از شرمِ توبہ در عرقم کو شرابِ ناب ۔۔۔ باید متاعِ تر شدہ را داد آفتاب

تا کے فریبِ ہستی موہوم مے خوری ۔۔۔ نتوان چو عکس آئینہ شد غرق در سراب

از خجالت بر نمیدارد چو نرگس سر ز پیش ۔۔۔ ہر کرا فصلِ بہاران نیست در ساغر شراب

تا غنی کرد اجتناب از مے پرستان بیخودی ۔۔۔ گشت عقلِ ما برنگِ نشہ پنہان در شراب

ساغر زدن بسبز خطان بے مزہ ہست ۔۔۔ صہبا کشی ریش سفیدان نمکین است

افتادن و برخاستن بادہ پرستان ۔۔۔ در مذہبِ رندان خراباتِ نماز است

تا سرش از بوے مے شد گرم خم ہا را شکست ۔۔۔ ہیچ کس در دورِ ما چون محتسب بدمست نیست

چہ غم ازین کہ بطِ بادہ سینہ باز است ۔۔۔ کہ در گرفتن رنگِ پریدہ شہباز است

مندرجہ بالا دس شعرون مین سے ہر شعر مین تخئیل اور مشاہدہ او تخئیل کے اسباب تکمیل پر ایک گہری نظر ڈالئے تو آپکو معلوم ہو جائے کہ بغور دنیا کے ہر ہر قید ذرہ کو دیکھنا ایک شاعر کے لئے کس قدر تنوع معانی و مضامین مین مفید ہے ثابت ہو سکتا ہے کاش ہمارے ملک کے بہتر کہنے والے اور مشہور شاعر کوشش کرین کہ ایک مضمون کو متفرق مختلف اور متعدد طریقون سے ادا کرنے کے لئے کن کن چیزون کی ضرورت ہے اور اپنی شاعری کو دوسری زبانون کے مقابل مین نہین تو کم سے کم فارسی کی شاعری کے مقابل پہونچا ئین جسکے قدم بہ قدم چل کر اردو نے اتنی ترقی کی ورنہ یہی قعر مذلت جو اردو کے لئے آج ہے ہمیشہ رہیگا -

عبدالباری آسی

سوز و ساز

(از جناب پروفیسر ایم - اے - خان - ایم - آر - اے - ایس - اڈیٹر اُردوے معلےٰ دہلی)

چھیڑ دے اے زخمہ غم تار ہاے سوز و ساز ۔۔۔ اشکِ خونین مین دکھا دے جلوۂ کیف و گداز

آج یکسان ہے فریبِ حسن و پیمانِ وفا ۔۔۔ آج دل سے مٹ گیا وہ رنگ و بو کا امتیاز

صبر کی تاکید برحق - اے حریفِ آرزو ۔۔۔ ضبط میرا فرض لیکن تا بہ امکانِ گداز

لے گئی دل سے متاعِ ہوشیاری لے گئی ۔۔۔ وہ نگاہِ مست، وہ برہم کن بزمِ مجاز

بیکسیِ حسن ہے اور کس مپرسی کا گلہ ۔۔۔ آ - خدا کے واسطے آ - عشقِ ہنگامہ نواز

ہوشیار اے دعویِ بیگانگیِ عقل و ہوش ۔۔۔ وہ اُٹھین وزدیدہ نظرین - وہ چلے انداز و ناز

میرے سجدون مین عبودیت سمٹ کر آ گئی ۔۔۔ سر ترے قدمون مین گر کر ہو گیا کچھ سرفراز

کچھ نہ کچھ تفسیر تو ہوگی تری ہر آہ کی ۔۔۔ باز آ - اظہارِ غم سے او دلِ افسانہ باز

رازِ دل کب تک نہ لب پر آئے گا اے جانِ من

تا بہ کے اکبر رہیگا یہ جنونِ احتراز

گیتانجلی کی شرح و تنقید

از مولانا سید ابوالعلا حکیم ناطق لکھنوی

نمبر ۲

گیت نمبر ۲

"جب تو مجھ سے نغمہ سرائی کی فرمائش کرتا ہے، تو اُسوقت
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فرطِ غرور سے میرا قلب شق ہو جائیگا،
مین تیرا مُنہ تکنے لگتا ہون اور میری آنکھ مین آنسو آجاتے ہین"

ایک بُلبُل خود ہی اِس فکر مین رہتی ہے کہ اپنی نغمہ سنجیون سے گل کو خوش کرنے کا موقع حاصل کرے لیکن جبکہ خود گل اپنے عاشقِ صادق بُلبل سے فرمائش کرے کہ تو میری حضوری مین غزل سرا ہو۔ تو اُس وقت یہ حیرت انگیز مسرت اور غیر مترقبہ نعمت کیا اُسکی ہستی مین اتنا تغیر بھی نہ کریگی کہ عاشقانہ عجز کامیابی کے فخر و ناز سے فوراً مبدّل ہو جائے۔ صرف یہی نہین کہ اس کامیابی کا قوی سیلاب اسے فخر و غرور مین غرق کر دے بلکہ بہت ممکن ہے کہ سیل در سیل دنا محدود افتخار و مسرت سے قوتِ دل مقابلہ نہ کر سکے اور پاش پاش ہو جائے، حیرت و استعجاب کی شدت سے اپنے مطلوب کا جو کہ طالبِ اظہار مطلب ہے منہ تکنے لگے کیونکہ معشوق نغمہ کی فرمائش کرتا ہے اور نغمہ اُسے کہتے ہین جسمین آواز کے ذریعے سے جذبات کا اظہار کیا جائے۔ خود مطلوب جب طالب ہو کہ طالب اپنا مطلب بیان کرے تو پھر کیا مسرّت کی کوئی انتہا ہو سکتی ہے۔

ایسے وقت عاشق گویا ایک نئی آبادی مین اچانک پھینکدیا گیا ہے جہان مختلف اور عجیب قسم کی کامیابیان اور مسرتین اُسے گھیر لیتی ہین۔

معشوق عاشق کی طرف خطاب کرتا ہے، عاشق یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ کیا مین اِس قابل ہون کہ میرا معشوق میری طرف مخاطب ہو اور معمولی خطاب نہین بلکہ "فرمائش" اور فرمائش بھی کس چیز کی، اپنے اظہارِ جذبات کی وہ بھی نغمہ کے ذریعہ سے یعنی اثر لینے کو تیار و آمادہ ہو چکا ہے۔

ایک دربار جہان شمع کی لَو کو بغیرِ اجازت جنبش کی ممانعت ہے۔ ایک سرکار جسکی شبستان مین پروانہ اپنی فطری جسارت سے باز رہ سکتا ہے۔ وہ مقدّس و منزہ ہستی جو کہ ہر نغمہ و نوحہ اور شکر و شکوہ سے بے نیاز ہے۔ ایک مٹھی بھر خاک سے فرمائش کرتا ہے کہ تو اپنے جذبات کی روح کو نغمہ کے قالب مین پیش کر"۔ نغمہ مین کتنے جذبات سما سکتے ہین اور عاشق کتنے جذبات رکھتا ہے، انتہا نہین، ایسے غنیمت وقت مین ہر جذبہ، ہر تمنا کو آرزو نہین بلکہ ضد ہونی چاہئیے کہ "پہلے ہمکو پیش کر" اب کس کو پیش کیا جائے اور کس کو پس پشت ڈالدیا جائے سوائے حیرت سے مُنہ تکنے کے اور کیا صورت باقی رہی

ناطق، ہوئین جمع دل مین اتنی باتین
کچھ بس نہ چلا سوا خاموشی کے

معشوق کی فرمائش کس قدر واجب العمل ہے مگر ناممکن اظہارِ جذبات کا کیسا بہترین موقع ہے، مگر بیکار، شدت کامیابی کا نتیجہ ناکامی، انتہائے مسرت کا انجام غم۔ فرمائش اور اُسکی تعمیل کے درمیان حیرت کی ایک دُنیا حائل ہو گئی۔ تحریکِ جذبات کا ایک عالم حدِ فاصل ہو گیا، کیون نہ آنکھ مین آنسو بھر آئین، کیون نہ دل پاش پاش ہونے لگے۔

اب سوال یہ ہے کہ معشوق کی یہ فرمائش کہ تو نغمہ سرا ہو، واقعہ ہے یا وجدان ہے، یا تخیل شاعرانہ ہے، کیونکہ تخیلِ شعری کے یہی تین عنصر ہین۔

ٹیگور کی گیتان جلی تمام و کمال وجدان سے متعلق ہے اور وجدان جو ذوق حقیقی مین سالک پر طاری ہوتا ہے اُنکی صدہا قسمون مین سے ایک قسم یہ ہے کہ موسیقیت رگ و پے مین سرایت کر جائے۔ یہ جذبہ کی تحریک وہ باقاعدہ حرکت ہوتی ہے جسکو لَے کہہ سکتے ہین اور دنیا کی کوئی شے ساکن محض نہین، بلکہ ہر وقت متحرک خواہ بالذات خواہ بالعرض یا بالواسطہ اور عالم اس کیفیت سے مرکب ہے کہ ذرات کا باہمی اتصال و انفصال اس حرکت اتصالی و انفصالی کا لازمی نتیجہ آواز ہے تو کوئی شے حرکت سے اور کوئی حرکت سُر و لَے سے خالی نہین، یہی فلسفۂ موسیقیت اور یہی موسیقی تصوّف ہے اسکو محسوس کرنیوالا صوفی ہے اور معلوم کرنیوالا فلسفی ہے۔

مولانا رومؒ اور خواجہ حافظؒ کے یہان کثرت سے یہ مضمون مختلف پیرایون اور الفاظ مین درج ہے ؎

ندائے عشق تو دوشم در اندرون دادند　　فضائے سینۂ حافظ ہنوز پر ز صداست
چہ ساز بود کہ بنواخت مطربِ عشاق　　کہ رفت عمر و ہنوزم دماغ پر ز صداست

غالب کے علاوہ حال کے اُردو شعرا نے یہی کہا ہے ؎

آفرین اے نغمۂ کن کے صدائے بازگشت　　ہے جہانتک سازِ ہستی عالمِ آواز ہے

ٹیگور کا یہ مفہوم جو اُسکو مذکورہ صدر شعر سے پیدا ہوتا ہے کہ جب اظہارِ جذبات کا موقع دیا گیا تو لازمی ہے کہ مختلف جذبات کو اشتعال و جسارت ہو، اور ان مین بعض جذبات دردناک ہین، بعض طرب ناک، یہی کیفیت موسیقی کے شعبون کی ہے لیکن ہر جذبہ یہ کہتا ہو کہ پہلے ہمکو نغمۂ مناسب کا لباس عطا ہو تو اُس وقت تعمیل ناممکن ہو جاتی ہے یعنی ترک آرزو ہی اصل آرزو ہے، اور دربار تشریف مین شادی و غم کا تفرقہ بھی نہین بلکہ جملہ متضاد، متحد و بسیط، یہ دونون خیال بھی نئے نہین ہین۔ مولانا فرماتے ہین۔ "آرزو بگذار تا رحم آیدش"

اور ع

چونکہ کرد تداشتی شادی ودرد

اُردو کے شعرا بھی کہتے چلے آئے ہین۔ ؎

گر تجھکو ہو یقینِ اجابت دعا نہ مانگ　　یعنی سوائے ایک دلِ بے مدعا نہ مانگ

رفتہ رفتہ اس طرح پہونچا حقیقت تک مجاز ؎
پہلے اُسکی آرزو تھی اب وہ خود ہی دل مین ہے،

لیکن اس قسم کے شعر وہی شعرا کہتے ہین جو وجدانیات کی قدر و قیمت جانتے ہین نہ کہ وہ جنکو اس بات کی ضرورت ہے کہ مشاعرے مین تحسین و داد حاصل کرین۔ اور لوگون کو یہ یقین دلائین کہ اُنکی تخئیل عام شعرا سے بلند اور اُنکے الفاظ ترکیبی نوایجاد اور عوام سے جُدا و ممتاز ہین۔ ایسے لوگ صرف بندش و ترکیب سے اپنے شعر کو لباس امتیازی پہنا دیتے ہین، ورنہ بسا اوقات ایسے بلند خیال شعرا کے اشعار بالکل بے معنی ہو جاتے ہین گویا ہستی معنوی سے اس قدر دور نکل جاتے ہین کہ مفہوم عنقا ہو جاتا ہے صرف لفظین ہی لفظین رہ جاتی ہین۔ جُہلا مشاعرے مین محض اس اعتقاد پر تعریف کرتے ہین کہ یقیناً نازک خیالی بہت بلند ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب سہل ممتنع میسر نہین ہو سکتا ہے تو ایک نوایجاد بندش کا مصرع کہکے اُس پر مصرع لگانے کے وقت محض اس خیال پر کہ ساری دنیا سے جُدا اور عالی ہو اس قدر دور نکل جاتا ہے اور ایسا مفہوم سوچتا ہے، کہ جسکو اُسکی ادبی کمزوری سنبھال نہین سکتی یعنی اُسکے الفاظ کا ذخیرہ متحمل نہین ہوتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ مطلب عبارت مین آگیا۔ کیونکہ اُسکے دماغ مین گونجا ہوا مضمون اُسے یہی سمجھاتا ہے مگر یا تو یہ مصرعۂ اولیٰ بلاغت اور نحو کے رو سے بے اصول و بے معنی ہو گیا یا مصرعۂ ثانی سے بے ربط رہ گیا۔ جب کوئی ہوائی جہاز اپنی حد سے آگے بڑھ جائیگا جہان اجزائے ارضی ناکافی ہونگے تو جہاز جل جائیگا، اور ناخدا خدا کے پاس پہونچ جائیگا۔ اسی طرح تخیل شاعرانہ جب اپنے ادبی مادیات سے بلند تر ہو جاتا ہے تو پھر واپس نہین ہوتا ؎

کیونکر اے صدماتِ روحانی تمہین ظاہر کرون
عالمِ باطن کے لوگون کی زبان کوئی نہین۔

اس قسم کی بے اُصول اور بے معنی غزل گوئی کو لوگون نے معراج شاعری سمجھ لیا ہے جو کہ مہمل اور نوایجاد ترکیب لفظی کے زینون پر چڑھ گئی ہے اور اسکی محرک محض تحسین طلبی اور امتیازیت ہے - یون کہنا چاہیے کہ جس طرح امتیازات خصوص کے لئے چرکین اور جان صاحب نے ایک رنگ جداگانہ اختیار کیا ہے، اُسی طرح اِن لوگون نے ترکیبات ایجاد بندہ اور مہمل گوئی سے عوام کو اپنی طرف متوجہ کرلیا ہے - لیکن اصل شاعری تحسین و داد سے مستغنی ہوتی ہے - وہ ایک واقعہ یا کیفیت وجدانی یا ایک خیال کو نظم کرتا ہے - اور انہین معمولی الفاظ مین جو روزمرہ بولے جاتے ہین ایک نئی روح پھونک دیتا ہے، شعر کہنے کے وقت اُسکا مافی الضمیر نہین ہوتا کہ لوگ اُسے عالی خیال کہین اور مشاعرہ اُلٹ جائے بلکہ اُس وقت شاعرہ کا خیال تو درکنار اپنے گرد و پیش کی چیزون کو بھی بھول جاتا ہے، اُسکے کلام مین روحانیت اور بقا ہوتی ہے، اور اُن لوگون کا کلام بے اثر اور ناقابل یادگار رہتا ہے - بظاہر لوگ سمجھتے ہین اور وہ خود اپنے آپ کو جانتا ہے کہ وہ مقلد غالب ہے، لیکن حقیقت مین وہ اپنی نفسانیت اور شہرت طلبی کا ہے، غالب کا مقصد وہ ہے جو ہر غزل مین اِس قسم کا شعر کہنے کی کوشش کرے ؎

اُنکے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق　　وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہے

جس قافیہ مین غالب سہل ممتنع نہ کہ سکا اُسکو اُسنے پیچیدہ کہا ہے لیکن کوشش اُنکی ہمیشہ یہ رہتی تھی کہ میر کا سا شعر کہے تعجب ہے کہ کوئی مسلمان سول کا مقلد ہو اور خدا کو نہ مانے - خواجہ حافظ رح کے کلام کی روحانیت ہتی دنیا تک رہیگی مگر اِس نئے دور شاعری کا رنگ اگر اُس مین ہوتا تو شاید چندہی روز مین کافور ہو جاتا، ٹیگور نے بھی جو کچھ کہا، اگرچہ نہ وہ لفظاً نوایجاد ہے نہ معناً - مگر تحسین سے مستغنی ہوکر اپنے ذاتی جذبات کو نظم کیا ہے، یہی مقبولیت و تاثیر کا اصلی راز ہے -

(ہو الباقی)

قطعاتِ رواں

(از جناب بابو جگت موہن لال صاحب رواں ایم اے - ال ال بی وکیل - اُناؤ)

(۱)

تو ملے گر نہ تو میرا شوق ہو محدودِ جمال
اور شرمندۂ دیدار ہو صورت تیری
یہ نہ ملنا بھی عنایت سے نہین ہے خالی
کہ نہ پابندِ طریقت ہو حقیقت تیری

(۲)

قدرت نے دل کو مرجع عرفان بنا دیا
ہر خارزار کو چمنستان بنا دیا
کیا جلد طے ہوئی ہین ترقی کی منزلین
آزادیِ خیال نے انسان بنا دیا

(۳)

جنانِ عشق مین بیہوشیون کی انتہا جو ہے
وہین سے عالمِ عقل و خرد کی ابتدا سمجھو
علاج درد کا جب تک دلِ مضطر رہے طالب
وہی حد ہے کہ جب تک تم مرض کو لا دوا سمجھو

(۴)

مجھے اکسیر میری آہِ سوزان کر کے چھوڑیگی
قناعت میرے دردِ دل کو درمان کر کے چھوڑیگی
تہیہ ہے کہ یا اب مین نہین یا کفر کی دوری
عقیدت میری بے دینی کو ایمان کر کے چھوڑیگی

لٹریچر یا ادب

لٹریچر کے معنی ہین " بہترین خیالات اور بہترین احساسات جو بہترین لفظون مین ادا کئے گئے ہون "۔ روزمرہ کی زندگی مین ہم فطرتاً اس پہ مجبور ہین کہ جو خیالات ہمارے دماغ مین یا جو احساسات ہمارے دل مین پیدا ہون، ہم انکو دوسرون پر بھی ظاہر کرین - اس اظہار کے لئے ایک خاص طرز تحریر اور انداز بیان ہوتا ہے اور جہان تک ہمکو اس بیان کے لئے موزون اور مناسب لفظ ملتے ہین ہم دوسرون کو بھی اپنے خیالات اور احساسات سے اتنا ہی متاثر کرسکتے ہین جتنا کہ ہم خود اُن سے متاثر ہوئے ہین - لہذا لٹریچر ایک ذریعہ ہے جو الفاظ کی معاونت سے براہ راست ہمارے دل و دماغ کی ترجمانی کرتا ہے - اور ہماری زندگی کے مفہوم کو ادا کرتا ہے -

صرف انہین کتابون اور عبارتون پر لٹریچر کا اطلاق ہو سکتا ہے جو بحیثیت اپنے نفس مضمون اور طرز ادا کے ہر شخص کے لئے دلچسپی کا سبب ہون - اور جنکے انداز بیان اور ترکیب الفاظ سے پڑھنے والے کے دل مین انبساطی کیفیت متحرک ہو اور جنکے ہر جملے اور ہر فقرے مین زندگی کی لہر اُبھرتی ہوئی معلوم ہو -

اگر یہ کہنا بجا ہے کہ لٹریچر کا وجود ترجمانی زندگی ہی پر منحصر ہے تو ہم یہ بھی کہسکتے ہین کہ صرف زندگی ہی لٹریچر کا مبداء اور سرچشمہ ہے - زندگی کے ہزارہا شعبے ہین مگر لٹریچر کا تعلق صرف انہین شعبون سے ہے جنکا انحصار لطیف اور نازک خیالات و احساسات پر ہے - لہذا لٹریچر کی ترکیب عنصری کی روح روان چند مخصوص اور مابہ الامتیاز باتین ہین جو حسب ذیل مقاصد پر مشتمل ہین -

(۱) اپنے آپ کو ظاہر کرنے کے لئے ہماری خواہش کہ ہم خود کیا ہین، اور ہم اپنی ہستی کو کس طرح نمایان کرسکتے ہین -

(۲) بنی نوع انسان اور اُسکے تمام حرکات و سکنات سے ہماری دلچسپیان

(۳) دنیائے حقیقت سے جسمین ہم زندگی بسر کرتے ہین اور دنیائے تخیل سے جسکو وجود مین لانے کے لئے ہم اُبھارتے ہین ہماری موانست -

(۴) حسن عبارت اور انداز تحریر مین ہمارا ذوق وشوق -

جب ان تمام باتون کی صلاحیت ہمارے دل و دماغ مین ہوتی ہے اور اسکا ودیعی مادہ ہماری طبیعت مین موجود ہوتا ہے تو جو کچھ ہم اپنے خیالات اور احساسات کا اظہار تحریر کے ذریعے سے کرتے ہین وہ لوگون کے حظ و دلچسپی کا سبب ہوتا ہے اور انہین کے دل و دماغ کی ترجمانی کیگئی ہے گویا وہ بھی یہی محسوس کرتے تھے -

لیکن عبارت و تحریر مین یہ بات اُسی وقت پیدا ہوسکتی ہے جب کہ مذکورہ بالا امور کا کافی اثر ہمارے قلوب پر ہو - مگر یہ بات آسان نہین ہے - اسکے لئے انتہائی مشق اور وسیع مطالعہ کی ضرورت ہے جب تک ہمارے دل و دماغ، قوت مشاہدہ اور بلکہ غور و فکر سے لبریز نہ ہون - ہماری تحریر اور الفاظ مین اثر نہین آسکتا حقیقت یہ ہے کہ ؎

این سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

لیکن خدائے بخشندہ کی اس نعمت کا جو اُس نے ہماری طبیعت مین ودیعت کی ہے، ہمکو اُسیوقت احساس ہوسکتا ہے جب ہم اُسکی جستجو اپنے دل و دماغ مین کرین، اگر ہم اپنی جستجو مین کامیاب ہون تو اسکا ادائے شکر یون ہی ہو سکتا ہے کہ اس جوہر کو اس طرح استعمال کرین جیساکہ اس کا بہترین مصرف ہے اور اس سعادت بخشندہ کو بزور بازو پایہ کمال تک پہونچانے کی کوشش کرین - لیکن اگر ہماری طبیعت مین ادبی ذوق و شوق کا مادہ نہین ہے توپھر ہمکو اس میدان مین قدم نہ رکھنا چاہئے کیونکہ اس مین محض تضییع اوقات ہے

اور حاصل اسکا سوائے ناکامیابی کے کچھ نہین - چنانچہ اسکی مثال آجکل کی اکثر و بیشتر اس صنف کی تصانیف ہین جنکے مصنف اُنکے ادبی ہونیکا دعویٰ رکھتے ہین حالانکہ واقعی وہ ایسی نہین ہین کیونکہ اُن سے مطالب و مقاصد ادبی حاصل نہین ہوتے - اس لئے وہ آپ اپنے لئے ننگ وجود ہین -

اور سچ تو یہ ہے کہ دنیائے ادب مین ایسے مصنفین کا وجود حد درجہ خطرناک ہے اس لئے کہ انکی تصانیف سے مذاق عامہ مین بدذوقی پیدا ہوتی ہے اور ادب لطیف کا خون ہوتا ہے -

لٹریچر زیادہ تر جن مباحث سے تعلق رکھتا ہے وہ حسب ذیل ہین -

(۱) ہمارا اپنا ذاتی تجربہ و مشاہدہ - جو ہماری خلوت و جلوت کی زندگی کا حاصل ہو -

(۲) بنی نوع انسان کے مجموعی تجربات - جو زندگی کے اہم مسائل عامہ پر مشتمل ہون - مثلاً مسائل زندگی و موت - سزا و جزا - تقدیر و تدبیر - خدا اور خدا کے ساتھ انسان کے تعلقات اور اسی قبیل کی بہت سی باتین جن پر انسان کے باہمی روابط و ضوابط قائم ہین -

(۳) ہمارے ذاتی معاملات و تعلقات، اپنے ابنائے جنس کے ساتھ یا تمام تمدنی و معاشرتی دنیا اور اُسکے بیشمار ہنگامون اور کاروبار زندگی کے ساتھ -

(۴) تمام کائنات فطرت کے بدیہیات اور مظاہر سے ہمارا رابطہ و واسطہ

(۵) خود ہمارے اختراع اور ایجاد کی کوششین، اور اُنکی مختلف تنوعات کے ساتھ صورت پذیری -

یہ سب ایسی چیزین ہین کہ جن پر لٹریچر کی بنیاد ہے - لٹریچر کے ذریعے سے ہم انہین باتون پر مختلف پہلو سے روشنی ڈالتے ہین، طرح طرح سے انہین باتون کی تصویرین مختلف لفظون اور تحریرون سے کھینچتے ہین - اس مین جس قدر کامیاب ہوتے ہین - اسی قدر ہماری عبارت اور تحریر مین لطف اور اثر ہوتا ہے -

بہ حیثیت نفس مضمون لٹریچر مختلف انواع پر منقسم ہے مگر چونکہ اسکا دار و مدار زندگی کی ترجمانی پر ہے اس لئے ہر نوع واقعات زندگی ہی اسکی ہر صنف نثر و نظم - عبارت - ڈراما - ناول وغیرہ مین اصل لب لباب ہوتے ہین - پھر زندگی کی ترجمانی کے واسطے لٹریچر کے ان مختلف اصناف کو بہترین دلکش و دلنشین پیرایہ مین پیش کرنے کے لئے بڑا حصہ مصنف کے دل و دماغ کی جدت و ندرت کا ہوتا ہے - سب سے پہلے مصنف کو نہایت ذہین اور طباع ہونا چاہیئے تاکہ وہ جس مضمون پر قلم اُٹھائے اسمین حقیقت کی روح پھونک دے اور ایسی ایسی واقعی باریکیان اپنے مضمون مین پیدا کرے کہ پڑھنے والے کے لئے ہر طرح سے دلچسپی و دلبستگی ہو - اسکے ساتھ ساتھ مصنف کو نہایت حساس اور زندہ دل بھی ہونا چاہیئے تاکہ اس کے لفظ لفظ مین ایسی تازگی اور ایسا جوش ہو جو پڑھنے والے کے دل مین تمام حسیات کو اُبھار دے -

اسکے علاوہ مصنف کی قوت متخیلہ کو بھی نہایت ذکی اور تیز ہونا چاہیئے - تاکہ وہ اپنی تحریر مین لطافت و رنگینی کے ساتھ ساتھ تخیل کی نزاکت بھی پیدا کر سکے اور اپنے مخاطب کو اپنے خیالات کی گہرائیون مین اس قدر محو کرلے کہ وہ کچھ دیر کے لئے اپنے وجود کو فراموش کر دینے پر مجبور ہو جائے - وہ جو کچھ پڑھے اس مین اُسے بھی معلوم ہو کہ یہ اُسی کا محسوس کیا ہوا واقعہ ہے - مزید برآن مصنف کو سب سے زیادہ لحاظ اس بات کا رکھنا چاہیئے کہ وہ جس بحث یا جس صنف لٹریچر پر قلم اُٹھائے اسمین اُسی کی نسبت سے موزون اور مناسب الفاظ کا استعمال کرے - اُسی کی شایان اشارات و کنایات ہون - اُسی کے مطابق اصطلاحات و محاورات ہون - ورنہ اسکے بغیر اسکے مضامین مین ادبی شان پیدا نہین ہو سکتی -

یہی سب باتین جب تمام و کمال لٹریچر کی روح رواں ہوتی ہین اُسوقت لٹریچر کا اطلاق اس تعریف پر ہوتا ہے کہ لٹریچر نام ہے اُن بہترین خیالات اور اُن بہترین احساسات کا جو بہترین الفاظ مین قلم بند کئے گئے ہون -

محمد عبدالحی صدیقی (علیگ) بی - اے -

عکس تحریر شاہجہان بادشاہ غازی انار اللہ برہانہ

(از کتاب "ہسٹری آف ہمایون (ہمایون نامہ)

مرتبہ گلبدن بیگم بنت ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ

مترجمہ باضافہ جات

اینیٹ اِس۔ بیوریج ام۔ آر۔ اے۔ اس

در تصدیق صحت کتاب مذکور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

این تاریخ مشتملیست بر مجمل احوال حضرت صاحبقران
گیتی ستان و اولاد امجاد آنحضرت و سوانح ایام
حضرت عرش آشیانی انار اللہ برہانہ تا سال
بیست و دوم در عہد دولت سایہ پایا تصنیف شدہ
حضرت شاہ جہان پادشاہ بن جہانگیر پادشاہ بن اکبر بادشاہ

عکس تحریر گلبدن بیگم بنت ظہیر الدین بابر بادشاہ

یہ تحریر اصل "ہمایون نامہ" تصنیف گلبدن بیگم بنت بابر بادشاہ کے مرتب کردہ اور اُسکے قلم کے لکھے ہوئے صفحہ ۲۸ کا (بی) کا عکس ہے۔ جسکو "اینٹ-اس۔ بیوریج ام-آر-اے-اس۔ نے اپنے ترجمہ کرکے "ہسٹری آف ہمایون" مین شایع کیا

طوی میرزا هندال انکه سلطانم بیگم خواهر مهدی خواجه بودند غیر
با یام غیر جعفر خواجه فرزند دیگر نداشتند و فرزند نمی شد
اکه جانم سلطانم را بفرزندی نگاه داشته بودند و دو ساله بود
که خانزاده بیگم نگاه کرده بودند و عجایب دوست می داشتند
و به برادرزاده خود داد اند و طوی را در کمال لطافت و خوبی
کردند کوشکه و ادسقه و پنج توشک و پنج لیستوق و یک
تکیه کلان و دو تکیه کلوله و توشقه ولعاب مع خرگاه جلیغ
مع سه توشک همه زردوزی و سر دیا های میرزا اچار نیت
و تاج زردوزی و فوطه و روپاک و رومال زردوزی و
قور یوشس زردوزی و سلطانم بیگم نه نیمتنه تکمه دار جواهر
یکی از لعل و یکی از یاقوت و یکی از زمرد و یکی از فیروزه و
یکی از زبرجد و یکی از عین الهرة دیگر زنجیر کوره دیک
چارقب و چار قریچی تکمه دار و یک جفت حلقه لعل و
یک جفت حلقه در سه پنجه و یک پیرشاهی یکدرخت و دو خطبه
و دیگر اسباب دیتسیا درخت در خوت و کارخانها از همه

تغزّلِ ہادی

خان بہادر جناب سیّد محمد ہادی صاحب ہادی جو مختلف اعلیٰ سرکاری عہدوں پر ممتاز رہ چکے ہیں۔ ملازمت سرکاری سے ریٹائر ہونے کے بعد ریاست بھوپال میں وزیر تعلیم کے عہدۂ جلیلہ کے فرائض اعلیٰ قابلیت سے انجام دے رہے ہیں۔ آپکی علمی قابلیت۔ آپکا تبحر مسلم الثبوت ہے۔ فن شعر میں جو درجہ آپکو حاصل ہے اُس سے اہلِ فن بخوبی واقف ہیں۔ آپ بیحد قادر الکلام اور ہر مذاق کے شعر کہنے میں قدرت کامل رکھتے ہیں۔

نومبر میں اتفاق سے مجھے جناب **نیاز احمد** صاحب **نیاز** خیرآبادی سپرنٹنڈنٹ پولیس ریاست بھوپال (برادر حضرت آصف خیرآبادی) کے یہاں شرکتِ تقریب کے لئے جانا پڑا وہاں آپ سے بھی نیاز حاصل ہوگیا اُسوقت اعلیٰ الحکام ریاست بھوپال (جنمیں ہر ایک صاحب علم و فن سخن سنج اور قدردان ہنر تھا) کا اچھا خاصہ مجمع تھا۔
ان میں مسٹر **محمد اکرم** صاحب بی اے انسپکٹر جنرل پولیس۔ مسٹر **سلام الدین** صاحب چیف جسٹس مسٹر **و تاج الدین** صاحب ہوم ممبر۔ مسٹر **حبیب احمد** صاحب بی اے اندسکرٹیری لا اینڈ جسٹس۔ حکیم **سید مبارک علی** صاحب معین افسر اعلیٰ انتظام پولیس خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔
آپ نے احباب کے اصرار سے اپنا قدیم اور کچھ جدید کلام سُنایا۔ میں نے اُس وقت کو غنیمت سمجھکر جو کچھ سُنا لکھ لیا۔ اُس میں سے اِس وقت چار مختصر غزلیں پیش کرتا ہوں، ان میں سے ہر غزل ایک واقعۂ خاص سے متعلق ہے آپکا مدحیہ کلام بالخصوص باعیان ہم انشاء اللہ کسی اور نمبر میں درج کرینگے۔ (**وصل بلگرامی**)

مجھپہ بھی پڑگئی بھولے سے نظر دیکھ لیا | اَب یہ میں بیزار کہ کیوں ہم نے اُدھر دیکھ لیا
دلِ سوزاں کی تباہی وہ تماشہ سمجھے | کبھی دیکھا نہ تھا پھُنکتا ہوا گھر دیکھ لیا
مُرغِ دل پنجۂ رنگیں نے نہ چھوڑا آخر | اسمیں کیا آپنے سرخاب کا پر دیکھ لیا
جامہ پوشی کا وہ کمرہ۔ وہ حیا در پہ نظر | وہ چھپاتے رہے کچھ ہم نے مگر دیکھ لیا

سر بازار سُنی ہیں صلواتیں لاکھوں
راہ چلتے میں یہ ہادی نے کدھر دیکھ لیا

کسی کا تیر نظر دل کے پار ہو جائے | کہیں یہ طائرِ وحشی شکار ہو جائے
کمندِ زلف ہے، تیر نظر ہے تیغ ادا | بچے جو اِس سے وہ اُس سے شکار ہو جائے
نہ چشم مست کو تو آئینہ میں دیکھ اے ترک | کہیں نہ خود یہ شکاری شکار ہو جائے
نظر سے کھینچے چلکر بیک کرشمہ دو کار | اِسی سے سیر اِسی سے شکار ہو جائے
رہے گا بزم میں اُنکا یہی کرشمۂ ناز | نہ اپنے دل پہ جسے اختیار ہو جائے

کہاں تک اُس دلِ ناداں کو جبر سے روکوں
جو تیرے نام سے بے اختیار ہو جائے

دلمیں آجائے بس اتنی ہے تمنا دلمیں | ہم بھی دل کھولکے دکھلائیں کہ ہر کیا دلمیں
آمدِ فصل بہاری ہے خدا خیر کرے | کہیں ایسا نہو اُچھلے وہی سودا دلمیں
ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد آخر | بنگئی یاس جو در آئی تمنا دلمیں
تم جو بالیں سے مری جاکے پلٹ آئے ہو | جان آئی ہے مرے جان دوبارا دلمیں
آؤ پہلو میں اٹھاؤ رخِ روشن سے نقاب | شوق بیچین ہے پہلو میں۔ تمنا دلمیں

چل کے پہونچا نہیں آئینہ میں ہانتک ہادی
ہم سمجھتے ہیں جہاں کا ہے ارادہ دلمیں

سلامت اُس بتِ شمشیر زن کے در سے پھرا | پیامبر مرا گویا خدا کے گھر سے پھرا
مریضِ عشق کو ناصح کہاں دماغ آنا | ہمارے سر کو نہ اس پند بے اثر سے پھرا
نہ جی بھرا بتِ شیریں دہن کے بوسوں سے | نہ منہ کبھی شیرینیِ شکر سے پھرا
کھُلا کسی سے نہ یارانِ رفتہ کا احوال | نہ کوئی رہروِ ملکِ عدم سفر سے پھرا

حرم سے ہادیِ گمرہ کو پلٹنے دو
وہ بتکدے میں پھر آئیگا جب اُدھر سے پھرا

تاریخ جرمنی

(مسلسل)

فریڈرک اعظم اور نیز ولیم اول کے عہد سلطنت یورپ کے واسطے زیادہ اہمیت رکھتے ہین۔ لیکن لوئی چہاردہم (فرانس) کی حکومت نے کوئی انقلاب یورپ مین پیدا نہین کیا۔ اور جو مذہبی انقلاب مارٹن لوتھر (جرمنی) نے پیدا کیا وہ نہ تو وائکلف اور نہ کوئی اور فرانسیسی فلاسفر پیدا کر سکا۔ بسمارک کا ہم عنان مدبر ہمکو نہ تو انگلستان ہی مین مل سکتا ہے نہ فرانس مین۔

فن حرب مین جیسی جیسی ایجادین جرمنی نے کی ہین وہ کسی ممالک کے باشندون کو آج تک نصیب نہین ہوئین سنہ ۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ کے بعد جرمنی کا وجود صفحۂ ہستی پر قائم رہنا ایک تعجب خیز امر ہے لیکن نہین وہ جرمنی جو سنہ ۱۹۱۴ء مین قریب قریب تمام ممالکِ روئے زمین کے خلاف میدانِ جنگ مین آئی اُسکی فولادی بنیادین بسمارک جیسے مدبر شخص نے رکھی تھین اُنکو ہلا دینا کوئی آسان کام نہ تھا۔

تاریخ جرمنی کے مطالعہ سے ہمکو یہ سبق حاصل کرنا ہے کہ ایک نادار و بے سروسامان قوم کس طرح اپنی قوت آزادی کے احساس کے ساتھ شاہراہ ترقی پر گامزن ہو سکتی ہے۔

باوجود اسکے کہ ابتدا ہی سے قوم جرمن مین کئی مذہبی فرقے پیدا ہو گئے اور ان فرقون کے سبب سے کئی ایسی سلطنتین نمودار ہو گئین جنکا مطمح نظر اور حکمتِ عملی ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ تھی۔ اور جو اپنی جغرافی حیثیت سے یورپ کی سیاسی ریشہ دوانیون کا مرکز بن گئین۔ مزید برآن اس قوم کو ایسے ایسے سیاسی اور فوجی انقلابات کا مقابلہ کرنا پڑا کہ اگر ایسا ہی وقت کسی دوسری قوم پر پڑتا تو وہ صفحہ ہستی سے یقینی نیست و نابود ہو جاتی مگر اہل جرمن محض اپنی جفاکشی اسطرح طرح کی قربانیون کے باعث اقوام عالم مین نمایان اور ممتاز ہو گئے

باب اوّل

ابتدائی حالات

سرزمین جرمنی جو آج سرسبز و شاداب زراعتون سے معمور ہے اور طرح طرح کی صنعت و حرفت اور تجارت کی جولانگاہ بنی ہوئی ہے۔ اپنے ابتدائی دور مین بڑے بڑے دلدل کے میدانون، گنجان جنگلون اور پہاڑیون سے ڈھکی ہوئی تھی۔ جرمنی کے زمانۂ اولین کے حالات کا پتہ ہمکو ایک مشہور رومن مصنف Tacitus ٹےسی ٹس کی تحریرون سے ملتا ہے۔ ان دلدلون مین موجودہ اہل جرمنی کے آبا و اجداد مکانات بنا کر رہا کرتے تھے جنکے آثار اب تک کہین کہین پائے جاتے ہین۔ ان قدیم آثار کو کھودنے سے بہت کچھ ابتدائی تمدن و معاشرت پر روشنی پڑتی ہے۔ ان مین اکثر بارہ سنگھون کے سینگون اور سُور کے دانتون کے تیر اور بھالے وغیرہ پائے گئے ہین اور پتھر کی کلھاڑیان اور آرے ملے ہین۔

جرمنی باشندون کے وجود کا علم سب سے پہلے جنوبی یورپ کو ہوا جو آغاز تاریخ ہی سے متمدن اور مہذب تھا۔ اور اُسکو یہ علم مارسیلز کے ایک نامی سوداگر پائیتھاس کے ذریعہ سے ہوا۔ یہ شخص سکندر اعظم کے زمانے مین بحر بالٹک کے سواحل پر تجارت کی غرض سے گیا تھا اور وہان سے عنبر وغیرہ اپنے ساتھ بطور تحائف لایا تھا۔ اُس زمانہ مین (چوتھی صدی قبل مسیح) جرمنی مین بجائے پتھر اور ہڈی کے لوہا اور معدنیات استعمال ہونا شروع ہو گئے تھے اور دستکاری مین نفاست پسندی بھی نمودار ہو چلی تھی۔ کہربا، ہاتھی دانت، اور رنگ برنگ کے پتھرون کے مالے اور مختلف چیزین تیار ہوتی تھین جو سنہ ۱۸۴۶ء مین (Haistatt) ہالسٹاٹ کے قریب کھودی گئی، اُس مین سے چھ ہزار مختلف چیزین برآمد ہوئین۔ اُس زمانہ مین انسان کی لاش آدھی جلائی

جاتی تھی اور آدھی زمین مین دفن کیجاتی تھی۔ بعض قبرین جو دریافت ہوئی
ہین اُنکے مشاہدہ سے اُس عہد کے رسومات کا پتہ چلتا ہے۔ کچھ ایسی
قبرین پائی گئی ہین جن مین ایک لاش استادہ ہے اور اُسکے ارد گرد دو نشین
سربسجود ہین۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی خاندان کے سردار کی وفات پر
اُس کے بال بچے بھی اُس پر قربان کردئے جاتے تھے۔ اسکے علاوہ ان
قبرون مین کہین کہین جانورون کی ہڈیان بھی ملتی ہین۔ جس سے معلوم ہوتا
ہے کہ کچھ تعجب نہین کہ اُس سردار کے ساتھ اسکے باوفا کتے اور گھوڑے بھی
دوسری دنیا مین جسکو اہل جرمنی Walhalla (وال ہالا) کہتے تھے
روانہ کردئے جاتے ہون۔ اُسترے اور کنگھیون کے پائے جانے سے
ظاہر ہوتا ہے کہ اُس زمانے مین لوگون کو بناؤ سنگار کا بھی شوق تھا۔ ایک
ہی قسم کے پتھرون کے اوزار دور دور مقامات پر دستیاب ہونے سے
یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ وہ لوگ فن تجارت سے بھی ناواقف نہ تھے۔

مذکورہ بالا حالات تاریخی سند نہین رکھتے۔ یہ محض مورخین کے
قیاسات و محمولات کے نتائج ہین یا ان کا جستہ جستہ حال رومی مصنفون
کی تحریرون سے اخذ کیا گیا ہے۔ جن مین سے ایک مصنف پلنی بھی ہے
جو لکھتا ہے "کہ ساحل بالٹک کے باشندون کے گھوڑون کی طرح
کھر ہوتے ہین اور اُنکے کان جسم کو ڈھانک لیتے ہین۔"

ہماری تاریخ کا آغاز اُس زمانہ سے ہوتا ہے جبکہ اہل روم کا مقابلہ
جرمنی کے کچھ قبیلون سے میدان جنگ مین ہوا۔ اس زمانہ کے حالات
ہمکو سیزر، اسٹرابو، اور ٹےسی ٹس، سے بھی بہت کچھ دستیاب ہوئے ہین۔
یہ لوگ اپنے عہد کے نامور مصنف تھے۔

باب دوم

اہل جرمن و روم

تاریخ جرمنی و روم کے پڑھنے والون کو مختصر تاریخ روم کا بیان بظاہر غیر
ضروری معلوم ہوگا، لیکن تاریخ جرمنی کے سلسلہ مین تاریخ روم کا مختصر ذکر
کرنا میرے لئے ضروری اور لازمی امر تھا۔ کیونکہ آگے چل کر ناظرین کو معلوم
ہوگا کہ تاریخ اہل جرمنی کو سلطنت روم کا وارث قرار دے گی۔

دوسری صدی قبل مسیح مین جب اہل جرمن کی جمہوریت نے روم پر
حملہ کیا اُسوقت روم کی سلطنت ہسپانیہ سے لیکر ایشیائے کوچک تک اور دریائے
روبیکان Rubicon افریقہ کے شمالی ساحل تک پھیلی
ہوئی تھی۔ روم کو شروع زمانہ ہی سے اپنا وجود قائم رکھنے کے واسطے قرب و جوار
کے شہرون اور ریاستون سے مقابلہ کرنا پڑا۔ اس چھوٹے سے شہر کے باشندے
جو ترقی منازل کے بعد دنیا کی بہترین متمدن اور زبردست سلطنت کا مرکز بن گیا
اور جسکی بنیاد ۷۵۳ ق۔م مین رکھی گئی۔ فطرتاً بڑے مدبر واقع ہوئے تھے۔
انکا اصول حکومت یہ تھا کہ محکوم قومون اور ریاستون کو کبھی بغیر مطالبہ کئے ہوئے
کسی قسم کے شہری یا ملکی حقوق نہ دیتے تھے اور وہ بھی بہت ہی طول و طویل
گفت و شنید کے بعد اور میدان جنگ مین شاذ و نادر پیش قدمی کرتے تھے
ورنہ ہمیشہ حملے کے منتظر رہتے تھے۔ حملہ ہونے کے بعد پھر ان لوگون کا جنگی
جوش اس قدر برانگیختہ ہوجاتا تھا کہ جب تک دشمن کو بالکل زیر نہ کرلیتے،
کسی طرح چین نہ آتا تا۔ یہ دو ایسے اوصاف ہین کہ جس قوم کا یہ شعار ہوجائین
یقیناً وہ دُنیا مین بہت کامیابی کے ساتھ حکمرانی کرسکتی ہے۔

۵۰۹ ق۔م تک اہل روم بادشاہون کے زیر حکومت رہے۔ مگر
بعد کو اُنھون نے اپنے یہان جمہوریت قائم کرلی۔ روم کی عظمت کا زمانہ
جمہوریت کے قائم ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ اٹلی کی جو قوم بھی
رومیون کے مقابلہ مین آئی اُسکو ان کا لوہا ماننا پڑا۔ اور اس طرح رفتہ
رفتہ (۲۶۶ ق۔م تک) تمام اٹلی پر رومۃ الکبریٰ کی حکومت ہوگئی۔

روم کی تاریخ مین ایک وہ زمانہ آتا ہے کہ دوسری ریاستین اسکو حسد کی
نگاہون سے دیکھنے لگین۔ مگر ان ریاستون کا حسد کرنا روم کے لئے بالکل
سبق آموز نہ تھا۔ بلکہ واقعہ نفس الامر یہ ہے کہ جارحانہ ملک گیری خود اہل

روم کے دلون مین اس قدر موجزن ہوگئے تھے کہ وہ دوسری ریاستون سے ذرا ذراسی بات پر چھیڑ چھاڑ کرتے رہتے تھے اور انکو جنگ آزمائی کے لئے آمادہ کرتے، حتی کہ اہل روم نے خود اپنی ہمعصر بڑی ریاستون سے لڑائیان چھیڑ دین۔ جزیرۂ سسلی (Sicily) کو اپنے قبضہ مین لانے کے سلسلہ مین ریاست کارتھیج کو جنگ پر آمادہ کیا۔ گو کارتھیج Carthage کے سب سے بڑے جنرل ہنیبال (Hannibal) نے قریب قریب تمام اٹلی مین روم کے خلاف ایک آگ لگادی، جن سے کچھ عرصہ کے واسطے خود روم کا وجود معرض خطر مین پڑگیا، مگر بالآخر کارتھیج کو شکست ہوئی اور ہسپانیہ جو کارتھیج کا زیرنگین تھا رومۃ الکبری کی حکومت مین آگیا۔ اس طریقہ سے روم نے جنوب مغربی یورپ کو اپنے قبضہ مین کرلیا۔ اس دور مین روم نے محض کارتھیج ہی سے جنگ نہین کی بلکہ اس نے مقدونیہ اور ایشیائے کوچک کو بھی اپنی سلطنت مین شامل کرلیا۔

ان لڑائیون مین مصروف ہونے کی وجہ سے روم کو اتنی فرصت نہ ملی کہ شمال کی جانب اپنی حدود کو وسعت دے۔ ایک وجہ یہ تھی کہ شمال کی جانب کوہ الپس (Alps) کی سر بفلک چوٹیان دیوار آہنی بن کر اٹلی کے واسطے پشت پناہی کررہی تھین۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ شمالی حملہ آور ابھی تک برسر مقابلہ نہ آئے تھے اور چونکہ وہ قومین روم کے مدمقابل نہ تھین لہذا اعلانیہ جنگ سے محترز رہا کرتی تھین۔ شمالی اقوام کے حملون کی جو بعد مین شروع ہونگے نوعیت بالکل جداگانہ تھی۔ فی الحال ان کا مقصد روم کی سلطنت کو تباہ برباد کرنا نہ تھا اور نہ حکومت کے خواہان تھے۔ بلکہ وہ اپنی بود و باش کے لئے زمین کے متلاشی تھے۔ چنانچہ انکے حملے جنوبی اور مغربی لڑائیون کے مقابلہ مین اس وقت زیادہ اہمیت نہ رکھتے تھے۔ مگر ہم آگے چلکر دیکھین گے کہ یہی شمالی وحشی قومین سلطنت روم کی بربادی کا باعث ہوئین، بالخصوص اہل جرمن جو اس سلطنت کے جانشین ہوئے اور انھون نے سلطنت روم کا نام انیسوین صدی عیسوی تک روشن رکھا۔

روم پر سب سے پہلا خوفناک شمالی حملہ ۳۹۰ ق۔م مین ہوا۔ اہل گال (Gaul) جو گاتھ (Goths) لوگون کے پیشرو تھے کوہ الپس کے شمال و مغرب مین رہتے تھے۔ انکے ایک فرقہ نے جنکو سانینز (Senones) کہتے تھے۔ الپس کو قطع کرکے وادی پو (Po) مین اپنا ڈیرہ ڈالا۔ بود و باش کے لئے زرخیز زمین کی تلاش مین جنوب کی جانب بڑھے اور شہر کلوزیم (Clusium) کا ۳۹۱ ق۔م مین محاصرہ کرلیا۔ اس شہر کے باشندے روم کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتے تھے۔ لہذا انھون نے روم سے مدد مانگی۔ روم کے سانینز کے پاس ایلچی بھیجے اور کہلا بھیجا کہ وہ شہر کلوزیم کا محاصرہ اٹھالین اور اہل روم کی دوستون پر حملہ نہ کرین۔ اہل گال کی اس درخواست کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور دوسرے سال (۳۹۰ ق۔م) ایک دوسرے فرقہ لنگانیز (Lingones) کے ہمراہ روم پر حملہ آور ہوئے روم کی تمام عمارتون اور مندرون کو برباد کرڈالا اور بالآخر کچھ سونا بطور تاوان اہل روم سے لیکر واپس چلے گئے۔ گو اس حملہ نے روم کو بالکل کمزور کردیا تھا، لیکن پھر بھی اہل روم نے رفتہ رفتہ اپنی قوت رفتہ پھر حاصل کرلی اور ان ریاستون کو جو اہل گال کے حملہ کی وجہ سے روم کے مخالف ہوگئی تھین از سر نو زیر کرلیا۔

(اہل گاتھ نے جو کہ اہل گال کے پیرو تھے آج سے ۸۰۰ سال قبل شہر روم پر حملہ کرکے سلطنت رومۃ الکبری کا شیرازہ حکومت بکھیر دیا)

اہل گال کے دوسرے مشہور حملے ۲۰۰-۱۷۸ ق۔م کے درمیان ہوئے اس مرتبہ انکے دو فرقے جنکا نام بوائی (Boii) اور انسلریز (Insuleres) تھا حملہ آور ہوئے۔ یہ لوگ وادی پو مین اترے اور انھون نے اس بڑی راستہ کو جو اٹلی سے اسپین کو کوہ الپس اور ساحل سمندر کے درمیان ہوکر گزرا تھا مسدود کردیا۔ (باقی آئندہ)

نقد و تبصرہ

(از جناب نواب حیدر یار جنگ مولانا مولوی سید علی حیدر صاحب نظم طباطبائی لکھنوی)

نواب حیدر یار جنگ حضرت نظم طباطبائی کا علمی تبحر ۔ فضل و کمال ۔ ادب و انشا معنی آفرینی ۔ نازک خیالی ۔ زورِ قلم ۔ قوتِ سخن اور کمالِ فن ۔ غرض ہر شے تعریف سے مستغنی ہے ۔ آپنے جناب صفدر مرزاپوری کے مشاعرے کے لیئے اپنی غزل بھیجی، اور اُس پر خود نقد و تبصرہ تحریر فرما کر عنایت کیا ۔ جسکو ہم ذیل مین ہدیۂ ناظرین کرتے ہین ۔

وصل بلگرامی
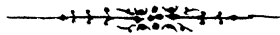
کہان اے نظم لے کر کاروانِ صبر و تاب آیا
یہان سو بار طوفان، موج خیز اضطراب آیا

لفظ کاروان و طوفان سے پتہ لگتا ہے کہ عالمِ ہستی کو کوئی وادی تصور کیا ہے جہانتک سے قافلے بھی گزرتے ہین اور جسمین سیلاب بھی آجایا کرتے ہین

خیال و خواب سا گزرا ۔ نظر مثلِ سراب آیا
یہی جلدی تھی جانے کی ۔ تو کیون عہدِ شباب آیا

استفہام یہان انشاے حسرت کے لیئے ہے ۱۲

لرز جاتا ہون گر دل مین خیالِ ناصواب آیا
سمجھتا ہون معاذ اللہ کوئی تیرِ شہاب آیا

ابلیس کی طرح اندیشۂ بد دکھائی نہین دیتا، مگر یہان تیرِ شہاب کی روشنی مین صاف صاف نظر آیا ۱۲

شبِ غم مین ستارون کے لئے روزِ حساب آیا
کہ مین گنتا ہون تارے وہ سمجھتے ہین عذاب آیا

میری اختر شماری سے تارے تنگ آ گئے ہین ۱۲

سحابِ تیرہ لے کر خیمۂ مشکین طناب آیا
اور اس ظلمات مین لیکر نہ ساقی آفتاب آیا

آفتاب مبتذل سا استعارہ ہے جام شراب سے، مگر یہان ظلمات مین آفتاب کا آنا کچھ تازگی رکھتا ہے ۱۲

عبث کی گردشِ افلاک نے گہوارہ جنبانی
نہ دل ٹھہرا نہ غم بہلا نہ موت آئی، نہ خواب آیا

فصحا کا محاورہ یہی ہے کہ ٹھہرنے مین دونون طرح کی (ہ) بولتے ہین ۔ مخلوط و غیر مخلوط ۱۲

نکل اے جانِ مضطر مین بھی ہون اب ہم عنان تیرا
ٹھہر اے عمرِ رفتہ مین بھی تیرے ہم رکاب آیا

ہون ۔ اب ۔ ہم ۔ مین کھُلا کھُلا تنافر ہے ۔ لیکن مجھ سے یہ نہ ہو سکا کہ اِس شعر کو نکال ڈالون ۱۲

ہنسی آئی ۔ حیا آئی ۔ چڑھی تیوری ۔ مین حیران ہون
یہ مجھ سے کیون نگہ پھیری ۔ یہ مجھ پر کیون عتاب آیا

کسے ہنسی آئی، کسے عتاب آیا، اسکا کوئی ذکر ہی نہین مسند الیجملہ کی جان ہے ۔ اُسی کو حذف کر دیا مگر یہ حذف بڑا لطف انگیز ہے ۔ ۱۲

اُٹھایا زیرِ خنجر لطف نظارہ کا جی بھر کے　　نہ بسمل کی پلک جھپکی، نہ قاتل کو حجاب آیا

غضب ہے اگر کوئی سمجھے کہ خنجر یہان اور بسمل و قاتل اپنے اصلی معنی رکھتے ہین - غالب مرحوم نے اسی بات کو سمجھایا ہے -

مطلب ہے ناز و غمزہ و لے گفتگو مین کام　　چلتا نہین ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر ۱۲

یہی معلوم ہوتا ہے محبت سے حسینون کی　　کہ مرنے کی مرادین مان کر عہدِ شباب آیا

کسی سے محبت کرنا اور کسی پر مرنا ایک ہی بات ہے، ضرورتِ شعر نے مجبور کیا کہ عشق کی جگہ یہان محبت کا لفظ اختیار کیا ہے - ۱۲

مہِ نو کے اشارہ سے یہی مطلب نکلتا ہے　　کہ جو آیا سرائے دہر مین پا در رکاب آیا

ہلال دیکھتے ہی دیکھتے چھپ جاتا ہے اور یہی اُسکا اشارہ ہے اور اس اشارہ سے یہی مطلب نکلتا ہے کہ اس سرا مین جو آیا -

بہت جلد جانے والا ہے، رہی تشبیہ یعنی ہلال کو رکاب سے اس قدر مبتذل ہو گئی ہے کہ اُس مین کچھ لطف نہین رہا - ۱۲

نہ جانے طاقتِ رفتار کیا کہتی ہے رہ رہ کر　　مین اب جُھک جُھک کے چلتا ہون کہ سُن لون کیا جواب آیا

جُھک جُھک کر چلنے کا سبب یہ ہے کہ مین سُننا چاہتا ہون کہ طاقت رفتار کی طرف سے کیا جواب آیا ۱۲

اثر یہ ہے خلوصِ قلب کا رندانِ مے کش کے　　دعا کو جب اُٹھایا ہاتھ گھر گھر کر سحاب آیا

خلوصِ قلب کا یہ مرتبہ ہے کہ گناہون سے بھی اُسے ضرر نہین پہنچتا - شعرا ہمیشہ سے اسی مذہب کی تائید کرتے ہین ۱۲

جواہر ریز ہے گردون طرب انگیز ہے ہامون　　شفق سے شیشۂ شبنم مین یاقوتِ مذاب آیا

یعنی شفق کا عکس شبنم مین ایسا ہے جیسے یاقوت گداختہ - ۱۲

فلک زیرِ فلک ہے کائنات اس بزمِ ہستی کی　　مےِ عشرت کا پیمانہ حباب اندر حباب آیا

حباب کی ہستی کچھ اعتبار نہین رکھتی - اسی سے پیمانہ و مے کی حالت ظاہر ہے کہ وہ بھی بے ثبات ہین - ۱۲

نہ پوچھو دم نکلنے مین تھی کیا لذت شبِ غم کی　　اجل اس طرح سے آئی کہ مین سمجھا کہ خواب آیا

بعض لوگ اس طرح سے نہین کہتے کہ اس مین "سے" کو زائد سمجھتے ہین - اس سے مجھے اتفاق نہین ہے - ۱۲

نہ جا میخانہ اے نظمؔ ہم کہتے نہ تھے تجھ سے
وہان سے ہو کے سرشار و سیہ مست و خراب آیا

شعر جب حقیقت پر محمول نہ ہو تو یہی قرینہ ہے اس بات کا کہ اسمین استعارہ ہے یعنی میخانہ مین جانے سے لذات دنیا مین منہمک ہونا مراد ہے اور خراب ہونا استعارہ ہے - بُرے نتائج سے جو انہماک لذات سے پیدا ہوئے ہین ایک ناصح مشفق کی زبانی شماتت کے لہجہ مین اس مضمون کو ادا کیا ہے -

نظم طباطبائی

فریب خیال

(افسانہ)

(از حضرت نیاز فتحپوری)

(خاص "مرقع" کے لئے)

رشید، کبھی متانا نہ قدموں کے ساتھ اور کبھی غصہ و برہمی کی تیز رفتار سے برآمدے کی چھت کی کوئی سو مرتبہ پیمایش کر چکا ہوگا، لیکن اُسکی سمجھ مین نہ آیا کہ کیا فیصلہ کرے اور فیصلہ نہ کرے تو کب تک اپنی بدمزہ اور غیر مطمئن زندگی کی تلخیون کو برداشت کئے جائے ——

اُس نے اپنی مٹھی کھول کر ایک پرچہ کاغذ کا نکالا اور دیکھنے لگا، دیکھا اور پھر تازہ برہمی کے ساتھ ٹہلنے لگا ——

وہ اس وقت اپنی گزشتہ زندگی پر تنقید کر رہا تھا، اپنی حال کی امیدون کے تجربہ مین مصروف تھا اور اپنے مستقبل پر بھی ایک سرور آمیز نگاہ ڈالتا جا رہا تھا، جسکی بیک گراونڈ (Baok Ground) اُسکو کیسے نقش و نگار نظر آتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے پھر اس تحریر کو دیکھا اور اُسکے خیال نے الفاظ کی، و جذبات نے آواز کی صورت اختیار کر لی:۔

"مین، کہ اس وقت علمی دنیا کی تمنائین میرے ساتھ وابستہ ہین، مین "کہ میرے قلم سے ہر ہر نقطہ معیارِ ادب بنکر نکلتا ہے، اور ہان وہی مین، کہ جسکے افکارِ دماغ اور زائیدہ خیال کا ایک ایک نقش طبیعت مستقل کا رکد سمجھا جاتا ہے"۔

(وہ اپنے اس اندازِ بیان سے متاثر ہو کر خود ہی تن گیا)

کس قدر دردناک فیصلہ فطرت کا ہے کہ وہی مین اپنی ازدواجی زندگی کے اعتبار سے، اُس شعبۂ حیات کے لحاظ سے جو آج مہذب دنیا مین تمام ذہنی و دماغی ترقیون کا سرچشمہ خیال کیا جاتا ہے، اِس قدر بدنصیب واقع ہو!

یہ تحریر اور رشید کی بیوی کی! سوادِ تحریر ملاحظہ ہو۔ مین نے تو بچون کو بھی اِس قدر بدخط نہین دیکھا، حرفون کا جوڑ دیکھئے کس قدر مسلسل ہے، جیسے کوئی ہکلا رہا ہو، اِملا تو خیر کیا درست ہوگا جبکہ اُن کے باپ کو بھی اسکا سلیقہ نہین اور نعرہ کو نارہ، منقبج کو منجش، لکھنا اور بولنا انکا روزمرہ ہے۔

مجھے کس قدر شرم آتی ہے، جب کوئی دریافت کرتا ہے کہ آپکی شادی کس خاندان مین ہوئی، نہ کوئی دنیاوی جاہ و ثروت، نہ کوئی علمی شہرت و قابلیت، نہ کوئی ذاتی وجاہت و اہمیت، معمولی طبقے کے لوگ اور معمولی انسانون کے درمیان نشو و نما پائے ہوئے جانور کیا سمجھ سکتے ہین کہ مین کیا چیز ہون، اور دُنیا مجھے کس نگاہ سے دیکھتی ہے۔

والد مرحوم اپنی فراست و دانائی کے لحاظ سے خواہ کتنا ہی فائق مرتبہ کیون نہ رکھتے ہون، لیکن یقینی ہے کہ وہ نبض شناس فطرت نہ تھے اور اُنہون نے میری شادی کے مسئلے مین اس قدر استبداد سے کام لیا کہ دنیا کا کوئی حساس دماغ اسکو برداشت نہین کر سکتا۔

ہر چند جس وقت اُنہون نے میری شادی کی، مین

طالبعلم تھا، اور اُنکے ہاتھ مین صرف ایک بندۂ بیچارہ
کی حیثیت رکھتا تھا، لیکن وہ یہ تو سمجھتے تھے کہ میری
دماغی رفتار اور میری فطری استعداد کیا ہے اور مین کیونکر
ایک جاہل خاندان مین پرورش پانے والی جاہل عورت
کے ساتھ زندگی بسر کرسکتا ہون ؟ ۔

زرا طریقِ خطاب ملاحظہ ہو:۔

" میرے سرتاج "

استغفراللہ، وہی دقیانوسیت، وہی ابتلا پیدا کرنے والی
فرسودگی، ہزار مرتبہ سمجھایا کہ مجھے کسی ایسے مکروہ لفظ سے
مخاطب نہ کیا کرو، بلکہ بغیر کسی تمہید کے مطلب کی بات
شروع کردیا کرو، لیکن وہ تو دماغ کی راہین قدرت کی طرف سے
پیچیدہ بنادی گئی ہین، سمجھ مین کیونکر آسکتا ہے ۔

" یہان ہمہ وجوح (وجوہ) خیریت ہے
اور آپکی خیریت خوداوند (خداوند)
کریم سے نیک خاہان (خواہان) "

اللہ تجھ خیریت چاہنے والی کو دنیا سے اُٹھالے، یا پھر
مجھی کو، کہ دوبارہ یہ فقرے نظر سے نہ گزر سکین ۔ اِس
اندازِ تحریر پر میری خیریت چاہی جاتی ہے ۔ زہر دے کر
مزاج پرسی کی جاتی ہے ۔ بارہا کہا کہ تم خط نہ بھیجا کرو ۔
مجھے جب کوئی ضرورت ہوگی تو خود لکھدیا کرونگا، لیکن
اظہارِ محبت کی تکمیل بھلا بغیر میری جان لئے کیونکر ہوسکتی ہے ۔

" عرسے (عرصے) سے آپنے اپنی خیریت
پھر وہی خیریت ؟ ضد ٹھہری نا ۔ نامعقول، جاہل، بدتمیز
" سے اتلا (اطلاع) نہین دی، دل کو
بہت فکر ہے "

یہ بُعدِ دماغ اور فکر، کمبخت اگر تجھ مین حس ہوتی تو میرے طرزِ
عمل کو دیکھ کر کب کی فکر کے مارے مرچکی ہوتی، لیکن ایسے
بے غیرتون اور بے شرمون کو فکر، تردد، اور تاثر سے کیا واسطہ
جانور ہین جانور، کھاتے ہین، جی رہے ہین ۔

" مین جانتی ہون کہ آپ کو مجھ سے کبھی
محبت نہین ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے کیونکہ
مین جاہل ہون، بیوقوف ہون، اور
کسی طرح آپکی بیوی بننے کے قابل نہین
ہون، لیکن کچھ ہو، میری محبت تو کم
نہین ہوسکتی، کیونکہ وہ تو میرا دین ایمان ہے ۔
خدا کے لئے کبھی کبھی تو اپنا حال لکھدیا
کیجئے ۔ میری خاطر نہین، سعیدہ کی
خاطر سے، کہ باز (بعض) دفا (دفعہ)
وہ آپ کو یاد کرکے رو دیتی ہے "

خدا جانے یہ جملہ کیونکر ایسا مربوط ہوگیا ۔ مگر چلتے چلاتے
پھر بھی باز اور دفا کے دو چرکے لگا ہی گئین ۔۔۔
ہان یہ سعیدہ ہی کا خیال ہے جو اس وقت تک مجھے روکے
ہوئے ہے ۔ ورنہ خدا جانے مین کب کا آزاد ہوچکا ہوتا ۔
غضب تو یہی ہے کہ ایک نا اہل اور جاہل مان کی تربیت
اُسکے مستقبل کو بھی تباہ کرچکی ہے اور میرے لئے اس مین
بھی عار ہے کہ مین اُسکو اپنی بیٹی کہہ سکون ۔۔۔

رشید کا غصہ دفعتاً پھر بڑھ جاتا ہے اور اِس تحریر کے پرزے پرزے کرکے
منتشر کردیتا ہے، تھوڑی دیر تک پھر ٹہلتا ہے، لیکن اس مرتبہ اُسکے چہرے
سے ایک خاص قسم کی مسرت ٹپکتی ہے، رفتار مین بجاے اضطراب کے سکون ہے،
چہرے پر غصے کے بھیانک نقوش کی جگہ لطف و نشاط کے خطوط نمایان ہوجاتے ہین

وہ جیب سے دوسرا خط نکالتا ہے اور آرام کرسی پر بیٹھ کر پہلے لفافہ کو
دیر تک دیکھتا ہے :-

"انگریزی کا خط اور ایسا خوبصورت، اور اس درجہ
بربنائے صنعت، لفافہ کا رنگ تو دیکھئے حُسنِ ذوق کی آخری
حد ہے"

پھر لفافہ کے اندر سے اُسی کے ہمرنگ ایک کاغذ نکالتا ہے، اور
پڑھنے لگتا ہے :-

"..... رشید"

اسکو کہتے ہین ذوق کی لطافت، ادب کی نزاکت، معنی
کا حُسن، کہ صرف نقطہ لگا کر کس طرح یہ ثابت کرنے کی
کوشش کی ہے کہ ہر چند تم ہو تو "میرے" ہی لیکن
مین تم کو ایسا لکھ نہین سکتی، یہی ہے وہ شاعرانہ لحہ،
اور یہی ہین وہ قیامت زا ادائین جنکو
"پرسش ہے اور پاے سخن درمیان نہین"
سے تعبیر کرتے ہین۔ حقیقت یہ ہے کہ بلا کا ذہن پایا ہے۔

"یہ مین کب تک لکھے جاؤن کہ زندہ ہون۔
بے غیرتی اور اُس پر یہ اصرار!
خدا کے لئے اس احساس کو میرے اندر
قوی نہ ہونے دیجئے۔ کیونکہ زندگی نام ہے
صرف بے حسی کا۔

کیا طرز ادا ہے، کس قدر دلکش اسلوب بیان ہے، شوق
مین جان دیدینے کا مفہوم نہایت پامال بات ہے، لیکن
یہان اسکا یقین کر نہین کیا گیا، اور مدعا وہی ہے۔

"آپ سے بارہا عرض کیا کہ مجھے میرے
حال پر چھوڑ دیجئے۔ لیکن آپ نہین مانتے،
کسی داغدار ہستی کی دل پرسی، اگر
نمک پاشی نہین تو خندہ زنی کی مترادف
ضرور ہے"۔

سبحان اللہ، نمک پاشی سے اعراض کرکے خندہ زنی
کہنا جو شاعری کی زبان مین عین نمک پاشی ہے کس
قدر بلیغ انشا ہے۔ مترادف! ظالم کا عربی علم بھی کم
نہین، عام لوگون کی طرح مرادف نہین لکھا، بلکہ مترادف
لکھا، جسکو خواص ہی لکھ سکتے ہین۔

"آپ تفصیل دریافت فرماتے ہین!
اچھا تو سُنیے۔ شب گزشتہ جو میری
اور سوگوار راتون سے کم تاریک تھی، اس
تفصیل کے اجمال کو مین ان الفاظ سے
ظاہر کر سکی ہون:-

کیا ہو گیا نسیم کو پھر یہ خبر نہین
اک چیخ تو سُنی تھی دمِ انتہائے شب

کیا اس سے زیادہ تفصیل آپ چاہتے ہین؟
اگر یہی خواہش ہے تو اُس وقت کا انتظار
کیجئے (جو غالباً دور نہین ہے) جب
میرے لبون پر ہمیشہ کے لئے مُہرِ سکوت
ثبت ہو چکی ہوگی، کہ اس سکون کے لئے
ایسے ہی سکونِ مطلق کی ضرورت ہے،
اِس زمین مین ایک خیال اور نظم ہو گیا تھا
جسکا مفہوم اب میرے ذہن مین بھی نہین ہے۔

دامانِ صبح پر نظر آتا تو ہے مجھے
ہان ایک داغ بے اثریِ دعائے شب

پہلا شعر کس قیامت کا ہے اور کس درجہ میر کا رنگ لیے ہوئے
ہے - دوسرا شعر بالکل مومن کا معلوم ہوتا ہے ' آفتاب کو
دامن صبح کا ایک داغ کہکر دعاے شب کی بے اثری کے اثر کو
ثابت کرنا کس قدر بلیغ انداز بیاں ہے ، مدعا صرف یہ ظاہر
کرنا ہے کہ اگر شب ہجر کی صبح ہوئی تو بھی کیا ، جبکہ ایک مہجور
کا دل بھی داغدار ہوتا ہے لیکن اسکو بیان کیا اس انداز سے
کہ رات کی دعائیں خواہ کتنی ہی بے اثر رہی ہوں ، لیکن یہ
ضرور ہے کہ وہ آفتاب کی صورت میں دامن صبح پر ایک
دھبہ چھوڑ گئی ہیں ، پھر اسی کے ساتھ ضمناً التہاب عشق
کا اظہار جس حسن کے ساتھ ہو گیا وہ ایک جداگانہ لطف ہے -

" خیر - یہ باتیں نہ کہنے کی ہیں نہ
سننے کی ، وقت آجائے تو صرف دیکھنے
کی ، چھوڑیئے ان قصوں کو - اب
یہ بتائیے کہ آپ کا ڈرامہ ظلمت و نور
کب تک مکمل ہو کر شایع ہو جائے گا -
آپ نے بڑا ظلم کیا کہ اسکے ناقص اجزا بھیجکر
مجھے بیتاب بنا دیا ، ہر چند یہ حقیقت ہے
کہ آپکے خیالات سے پورا لطف اٹھانے
کی اہلیت مجھ میں نہیں ہے ، لیکن اپنی
قابلیت کے لحاظ سے بھی جو کچھ میں آپکی
تحریروں سے سمجھ لیتی ہوں وہ بھی سر
دھننے کے لئے کافی ہے - میں نہیں
سمجھ سکتی کہ ایک انسان کیونکر الفاظ پر
ایسی زبردست قدرت حاصل کر سکتا
ہے ، اور اس درجہ بلند خیالات کی بارش
مسلسل و متواتر کس طرح ہو سکتی ہے -
آپ نے شیطان کا کیرکٹر پیش کرنے میں
فی الحقیقت اس تصور انسانی کو پیدا کرنا
چاہا ہے ، جسکے وجود کا علم بھی ابھی
تک لوگوں کو نہیں ، حیرت کرتی ہوں
کہ کتنے آدمی اسکے سمجھنے والے آپ کو
مل سکیں گے ، مگر آرٹ ان باتوں سے
بے نیاز ہے ، صنعت کسی تعریف کی
محتاج نہیں ، گلاب کا پھول جنگل کی
جھاڑیوں میں بھی وہی صنعت و رنگ و بو
ہے ، خواہ کوئی نگاہ انسانی اس تک
پہونچے یا نہ پہونچے - معاف کیجئے
میں نے بہت سمع خراشی کی - اب
اجازت دیجئے کہ اس تحریر کو ختم کروں "

"نسیم"

نسیم کا جو خط آتا ہے وہ تازہ اور زیادہ گہرا اثر چھوڑ جاتا ہے
حیرت ہے کہ کس فضا میں اسکی تربیت ہوئی ہے اور اس قدر
بلند خیالات اسکے دماغ میں پیدا ہونے کا کیا سبب ہے پھر
سنجیدگی کا یہ عالم ہے کہ باوجود اتنے عرصے سے خط و کتابت
ہونے اور باوصف اس حقیقت کے کہ وہ مجھ سے محبت کرتی
ہے - آج تک کبھی ایک لفظ بھی بے تکلفی یا بے اختیاری کا
اسکے قلم سے نہیں نکلا -

کتنی بار اس نے دبی زبان سے یہ بھی خواہش کی کہ میں
کلکتہ جاکر اس سے ملوں ، لیکن اس کمبخت کاروبار سے فرصت
ہی نہیں ہوتی - اور حقیقت تو یہ ہے کہ میں خود بھی پس و پیش

کرتا ہون کہ مبادا ملنے کے بعد وہ میری طرف سے اُن
خیالات و توقعات کو واپس لے لے جو اِس وقت تک
تحریرون کے ذریعے سے مین اُسکے دل مین پیدا کر سکا ہون
لیکن آخر اسکا نتیجہ کیا ہوگا، اس ڈرامہ کا اختتام کیا
ہوسکتا ہے، یا کیا ہونا چاہئے ——— "

اُسکا خیال اس حد تک پہونچا تھا کہ عباس آگیا اور اُس نے آتے ہی
رشید کی صورت دیکھ کر سمجھ لیا کہ آج پھر حضرت پر بحرانِ عشق طاری ہے -

"کیون" کیا اور کوئی تازہ جرگہ نصیب ہوگیا ہے ؟ "

—— "تم نے آج تک میرے مسئلہ پر کبھی سنجیدگی سے غور نہین کیا
حالات زیادہ نزاکت اختیار کرتے جاتے ہین، اور مین جلد سے جلد اگر
کوئی فیصلہ نہ کرونگا تو ممکن ہے کچھ زیادہ خراب صورت پیدا ہو جائے"

—— "آپ ہین عقلمند، مین بیس دفعہ کہہ چکا کہ سعیدہ کی ماں کو طلاق دو
اور کلکتہ جاکر نسیم کو بیاہ لاؤ، اِس سے زیادہ دلخوش کن فیصلہ تمھارے
لئے اور کیا ہوسکتا ہے"

—— "وہ تو مین سمجھتا ہون کہ تم اِس معاملہ مین کبھی متین نہین ہو سکتے"

"اچھا یہ منظور نہین تو نسیم سے خط وکتابت بند کرو، بیوی کو
پاس بُلا کر رکھو اور اُس طرح زندگی بسر کرو جس طرح شرفا بسر کیا کرتے
ہین - اور ہان اِن دو صورتون کے علاوہ ایک تیسری صورت اور بھی
ہوسکتی ہے، اور وہ یہ کہ نہ ایک کو باقاعدہ طلاق دو، نہ دوسری سے
باضابطہ شادی کرو، لیکن اُسکو مطلقہ کے حکم مین رکھو، اور اسکو منکوحہ
سمجھکر ربط پیدا کرلو"

—— "اور ایک چوتھی صورت اور بھی تو ہے - کیا یہ ممکن نہین کہ
صفیہ کو طلاق دئے بغیر نسیم سے نکاح کرلون"

—— "نہین" یہ صورت ناقابلِ عمل ہے، کیونکہ اول تو مجھے اسی مین
کلام ہے - کہ نسیم تم سے شادی کرنا بھی چاہتی ہے یا نہین، اور وہ اگر بفرض
محال وہ اِس پر راضی ہوئی بھی تو اُسکی اولین شرط یہی ہوگی کہ پہلی بیوی کو طلاق دو"

—— ممکن ہے ایسی صورت پیش آئے لیکن جبتک پوری طرح اسکا
یقین نہ ہو پہلی تین صورتون پر غور کرنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی"

—— "رشید، تم نے ابتک نہ بتایا کہ یہ کس خاندان کی لڑکی ہے،
کیا عمر ہے، اور اسکی تعلیم کہان اور کس حد تک ہوئی ہے"

—— "یہ مجھے خود نہین معلوم، مین نے تو "**اکسچینج کلب**"
(Exchange Club) مین ممبر ہونے کے بعد ممبرون
کی فہرست مین اس نام کو دلچسپ دیکھ کر خط بھیجدیا اور رفتہ رفتہ نوبت
یہان تک پہونچ گئی لیکن اُسکی تحریرون سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ
اُسکی تعلیم بہت بلند ہے، اور کسی معزز خاندان سے تعلق رکھتی ہے -
مین نے ایک مرتبہ .... "

رشید کی تقریر ختم نہ ہوئی تھی کہ ڈاکیہ نے لاکر چند خطوط دئے جنہین
سب سے پہلے رشید نے یہ کہتے ہوئے کہ :-

"لیجئے ایک اور خط اُن کا آگیا "

ایک بڑے لفافہ کو چاک کیا جسمین تحریر تو نہایت مختصر تھی کہ :-

"مین میوزک کانفرنس مین شرکت
کی غرض سے لکھنؤ آرہی ہون، صحیح
وقت تاریخ سے بعد کو ذریعۂ تار اطلاع دونگی"

لیکن اسی کے ساتھ ایک تصویر بھی تھی جسکے نیچے یہ لکھا ہوا تھا :-

"تاکہ آپ مجھے پہچان لین"

"نسیم"

رشید دیر تک تصویر کو دیکھتا رہا، اور پھر عباس کو حوالہ کرکے خود
سر پکڑ کر اس طرح بیٹھ گیا کہ جیسے کوئی بڑی سخت مصیبت نازل ہوئی ہو -
اِس وقت تک رشید کی جو کچھ گرویدگی نسیم کے ساتھ تھی، اُس کا
بڑا سبب صرف یہ تھا کہ نسیم نہ صرف تعلیم یافتہ بلکہ ادب کا صحیح ذوق رکھنے والی

ثابت ہوئی تھی اور شاید ایک ہلکا سا تعلق اس فلسفہ سے بھی تھا کہ ابتک اُس نے اُسکو دیکھا نہ تھا، لیکن اب جو تصویر اُس نے دیکھی تو اس کی وہ گرویدگی دفعتاً محبّت مین تبدیل ہوگئی اور پس و پیش کا وہ عالم کہ اُسکو کیا کرنا چاہیئے دفعتہً دور ہوگیا اور صورت پر نگاہ ڈالتے ہی اُس نے یہ فیصلہ کرلیا، کہ اگر کوئی حقیقی مدعا زندگی کا ہوسکتا ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ نسیم کو شریکِ زندگی بنالیا جائے۔

ایک سرو قامت زیادہ سے زیادہ اٹھارہ سال کی لڑکی، کتابی چہرہ، بنگال کی نشیلی آنکھین، بڑے بڑے بالون کا جوڑا، خدوخال نہایت ذہین، ریشمی سبک ساری مین نہایت خوش وضعی کے ساتھ لپٹی ہوئی۔ یہ تھا مجموعہ تصویر کے سیاہ و سفید خطوط کے امتزاج و اختلاط کا، اور ہر چند بحیثیت مجموعی کوئی ایسی قدرت اُس مین نہ پائی جاتی تھی جو صاحبِ تصویر کے غیر معمولی حُسن کی شہادت مین پیش کی جاسکے۔ لیکن رشید چونکہ پہلے ہی سے بڑی حدتک مغلوب ہوچکا تھا اور اب تصویر کے جابجا ہلکے سایون نے جن مین مشّاق مصوّر نے زیادہ تر اپنی پنسل کی مدد سے پیدا کیا تھا اُسکے صنعت پسند دماغ کو اور زیادہ متاثر کردیا، اس لئے اُس نے اپنی پہلی نگاہ کا جائزہ بھی ختم نہ کیا تھا کہ فوراً سر بسجود ہوگیا اور دفعتاً اسکے دماغ مین اس قدر کثیر خیالات و جذبات کا ہجوم پیدا ہوا کہ اُسکا سر چکرانے لگا، اور تھوڑی دیر کے لئے اُس نے ایسا محسوس کیا کہ وہ اِس زمین و آسمان سے علیحدہ کسی اور جگہ پھینک دیا گیا ہے جہان انسان خواب و بیداری کے درمیان ایک سُکر کی سی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔

ہر چند رشید تعلیم کے لحاظ سے کسی خصوصیّت کا مالک نہ تھا لیکن اپنی فطرت و ذہینیّت کے اعتبار سے یقیناً وہ عام سطحِ انسانی سے کچھ بلند واقع ہوا تھا، وہ ایک شریف مگر معمولی خاندان کا شخص تھا جس مین تعلیم کا رواج زیادہ نہ تھا، لیکن چونکہ یہ قدرت کے لحاظ سے ذہین دماغ لیکر آیا تھا اس لئے اُس نے خود اپنی کوشش و کاوش سے عربی فارسی کی ضروری تعلیم کے ساتھ انگریزی بھی حاصل کی اور پھر مطالعہ سے اُس نے اپنی قابلیت و معلومات مین کافی اضافہ کرلیا۔ لوگون کا خیال ہے اور ایک حد تک غلط بھی نہین کہ شروع ہی سے اسکا میلانِ طبع، انگریزیت کی طرف زیادہ تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ اُسکے معاشرت و معیشت نے بالکل انگریزی اصول اختیار کرلئے اور یورپ کی ہر ادا کو وہ نگاہِ استحسان سے دیکھنے لگا۔ اسکی شادی خاندان ہی مین شاید چچا کی لڑکی سے ابتدائے عمر مین ہوگئی تھی اور چونکہ شادی کے بعد بھی عرصہ تک اسکے ذوق مین کوئی خاص انقلاب نہ ہوا تھا۔ اِس لیے وہ بھی اس زمانہ تک اِس تعلق سے مطمئن تھا لیکن جب رفتہ رفتہ انگریزی اثر نے اسکے دل و دماغ پر قابو حاصل کرلیا تو اسکو صفیہ سے نفرت ہونے لگی۔ اور اسکے بعد جب اس نے شاعری، ادب نگاری اور تصنیف و تالیف کے سلسلہ مین مُلک کے اندر خاص شہرت حاصل کرلی، تو اُس نفرت مین اور زیادہ اضافہ ہوگیا، کیونکہ اگر پہلے اسکو صفیہ سے اِس لیے بیزاری تھی کہ اُسکو جدید طرز سے خوشنما طور پر ساری باندھنا نہین آتا، وہ اپنے بالون کو مختلف انداز سے سنوارنا نہین جانتی، وہ زینت و آرائش کے جدید اصول سے ناواقف ہے، اُسکی رفتار و گفتار مین کوئی لوچ نہین ہے، پردہ کی شدت سے پابند ہے، تو اب اس مین اور ایک اضافہ اس الزام کا بھی ہوگیا تھا کہ وہ اسکے مضامین نہین سمجھ سکتی، وہ اسکی ادبی شہرت کی اہمیّت کا اندازہ نہین کرسکتی، اور اسکے کہے ہوئے شعرون مین سے کسی معمولی شعر تک بھی اسکے ذہن کی رسائی نہین ہے۔

صفیہ فطرتاً ذہین تھی اور اس مین کلام نہین کہ اگر اسکو تعلیم و تربیت دیجاتی تو آسانی سے رشید اسکو اپنے ذوق کا بنا سکتا تھا، لیکن چونکہ وہ حد درجہ سرعت پسند تھا اور چاہتا تھا کہ ایک ہی دن مین اس کے اندر انقلاب پیدا ہوجائے، اِس لئے مہینہ دو مہینہ تک یہ کوشش کرنے کے بعد وہ مایوس ہوگیا، اور اُس نے فیصلہ کرلیا کہ اِس بیکار صرفِ دماغ اور کوفت سے کہین اچھا ہے کہ صفیہ کو اسکی حالت پر چھوڑ دیا جائے

چنانچہ یہی ہوا اور رفتہ رفتہ اس بیگانگی نے نفرت وبیزاری کی شدید ترین صورت اختیار کرلی۔ ہفتون ہوجاتے تھے کہ وہ مردانہ نشست سے اُٹھ کر گھر کے اندر نہین جاتا تھا اور اگر کبھی وطن سے باہر چلا گیا تو مہینون اس نے یہ بھی نہین پوچھا کہ صفیہ مرتی ہے یا جیتی ہے۔ چونکہ رشید کی مان زندہ تھی، اس لئے وہ اپنی بہو اور پوتی کو سنبھالے ہوئے اِن تمام باتون کو چھپائے ہوئے تھی، ورنہ رشید نے تو اپنے طرزِ عمل سے کوئی دقیقہ خاندان کی رُسوائی مین نہ اُٹھا رکھا تھا۔

اسی طرح اس نے کئی سال اپنے وطن مین بسر کئے لیکن اتفاق سے کاروبار کی ضرورتون نے اُسے کسی دوسری جگہ چلے جانے پر مجبور کردیا۔ اور وہ سب کو خیرباد کہکر اور اپنے خیال مین ہمیشہ کے لئے قطع تعلق کرکے لکھنو چلا آیا۔

رشید اس قدر معمولی شکل وصورت کا انسان تھا کہ زیادہ سے زیادہ اُسے اِس لحاظ سے "بے عیب" کہہ سکتے تھے لیکن فطرت نے اس کمی کو اس طرح پورا کیا کہ دماغ غیر معمولی دیدیا اور زبان وقلم مین خاص قوت عطا کردی۔ یہی اصل راز اس کی کامیابی کا تھا اور اُس نے اُسکی بہت سی اخلاقی بُرائیون پر پردہ ڈال رکھا تھا۔

چونکہ ازدواجی زندگی کے لحاظ سے وہ بدنصیب تھا، اِس لئے منجملہ اسکی بہت سی آرزوٴن کے جنکی تکمیل کے لئے وہ ہر وقت بیچین رہا کرتا تھا، ایک آرزو یہ بھی تھی کہ کوئی نہایت شایستہ وتعلیم یافتہ عورت اسکو ملجائے لیکن اُس وقت تک وہ اسمین کامیاب نہ ہوا تھا۔ اب نسیم کے ساتھ خط وکتابت کرنے اور اُسکی تصویر دیکھنے کے بعد البتہ اُس نے سمجھ لیا تھا کہ شاید تکمیلِ آرزو کی ساعت آگئی ہے اور اِس لئے یہ معلوم کرکے کہ وہ لکھنو آرہی ہے، اُس نے اپنی نئی زندگی کی ساری اسکیم بھی مرتب کرلی، اور نسیم کی تپزیرائی کے لئے طیاریون مین مصروف ہوگیا۔

(۲)

نسیم کو کلکتہ سے آئے ہوئے چار دن ہوچلے ہین، اور رشید کا مکان کاشانۂ حُسن بنا ہوا جگمگا رہا ہے۔ میوزک کانفرنس کے جلسون مین باقاعدہ سب کی شرکت ہورہی ہے اور منجملہ دیگر حیرت انگیز باتون کے یہ تباہ کن حقیقت بھی رشید پر ظاہر ہوگئی ہے کہ نسیم مین جہان اور صفات تکمیلِ نسائیت کے پائے جاتے ہین، وہین ایک صفت یہ بھی اسمین موجود ہے کہ وہ نہ صرف علم موسیقی کی واقف ہے بلکہ ستار بھی نہایت اچھا بجاتی ہے۔ چونکہ رشید خود بھی دلدادگانِ موسیقی مین سے تھا۔ اِس لئے اِس علم نے اسکے جذبات کو نسیم کے حضور مین یکسر نیازکیش وعبودیت بنایا اور اسکی بیقراریان ووارفتگیان اس حد سے گزر گئین کہ ان مین کوئی اور اضافہ ہوسکتا۔

جس حد تک سطح وخطوط، تناسبِ نقوش کا تعلق ہے، نسیم ایک معمولی عورت تھی، لیکن چونکہ عورت نام رنگ وجلا کا نہین، بلکہ اِس فنِ دلربائی کا ہے جو اسکی نسائی خصوصیات کو نہایت دلفریب رنگ دیکر پیش کرتا ہے اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ نسیم مکمل عورت تھی۔ وہ اسکے پاکیزہ معاشرت، وہ فن تزئین وآرائش مین اسکی غیر معمولی مہارت، وہ رفتار وگفتار مین اسکی صناعانہ تکمیل وہ موقع ومحل کے لحاظ سے اُسکا صرف تبسم وخندہ، وہ بیحجابی کے ساتھ ساتھ خاص خاص اوقات مین اسکا سکوت انفعال، وہ عنفوانِ شباب کی تمام توانائیون کے باوجود اس کا یکسر نزاکت مینا نظر آنا، وہ اسکا علم مجلس کے تمام رموز ونکات سے باخبر ہونا، وہ اسکا تہذیب ومتانت کے ساتھ علمی وادبی صحبتون مین ایک صاحب بصیرت انسان کی طرح حصہ لینا۔ تکلم

باقی آیندہ

تصویرِ بہار

(از جناب مولانا وجاہت حسین صاحب عندلیب شادانی رامپوری ایم۔اے۔ام۔او۔ال منشی فاضل، اتالیق جناب نواب صاحب بہادر ریاست دوجانہ)

گیا خزان کا دور جان گزا بہار آگئی — چمن کی روحِ رفتہ لو پھر ایک بار آگئی

ہے عندلیبِ خوش نوا چمن مین پھر غزل سرا — روش روش پہ پھر گلون سے کھیلنے لگی صبا

اُگا ہے سبزہ اِس قدر کہ ہے زمردین زمین — جدھر نظر اُٹھائیے بچھا ہے فرشِ مخملین

کچھ ایک بوستان کے صحن ہی پہ منحصر نہین — زہے بہار! ذرہ ذرہ خاک کا ہے عنبرین

قطعہ

طیور مل کے گا رہے ہین گیت نو بہار کے — ہوا وصالِ گل نصیب دن پھرے ہزار کے

نہ یہ پکار سار کی نہ شور یہ چکور کا — نہ یہ نوائے فاختہ نہ یہ تدرو کی صدا

رباب وارغنون و چنگ و بربط و ستار و نَے — تمام ساز بج رہے ہین ساتھ ساتھ پے بہ پے

کہین اُگی ہے ضیمران کہین کھلی ہے چاندنی — کسی طرف ہے نازبو کسی طرف ہے جعفری

وہ چاندنی کہ جسکے آگے ماہتاب گرد ہے — وہ جعفری کہ جسکے آگے آفتاب زرد ہے

بنفشہ و سمن کہین گلاب و نارون کہین — بہار و یاسمن کہین انار و نسترن کہین

قطعہ

کھلا ہے موگرا کہ یہ حباب ہین بلور کے — حباب ہین بلور کے کہ قمقمے ہین نور کے

یہ قمقمے ہین نور کے کہ آسمان کے تارے ہین — بہار کے طلسم نے زمین پر اُتارے ہین

قطعہ

ہوا کا فیض کہئے یا یہ فیض ہے بہار کا — کہ آرہے ہین کان مین ترانہ ہائے جانفزا

ہر ایک جوئے بار سے ہر ایک آبشار سے — ہر ایک رودبار سے ہر ایک کوہسار سے

جو شاخِ گل لچک گئی ہر اک کلی چٹک گئی — ادھر صبا لہک گئی اُدھر فضا مہک گئی

ہوا سے مِل کے برگ و شاخ کی ترانہ ریزیان — وہ جنبشِ نسیم سے گلون کی عطر بیزیان

وہ قمریون کے ہمہمے۔ وہ بلبلون کے چہچہے — وہ طائرون کے زمزمے۔ وہ مہوشون کے قہقہے

صبا کی چھیڑ پر گلون کا مست ہو کے جھومنا — لپک لپک کے ایک دوسرے کے مُنہ کو چومنا

غرض بہار کی دُلہن مراد جس سے ہے چمن — بنی ہے رو کشِ ریاضِ خلد و جنتِ عدن[1]

دلون مین جوششِ نشاط سے عجب اُمنگ ہے — یہ نشۂ وفورِ انبساط کی ترنگ ہے

مگر یہ رونقِ چمن ہے چار دن کی میہمان — یونہی گردشِ زمان، بہار آج، کل خزان

کسی کو گر ثبات ہے تو وہ خدا کی ذات ہے — نصیب اسکے عاشقون کو سرمدی حیات ہے

---

[1] عدن بتحریک دال اراداتاً اور دانستہ استعمال کیا گیا ہے ۔۱۲

ذکرِ خیر

اُردو اخبار و جرائد پر مختصر ضروری نوٹ

(مضامین پر مُفصّل تنقید وقتاً فوقتاً خاص طور سے کیجائیگی جسکا اس نوٹ سے کوئی تعلق نہین ہے)

اخبارات

(۱) **اودھ پنچ لکھنؤ:۔** منشی سجاد حسین مرحوم کے بعد اب ہمارے خاص کرمفرما حکیم محمد ممتاز حسین صاحب کی ادارت مین ہفتہ وار شایع ہوتا ہے۔ لطافت و ظرافت کے ساتھ حکیم صاحب ممدوح کے علمی و ادبی محققانہ چھیڑ چھاڑ نے اسمین نئی روح پھونک دی ہے۔ جو خصوصیت کے ساتھ علمی طبقے کے واسطے اُسی طرح دلچسپ ہے جس طرح لطائف و ظرائف کا رنگ پسند کرنے والے حلقے کے لئے۔ اُنکے مذاق کے مضامین، کاغذ، لکھائی، چھپائی کی خوبیان بھی اسمین موجود ہین اسکی سالانہ قیمت صہ ششماہی سے، اور سہ ماہی ۳؍ ہے۔

(۲) **نیرِ اعظم مرادآباد:۔** یہ وہ قدیم ہفتہ وار اخبار ہے جسنے اپنی عمر کے پچاس سال بڑے لطف و خوبی اور شہرت و ناموری سے ختم کر کے اکیاونین سال مین قدم بڑھایا ہے۔ اِس نے نہ معلوم کتنے زمانے کے نشیب و فراز دیکھے۔ کتنی فلکی گردشون سے اس نے مقابلہ کیا۔ ہمیشہ مسلمانون کا ہمدرد۔ اور اُنکی ترقی، فلاح و بہبودی کا خواہان رہا۔ اور ثابت قدمی و استقلال اسمین یہ دو ایسی طاقتین ہین، جن پر باد حوادث کا اثر ہونا قریب قریب محال ہوتا ہے مضامین کے اعتبار سے بھی قابلِ تعریف ہے، جو روش اس نے شروع مین اختیار کی اُسی پر آج بھی قائم ہے۔ اسکی کامیابی کا راز باعث و ذریعہ جناب ایس، این علی صاحب کی ادارت ہے، اور یہ اخبار آپ ہی کی ملکیت مین ہے۔ اور آپ ہر طرح قابلِ مبارکباد ہین۔ اسکی عام سالانہ قیمت للعہ ششماہی ۴؍ اور سہ ماہی ۲؍ ہے۔

(۳) **ذوالقرنین بدایون:۔** جناب نظامی بدایونی کا یہ خاص ہفتہ وار اخبار ہے جسکی اڈیٹری کے فرائض وہ خود نہایت دراز سے نہایت خوبی کے ساتھ انجام دے رہے ہین۔ آپکی ذاتی توجہ۔ ذاتی قابلیت اور خوبی انتظام کی وجہ سے ذوالقرنین قابلِ تعریف اخبار ہے۔ اسکی عام سالانہ قیمت صہ۔ اور رعایتی للعہ ہے۔ (باقی آئندہ)

جرائد

(۱) **نظر لکھنؤ:۔** یہ ماہوار جریدہ سات سال سے جاری ہے۔ پہلے اسکا نام "ترچھی نظر" تھا۔ اور اب صرف "نظر" کے نام سے ۲۷+۱۷ ⅛ کی تقطیع پر خاص آب و تاب سے نکل رہا ہے۔

ہمارے کرم شفیق جناب حاجی محمد مصطفا خان صاحب مصطفا مالک کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے نام نامی سے کون ایسا ہے جو واقف نہین۔ آپ اُردو کے خاص حامی۔ اُسکی ترقی کے دل سے خواہان اور اُردو ادب سے خاص دلچسپی رکھتے ہین۔

آپکو اُردو نظم و نثر سے خاص ذوق ہے اور گو آپ اپنے دیگر مشاغل کی وجہ سے خود بہت کم (نظم و نثر) لکھتے ہین لیکن پھر بھی جب کہتے اور جو لکھتے ہین اسکا لطف وہی بیان کر سکتے ہین جنکی نظرون سے یہ چیزین گزری ہین۔

آپکو قدرت سے درد بھرا دل عطا ہوا ہے، مذاق بھی فطری طور پر صوفیانہ عشق کی بارگاہ سے صاف اور ستھرا پایا ہے۔ جو آپکے شفیق اُستاد حضرت سیف شاہجہانپوری کے رنگِ خاص کا عکسِ کامل ہے۔ اس وجہ سے آپکے کلام مین دیگر شاعرانہ لطافتون کے ساتھ اس رنگ کی جھلک نمایان طور پر پائی جاتی ہے۔ یہ رسالہ آپکے حسنِ ذوق کا نمونہ، اور آپکی گرانمایہ توجہ اور کوششون کا نتیجہ ہے۔

"ترچھی نظر" بھی اُردو کے لئے کچھ نہ کچھ مفید کارنامہ پیش کر چکا ہے لیکن اب "نظر" خصوصیت کے ساتھ اُردو ادب کی شاہراہ مین ترقی کرتا نظر آرہا ہے، گو ابھی اسکی ترقی کا آغاز ہے۔ لیکن ہمارے مکرم حاجی صاحب ممدوح کی توجہ اور اُسکے مدیر اعزازی جناب پیرزادہ سید فدا حسین صاحب بی۔ اے۔ (علیگ) کی مساعی جمیلہ اور اُسکے ارکینِ ادارت خصوصی مسٹر رفیع احمد خان ایم اے (علیگ)۔ مولانا آسی اور جناب امین سلونوی کی کوششون سے بہت کچھ ترقی کی اُمید ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ کی خوبیون کے ساتھ اسکی سالانہ قیمت تین روپیہ ہے۔

علی گڑھ کے دو ممتاز اُردو جرائد

(۳) **علی گڑھ میگزین** (اُردو) علم و ادب کے موجودہ دور ارتقا مین رسائل و جرائد کی ناخوشگوار کثرت اگر ایک طرف حوصلہ شکن ہے تو دوسری طرف عمدہ عمدہ رسالے (جو معدودے چند ہین) ذوقِ صحیح کے لئے مستقل سامانِ کیف و سرور ہین۔

اس وقت علی گڑھ میگزین کا جوبلی نمبر میرے پیش نظر ہے۔ کتابت و طباعت کے لحاظ سے یہ رسالہ ہمیشہ ممتاز رہا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکو اس نوع کی تمام آسانیان مہیا ہین مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اس نمبر کی ترتیب و اشاعت کے لئے کارپردازانِ میگزین کو بہت مختصر وقت ملا مگر پھر بھی اس قلیل عرصہ مین انھون نے اپنی خاص کوششون سے اسکو نظر افروز اور دلفریب بنا دیا ہے۔

"جوبلی نمبر" مضامین کی ترتیب، انتخاب، طباعت و اشاعت کی تکمیل اور تصاویر کی فراہمی کی لحاظ سے ہر طرح قابلِ قدر ہے۔ میگزین کے شعبۂ ادارت مین کچھ تھوڑا عرصہ ہوا کہ نئے انتظامات کے تحت مین کچھ تبدیلیان ہوئی ہین مجھے مسرت ہے کہ یہ نمبر جو ہر طرح قابلِ مبارکباد ہے نئے سٹاف بالخصوص جناب ایڈیٹر اور اسسٹنٹ ایڈیٹر کی سعی جمیل کا ایک دلکش نمونہ ہے۔ اسکے اسسٹنٹ ایڈیٹر جلیل احمد صاحب جلیل قدوائی اُن نوجوان ادیبون مین سے ہین جن سے ملک کے بہت سے خوش آیند توقعات وابستہ ہین۔ مجھے امید ہے کہ انکی کوشش قابلیت میگزین کے معیار کو ہمیشہ اس بلندی پر قائم رکھیگی جو انکی حوصلہ مند طبیعت اور خوش مذاقی کا تقاضہ ہین۔

یون تو علم ادب کے اسمین بہترین نمونے موجود ہین اور ہر تصویر ایک خاص نوعیت رکھتی ہے لیکن میرے خیال مین اس نمبر کی مخصوص چیز علامہ اقبال کا پیام اور انکی باصر نواز تصویر ہے۔ انکے پیام کا یہ شعر جو شہپرِ عمل کے لئے بہترین مہمیز ہے حقیقت مین ذی حس نفوس کے پیمانۂ قلوب کے لئے صہبائے کیف ہے ؎

اگر یک قطرہ خون داری۔ اگر مشتے پرے داری　　بیا من با تو آموزم طریقِ شاہبازی را

دیکھنا یہ ہے کہ کتنے سرد دلون مین حرارت اور ٹھٹھرے ہوئے قلوب مین ذوقِ عمل کی چنگاری پیدا کرتا ہے علیگڑھ کی فضا ادبی کارنامون کے جو مفید نمونے پیش کر رہی ہے خدا کرے کہ ملک کے ہر گوشہ مین انکی پذیرائی کیجائے اور یہ شہرت و شکایت کہ جدید تعلیم یافتہ حضرات اُردو زبان کو بجائے درست کرنے کے خراب کر رہے ہین بالکل غلط ثابت ہو۔ کیونکہ یہی وہ چیزین ہین جن پر ہمارے علمی و ادبی ترقیون کا حقیقی مدار ہے۔

(۴) **سہیل**:- یہ سہ ماہی رسالہ بھی علیگڑھ کی ادب نواز سرزمین کی ایک بہترین پیداوار ہے۔ اسکی عمدگی کے متعلق صرف اتنا کہدینا کافی ہے کہ یہ رسالہ ملک کے مایۂ ناز ادیب پروفیسر رشید احمد صاحب صدیقی کے زیرِ ادارت شایع ہوا ہے

موجودہ طرز انشا اور رنگِ نگارش نے غریب اُردو پر اپنے ہلکے سطحی اور غیر مفید لٹریچر سے جو ظلم ڈھائے ہین اُسکی تلافی صرف اسی صورت مین ہو سکتی ہے کہ لوگون مین ٹھوس کار آمد اور مفید مضامین کا مذاق پیدا کر کے ادبِ اردو کو اس خطرناک تباہی سے بچا لیا جائے جسکی طرف وہ سُرعت کے ساتھ ڈھکیلا جا رہا ہے۔ اس بربادی کا باعث وہ مخصوص طبقہ ہے جنکو بقول رشید صاحب "ذوقِ سلیم اور استعداد فکر سے زیادہ اپنی شخصیت اور اپنے مستعار خیالات کا اظہار مقصود ہوتا ہے"۔

اب ایسے رسالون کی ضرورت ہے جو بیکار لمحون مین سطحی اور غیر مستقل تفریح کا باعث ہونے کے بجائے صلاحیت پذیر دماغون کے لئے نشو و نما کے سامان پیدا کرین۔ خدا کا شکر ہے کہ "سہیل" کا حال اور مستقبل دونون بہت زرین نظر آتے ہین۔ اور اگر "سہیل" اپنے مقاصد کی تکمیل مین حسب منشا کامیاب رہا تو بڑی حد تک اس کے ذریعہ سے ملک کے اُردو دان طبقہ مین مذاقِ ادب کی اصلاح ہو جائیگی، اور اسی کے ساتھ ہمکو امید ہے کہ اُردو زبان بھی اپنے صحیح معنون مین ترقی کرتی ہوئی نظر آئیگی۔ اغراض و مقاصد کے سلسلے مین "سہیل" کو شاعر یا نثر نگار کی تالیفِ قلوب کا ذریعہ بنانا بہت ضروری تھا اور مین خوش ہون کہ رشید صاحب نے اس معاملہ مین انتہائی صاف گوئی اور آزاد بیانی سے کام لیکر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے "سہیل" کو پیشہ ور مضمون نگارون کی تکلیف دہ بد مذاقیون سے بچا لیا۔

"سہیل" کا پہلا نمبر جس آب و تاب سے شایع ہوا ہے اُسے دیکھکر مین بلاخوف تردید اس حقیقت کا اظہار کر سکتا ہون کہ ہندستان مین کسی اُردو رسالہ کی ابتدا شاید ہی اس قدر شاندار ہوئی ہو ملک کے مشہور نقاش "چغتائی" کے نقش آفرین قلم کے چند سحر کار نمونے بھی اس رسالہ کے زیب اوراق ہین بہترین کتابت، بہترین طباعت، بہترین کاغذ، بہترین مضامین غرضکہ اس رسالہ کی کوئی ظاہر اور باطنی چیز ایسی نہین جو دماغ اور نظر کے لئے یکسان سامانِ نشاط نہ مہیا کرتی ہو۔ اسکی سالانہ قیمت ے ۔ اور ایک کاپی کی قیمت ۱۲ ہے۔

روحِ سخن

جناب مرزا جعفر علیخانصاحب اثر لکھنوی بی اے ڈپٹی کلکٹر

نرگس مست خواب آلودہ — لبِ لعلین شراب آلودہ
دوش پر زلف عنبرین بکھری — اور گریبان گلاب آلودہ
پھول ڈوبا ہوا گلاب مین تھا — اُف وہ چہرہ حجاب آلودہ
مجھکو دیکھا تو دیکھئے قسمت — تھی جبین پیچ و تاب آلودہ

یاد ہے یاد ہے اثر اب تک
وہ نگاہِ عتاب آلودہ

جناب فرخ بنارسی (از اناؤ)

پابند ہوئے مین ہم قفس کے — سب کھیل بگڑ گئے ہوس کے
شبنم کی طرح جہان مین اپنا — پایا نہ سُراغ رات بس کے
برباد ہوئی تو چین آیا — پورے ہوئے حوصلے ہوس کے
ایسی توبہ سے میری توبہ — رہ جاتا ہے دل ترس ترس کے
بڑھجاتی ہے رونقِ گلستان — کھُل جاتا ہے ابر جب برس کے
پُرسان نہین قافلے مین کوئی — نالے سُنتے ہین سب جرس کے
مین چارہ گری سے باز آیا — یہ روگ نہین ہین میرے بس کے
چھوٹے بھی تو یون اسیر چھوٹے — صدقے ہوتے رہے قفس کے
افسانۂ دردِ دل نہ پوچھو — قصے ہین یہ سیکڑون برس کے
ہم وہ نہین اے طلسمِ ہستی — رہ جائین جو دلکشی مین پھنس کے

فرخ رازِ و نیازِ کامل
قبضے مین ہین جنبشِ نفس کے

جناب منشی ممتاز علی صاحب آہ ارشد تلامذہ حضرت امیر مینائی

ترے در کے قابل یہ سر تو نہین ہے — مجھے بھی کوئی اور در تو نہین ہے
نہ اُلٹین نقاب آپ رُخ سے مین خوش ہون — شبِ وصل ہوتی سحر تو نہین ہے
وہ ہنس ہنس کے کچھ غیر سے کہہ رہے ہین — یہ میری دعا کا اثر تو نہین ہے
زمانہ بھلا قدر کیا جانے اِسکی — مرا اشکِ حسرت گہر تو نہین ہے
مرے دل مین بیشک ہین ارمان اُنکے — کسی کا مجھے اسمین ڈر تو نہین ہے
یہ کیا شام سے آج اُجالا ہے کیسا — کہین ساتھ اُنکے سحر تو نہین ہے
مین جنت مین چارون طرف دیکھتا ہون — وہان بھی وہ حُسن بشر تو نہین ہے
یہ کیون غیر آنکھین چُراتا ہے مجھ سے — نگاہون مین اُنکی نظر تو نہین ہے

وہ ہنس ہنس کے کہتے ہین یون آہ تم تو
فقط نام کے ہو اثر تو نہین ہے

جناب شفیق صدیقی اڈیٹر وحید العصر جونپور تلمیذ مولانا حسرت موہانی

وہ دن بھی یاد ہے مجھے اے مبتلائے عشق — گونجی ہوئی تھی بزمِ ازل مین صدائے عشق
کہتا ہے کون ذکرِ محبت کو بے اثر — میری زبان سے کوئی سُنے ماجرائے عشق
اے بیخودی بتا کہ مین ہون کس مقام مین — کوئی مجھے نظر نہین آتا سوائے عشق
اسکا پتہ کسی سے نہ معلوم ہو سکا — کیا ابتدائے عشق ہے کیا انتہائے عشق
وجہِ وجود ہو جو ہر اک ذی وجود کی — ایسی تو کوئی چیز نہین ہے سوائے عشق
لکھا ہے آفرینشِ عالم کے باب مین — دنیا برائے عشق ہے عقبیٰ برائے عشق

کمبخت کھینچتا ہے کئی دن سے آہِ سرد
ڈر ہے شفیق کو نہ لگی ہو ہوائے عشق

استفسارات ادبی و شعری

(از جناب "نسیم" خلف حضرت وسیم خیرآبادی)

(۱) لکھنؤ ہم پر فدا ہے ہم فدائے لکھنؤ

اس مصرع کے قافیہ فدائے کی طرح اور قوافی مین آئے، جائے کھائے وغیرہ کے ساتھ "برائے" (بمعنی واسطے) سوائے (بمعنی بجز) کو ہم قافیہ کیا جا سکتا ہے یا نہین؟ اور کتابت مین بپابندی لفظ قافیہ یائے مجہول لکھی جائے یا ہمزۂ اضافی، بحالت عدم جواز مفصل توجیہ کی ضرورت ہے، اور بصورت جواز اساتذہ کے کلام سے مثالین درکار ہین (بجز حضرت ناسخ)

(۲) لفظ سہ (بمعنی تین) مین ہائے مختفی ہے یا مظہر۔ اسکے ہم قافیہ الفاظ دِہ (بمعنی گاؤن) مِہ (بمعنی بزرگ و سردار قوم) ہین یا نہین؟ اگر ہون تو مثال تحریر فرمائیے۔

"طمع را سہ حرف است وہر سہ تہی"

اس مصرع مین دوسرا سہ قابل دریافت ہے یعنی اسکا تلفظ بالکسر باشباع حرکت صحیح ہے یا باظہار ہائے ہوز۔ اگر یائے بطنی ہے تو یہ لفظ "سے" یا "رہے" وغیرہ کے ساتھ ہم قافیہ ہو سکتا ہے یا نہین؟ اگر اسکی کوئی مثال مل سکے تو عنایت فرمائیے

(۳) "ہوئی" یا "ہوئے" کا املا ایک ے سے صحیح ہے یا دو ے سے؟ ان مین دو ے کے عدد لینا چاہئیے یا ایک کے۔ اور اسکی مثال بھی عنایت ہو۔ جو لوگ "ہوئی" یا "ہوئے" کو فَعَل کے وزن پر سمجھتے ہوئے ایک ے سمجھتے ہین اسکی وجہ معلوم ہونا چاہیئے کیونکہ لئے دیئے گئے وغیرہ سب فَعَل کے وزن پر ہین اور برابر انمین دو ے کے عدد لئے جاتے ہین انمین وزن کا لحاظ کیون نہین کیا جاتا؟

(۴) "قَدَم" کی جمع عربی مین "اقدام" آئی ہے۔ لیکن مؤلف فرہنگ آصفیہ نے "قدوم" کے معنی لکھتے ہوئے اسطرح تحریر فرمایا ہے۔

قُدُوم ۔ (عربی) اسم مذکر (۱) قدم کی جمع (۲) کسی جگہ سے آنا۔ تشریف لانا۔ سفر سے واپس آنا۔ یہ جمع عربی کے اعتبار سے غلط اور اقدام صحیح ہے لیکن اساتذۂ فارس نے دیگر اوزان کے موافق خیال کر کے اپنے کلام مین باندھا ہے۔ ہان بفتحتین مصدر ضرور ہے۔ جسکے معنی نمبر دوم مین لکھے گئے۔

(نوٹ) بفتحتین کے خود سمجھنے سے راقم قاصر ہے)

اگر کسی کو اساتذۂ فارس مین سے کسی کی مثال عبارت مرقومۂ بالا کے تائیدی معنی مین یاد ہو، یا تلاش سے مل سکے تحریر فرمائین۔

(۵) "عریان" بالضم جسکے معنی لغت مین برہنہ کے لکھے ہین اور جو شعلہ و تیغ و صبح کے صفات مین مستعمل ہوتا ہے جس طرح شعلہ کی مثال مین میرزا صائب کا یہ شعر ہے ؎

ازلعاب سنگ تا بد شعلۂ عریان عشق — پردہ چون پوشد کسے بر سوزش پنہان عشق

اور تیغ کی مثال مین میرزا صائب کا یہ دوسرا شعر ؎

حسن چمن بے پردہ شد نہار گردلد تہ گرد — بوے خون می آید از تیغے کہ عریان می شود

نیز صبح کی مثال مین میرزا بیدل کا یہ شعر ؎

صبح تیغش تا بباغ سینہ عریان می شود — خون ز زخم ہمچو رنگ از گل نمایان می شود

اب دریافت طلب امر یہ کہ برہنہ کے معنی کے علاوہ عریان کن کن معنون مین مستعمل ہے اسکی مثال مرحمت ہو؟

اور علاوہ شعلہ - تیغ - صبح کے اور کن کن صفات مین مستعمل ہے ہر ایک کی مثال درکار ہے؟

آج کل "عریان" اور عریانیان بصورت جمع ظاہر اور عیان کے معنی مین مستعمل ہو رہا ہے۔ ان معنون مین اسکا استعمال کہان تک صحیح ہے درصورت جواز مثال کی ضرورت ہے۔

باقی آیندہ

صرف خوردنی خضاب کھائیے سارٹیفکٹ ملاحظہ ہو

یہ وہی خضاب خوردنی ہے جسکے صرف بیس یوم کے متواتر کھانیسے چالیس یوم کے ہی اندر سفید بال ہمیشہ کے لئے سیاہ دائم ہو جاتے ہین چہرہ کا رنگ روغن بھی جوانون کیطرح دمکنے لگتا ہے نزلہ کو ہمیشہ کے لئے کھوتا ہے آنکھوں مین قوت طاقت دماغ مین تراوٹ ہو جاتا ہے بال کیسے ہی وقت سے پہلے یا وقت پر سفید ہو گئے ہون وہ سب از سر نو مثل قدرتی بالون کے سیاہ ہو جاوینگے۔ بینائی کو اسقدر تیز کرتی ہے کہ زائد سے زائد چالیس یوم کے اندر عینک لگانے کی عادت جاتی رہتی ہے۔ قوت حافظہ کو بڑھاتا ہے اور معدہ کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جو کھاوے ہضم ہو۔ قوت باہ اسقدر بڑھاتا ہے کہ اسکا کھانیوالا بعد استعمال اپنے کو قابل فخر جوانون مین شمار کرنے لگتا ہے غرض اسکے کھانیسے حقیقی معنون مین شباب قربان ہوتا ہوا نظر آنے لگتا ہے اسلئے آپ اپنے کھدرہ خضابونکی شیشیان توڑ کر پھینکدیجئے اور اسے استعمال کیجئے بڑے بڑے سند یافتہ حکیم ڈاکٹر ویدو غیرہ کثیر تعداد مین منگا منگا کر شہرت حاصل کرتے اور صدہا روپیہ پیدا کرتے رہے ہین۔ جس قصبہ یا گانو مین اس کا ایک پارسل ہونچ جاتا ہے اسکے حیرت انگیز فوائد کو دیکھکر بالکل بے ضرر ہونیکی وجہ سے ہر معمولی گانون در جنون آرڈر آتے ہین لطف یہ ہے کہ ہر عمر ہر مزاج والا ہر جگہ حتی کہ سفر تک مین بھی استعمال کر سکتا ہے ترکیب استعمال ہمراہ پارسل ملیگا قیمت مکمل بکس خوردنی خضاب کی صرف سات روپیہ آٹھ آنہ۔ دو بکس ۱۴؎ تین بکس ۲۰؎ علاوہ محصول ڈاک۔

المشتہر منیجر کارخانہ خوردنی خضاب حکمی شفا لکھنؤ

نوٹ ۲۰؎ سے زاید کے خریدار کو عمدہ روپیہ کمیشن بھی دیگا۔

عالیجناب آنریبل احمد رضا صاحب سکریٹری کانگرس خلافت کمیٹی مئو تحریر فرماتے ہین کہ آپکا مرسلہ خضاب خوردنی کا استعمال کیا گیا میرے کچھ بال جو بوجہ نزلہ عالم شباب ہی مین سفید ہو گئے تھے بفضلہ اسکے استعمال سے بالکل سیاہ ہو گئے براہ مہربانی دوستون کے لئے دو بکس اور بھیجدیجئے

مقامی اخبار شیعہ کالج نیوز نے ۱۱ جون ۲۴ء کے پرچہ مین ریویو کیا ہے کہ مین نے خضاب خوردنی کا تجربہ کرایا تو واقعی سفید بالون کے سیاہ کرنے مین بیحد مجرب ثابت ہوا اسکے علاوہ دافع نزلہ مقوی باہ مقوی جگر اور باصرہ وغیرہ کے حق مین تو اکسیر ہے۔

عالیجناب سردار حبیب الرحمان خان صاحب آنریری مجسٹریٹ و رئیس اعظم مقام نوہٹا سوران ضلع لکھیری تحریر فرماتے ہین کہ اب تک پانچوین حصہ کے قریب سر اور داڑھی کے بال سیاہ ہو چکے ہین چار بکس اور جلد بھیجدیجئے۔

عالیجناب منیجر صاحب کارخانہ فقیری پھول پور پوسٹ اجگرہ ضلع پرتاب گڈھ اودھ تحریر فرماتے ہین کہ آپکا خضاب خوردنی بہت مفید ثابت ہوا اس اطراف مین اسکی دھوم مچگئی ہے لہذا جلد سے جلد چھ بکس بذریعہ وی۔ پی۔ اور بھیجدیجئے۔

سید جالب صاحب دہلوی اڈیٹر روزنامہ ہمدم نے ۲۹ جون ۲۴ء کے پرچہ ہمدم مین خضاب غذا کے اجزا کے متعلق ریویو فرمایا ہے کہ اسکے اجزا نظام انسانی خصوصاً عصاب پر نہایت اثر کرتے ہین معدہ کو تقویت دیتے ہین۔ غذا جزو بدن بنجاتی ہے اعصاب قوی ہوجاتے ہین بالآخر بالون پر اسکا اثر ہو جاتا ہے اچھی چیز ہے علاوہ اسکے آپکے اطمینان کیلئے صدہا مین سے چند مستند حکما متقدمین کی رائین درج کرتا ہون جنکی بنائی ہوئی تشاہرا ہون پر آج تک زمانہ چل رہا ہے ہماری ادویہ کے اجزا کے متعلق مصنف مقالات احسانی و مصنف المفردات و مصنف جامع الادویہ نیز گوکل پنڈت و مصنف خزانۃ الادویہ وغیرہ اسکے اعلی خواص اور پورے طور

عالیجناب شیخ عظمت الٰہی صاحب المتخلص بہ عاصل سلونوی مشہور سنسنی خیز و بے مثل فسانہ نگار کی چند اور قابل دید تصانیف

فریبی عاشق

مسمریزم وہ مسمریزم جسکی مافوق العادت طاقتون نے
ایک دنیا کے کانون کے پردون کو بھر دیا ہے جسکی عجیب و
غریب کارروائیان دیکھکر آنکھین آئینہ حیرت ہوگئی ہین
اگر آپکو اسکے اعلیٰ راز دیکھنے ہین تو اس کتاب کو پڑھکر
دیکھئے ایک بھولی بھالی شریف لڑکی پر ایک مسمریزم عاشق
ہوتا ہے اور اسکا باپ خود اس لڑکی کو مجبور کرتا ہے
کہ وہ اس سے شادی کرے بلکہ بجبر اسکو بیوی بنایا جاتا ہے
ایک بزرگ جسکا سینہ نور اسلام سے معمور تھا جس کے
رگ و پے مین حقانیت کا جوش تھا اور اس جادوگر مسمریزم
کو شکست فاش دیتا ہے اور اس سے ثابت ہو جاتا ہے
کہ روحانیت پر کبھی مادیت غالب نہین ہو سکتی قیمت ۸/

ناول خونی لڑکا ۸/

بدنصیب لڑکی

یہ ناول ایک شریف خاندان کی تعلیم یافتہ ہوشیار
اور حسین لڑکی کی تباہ شدہ زندگی کا مکمل فوٹو ہے جسمین بے
پردگی کے نقصانات تعلیم غیر ضروری کی خرابیان دکھائی
گئی ہین ایک شریف لڑکی کا بیوہ ہوکر ماں باپ کی بے محبتی
قوا مین عصمت سے تنگ آکر گھر کو چھوڑنا اور بربر مصیبتین اٹھانا ۸/

ناول بیگناہ قاتل ۸/ ہنسی کا پٹارا ۸/

نواب سنہ ۲۱

نوابی دربار کے نوابی ٹھاٹ خوشامدی مفت خور دون
کا ہیجڑم بھولے نواب کی اکڑ فون اور مجوسن دیگری نسبت

کی صدائے بے ہنگام دل کا ایک معشوق حسین کے چاہ ذقن
مین اسیر ستم ہوکر نہ صرف اپنی بلکہ دادا پردادا کی جمع کی
ہوئی دولت اور باپ کی گاڑھی کمائی کو بھی تھوڑے دنون مین
اڑاکر بے باق ہوجاتے ہین اور بالکل اسکے مصداق بنتے ہین

ڈاڑھی اور مونچھ کا صفایا ہے
فارغ البال اسکو کہتے ہین

یہ ناول نہین بلکہ ناول گر ہے ہندوستان کے بہترین
ظرافت نگار سجاد حسین مرحوم اڈیٹر اودھ پنچ اور عالمگیر
کے مشہور مسخرے وقائع نویس نعمت خان عالی کا رنگ
اس سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے وہ لوگ جو نثر اردو کو دیکھنا
اور سیکھنا چاہین ان کی لائبریری مین رکھنے کے قابل ہے
جسے ایک مرتبہ پڑھکر معہ مبالغہ ایکہزار مرتبہ ہنسے تو ۸/
قیمت کے ۵۰ معہ نفع دموعد واپس کئے جائینگے۔

دام فریب

مکر و فریب کی دنیا کا زرنگار دل خوشکن عبرت آمیز
حیرت انگیز مرقع طاہر کی زندگی کے حیرتناک رازون کا
انکشاف زنان بازاری کے فریب اور دغا کے کارنامے ہر فرعو
ناموسی۔ یا جیسے کو تیسا ملنا۔ طاہر کے عاشق نوالہ
کی بعید از عقل دور از قیاس عیاریان طاہر کی سخت ترین
شکست کا ایک سنسنی خیز منظر دکھا کر ثابت کیا گیا ہے
کہ نیک اور بد تمام کامون کی سزا دنیا ہی مین ملجاتی ہے
ہم یقین کے ساتھ کہ سکتے ہین کہ ایسے دلچسپ ناول بہت

کم آپنے دیکھے ہونگے قیمت ۸/

رسالہ قوت باہ عظمتی

آئین کدھر ہین آج قدر دان کمال کے
کاغذ پہ رکھدیا ہے کلیجہ نکال کے

دنیا سرگردان ہے کہ وہ نسخہ دستیاب ہون وہ ادویہ ملین
جن سے مایوسان قوت باہ دبے ہوئے حوصلہ نکلین اسکے لئے بہت
زور کے ساتھ یہ کتاب پیش کرتے ہین جسمین مشرق و مغرب کے
جدید و قدیم حکیمون، ویدون طبیبون وغیرہ کے ان تمام تجربات و
معلومات و مشاہدات کا نچوڑ کامل و مکمل طور سے جمع کیا گیا ہے
جو عورت مرد کی مواصلت سے تعلق رکھتے ہین ساتھ ہی قوا عد
جماع ممنوعات جماع ملذذات امساک اولاد نرینہ تندرست
اور خوبصورت بچے پیدا کرنے کی تدابیر فلسفہ عشق فلسفہ
ازدواج انتخاب بیوی تعلقات زوجین لطف مباشرت اور
صحبت کے طریقون وغیرہ کی اعلیٰ ترین عملی تعلیم دی گئی ہے ضعف باہ
کمزوری سستی نامردی جریان سرعت انزال وغیرہ کا مفصل بیان
مرضون کی شناخت اور پیدا ہونیکے اسباب علاج اور عضو خاص جلق و
اغلام وغیرہ کی تمام پیدا شدہ خرابیون دور کرنیکے صدہا مرتبہ کے
آزمائے ہوئے بے خطا اور بیحد مفید نسخہ جات جو آجکل کے موجودہ اطبا
صدہا روپیہ دیکر بھی نہین دیتے اعتباری نسخے نہین دیتے بغرض فائدہ عام
درج کر دئے گئے ہین آپ بھی اگر منگا کر اپنی حسرت نہ پوری
کیجئے تو آپکی قسمت قیمت فی جلد صرف آٹھ آنہ ۸/

مینیجر عظمت بک ڈپو لکھنؤ

مرقع

مشہور عالم دواخانہ معدن الادویہ کے چند تیر بہدف مجربات

زیر سرپرستی جناب مسیح الملک سید فضل علی صاحب عرف میر رضا صاحب قبلہ

معجون مغز کنجشک تر - دل و دماغ اور اعصاب کو قوت دیتی ہے باہ کو بے انتہا قوت بخشتی ہے اعضائے رئیسہ کی کمزوریون کو دور کرتی ہے اس معجون کی شہرت بہت ہو چکی ہے اور اسقدر مزاج کے موافق ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ استعمال کرنے کے بعد لوگ بار بار طلب کرتے ہین یہ معجون دواخانہ معدن الادویہ ہی مین بنتی ہے اور یہین سے مل سکتی ہے پہلے ایسی چیزین ہزارون روپیہ صرف کرنے پر دؤساکو حاصل ہو سکتی تھین مگر اب اس دواخانہ کی بدولت ہر شخص کو فائدہ اٹھانیکا موقع حاصل ہے قیمت ایک خوراک ۱۲ روپیہ

حب کیمیائے عشرت رقت اور سرعت کو دور کرتی ہے باہ کو قوت اور مادہ تولید کی خرابی کو دور کرتی ہین - جریان کے واسطے اکسیر ہین اور خوبی یہ ہے کہ بے انتہا ممسک ہین چالیس دن کے استعمال سے ناقابل برداشت قوت پیدا ہوتی ہے - اس کا فائدہ اسی سے ظاہر ہے کہ دواخانہ باوجود کثرت سے تیار کرنے کے اکثر فوری تعمیل سے قاصر ہو جاتا ہے قیمت بیس خوراک عہ

ماء اللحم انگوری دوآتشہ - دل و دماغ و جگر اور تمام اعضائے رئیسہ کو قوت دیتا ہے - مفرح قلب ہے ہاضم طعام ہے خفقان و وحشت اور اختلاج کے لئے مفید ہے مقوی باہ ہے - تمام بدن کی گئی ہوئی قوت کو از سر نو پیدا کرتا ہے جسم مین خون دوڑنے لگتا ہے - قیمت فی بوتل دو روپیہ (عہ)

طلائے مسیحی - یہ وہی طلا ہے جو ایک مدت سے دواخانہ معدن الادویہ مین تیار ہو رہا ہے جسکے استعمال سے برسون کے مصیبت زدہ اور زندگی سے مایوس ہو جانیوالے حضرات کو لطف زندگی حاصل ہو گیا اسکے استعمال کے دو تین روز کے بعد ہی سے زائل شدہ قوت عود کرنا شروع ہوتی ہے اگر باقاعدہ اپنے افعال سے توبہ کر کے اسکا استعمال کیا جائے تو اصلی قوت پیدا ہو جاتی ہے ضعف اعصاب کا بہترین علاج ہے مایوس اور نامرادون کی امید کو پورا کرتا ہے -

قیمت فی شیشی ۳ ماشہ ۴ روپیہ

منعش - یہ ایک خاص دوا ہے جو جناب مسیح الملک کا عطیہ ہے - حرارت غریزی کے ابھارنے اور قوت مردمی کے برانگیختہ کرنے مین اپنا نظیر نہین رکھتی اعصاب کو طاقت بخشتی ہے جریان کو دور کرتی ہے - امساک پیدا کرتی ہے اور اسقدر طاقت بڑھاتی ہے کہ فراغت کے بعد بھی تکان نہین محسوس ہوتی تجربہ شرط ہے -

قیمت بیس خوراک ۱۲ روپیہ

المشتہر سید محمد عباس منیجر دواخانہ معدن الادویہ گنوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

ریوالور
کارتوس
SNAP · CAP.
پستول
حافظ انعام اللہ اینڈ سنز آرمس اینڈ امیونیشن ڈیلرس نمبر ۳۸ نظیر آباد لکھنؤ
ہر قسم کی بندوقین رائفل ریوالور پستول اسٹک گن تلوارین چھرے اور بلم وغیرہ نیز
کارتوس چھرہ بارود اور جملہ سامان شکار تمام کارخانون سے ارزان اور مناسب قیمت پر مرقومہ بالا
کارخانہ سے دستیاب ہوتا ہے۔ تمام راجہ مہاراجہ تعلقداران رؤسا اور دیگر لائسنس یافتہ حضرات
پچاس سال سے برابر اس کارخانہ کی امداد اور قدردانی فرماتے رہتے ہین۔
آرڈر کے ساتھ کم از کم چہارم قیمت آنے پر بقیہ مال بذریعہ وی۔ پی۔ روانہ کر دیا جاتا ہے۔ وہ حضرات
جو مستثنیٰ ہین انکو نمبر اور تاریخ نوٹیفکیشن جس کے ذریعے سے گورنمنٹ نے مستثنیٰ کیا ہے فرمائش کے ساتھ اپنے
دستخط کر کے بھیجا کرین۔ لائسنس دار صاحبان کو فرمائش کے ساتھ اپنا لائسنس بھیجنا ضروری ہے جو انکو بعد
اندراج ضروری واپس کر دیا جائیگا۔ ایک مرتبہ ضرور آزمایش فرمائیے۔
مفصل فہرست مفت
مینیجر محمد یاسین حافظ انعام اللہ اینڈ سنز آرمس امیونیشن ڈیلرس ۳۸ نظیر آباد لکھنؤ

"His Masters Voice."
سردار کمپنی
ایجنٹ
دی گراموفون کمپنی لمیٹڈ
نمبر ۳۱ امین آباد پارک لکھنؤ

رسالہ انتخاب لاہور
اکتوبر ۱۹۲۵ء سے نہایت آب وتاب سے جاری ہوا ہے جس میں تمام اخباروں اور رسالوں کے چیدہ چیدہ مضمون شایع ہوتے ہیں
بہترین اور مفید ترین تراجم و اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ۔ حجم ۸۰ صفحات بڑی تقطیع
ہر نمبر میں دو تصویریں ہوتی ہیں
اسٹاف
(سرپرست) آنریبل نواب سر ذوالفقار علی خان سی۔ ایس۔ آئی۔ ممبر کونسل آف اسٹیٹ۔
(ڈائرکٹر آف پالیسی) ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین ایم اے۔ بیرسٹر
(مدیران اعزازی) (۱) ابوالمعانی مولانا خلیق دہلوی (۲) مولانا شاہ دستگیر اکبر آبادی (۳) شیخ غلام قادر گرامی حضور نظام دکن۔
(مدیر) ابوالمعانی حضرت اختر شیرانی الافغانی۔ (معاونین مدیر) جناب رضی اجمیری۔ جناب نظیر لدھیانوی
(ڈائرکٹر آف ڈیزائن) (۱) ماسٹر عبدالعزیز آرٹسٹ (۲) میاں فیروز الدین پروفیسر ڈرائنگ کالج لاہور
چندہ سالانہ پانچ روپیہ۔ ششماہی تین روپیہ۔ نمونہ پرچہ آٹھ آنہ۔ (علاوہ محصول ڈاک)
المشتہر۔ محمد صادق مینیجر رسالہ انتخاب "مزنگ۔ لاہور"
دلکش
دارالسلطنت پنجاب لاہور سے پابندی وقت
کے ساتھ ماہواری شایع ہوتا ہے۔ جو کہ
ادبی دلفریبیوں اور رنگینیوں کا مخزن۔
حیرت انگیز حالات اور واقعات کا آئینہ
علمی مضامین کا قیمتی خزانہ ہے کثیر الاشاعت
اور لکھا ہے بوقلموں ادب کا ہندوستان
میں واحد گلدستہ ہے۔
جو جولائی ۱۹۲۴ء سے ملک وقوم کی خدمت
کر رہا ہے۔ لکھائی چھپائی نفیس
سالانہ ۲۰۰ صفحات پیش کرنیوالا۔
سالانہ قیمت مع محصول ڈاک قسم اول تین روپے قسم دوم دو روپے
غیر ممالک۔ چار روپے تین روپے
مینیجر رسالہ دلکش لاہور

بلگرامی بک ایجنسی نظیر آباد لکھنؤ

سے

ہر مصنف و مولف اور ہر قسم کی مطبوعہ کتابیں فرمایش آنے پر روانہ کی جاتی ہیں

مختصر فہرست بلگرامی بک ایجنسی نظیر آباد لکھنؤ

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
مولانا شبلی مرحوم		مولانا شبلی مرحوم		مولانا شرر لکھنوی		مولانا شرر لکھنوی		مولانا شرر لکھنوی	
سیرۃ النبی مجلد حصہ ۱	سے	علم الکلام	عہ	امام شافعی	۴/	عزیزہ مصر	عہ	فردوس بریں	۸/
" حصہ ۲	سے	الکلام	عہ	ابوبکر شبلی	عہ	فاتح مفتوح	عہ	شہید وفا	۸/
" حصہ ۳	سے	سفرنامہ روم و مصر و شام	عہ	جنید بغدادی	عہ	بابک خرمی کامل	عہ	حسن بن صباح	۴/
الغزالی	عہ	مقالات شبلی	عہ	خواجہ معین الدین	۶/	الفانسو	۱۲/	افسانہ قیس	۲/
سوانح مولانا روم	عہ	رسائل شبلی	عہ	سکینہ بنت حسین	۶/	ایام عرب کامل	۶۶	شب وصل	۲/
الانتقاد علی	عہ	المامون	عہ	ملکہ زنوبیہ	۳/	فتح اندلس	۶۶	شب فراق	۲/
دیوان شبلی فارسی	عہ	سیرۃ النعمان	عہ	قرۃ العین	۴/	ماہ ملک	۶	اسیری بابل	۴/
کلیات شبلی	۶۶	مضامین عالمگیر	عہ	شیریں ملکہ عجم	۴/	قیس و لبنیٰ	عہ	زمانہ اور اسلام	۳/
مکاتیب شبلی حصہ ۱	۶	" " دوم	۸/	مخدرات	عہ	یوسف نجمہ کامل	عہ	الحکم الرفاعیہ	۲/
حصہ ۲	۶	مجموعہ کلام شبلی	۱۲/	مخدرات تیموریہ	۶۶	زوال بغداد	عہ	ہندوستان کی موسیقی	۴/
مثنوی صبح امید	۴	" "	۸/	صد پارہ دل حصہ ۱	عہ	درگیش نندنی	۸/	ہندوؤں کا تعلق اردو سے	۴/
اسلامی مدارس	۴/	مسلمانوں کی تعلیم	۱۰/	" " حصہ ۲	عہ	طاہرہ	عہ	حسن کا ڈاکو	عہ
اسلامی حکومت	۱/	آغاز اسلام قسم اول	۱۲/	تاریخ سندھ حصہ ۱	عہ	مینا بازار	عہ	دربار حرام پور	۱۰/
جہانگیر	۲/	بیان خسرو	۱۰/	عصر قدیم	عہ	مقدس نازنین	عہ	آغا صادق کی شادی	۱۰/
زیب النساء	۱/	موازنہ انیس و دبیر	عہ	مسیح اور مسیحیت (نایاب)	سے	رومتہ الکبریٰ	عہ	غیب دان دلہن	عہ
الفاروق قسم اول	سے	برگ گل	۴/	عرب قبل اسلام (نایاب)	۶۶	فلپانا	عہ	دلچسپ کامل	۱۲/
قسم دوم	عہ	دستہ گل	۴/	صقلیہ میں اسلام	۴/	شوقین ملکہ	عہ	دلکش	عہ
شعر العجم حصہ ۱	عہ	حیات جامی	۸	تاریخ خلافت	۴/	فلورا فلورنڈا	عہ	میوہ تلخ	۸/
" حصہ ۲	عہ	حیات حافظ	۸/	اقوام کرد	۴	منصور موہنا	۸/	بدر النساء کی مصیبت	۴/
" حصہ ۳	عہ			حورائے حق کامل	للعہ	حسن انجلینا	۸/	خوفناک محبت	عہ
" حصہ ۴	عہ			لعبت چین	عہ	ملک العزیز ورجنا	۱۲/	سرسید کی برنفس	۱۳/
" حصہ ۵	عہ								

ڈاکٹر سر اقبال } شکوہ ۲/ جواب شکوہ ۴/ نالہ یتیم ۲/ اکبری اقبال ۳/ بلال ۱/ شمع و شاعر ۲/ فریاد امت ۲/ تکمیل ترانہ ۲/
تصویر درد ۴/ خضر راہ ۴/ طلوع اسلام ۴/ بانگ درا (مجلد) عہ/ اسرار خودی وغیرہ ۶۶/ پیام مشرق ۶/

مطبوعہ مقبول المطابع نظیر آباد لکھنؤ باہتمام سید مقبول حسین وصل بلگرامی

تا تو بیدار شوی نالہ کشیدم، ورنہ
عشق کارے است کہ بے آہ و فغاں نیز کنند

(عطیہ علامہ سر اقبال)

دارالادب لکھنؤ کا مقبول و جہان عزیز جریدہ

۴۴ ۱۳ھ

مرتبہ

سیّد مقبول حسین وصلؔ بلگرامی

"مرقع" کے قواعد وضوابط

(۱) مرقع ہر انگریزی مہینے کی ۵ تاریخ کو دارالادب لکھنؤ سے شایع ہوگا
(۲) مرقع کی قیمت عام خریداروں کیلئے پانچ روپیہ سالانہ مع محصول ڈاک مقرر ہے جو پیشگی وصول ہونا چاہئے۔
(۳) مرقع کا نمونہ بغیر نقد وصول ہوئے روانہ نہیں ہوسکتا۔
(۴) مرقع کی قیمت رؤسا و دیگر معزز اصحاب ورا سکے مربیون سے انکی ہمت افزائی پر منحصر ہے۔
(۵) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ کا آنا لازمی ہو
(۶) خط وکتابت کے سلسلہ مین خریداری کا نمبر لکھنا ضروری ہو
(۷) رسالہ نہ پہونچنے کی اطلاع ہر ماہ کی ۵ تاریخ تک آجانا چاہئے۔
(۸) کوئی مضمون ایسا شایع نہ ہوگا جو مخرب اخلاق ہو یا کوئی خراب اثر پیدا کرسکے۔
(۹) تعلیم یافتہ خواتین کے صرف وہ مضامین نظم ونثر درج ہونگے جو خوبیون کے لحاظ سے بہترین اور اپنے اثرات کے لحاظ سے نہایت خوشگوار ہونگے۔
(۱۰) مرقع کو موجودہ پالٹیکس یا مذہبی مباحث سے کوئی سروکار نہوگا

(۱۱) تنقیدی مضامین بھی اس مین شایع ہونگے، مگر وہی جن مین خلوص ہوگا، باہمی نزاعات یا کسی قسم کے تعصب یا کسی بیچ کی بنا پر لکھے ہوئے مضامین سے احتراز کیا جائیگا۔
(۱۲) ایسے مضامین جن مین کسی شخص پر چوٹ کی گئی ہو یا اُس مین ایسے مضامین ہون جن سے دوسرے کو رنج کا شائبہ بھی پیدا ہو ہرگز شایع نہونگے۔
(۱۳) جس نظم ونثر کے مضمون مین زبان لغت یا فن کی غلطیان ہونگی اسوقت تک شایع نہ ہوگا جب تک اسکی متاسب ترمیم اطلاع پانے پر خود صاحب مضمون نہ کردین۔
(۱۴) مرقع کا مسلک صلح کل ہے وہ انشاء اللہ کبھی دلآزار یا متعصب نہ ثابت ہوگا۔
(۱۵) مرقع کو ذاتیات سے کبھی تعلق نہ ہوگا، وہ اپنے معاصرین سے خواہ وہ اہل جرائد ہون یا اہل اخبار اتفاق واتحاد پیدا کرنے کی کوشش کریگا اور انشاء اللہ وہ ہمیشہ اسمین ثابت قدم رہیگا۔

"مدیر مرقع لکھنؤ"

مرقع مین اشتہارات بھیجتے وقت
ذیل کا نرخنامہ ملاحظہ فرمایئے

تعداد طبع	ایک صفحہ	نصف صفحہ	چوتھائی صفحہ
ایک سال کے لئے	سہ	رسہ	عسہ
چھ ماہ کے لئے	رسہ	عسہ	؏سہ
تین ماہ کے لئے	عسہ	رضہ	سے ر
ایک ماہ کے لئے	سے	صہ ر	سے ر

ضروری نوٹ

ٹائٹل پیج کے صفحہ ۲ و ۳ و ۴ کی اُجرت کا نرخ اسکے علاوہ ہے جو خط وکتابت سے طے ہوسکتا ہے۔ اُجرت کا پیشگی آنا ضروری ہے۔

منیجر مرقع لکھنؤ

چمن مرقعِ تصویرِ حسنِ اوست تمام ——— **فہرست مضامین** ——— بہ حیرتم کہ بہ بندم دل از کہ بردارم

مارچ سنہ ۱۹۲۶ء

عطر حنا جو اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کے کارخانہ کا بنا ہوا ہے اُسکا نسخہ ہی مختلف ہے

مرقع کا فروری نمبر
اور
جناب ہوش بلگرامی کا مکرمت نامہ

رامپور اسٹیٹ (یو-پی)
۲۴ر فروری سنہ ۱۹۲۶ء

برادر مکرم، سلام مسنون-

ابھی تو "مرقع" کا سر ورق...... جو بصورت چہرۂ سلتا جلتا گلناری لباس مین باصرہ نواز ہوا، اسکی دیدہ زیبی کا اگر یہی عالم رہا تو دنیا آپکی طرف کھلی کھلی آنکھون سے دیکھیگی اور "مقبول پریس" کی قبولیت ...... سے بھی کم نہ رہیگی، کیونکہ سادگی کے ساتھ طباعت کی نفاست آپکی سلیم المذاقی کا پتہ دے رہی ہے-

مدکہ معظمہ "پر مضمون محققانہ ہے جس سے "چریا کوٹ" کے دار العلم کا مرتبہ پہچانا جا سکتا ہے- اور "اردو کی قدامت" والا مضمون حکیم برہم صاحب کی دیرینہ تحقیق کا ممنون ہے جن ترکیبون کو حکیم صاحب نے غلط قرار دیا ہے اردو کے صحیح مذاق رکھنے والے یقینی اُنکے ہمنوا ہونگے- اُردو یونہین تو بگڑ رہی ہے مگر لکھنے والے اسکو "اختراع و اجتہاد" سمجھکر عزیز رکھتے ہین جس سے ٹھیٹھ اردو مولانا آزاد- مولانا نذیر احمد- مولانا حالی اور سر سید کی روح سے فریاد کر کے کہتی ہے کہ جسکو آپنے پروان چڑھایا، جسکو آپنے اصلی خط و خال کے ساتھ دنیا مین روشناس کرایا، آپکی آنکھین بند ہوتے ہی "انگریزی مذاق رکھنے والون نے بدذاقی کے اختراعات و خود رائی کے تصرفات کر کے میری صورت کا حلیہ بدل دی اور توڑ مروڑ کر ہونق بنا دیا، میرے لباس کو بے میل کے پیوندون سے بدنام کر دیا- یہ فریاد ان "چارون" کی روح کو بیقرار کر دیتی ہے-

حکیم صاحب کا یہ فرمانا بجا ہے کہ "جھم جھم" یا "چھم چھم" مین حکایت الصوت ہے- جب "پھوہار" مین صوت ہی نہین ہے تو حکایت الصوت کیسی- چونکہ تیز بارش مین آواز ہوتی ہے اسلیئے "جھما جھم مینھ پڑ رہا تھا" بولتے ہین- میرے نزدیک ترجمہ کا قصور نہین ہے بلکہ زبان سے لاعلمی اور اُس پر حاوی نہ ہونے کا سبب ہے، یہی لاعلمی اسکے کہنے پر مجبور کرتی ہے کہ "ہمکو دہلی و لکھنو کی تقلید کی ضرورت نہین" اس لیئے صحیح اُردو لکھنے کا عجز صاف ظاہر ہوتا ہے "چھم چھم" (بہ جیم فارسی) "پازیب" "(خلخال) کی حکایت الصوت ہے- اور "جھم جھم" (بہ جیم عربی) کی آواز تیز بارش سے پیدا ہوتی ہے-

جانشین مینائی (حضرت جلیل) کی غزل کا یہ شعر

اسیئے روتا ہون کہ دل مین جو نہان تھے اسرار
وہ بھی آنکھون سے ٹپکنے لگے آنسو ہو کر

خون دل اور خون تمنا وغیرہ کا "دیدۂ عاشق" گہوارہ ہے اور آنکھین اُسکی جولانگاہ، جس پر شعرا نے نئے نئے رنگ چڑھائے، ذرا بھی جب اس "سیل خون" مین جمود کی کیفیت پیدا ہوئی تو غالب کو بلند آہنگی سے ڈانٹنا پڑا کہ ع

جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکے تو پھر لہو کیا ہے

مگر حضرت جلیل نے اپنے مصرع ثانی کے ایک ذرا سے حرف "بھی" سے وہ تمام مراحل طے کر دیئے اور بتا دیا کہ اس تلاطم پر صبر کیا جا سکتا ہے مگر جب "پردہ داری" نذر پردہ دری ہو جائیگی تو صبر نہین کیا جا سکتا، اُس پر رونا ہی پڑیگا پھر چھپے راز موثر تھے اور پردہ داری اسکا اثر انقلاب ماہیت دیکھیے کہ موثر تاثیر "آنسو" کے لباس مین گرا، اپنا مکان ویران کئے جاتا ہے اور آبادی کے بعد بربادی عمر انیت کا نتیجہ ویرانی ہونے والا ہے اُس پر رونا بجا ہے...

علامہ نظم طباطبائی کا یہ شعر

اٹھایا زیرِ خنجر لطفِ نظارہ کا جی بھر کے
نہ بسمل کی پلک جھپکی نہ قاتل کو حجاب آیا

اگر اس شعر کو تاثیرات شباب کہون تو مولانا کا بڑھاپا میرے سامنے ہے، اگر اسکو واردات صوفیہ کہون تو مولانا کے ہاتھ نے اس ساغر سے بیعت نہین کی ہے، مولانا نفلی تقلید کو غنیمت فرماتے ہین- مگر حسن اتفاق کہ بے حجاب نظر کا خنجر سے اور پلک کا گردن بسمل سے رمز پیدا ہو ہی گیا، حریمان از دیاد شوق دیدار مین بسمل کی پلک کا نہ جھپکنا اور قاتل کا بیباکانہ نگاہ چار کئے رہنا عجیب پُر لطف منظر دکھا رہا ہے- جب ملکہ شعر اس پایہ پر پہونچ جائے کہ بغیر سعی الفاظ معنی پیدا ہونے لگین تو اُس شعر کی داد مین کن لفظون مین دون، سوا اسکے کہ بار بار پڑھون اور لطف اندوز ہون-

مولانا کا یہ دوسرا شعر بھی کس قیامت کا ہے

نہ جانے طاقت رفتار کیا کہتی ہے رہ رہ کر
مین اب جھک جھک کے چلتا ہون کہ سن لون کیا کہا جاتا

طاقت رفتار کی معذرت اور راہ حیات پر چلتے رہنے کا شوق ایک تڑا زو مین تلا ہوا ہے وہ رہ رہ کر عذر کئے جاتی ہے تو یہ رہ رہ کر سننے کے لئے بیتاب ہین- ایک تکرار طاقت کی کمزوری کو خفیف کر رہی ہے اور دوسرے شدت شوق کو قوت پہونچا رہی ہے جسکے یہ معنی ہونگے کہ آخری قدم پر بھی حیات کا وہی شوق باقی ہے جو اول قدم پر تھا- "سن لون" کا لفظ اس امر پر بھی دال ہے کہ جہان طاقت طاق ہو گئی ہے وہان روتے روتے قوت بینائی بھی جواب دے گئی ہے-

مولانا کی ذات پر شاعری ہمیشہ سے نازان ہے، اُنکے معلومات کی وسعت، سمندر کی وسعت اور گہرائی کا یقین دلاتی ہے- ہر شعر کی شرح شاعر ہی کے قلم سے، یہ ایک ایسی واقفکارانہ تیاضی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر ملک کی ذہنیت کا کس طرح صحیح اندازہ رکھتا ہے، مولانا کی شاعری گل و بلبل کی فرسودہ شاعری نہین ہے بلکہ وہ تو استعارہ کے پردے مین تخئیل کی لپیٹ مین حکمت و موعظت کے دریا بہا دیتے ہین جن تک عام شاعرانہ دماغون کی مشکل سے رسائی ہوتی ہے کیونکہ مولانا کی شاعری مین وسیع النظری کے بیشمار سوتے جاری رہتے ہین-

خان بہادر سید محمد ہادی صاحب (ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر) کی شاعرانہ مشق کمال پر پہونچی ہوئی ہے، وہ تو ایسی ایسی سنگلاخ زمینون پر شگفتہ شعر اگا دیتے ہین جس سے بڑے بڑے شاعر حیران ہو جاتے ہین، کلکٹری کی حالت مین بھی شاعری سے لگاؤ رہا اور وزارت بھی شاعری سے رشتہ جوڑے ہوئے ہے مجھکو بھی اُنکی بے تکلف زبان سے شعر سننے کا موقع ملا ہے- وہ غزلین بھی کہتے ہین، اور قصیدے بھی فلسفیانہ خیالات کو تغزل کے سانچے مین ڈھالتے رہتے ہین، مگر افسوس ہے کہ خان بہادر صاحب کی شاعری چھوٹے چھوٹے پرچون مین آوارہ گردی کرتی رہتی ہے- اُنکی مصروفیتین تو اجازت دینے سے رہین کہ یہ معنوی فرزند تہذیب پا کر زندہ رہین، اگر یہی نیا تازی کا یہی عالم رہا تو آنے والا زمانہ اُنکو شاعر کی حیثیت سے کیون یاد کرنے لگا- وہ تو کھڑے کھڑے "شکر" بھی گھٹواتے رہتے ہین اور شعر دماغی مشین سے کھٹ کھٹا کر اور پیس پسا کر نکلتے رہتے ہین- قافیے اپنے مضامین کو لیئے ہوئے اُنکے سامنے کھڑے رہتے ہین اور وہ یہ مقطع پڑھتے ہوئے دلچسپ گذرگاہون سے گزر جاتے ہین کہ:-

سر بازار سنتی ہین صلواتین لاکھون
راہ چلتے مین یہ ہادی نے کدھر دیکھ لیا

مین آنکو ہند کا ابو العتیاہیہ سمجھتا ہون کوشش کیجیئے کہ انکا منتشر کلام جمع ہو کر شائع ہو جائے- "مرقع" کی کامیابی کے لئے دعا مانگتا ہون حلقۂ اشاعت بڑھانے کی فکر مین ہون- والسلام

خاکسار "ہوش" بلگرامی

جلد ۱ — مارچ سنہ ۱۹۲۶ء — نمبر ۳

مرقع

بہ عکسِ روے تو ہم رنگ روحِ انسان است ۱۹۲۶ء زحسن و عشق مرصع مرقعِ جان است

رشحاتِ جلیل

ازجناب نواب فصاحت جنگ جلیل القدر حضرت جلیل جانشین حضرت امیر مینائی رح

دلکشی چشم سیہ مین رہی جادو ہوکر
دلربائی تری زلفون مین بسی بو ہوکر

ابتو وان آٹھ پہر شانہ ہے آئینہ ہے
رہ گئے وہ بھی اسیر خمِ گیسو ہوکر

کثرتِ غم سے جو گھٹتا ہے دمِ ارمانون کا
دل سے آنکھون مین چلے آتے ہین آنسو ہوکر

آنکھ بھی نرگسِ بیمار جو دیکھا دل کو
شوخیان کرنے لگی نرگسِ جادو ہوکر

التجا رحم کی صیاد سے کب تک بلبل
پھونک دے دامِ قفس گرمِ فغان تو ہوکر

دل ہوا تیر کا شرمندۂ احسان کیسا
بہ گیا دیدۂ خونبار سے آنسو ہوکر

دستِ قاتل نے دیا اپنی نزاکت کا ثبوت
رہ گیا تیر کلیجے مین ترازو ہوکر

باغبان سنبل و گل مین تو کوئی حسن نہ تھا
رنگ لائے ہین شبیہ رخ و گیسو ہوکر

کہتی ہے بلبلِ شیدا کہ نہ چھیڑ انکو صبا
عشق کا راز ہے غنچون مین نہان بو ہوکر

اب نہ کہتا کہ نہین قتل کی عادت مجھ کو
مجھ سے ہوتا ہے جدا جان مری تو ہوکر

صبح ہو خیر سے یارب کہ شبِ غم میری
بڑھ چلی ہے کسی معشوق کا گیسو ہوکر

اِس سخن سے ہوئی ظاہر یہ حقیقت کہ جلیل
دل مین کرتے ہین اثر شعر بھی جادو ہوکر

فطرت کی گود مین بھولے بچے

صفحۂ عالم پر فطرت کے بنائے ہوئے بہت سے ایسے نقش موجود ہین، جنکو عالمِ محسوسات پر دوڑنے والی نظر نے ابتدائے آفرینش سے اپنی جولانگاہ بنایا۔ مگر اُنکا اثر دل سے متجاوز ہو کے زبان و قلم تک نہ آیا، اور نہ آسکیگا۔

شام ہو رہی ہو۔ آسمان تک ایک شعاعِ زیرتار دنیا کے دھندلے رخ پر دھیمی دھیمی روشنی ڈال رہا ہو۔ مطلعِ اُفق کے ساغر مین ہلکے گلابی رنگ کی شراب ہوا کی خنکی مین جذب ہو رہی ہو۔ محفلِ دنیا کا ایک ذی روح و ذی حس فردمستِ نظارہ ہو، اُسکی محدود نظر ہزارون میل کے فاصلے پر روشنی ڈال رہی ہو، عقلِ سلیم ساتھ دے رہی ہو اور حواس مجتمع ہون بھلا اُس سے نرم اور سنجیدہ الفاظ مین یہ سوال کر کے دیکھئے۔

"تو کیا دیکھ رہا ہے۔ اور کیون دیکھ رہا ہے؟" پہلے سوال کا تو غالباً وہ یہ جواب دیگا کہ آسمان کا ایک سمٹا ہوا نور (جسکو عرفِ عام مین ستارہ کہتے ہین) دیکھ رہا ہون۔ مگر دوسرے سوال کا اُسکے پاس جواب نہین، سوا اسکے کہ یہ سمان اُسکو بھلا معلوم ہوتا ہے، یا اُسے دیکھنے کو خواہ مخواہ اُسکا جی چاہتا ہے، اور بس۔ اگر اِس سے زیادہ تشریح کی کوشش کریگا تو سوا اسکے کہ اُسکی زبان پہ کچھ بھٹکے ہوئے الفاظ آجائین اور کچھ نہین، اُسکی نظر کے عمل نے جو اثر اُسکے دل کی باریک رگون پر ڈالا ہے اُسکا بیان قالبِ الفاظ مین نہین سما سکتا۔ یہان تک وارداتِ قلبی کا تعلق ہے۔ انسان جانتا سب کچھ ہے مگر اُسکے اظہار پر قادر نہین۔ باوجود اسکے کہ اُسکے حواسِ خمسۂ ظاہری و باطنی، دونون پختہ ہو چکتے ہین۔ اُسکا ادراک اُسکو ہر چیز کی کچھ نہ کچھ ماہئیت بتا دیتا ہے۔ لیکن وہ انسانی تصویرین جنکو دستِ

قدرت نے ابھی ابھی تیار کر کے نگار خانۂ دنیا مین بھیجا ہے، اور جن پہ احساس و ادراکِ بشری کا تازہ رنگ چڑھایا گیا ہے۔ آیا اُنکو بھی فطرت نے کچھ موقع دیا ہے کہ اپنے قوائے ظاہری و باطنی سے کام لین۔ اگر وہ کام لیتی ہین تو کیونکر اور کیا کام لیتی ہین۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ فرشتہ نما مُرقعے (بھولے بچے) جن پر آفتابِ فطرت کی سیدھی کرنین پڑتی ہین کہان تک اس عالمگیر مقولے کے مصداق ہو سکتے ہین کہ "بچے نادان ہوتے ہین" کیا اِس جملے کے یہ معنی ہو سکتے ہین کہ وہ غریب کچھ دن ہوئے کہ اپنے باپ اور نورانی مرکز کو چھوڑ کے آیا ہے۔ اِس وجہ سے اُسکی نظر یہان کے مناظر سے آشنا نہین۔

ہان اگر اُسکا قابلِ تعظیم دادا (آدم) اِس پست کُرے مین پھینکا جاتا، اور اُسکی گودی بھری باعصمت دادی (حوّا) اُسکا ساتھ نہ دیتی تو غالباً فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطَانُ کی آواز اُسکے کان تک نہ پہنچتی۔ مگر کیون نہ پہنچتی، اُسکو قالبِ خاکی مین آنا تھا اور ضرور آنا تھا۔

پیارے بچے کو "نادان بچہ" شاید اس وجہ سے کہتے ہین کہ وہ اِس نئی دنیا مین جہان وہ لایا گیا ہے بالکل اجنبی ہے، اُسکے قوائے مدرکہ ابھی ادراکِ مادیات سے بیگانہ ہوتے ہین، مگر اُسکی نظر اپنے روحانی مرکز کو ڈھونڈھتی ہے اور نہین پاتی، اُسکی بیداری عالمِ تجرد کا خواب، اُسکی نیند خمارِ تجرد کی تصویر، محبت بھری مان اُسکو اپنے آغوش مین لے کے لوریان دیتی ہے، مگر وہ خاموش لیٹا رہتا ہے، مگر جب اُسکی فطرت اُس سے باتین کرتی ہے تو وہ خود بخود مُسکرانے لگتا ہے۔ جب وہ روتا ہے اور اُسکے رخسار پر آنسو بہتے ہین تو والدین کے دل مین

تیرون کا کام کرتے ہین - اور جب ہنستا ہے تو اُنکا دل مسرور ہوتا ہے
بچے کی تکلیف کا سبب تو ہم بتا سکتے ہین - مگر اُسکی خوشی کا سبب
ہمکو معلوم نہین، اور اگر معلوم بھی ہے تو اپنے علم کے مطابق - یقیناً
نہین - نہ معلوم اُسکا وقت کس مصروفیت مین گزرتا ہے - شاید اُسکی
روح ہر وقت اِس فکر مین غرق رہتی ہو کہ دونون عالمون کے اشیا مین
تقابل کرے - اور شاید اُسکی یہی کوشش اُسکے قوائے ظاہری و باطنی
کو جلد جلد ترقی دینے لگتی ہے - کچھ دنون کے بعد اُسکو معلوم ہوتا ہے
کہ کسی خواب کی تعبیر مل رہی ہے - مگر زرا اور چونچال ہو کے خوابِ دوش
کو اپنے دماغ سے بالکل محو کر دیتا ہے، یہان تک کہ اُسکی زبان سے
کچھ پیارے پیارے الفاظ نکلنے لگتے ہین جو اُسکے پالنے والون کے
کانون مین جنتی زبان کا لطف پیدا کرتے ہین -

یہی بچہ جب جوان ہوتا ہے تو اُسکا دل، اُسکا دماغ، اُسکی
تمام قوتین، مصروفِ کار ہو جاتی ہین، مگر وہ قلیل وقت جو اُس کو
تفکرات دنیوی کے علاوہ ملتا ہے، اُسمین اگر وہ عالمِ مادیات سے قطع
نظر کر کے روحانی اثرات کے متعلق کچھ خیال کرتا ہے - تو قدرے
مشق کے بعد اُسکو محسوس ہونے لگتا ہے - کہ وہ کبھی کسی ایسے عالم مین
تھا، جہان کے مناظر اِس کُرے کے مناظر سے بالکل جُداگانہ تھے -
اُسکی نظر محسوس کرنے لگتی ہے کہ اُسکے سامنے ایک مادی پردہ حائل ہوا
اور رفتہ رفتہ اُسکا حجم بڑھتا گیا - یہان تک کہ اب پردے کے اُدھر
کے مناظر سامنے نہین -

گو مناظرِ سحر و شام اُسکو نظر فریب تصویرین دکھاتے ہین، اور اُنکا
اثر اُسکے دل کی رگون مین پیوست بھی ہو جاتا ہے - مگر جس وقت ازل
کے نورانی فضا کی کوئی کرن اُسکے احساسات کو جگاتی ہے تو اُس تنگ
ظاہر کی طرف سے رخ پھیر لیتا ہے -

بہت سے لوگ دُنیا مین ایسے ملین گے جو زندگی کی کشمکش سے
تنگ آ کر چیخ اُٹھتے ہین " ہم طفلی ہی مین نذرِ اجل ہو جاتے تو اچھا تھا "
اِس خواہش سے یہ مُراد نہین کہ وہ دُنیا مین رہنا نہین چاہتے - بلکہ
اسکے معنی یہ ہین کہ وہ آرامِ روح اور آرامِ جسم جو طفلی مین حاصل تھے اُنکے
مقابلے مین تکلیف موت کی کوئی ہستی نہ تھی -

جس طرح ایک تیز پر تتلی گلاب کے پھول کا طواف کرتی ہے،
اس طرح ایک بچے کی نظر عالمِ ارواح کی ہر لطیف شے پر شیدا و نثار
ہوتی ہے - تتلی پھول سے خوشبو جذب کرتی ہے، مگر ایک معصوم کی
نظر مناظرِ روحانی کے پاک اور لطیف اثرات جذب کر کے روح کو
قوت دیتی ہے -

قانونِ قدرتِ عالمِ مادیات کے ہر ذرے کے لیئے یکسان ہے
تکلیف و راحت، خوشی و غم مین ہر ذی روح شریک ہے -
خواہ وہ بچہ ہو، جوان ہو، یا بوڑھا - مگر غور طلب امر یہ ہے کہ بچے کو اگر
کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ وقتی تکلیف ہوتی ہے (وہ بھی جسمانی) جو
ایک مقررہ وقت پر ختم ہو جاتی ہے - مگر جوان اور بوڑھے کے تکالیف
اکثر ایسے ہوتے ہین جو ہمیشہ کے لئے دل مین نشتر بن کے رہجاتے ہین
اگر کوئی یہ کہے کہ بچے کی روح احساس نہین کرتی تو شاید یہ درست
نہ ہو - اُسے احساس ہوتا ہے اور ضرور ہوتا ہے، مگر فطرت اُس
اثر کو جلد سے جلد اُسکے دماغ سے زائل کر دیتی ہے کہ اُسکے نشو و نما
مین خلل نہ واقع ہو - کیونکہ اکثر جوان اور تندرست آدمی جب کسی
زبردست تکلیف کا شکار ہو جاتے ہین تو پھر نہین پنپتے - ایسی
حالت مین عہدِ طفولیت جس قدر یاد آئے تھوڑا ہے، - ایک انگریز
شاعر کہتا ہے

"مجھے بچپن مین چھوڑ دو، تو مین بہت آرام سے موت کا مقابلہ کر دون"

واقعی آدمی کیسا ہی رنجیدہ خاطر ہو، پریشان خیال ہو، تھوڑی
دیر بچون مین بیٹھے، تو اُسکی فکر، اُسکا تردد تھوڑی دیر کو معطل ہو جاتا ہے -

بچے سے فطرت خود محبت کرتی ہے اور دُنیا سے محبت کراتی ہے۔ معصوم بچہ جب دُنیا کی پہلی ہوا کھاتا ہے، اور والدین کی نظر اُسکے بھولے بھولے چہرے پر پڑتی تو محبت کا تخم دلون مین بیٹھ جاتا ہے۔ اور آخر عمر تک اس پہلے تخم سے شاخین پھوٹتی رہتی ہین۔

افسوس وہی بچہ جسکا چہرہ نورانی، جسکے افعال دل خوش کن جسکی نظر محبت انگیز، اُسی کو زمانہ ایک وقت انقلابات کا نشانہ بنا لیتا ہے۔ دُنیا کے مکروہات اُسکی صورت بدل دیتے ہین۔ اُسکی آنکھین حزن و ملال کی تصویرین بن جاتی ہین۔ یہی کُرہ خاک اُسکی ہزارون اُمیدون کو مٹی مین ملا دیتا ہے۔ یہان تک کہ ایک روز وہ خود خاک کے ذرون مین مل جاتا ہے، اور اُسکی پاک روح جو کچھ دن اُسکی رفاقت جسمانی کے لئے آئی تھی، خوش خوش عالم بالا کی طرف پرواز کر جاتی ہے، اور اپنے مرکز اصلی مین ہمیشہ کے لیے قیام کر لیتی ہے،

سید آغا اشہر لکھنوی

پُرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

(از جناب مرزا جعفر علی خان صاحب اثر لکھنوی بی، اے)

غنچے چٹک رہے ہین طائر چہک رہے ہین (۱) گلشن مہک رہا ہے اُف! تیرا مسکرانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

موجین شراب کی ہین جھونکے ہین نکہت کے (۲) ہر روح مست جس سے وہ وقت ہے سہانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

اٹکھیلیان صبا کی رنگینیان سحر کی سر جوڑ کے گلون سے غنچون کا پھر لجانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

مشرق کی سمت اُجالا مغرب مین کچھ سیاہی وہ رات بھر کے جاگے تارون کا جھلملانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

دلمین ہے ایک طوفان عشرت کا تن بدن مین شبنم سے کوئی سیکھے سجدے مین سر جھکانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

عقیش کو کر کے گویا جھٹک دیا ہے وہ اوس مین نہا کر سبزے کا لہلہانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

وہ شور "پی کہان" کا وہ کوک کوئلون کی کوکو وہ فاختہ کی چشمے کا گنگنانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

موجون پر ایک رقت ساحل پہ وجد طاری چرواہے کا لب جو وہ بانسری بجانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

اُڑنا بھنبھیریون کا تالاب کی وہ خُنکی وہ پھول پر کنول کے بھونرے کا بیٹھ جانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

جنگل مین ڈھاک پھولا آگ سی لگی ہے گلشن بھی ہم نے دیکھا صحرا بھی ہم نے چھانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

ہر شے مین ایک جلوہ پوشیدہ آشکارا تو میرا مین ہون تیرا، اب میرا کیا ٹھکانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

کیون امتیاز کیجے ناقوس اور اذان مین گو ساز مختلف ہین، ہے ایک ہی ترانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

تجھ سے جُدا نہین ہے ہرگز خیال تیرا کثرت ہی عکس وحدت، جب سے یہ راز جانا
پرکیف کس قدر ہین فطرت کے یہ مظاہر

ایک کوہستانی نشیب پر آفتاب نیمروز کا منظر

آفتاب نیمروز کوہستانی نشیب کی طرف جھک رہا تھا۔ بلند و گنجان اشجار کے جھرمٹ ہر طرف پھیلے ہوئے تھے جنکا خزانی رنگ ہزاروں قسم کے سدا سہاگ درختوں کے تر و تازہ سبزیوں سے ملا ہوا تھا۔ ان جھرمٹوں مین سورج کی روشنی کچھ اس طرح جذب ہو رہی تھی کہ بعینہ یہی معلوم ہوتا تھا کہ جیسے نور کی بارش ہو رہی ہے۔ متجلی اشجار کے رنگ گویا رنگ نہ تھے بلکہ کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے دامن کوہسار مین آگ لگی ہوئی ہے، سرخ، شہابی وار غوانی رنگ کے درخت جو مسرت فضا مین کھڑے جھوم رہے تھے وادی کے اندر آفتاب کی شعاعوں کی بارش مین ڈوبے ہوئے تھے۔ پتا پتا ارتعاش مسرت اور اہتزاز زندگی سے کانپ رہا تھا۔ ہر وہ پتہ جس پر سورج کی کرنین پڑ رہی تھین۔ کبھی ایک شعلۂ جوالہ معلوم ہوتا تھا، اور کبھی ایک نقش زمردین، وادی کی گہرائیوں مین دور دور تک سبز محرابی راہین ایک بلورین سمندر کی بلند امواج کے خلا کے مثل معلوم ہوتی تھین۔ اور سمندر کے جھاگ کی طرح جگہ جگہ خوشنما پھولوں کے انبار کناروں پر لگے ہوئے تھے، تاریخی رشحات کی نقرئی دھاریاں وادی کے چاروں طرف ہوا مین لوٹتی پھرتی تھین، اور چٹانوں کی بھوری دیواروں پر سے ٹکرا ٹکرا کر ہزاروں چھوٹے چھوٹے ستاروں مین پاش پاش ہو جاتی تھین، اور جیسے جیسے ہوا کے نازک اور نرم جھونکے انکو ابھارتے یا گراتے تھے ویسے ویسے وہ کبھی مدہم پڑ جاتی تھین اور کبھی دمک اٹھتی تھین۔ سبزہ زار کا ہر خطہ فردوس کے فرش زرین کی طرح لہک رہا تھا اور جس طرح غروب کے وقت بادلوں مین سے بجلی چمکتی ہے، اسی طرح ہوا کے جھونکوں مین درختوں کی جنبش سے وادی کے اندر سورج کی شعاعوں کی ہزاروں بجلیاں کوند رہی تھین۔ سیاہ چٹانوں کے بے حس انبار، باوجود تاریک ہونے کے سرخ کائی سے دمک رہے تھے۔ اور اپنے پرتمکنت خاموش سایہ کو مضطرب بجلیوں پر پھیلائے ہوئے تھے۔ انکے دامن مین انکی سنگین خلا کو آب روان کے شفاف چشمے ایک غیر منضبط موسیقی اور نیلگون کہرے سے متموج کئے ہوئے تھے۔ اسکے علاوہ سنگین بلندیوں کے سنجیدہ اور منور سکوت کے بے پایان فاصلوں کے درمیان گلاب و عنبر کے ہزارہا جھاڑ مشتبر بادلوں کی طرح جن مین تاریکی کا کہین پتہ نہ تھا، بلکہ جو محض منور و متجلی کرنے ہی کے لئے اپنا وجود رکھتے تھے، دور دور تک دکھائی دیتے تھے۔ یہان تک کہ سفید اور آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی انتہائی فضا کی چمک سمندر کی تیز روشنی مین مل کر غائب ہو جاتی تھی ـــ

(ترجمہ) محمد عبد الحی صدیقی۔ بی۔ اے۔ (علیگ)

رباعی اثر

کڑھنا اور زار زار رونا اچھا ہان عشق کا اعتبار کھونا اچھا
لیکن کسی کافر کی نگہ سے اے دل
اب تو نہ کبھی دوچار ہونا۔ اچھا

(مرزا جعفر علیخان بی اے اثر لکھنوی)

رباعی روان

جب نفس پہ فتحیاب ہو جاتا ہے انسان رفعت مآب ہو جاتا ہے
اُف سوزش عشق کی یہ ادنی تاثیر
ہر داغ دل آفتاب ہو جاتا ہے

(رای جگت موہن لال روان ایم اے ایل ایل بی)

معائے شاعری

مرسلہ جناب خواجہ مسعود علی صاحب "ذوقی" سکریٹری انجمن حدیقۃ الشعرا مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

یعنی جناب اصغر گونڈوی کی وہ غزل جو علیگڑھ جبلی کے زمانہ مین آل انڈیا مشاعرے کے موقع پر پڑھی گئی تھی - یہی وہ غزل ہے جس پر آل انڈیا شاعرہ کی انتخابیہ کمیٹی نے بعد اتفاق رائے اُن تمام غزلون مین بہترین قرار دیا جو مشاعرہ مین پڑھی گئی تھیں اور اسی غزل پر ایک طلائی تمغہ جو بہترین غزل کے لئے مقرر کیا گیا تھا جناب اصغر کی خدمت مین پیش کرنے کا اعلان کیا - وصل بلگرامی

نمایان کر دیا اس نے بہار روے خندان کو کہ دی نغمہ کو ہستی رنگ کچھ صبح گلستان کو

زرا روکے ہوئے موج تبسمہاے پنہان کو ابھی یہ لے اُڑینگی بجلیان تار رگ جان کو

زرا تکلیف جنبش دے نگاہ برق سامان کو جہان مین منتشر کر دے مذاق سوز پنہان کو

یہان کچھ نخل پر بکھرے ہوئے اوراق رنگین ہین مگر اک مشت پر سے پوچھیئے راز گلستان کو

سُنا ہے حشر مین شان کرم بیتاب نکلیگی لگا رکھا ہے سینے سے متاع ذوق عصیان کو

بس اتنے پر ہوا ہنگامۂ دار و رسن برپا کہ لے آغوش مین آئینہ کیون مہر درخشان کو

دکھائی صورت گل پر بہار شوخی پنہان چھپایا معنی گل مین کبھی حسن نمایان کو

قفس ہو دام ہو کوئی چھڑا اے اب یہ ناممکن ازل کے دن کلیجے مین بٹھایا تھا گلستان کو

اب ان رعنائیون پر شکوۂ جور و ستم کیسا کہ خواب آلود اس نے کر لیا چشم پشیمان کو

ہوئے جو ماجرے خلوت سرائے راز مین اُس سے نہ کفر ابتک ہوا واقف خبر اسکی نہ ایمان کو

تمنا ہے نکل کر سامنے کبھی عشوہ فرما ہو کوئی دیتا ہے جنبش پردۂ بیتابی جان کو

نہ مین دیوانہ ہون اصغر نہ مجھکو ذوق عریانی
کوئی کھینچے لئے جاتا ہے خود جیب و گریبان کو

رباعی فرخ

راحت کی جسے ہوس ہے دیوانہ ہے ہر حال مین جو خوش ہے وہ فرزانہ ہے

دم بھر کی ہے بس بہار باغ عالم کل پھول کھلے تھے آج ویرانہ ہے

(فرخ ...)

استاذِ علم و فضل (مولانا عبد الباری رحمۃ اللہ علیہ) کا نوحۂ غم

ذیل میں ہم جناب مولانا آزاد سبحانی صاحب کا وہ مضمون درج کرتے ہیں جو جناب ممدوح نے حضرت قیام الدین مولانا مولوی حاجی محمد عبد الباری فرنگی محلی کے وصال پُر ملال کی خبر وحشت اثر سے (باوجود اسکے کہ آپ کے اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان ہمیشہ اختلاف رہا) متاثر ہو کر تحریر فرمایا ہے اور جس میں اپنے دلی جذبات - اپنے خیالات اور اُن امور کا ذکر کیا ہے جن کے لئے دنیا ہمیشہ افسوس کرتی رہے گی اور نہ کرسکے گی۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ذات وہ ذات گرامی صفات تھی جسکی نظیر ملنا دشوار ہے۔

مجھے مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے کم از کم پچیس سال سے شرف نیاز حاصل تھا اور سلسلہ طریقت میں حضرت قطب الاقطاب سرکار بانسہ قدس سرہٗ سے جو نسبت اور توسل آپکو ابتدا سے چلا آتا تھا اُسی کا میں بھی نام لیوا ہوں اور اس طرح جو صدمہ اور رنج مجھے آپکے وصال سے ہوا اُسکی کیفیت بیان میں نہیں آسکتی۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ آپسے واسطہ رکھنے والے تو واسطہ رکھنے والے آپکے جاننے والے تو جاننے والے ہر وہ شخص جس نے کبھی آپکو نہیں دیکھا کبھی آپسے نہیں ملا صرف نام ہی سنا ہے اُسکو بھی صدمہ اور دلی صدمہ ہوا ہوگا۔

آپ کی ذات مُلک کے لئے مبارک - ہر قوم و ملت کے لئے مسعود اور مسلمانوں کے لئے فلاح و بہبودی کا باعث تھی۔

مسائل حاضرہ اور چند دیگر مسائل میں بہت سے اصحاب آپ سے اختلاف رکھتے تھے لیکن آج اُنکی بھی یہ حالت ہے کہ اس صدمہ سے مغموم و ملول ہیں اور یہ سمجھکر کہ مجموعی حیثیت سے آپ میں کتنے محاسن کتنی خوبیاں اور کتنے فیوض و برکات تھے - آپ کو یاد کرتے اور آپکے وصال پر اظہار رنج و غم کر رہے ہیں۔

مولانا نے ۹ ربیع الثانی ۱۲۹۵ھ بروز یکشنبہ عالم ظہور میں آئے اور اُنچاسویں سال میں ابھی آپنے قدم بڑھایا ہی تھا کہ ۲ رجب المرجب ۱۳۴۴ھ کو آپ پر فالج کا سخت اثر ہوا - یہاں تک ۵۶ گھنٹہ اس مرض میں مبتلا رہکر ۴ رجب ۱۳۴۴ھ کو ۱۱ بجے شب کے قریب اس جہان فانی سے سفر کرکے عالم جاودانی ہوئے۔ ۵ رجب کو ایک بجے دن کے باغ حضرت مولانا انور رحمۃ اللہ علیہ میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے پائین - سنگ مرمر کے ایک کٹہرے میں جو پہلے سے تیار تھا سپرد خاک ہوئے - اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپکے وصال پر جو کچھ رنج و غم نہ کیا جائے کم ہے - خداوند کریم آپکو وہاں بھی درجات عالیہ عطا فرمائے - آپکے جانشین جناب مولانا قطب الدین عبد الوالی صاحب (جن سے زمانہ اور آپکے متوسلین کی بہت سی امیدیں وابستہ ہیں) آپ کے نعم البدل ثابت ہوں اور تمام اعزہ کو صبر جمیل عطا کرے اور مولانا رحمۃ اللہ کے صغیر سن لخت جگر کی عمر میں ترقی دے اور علم و عمل کی دولت نصیب کرے اور خلق کیواسطے فیوض و برکات کا مظہر بنائے - آمین۔

(وصل بلگرامی)

استاذِ علم و فضل اور یادگار کمال و تحقیق حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ، عالم شہادت سے گزر کر، عالم غیب کو راہی ہوگئے یہ سانحہ عالم کلی کا تو ایک معمولی واقعہ ہے، عالم، تو، تسلسل حوادث و سوانح کا نام ہی ہے ہاں اس کارگاہ تعمیر و تخریب میں اس کے سوا ہوتا ہی کیا ہے کہ ہر آن بے شمار تماثیل وجود بنتے اور بگڑتے رہیں اس طرح کہ بننے والوں کا حساب ہے، نہ بگڑنے والوں کا شمار و اعتبار یہاں تاثر و امتیاز کا بھی پتہ نہیں، نہ مصالح و مراعات کا کچھ اثر یہاں بے تعلقی محض اور مساوات مطلق ہے یہاں سب کیلئے حدوث و فنا ایک

کیلئے حدوث وفنا کی ایک ہی سطح ہے، اسی سطح پر، ہر موج کو اُبھرنا اور بیٹھنا اور ہر حباب کو بننا اور ٹوٹنا ہے،

اور اس لئے یہان نہ کسی نئے آنے والے پر کوئی سچا موقع مسرت و تہنیت ہے اور نہ جانے والے پر کوئی واقعی گنجائش حسرافسوس و تعزیت، لیکن عالم کلی کے ایک محدود حصے مین، جس کا نام عالم انسانی ہے جہان اضافات و اعتبارات اور تعلقات و حیثیات نے چھوٹائی اور بڑائی اور اہلیت و نا اہلیت کے اعتباری مرتبے قائم کر دیئے ہین اگرچہ یہ بھی عالم انسانی کی طفلگی و ناپختگی کا آئین عارضی ہے جسکو درجۂ پختگی مین پہونچکر یقیناً غائب ہو جانا پڑے گا، مولانا کا سانحہ وقت کا ایک سانحۂ عظیم ہے، خصوصاً ہمارے ملک کیلئے، اور زیادہ خاص ہماری قوم کیلئے، اور بھی زیادہ خاص جماعت علما کے لئے اور بجا ہے اگر اس سانحہ پر، عام رنج و الم کیا جائے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و کمالات کا تو رشتۂ گسستہ گننا تو اب فضول ہے، انکے فضائل و کمالات انکی روح کے ساتھ ہی عالم تعلقات سے بے رشتہ ہو چکے، ہان اُنکی یادگار اُن کا تذکرہ جن سے ان کے قدردانون اور وابستون کا واقعی تعلق ہو سکتا ہے فائدہ سے خالی نہ ہوگا تذکرہ بھی، حدیث گوئی و داستان نوازی کے رنگ مین نہین کہ یہ مشغلہ لہو و لعب تو صفت سے زیادہ اپنے اندر مضرت رکھتا ہے، بلکہ تذکیر و تبلیغ کے رنگ مین جو تذکرہ کی اصل غایت ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تین زبردست یادگارین چھوڑی ہین جنھین اگر صرف زندہ ہی رکھنے کی کوشش کی جائے تو انکے متعلقین کے سامنے کام کا ایک میدان عظیم ہے، (۱) مسند علم و روحانیت (۲) خدام الحرمین (۳) مکمل آزادی ہند کی آرزو و تائید۔

مسند علم و روحانیت سے وہ علم و روحانیت کی خدمت کرنی چاہتے تھے ان کی علمی خدمات کی جولانگاہین مؤید العلوم، مدرسۂ نظامیہ جمعیۃ علمائے ہند کی علمی کارگاہین تھین، انکی روحانی خدمات کے میدان، سلسلۂ رزاقیہ زاویۂ والیہ اور جمعیۃ المشائخ ہند کے روحانی کارخانے تھے،

خدام الحرمین سے وہ، مرکزی سیاسیات اسلامی کی خدمت کا حوصلہ رکھتے تھے جس کے لئے وہ مدت العمر، بہ اختلاف اشکال و حیثیات سرگرم عمل نظر آئے، خدام الحرمین کا وجود، انکی سرگرمی عمل کی آخری شکل کیا تھی اگرچہ ایک جماعت کو اس خاص شکل مین اُن سے اختلاف و خلاف تھا لیکن اس کلیۃً اختلاف و خلاف مین ایسے جزئے ہیچ میرز و ہیچ میرس ہوتے ہین اُسکے علاوہ ان اختلاف و خلاف کا بہت کچھ دار و مدار غلط فہمی و غلط تعبیری پر مبنی تھا جو اب انشاء اللہ نہین باقی رہے گا مکمل آزادی ہند کی آرزو و تائید، گو ان کے ارتقاے مابعد کی پیدا وار تھی پھر بھی اُنکی فکریات مین شامل ہو چکی تھی، اس کا اظہار اس شکل مین ہوا کہ انہون نے، ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی کی جسکا کھلا ہوا نصب العین، مکمل آزادی ہند ہے اصولی تائید فرمائی، اور اسی ہمت افزا بنیاد پر میرے خاندان فرنگی محل اور علماے فرنگی محل کے ایک ممتاز رکن کمیونسٹ پارٹی کے باقاعدہ ممبر بن گئے اور اس حیثیت سے کانپور کمیونسٹ کانفرنس مین شرکت کی اب اگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے سچے قدردان اور وفاشعار وابستہ اس ملک مین موجود ہین اور انکی ان فاتحہ خوانیون اور عزاداریون مین، رسم و مشغلہ پرستی کے سوا اصلیت دوفا کا کچھ رنگ بھی ہے، تو ان کا فرض یہین ختم نہین ہو جاتا جہان وہ ختم کرنا چاہتے ہین بلکہ آگے بڑھتا ہے اور آگے بڑھنے کی پہلی حد یہ ہے کہ وہ ان یادگارون کو زندہ رکھنے کی کوشش کرین، اور اصلی حد تو یہ ہے کہ ان کے مقاصد و اغراض کو پورا کرنے کی جدوجہد کرین یہی اس بڑے شخص کی سچی قدردانی اور مرثیہ خوانی ہے مین خود اپنی اس تعلیم پر عمل کیلئے آگے بڑھتا ہون اور باوجود اس بے اُنسی کے جو مجھے اپنی ناکسی کے باعث مدت العمر مولانا سے رہی اُنکے کمالات اور کارنامون کی منصفانہ قدردانی کے لئے یہ عہد کرتا ہون کہ انکی یادگار ہاے ثلثہ کی تائید تقویت

کو جو مین میری مرضیات و فکریات بھی ہین، اپنے مشاغل کا ایک جزو سمجھونگا، اور اس طرح مولانا مرحوم کی روح گرامی کو ایصال ثواب کرتا رہون گا۔

کاش مولانا مرحوم کے تمام وابستہ اور قدر دان خصوصاً ارکان فرنگی محل، اس شعرۂ خیر پر التفات فرمائین آخر مین بیساختہ جی چاہتا ہے کہ مولانا کی غیر فانی اور اولوالعزم روح کی بارگاہ گرامی مین چند اشعار جذبۂ حقیقت نذر گزرانون"

تری وداع پہ ہے خلق اشکبار بہت
کہ تھی تو خادم خلق اور وفا شعار بہت

تو ذی کمال تھی اور تیرے عزم اعلیٰ تھے
ترے عمل سے تھے آباد کار و بار بہت

تو فتح خوبیٔ انجام پر بھی قابض تھی
زمانہ یعنی رہا تجھ سے سازگار بہت

تو بیقرار تھی اور بیقرار رکھتی تھی
تری روش مین تھا انداز روزگار بہت

شہود مین ترے تھوڑے ہی عزم اُبھرے ہین
دیئے ہوئے ہین بہ حسرت تہِ مزار بہت

تھی معرفت تری دشوار مثل رمز عمیق
زبسکہ تھی تری تعمیر کُنہہ دار بہت

کرین گے قدر تری آگے چل کے اہل زمان
ترے ارادون کے جب ہون گے راز دار بہت

مٹی نہین ہے تو دنیا سے بھی کسی صورت
کہ تو نے چھوڑی ہین اشکال یادگار بہت

رکھے گا زندہ انہین ہے یہ عزم سبحانی
وہ اپنے دوش پہ رکھتا ہے گرچہ بار بہت

فقیر آزاد سبحانی

نغمۂ ہستی

(خاص مرقع کے لئے۔)

زندگی اک سرود ہے ساز ہے ساری کائنات
گوشِ نوا شناس ہے محرمِ نغمۂ حیات

وجد مین بزم دہر ہے وقفِ نیازِ بیخودی
مطربِ جان نواز نے چھیڑا ہے سازِ بیخودی

رقص مین ہین تجلیان ولکے حریم نازمین
زمزمۂ نشاط ہے تارِ نفس کے سازمین

نغمہ ہے کائنات مین جلوہ فروزِ زندگی
بزمِ جہان کے ساز مین نغمہ ہے سوزِ زندگی

سوز وہ ہے کہ آشنا جو ہوا اس کے ساز سے۔
اُڑ گیا برق کی طرح جلوہ گہِ مجاز سے

جلوہ ہی خود حجاب ہے ایسا طلسم راز ہے
ساز ہی وجہ نغمہ ہے نغمہ ہی وجہ ساز ہے

دائرۂ حیات مین رنج بھی ہے خوشی بھی ہے
منظرِ کائنات مین نور بھی تیرگی بھی ہے

شام کے بعد صبح ہے صبح کے بعد شام ہے
دورِ تسلسل ایک ہے جس کا حیات نام ہے

بزمِ ازل سے تا ابد عالمِ صوت ہے جہانِ
لذّتِ حیات ہے رازِ حیاتِ جاودان

نوحہ وفات حضرت مولانا محمد عبد الباری رحمۃ اللہ علیہ

مرقومۂ عالی جناب مولوی سید امین الحسن صاحب رضوی موہانی متخلص بہ بسمل از حیدرآباد دکن

عکس خاموشی ہے جذبات کی بیداری کا
موت کی نیند کہ سرمایہ ہے ہشیاری کا

زندگی انکی تھی موت انکی ہے جو دنیا مین
حق ادا کر گئے جو حق تھا نکو کاری کا

دلنشین ہین وہی ہین خلد نشین بھی وہی لوگ
جن مین تھا ولولہ و حوصلہ دینداری کا

مین تو کیا ایک زمانہ انہین روتا ہے جنہین
شوق تھا کچھ تو مسلمانون کی غمخواری کا

اے فرنگی محل اب تجھمین کہان وہ ہستی
خاتمہ جس پہ ہوا ہاے رواداری کا

اب کہان سیدی و مولوی عبد الباری
اُف ابھی وقت نہ تھا انکی عزاداری کا

دل منور تھا تو اک نور کی تصویر سے تھے
خاتمہ ہو گیا پاکیزہ طرحداری کا

آج معلوم ہوا غم بھی ہے اک شے بسمل
پہلے سنتے تھے فقط نام دل افگاری کا

نواب مرزا محمد باقر علی خان عروج

(از پنڈت برج نرائن صاحب چکبست لکھنوی بی اے، ال ال بی وکیل)

عجیب اتفاق ہے کہ اودھ کی سلطنت کے آخری دور مین جبکہ مختلف سوشل اور اخلاقی بدعنوانیون کا بازار گرم تھا اور پولٹیکل مجبوریون کی وجہ سے حکومت کا تاج آخری فرمان روائے اودھ کے سر پر لرز رہا تھا لکھنؤ مین شعر و سخن کا مذاق روز بروز ترقی کرتا گیا حتیٰ کہ رفتہ رفتہ اس یادگار خطہ کی زبان دہلی کی غلامی کی قید سے آزاد ہوگئی اور خصوصاً یہان کے محلات کی زبان سادگی پاکیزگی اور نفاست کے اعتبار سے ضرب المثل ہوگئی۔ اودھ کی سلطنت کا چراغ گل ہونے پر اس زبان کے اصلی وارث وہی لوگ تھے جنکا تعلق خاندان شاہی یا خاندانی وزارت سے تھا۔ یہ پُرانے گھرانے ایک ایک کرکے مٹتے جاتے ہین اور اُن کے ساتھ اس زبان کا لطف بھی مٹتا جاتا ہے۔ اسی سلسلہ مین نواب مرزا محمد باقر علی خان عروج کا نام قابل ذکر ہے۔ نواب صاحب موصوف اشرف الدولہ نواب امجد علی خان کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپکے مورثِ اعلیٰ نواب منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان تھے جن کا عروج نواب آصف الدولہ بہادر کے دوران حکومت مین ہوا۔ لکھنؤ کے اس مشہور گھرانے مین جو کہ خاندان شیش محل کے نام سے مشہور ہے تین پشت تک اودھ کی وزارت رہی۔ اسوقت میری نگاہون کے سامنے نواب صاحب موصوف کی ایک غیر مطبوعہ مثنوی ہے جسکا نام شاہنامہ ہے۔ سنا گیا ہے کہ نواب صاحب نے یہ مثنوی تفریحاً تصنیف فرمائی تھی۔ اسکا پایہ محض شاعری کے اعتبار سے زیادہ بلند نہین ہے لیکن روزمرہ اور زبان کا لطف قابلِ داد ہے۔ مثلاً ایک نوجوان عورت کی مہلک علالت کا حال اس طریقہ پر نظم کیا ہے۔

جمع تھے یون عزیز بیگانے
شمع کے گرد جیسے پروانے

موت کی تھین نشانیان جو تمام
عورتون مین پڑا تھا اک کُہرام

کوئی کرتی تھی چُپکے چُپکے دُعا
پنجسورہ کی دے رہی تھی ہوا

سورۂ جن کیا کسی نے تمام
کوئی پڑھتی تھی سورۂ انعام

کوئی کہتی تھی کیا ہوا یہ سبب
ائین یہ گاڑی سا ڈیل گھل گیا سب

دھو کے اک بوند مُنھ مین پہونچا دو
لو چہل کنجی کا کٹورا لو

دوسری بولی سر پہ غُل نہ مچاؤ
کچھ خبر ہے تمھین حواس مین آؤ

ساری جان اُنکی ہے پسینہ مین تر
دانت بچے ہین پانی دین کیونکر

سر کو چوکھٹ پہ مارتی تھی کوئی
لاکے صدقہ اُتارتی تھی کوئی

کوئی بولی زیادہ رنج نہ کھاؤ
ارے جلدی حکیم بلواؤ

گال مین نتھ چھپے یہ کون ہے گت
بات کہنے مین ہوگئی لت پت

کوئی کہتی تھی ہے مجھے مرغوب
ڈاکٹر کا علاج ہوتا ہے خوب

کوئی بولی نہ ہو خلاف مزاج
انکا ہو تو جو ڈاکٹر کا علاج

کچھ دوائین نئی نکالتے ہین
سُنتی ہون کالا پانی ڈالتے ہین

طعنہ زن لوگ ہوئینگے بیشک
وائی بندی نہ کھائیگی صحنک

پاس ہمجولیان جو تھین دو چار
رو رہی تھین وہ بیٹھین زار و قطار

کہتی تھین کس پہ جان وارینگے
باجی کہکر کسے پکارین گے

ہم کو جینے کا آسرا دے جاؤ
کہان جاتی ہو کچھ بتا دے جاؤ

تم نہ بولین ہون اس سے ہین بھی خفا
اُٹھ کے بجیا ہمین منا لو ذرا

آئینہ لیکے دیکھو تو چہرا　　　　سُت گیا رات بھر میں منھ کیسا
کوئی بولی خدا نہ اسکو اُٹھائے　　　　اسکی سب ماندگی مجھے لگ جائے
آنکھیں کھولے یہ ہوشیار اُٹھے　　　　چارپائی کو لات مار اُٹھے
غول کے غول جمع ہوں ہر دم　　　　چل کے جوہی کے آگے ہو ماتم
جاکے درگاہ کوئی اودی لائے　　　　لاڈلے سے کوئی علم اُٹھوائے
پھاڑ ڈالو دوپٹے مل مل کے　　　　رکھو سینہ پہ پھائے صندل کے
کوئی یہ کہکے رو رہی تھی کھڑی　　　　مجھ سے بس ڈیڑھ سال تھی یہ بڑی
روتے روتے لبوں پہ آئی ہے جان　　　　ابھی غش میں گری ہیں خالہ جان
اُن کے گھر کا یہی اُجالا ہے　　　　ہائے کن منتوں سے پالا ہے
روتے گزری ہے رات بھر اُنکو　　　　تن بدن کی نہیں خبر اُن کو
کل جو چاہا کریں نماز تمام　　　　پہلی رکعت پہ پھیرتی ہیں سلام
کوئی بولی سُنا یہ ہم نے تھا　　　　مانتی تھی نہ اپنی ماں کا کہا
ماں نے سو بار اُسکو منع کیا　　　　بیٹھی انگنائی میں سفیدی کھا
اُسکو میدان میں موت لائی تھی　　　　دن کو بالائی اُسنے کھائی تھی
مچھلی کی طرح تڑپی جاتی ہے جان　　　　چشم تر دل میں درد لب پہ فغان
کہتی تھی ہے نظر میں تیرہ جہان　　　　مری کم گو یہ ماں ترے قربان
لوگ چلا رہے ہیں بولو تو　　　　ماں تصدق ہو آنکھیں کھولو تو
ترے قدموں پہ سر اُتارتی ہیں　　　　تجھ کو ہمجولیاں پکارتی ہیں
چلنی ہو سیر بام ہوتی ہے　　　　چوٹی کروا لو شام ہوتی ہے
کبھی کہتی تھی نیل ڈھلتا ہے　　　　میّا بندی کا دم نکلتا ہے
باپ سے کہدو آکے کرلے پیار　　　　دیکھلے اس کا آخری دیدار
ہے جہان میں یہ بیاہ کی صورت　　　　باپ مل لے تو بیٹی ہو رخصت
اب فقط وقت دم شماری ہے　　　　اسکی یہ آخری سواری ہے
منھ پہ لٹ آئی ہے سنوار لے پھر　　　　اماں کہہ کر مجھے پکار لے پھر
چلیں ہم کو اُجاڑنے کے لئے　　　　تم کو پالا تھا گاڑنے کے لئے
ارے جلدی مجھے بلا لینا　　　　رہ گیا تیرھویں گرہ دینا

علاوہ اس مثنوی کے نواب صاحب مرحوم نے غزلیں مراثی اور سلام وغیرہ بھی تصنیف کئے تھے اُن کا پتہ ملنا اسوقت دشوار ہے۔ صرف غزلوں کے چند متفرق اشعار دستیاب ہوسکے وہی لکھے جاتے ہیں۔ ان اشعار سے مصنف کی طباعی اور پاکیزگی زبان کا کافی اظہار ہوتا ہے۔

بھولے سے بھی جو کرتا ہے صیاد ذکر گل　　　　بلبل قفس سے سنتی ہے گردن نکال کے

قبول ہو کہ نہ ہو یہ نماز مغرب و صبح　　　　ہمیں تو شام و سحر اسکا ذکر کر لینا

زباں کو ذکر سے تیرے یہ کام ہو جائے　　　　کسی کا نام میں لوں تیرا نام ہو جائے
چلے وہ اُٹھ کے جو پہلو سے میرے بولا صبر　　　　جو اذن پائے تو رخصت غلام ہو جائے

مجھے تسکین بھی دینا انکی اک بچپن کی شوخی ہے　　　　جہاں پر درد دل نہیں ہوتا وہیں ہاتھ دھرتے ہیں

ترا شکوہ لب پہ کب لاتے ہیں ہم　　　　دل ہی دل میں اپنے غم کھاتے ہیں ہم
انکی چوٹی سے یہ کہتی ہے کمر　　　　بوجھ سے دُہرے ہوئے جاتے ہیں ہم

ہم ترا ڈھونڈھ چکے تیر نگاہ　　　　دل کے ٹکڑوں میں تو ملتا ہی نہیں

جسمیں لیلی کا ہے جلوہ وہ ترا دل تو نہیں　　　　خوب پہچان لے مجنوں یہی محمل تو نہیں
دل صدا دیتا ہے سینہ سے یہ گھر خالی ہے　　　　درد جب پوچھنے آتا ہے یہاں دل تو نہیں
درد کا دونوں طرف مجھکو مزا یکساں ہے　　　　یا خدا دوسرے پہلو میں مرے دل تو نہیں

مجھکو شکوہ نہیں گر تم مرے پیارے نہ ہوئے　　　　غیر کے بھی تو نہ ہوگے جو ہمارے نہ ہوئے

نواب صاحب مرحوم نے ۱۹۲۱ء مین تخمیناً ۰ سال کی عمر مین انتقال کیا

چک بست لکھنوی

مرقع - مرقومۂ بالا مضمون جناب چک بست نے ابھی بہت ہی تھوڑے دن ہوئے میری خاطر سے باوجود اپنی عدیم الفرصتی کے مرقع کے لئے لکھکر عطا فرمایا تھا ابھی یہ مضمون ناظرین کی نظر سے گزرنے بھی نہ پایا تھا کہ جناب چک بست خود بھی دنیا سے چل بسے - اور جو کام اُنھون نے جناب نواب مرزا محمد باقر علی خان عروج کی وفات کے بعد اُن کے کلام پر تبصرہ کا اختیار کیا تھا وہی کام خود جناب چک بست مرحوم ہمارے لئے چھوڑ گئے -

جناب چکبست نے تو عزیزون اور دوستون کا اتنا بار احسان بھی گوارا نہ فرمایا کہ دو چار روز بیمار رہتے اور وہ اُنکی چارہ سازی اور تیمارداری سے دل کی بھڑاس نکال لیتے -

نواب عروج مرحوم کے کلام کی جس شان سے اُنھون نے رہنمائی کی ہے آج ہم یہ بھی نہین کر سکتے کہ جناب چکبست کے کلام پر ایک نظر ڈال سکین - خدا سے امید ہے کہ جناب چکبست کے احبّا و اعزّہ اُن کے کلام کو جلد سے جلد روشناس عالم کرین گے تاکہ منشی دیا شنکر نسیم کے کلام کی طرح چکبست کا کلام دنیائے شاعری مین آفتاب عالمتاب کی طرح درخشان رہے -

چکبست کی ذات عجیب ذات تھی آپ اردو زبان کے حامی اردو ادب کے دلدادہ - اردو زبان کی ترقی کے دل سے خواہان - اردو نثر و نظم کے قدردان اور خود بھی خوب لکھتے تھے نہایت عمیم الاخلاق اور سراپا مروت تھے -

آپ ایک مقدمہ کی پیروی مین ۱۲ فروری ۱۹۲۶ء کو رائے بریلی تشریف لیگئے تھے وہان سے واپسی مین آپ پر فالج گرا حملہ اتنا سخت تھا کہ چند گھنٹون کے بعد ہی آپ کی روح پرواز کر گئی آپ کی لاش لکھنؤ مین لائی گئی اور یہین سب مراسم ادا کئے گئے اور ایسا کیونکر نہوتا آپ ایک شعر مین فرما گئے تھے ؎

روح و قالب کی طرح روز ازل پیدا ہوا　　لکھنؤ کے واسطے مین لکھنؤ میرے لئے

آپ کے گھر مین اس خبر وحشت اثر سے ایک کہرام تھا اور جس قدر وہ غم نہ کرتے کم تھا لیکن لکھنؤ مین ایک عجیب ہلچل پڑ گئی تھی ہر شخص پر ایک سکتہ کی سی حالت تھی اور جیسے دیکھئے وہ شریک رنج تھا لاش کے ساتھ ایک کثیر مجمع تھا اور ہر ایک اس سانحہ سے متاثر تھا -

دنیائے ادب بالخصوص اردو زبان کو آپ سے بیحد صدمہ پہونچا - ہم آپکی اس ناگہانی وفات پر آپ کے تمام اعزہ کے ساتھ رنج و غم مین شریک ہوتے اور اظہار ہمدردی کرتے ہین اور دو چار شعر اس جگہ جناب چکبست کے مرگ ناگہانی کے اعتبار سے درج کرتے ہین -

روح کو اپنی ہے عشقِ جوہرِ حسنِ لطیف　　اک بلائے جان ہے میری آبرو میرے لیے

گل سے بڑھکر ہے خیالِ رنگ و بو میرے لیے　　خانہ ویرانی مری سب چاہتے ہین فصلِ گل
قطرۂ شبنم جسے طوفان ہے وہ بلبلِ حزین　　بوئے گل ہے باعثِ دردِ گلو میرے لیے

کیا وہ نادان ہین جو کہتے ہین نفس سے اعتبار　　خواب ہستی کی نہین تعبیر ایسی زینہار

ہو فسانہ یہ حدیثِ صبر و تسکین و قرار　　مصلحت کہتا ہے رنج و غم مین ہیچ و درکار
مرتے دم تک نہ بُجھے آس طبیعت میری　　مجھسے پہلے نہ ملے خاک مین حسرت میری

جب باغ مین کھلتا ہے دم صبح گلِ تر　　دستار مین نوشہ کی رہا کرتا ہے اکثر

بنتا ہے عروسانِ جہان کے لیے زیور　　کیا کیا اسے ہوتے نہین اعزاز میسر
لیکن نہ کسی وضع پہ اس رنگ سے دیکھا　　بیکس کے کفن پر اسے جس رنگ سے دیکھا

وصل بلگرامی

آہ چکبست

مرنے والے پر ماتم و اشکباری مقتضائے فطرت ہے، لیکن ہر موت کی اہمیت کا اندازہ اُس کے ماتم کرنے والون کی تعداد سے ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے بعض سانحاتِ عالم ایسے ہوتے ہین جنکی اہمیت کا تعین عین وقت پر نہین کیا جاسکتا بلکہ بتدریج مخلوق کی زندگی مین اس خلا کو محسوس کیا جاتا ہے اور اسلئے ہم یہ نہین کہہ سکتے پنڈت برج نرائن چکبست آنجہانی کی جوانا مرگ کی اہمیت کا اندازہ کرنے کے لئے وہ چند تعزیتی جلسے اور ماتمی ریزولیوشن کافی ہین جو گزشتہ چند دن کے اندر لکھنؤ اور بیرونجات مین عام و خاص مجمعون مین پاس کئے گئے۔ لیکن اسی کے ساتھ جب ہم دنیائے ادب مین اُس خلا کا اندازہ کرتے ہین جو چکبست آنجہانی کی وفات سے پیدا ہو گیا ہے تو ہمین محسوس ہوتا ہے کہ اس مرنے والی ہستی کے ماتم کا پورا پورا حق دنیا نے ادا نہین کیا۔

مرزا غالب مرحوم نے اپنی وفات کی تاریخ اپنی زندگی ہی مین کہہ لی تھی لیکن اس مصرع سے جو سال نکلتا تھا وہ دہلی مین عام وبا کا سال تھا اس لئے اس خوددار آقائے شعر نے اپنے ماتم کو ماتم عام مین شامل کرنا گوارا نہ کیا۔ لیکن چکبست کی شاعری کا یہ ایک زندۂ جاوید معجزہ سمجھا جائے گا کہ اُنھون نے بلا ارادہ اپنی تاریخ وفات اپنی زندگی مین کہہ لی تھی اور وہ بھی ایسی جو غالبًا اس صدی کی تاریخون مین یادگار سمجھی جائیگی۔ یعنی ع

موت کیا ہے انہین اجزا کا پریشان ہونا ۱۳۴۴ھ

ہم حضرت محشر کی اس کاوش کی داد دیتے ہین کہ اُنھون نے اس راز سربستہ کو آشکار کیا (نوٹ۔ اس مصرع مین جناب محشر نے لفظ عزا کے ساتھ تاریخ نکالی ہے)

مرنے والے کے صفاتِ اخلاقی، علمی قابلیت، اور انکی شاعری مین بلندیِ تخیل، نکتہ رسی طبیعت، ندرت مضامین، شستہ مذاق اور بلندی حوصلہ کی داد دینے کے لئے ایک مستقل کتاب بھی کافی نہ ہوگی لیکن معیار کے مشاعرے، ملک کے ادبی جرائد اور اودھ پنچ کے صفحات برسون آپ کے نعم البدل کی سعی لاحاصل کرین گے اور لکھنؤ کی شاعری مین آپ کی ذات کو جو درجہ حاصل تھا وہ آئندہ نسلون کیلئے نصب العین کا کام دے گا۔

افسوس تو یہ ہے کہ موجودہ زمانہ مین جبکہ برادران وطن عام طور پر اپنی مشترکہ زبان اُردو کا مقاطعہ کر رہے ہین اور اسکی جگہ ایک ایسی زبان کو دینے کی سرگرم کوششین کر رہے ہین جس سے ملک کی آبادی کا ایک معقول حصہ بالکل بیگانہ ہے، پنڈت بشن نرائن در، منشی نوبت رائے نظر اور منشی جوالا پرشاد برق کے بعد چکبست آنجہانی کی وفات نے اُس سلسلہ کو ختم کر دیا جو قدیم خیالات کے ہندو اور مسلمانون کو وابستہ کئے ہوئے تھا اور آپ کے بعد ہمین کوئی ہستی ایسی نظر نہین آتی جو بلند آہنگی سے اس رشتہ کو جوڑنے کی پھر کوشش کر سکے پنجاب بہت سے گرامی قدر ہندو شعراء پر ناز کر سکتا ہے لیکن زبان اُردو کا مرکز لکھنؤ آج ایسے ہندو شاعر سے خالی ہے جو جناب عزیز و صفی و ثاقب و آرزو کی صف مین بیٹھکر ہم آہنگی کی اہلیت کا دعویٰ کر سکے۔

اس لئے چکبست کی موت کا ماتم ہر اُس شخص کے دل مین ہے جو اُردو کو مشترکہ ملکی زبان بنانے کا خواہان ہے۔

اور ہر اُس شخص کے دل مین جو ادب اُردو کے بقا و قیام کے مسئلہ سے دلچسپی رکھتا ہے۔

کیا ادب اُردو کا یہ مرکز ایسے شخص کی پائیدار یادگار قائم کرنے کی کوشش کریگا۔

رحم علی الہاشمی (بی اے)

موت

(از جناب ہوش بلگرامی)

جناب **ہوش** بلگرامی سے دنیائے ادب بخوبی واقف ہے۔ آپکے مضامین جو مختلف رسائل مین شایع ہوئے، یا اب ہندستان کے نہایت مشہور جریدۂ "نگار" بھوپال مین کبھی کبھی نظر پڑجاتے ہین۔ آپکی علمی و ادبی قابلیت کی کافی دلیل ہین۔ آپکا علمی و ادبی ذوق طفلی ہی سے آپ ہمیشہ سے اسکے دلدادہ رہے اور روز بروز ترقی کے مدارج طے کرتے جاتے ہین۔ اسی ذوق و شوق نے حیدرآباد کے قیام کے زمانہ مین آپکو ایک علمی صحیفہ کے اجرا پر مجبور کیا۔ جسکا نام "**ذخیرہ**" تھا۔ آپکو اس مین بہت کچھ کامیابی حاصل ہوچکی تھی مگر زمانہ کے انقلاب نے آپکے منصوبے پورے نہونے دیئے۔ اور امید افزا خیالات کا شیرازہ بکھر گیا۔

اس وقت آپ پر ایک ناگہانی افتاد آپڑی اور ایک سانحۂ عظیم نے آپکے خرمن سکون پر بجلی گرادی، یعنی آپکے والد ماجد نے داعیٔ اجل کو لبیک کہکر ہمیشہ کے لئے آپ سے مفارقت اختیار کی۔ اور اپنے جسم کو ہمیشہ کے لئے اپنے وطن اور اپنے پیارے وطن بلگرام سے دور یعنی ریاست رامپور (جہان آج کل جناب ہوش بلگرامی کا قیام ہے) کی خاک کے سپرد کردیا۔

اس حادثہ سے آپ پر بہت بڑا اثر پڑا۔ اسی حالت اور خیال مین آپ نے یہ چند شعر نظم فرمائے ؎

تیری قسمت اے زمینِ رامپور ✽ تجھپہ اُترا کاروانِ بلگرام
رگیا تھک کرترے آغوش مین ✽ اک بزرگِ خاندانِ بلگرام
ہوگئی آباد خاکِ رامپور ✽ رہ گیا خالی مکانِ بلگرام
ہوش کا یہ قول بالکل ٹھیک ہے ✽ ہم سے چھوٹا آستانِ بلگرام

اور ایک مضمون بھی جسکا عنوان "موت" آپ ملاحظہ کررہے ہین تحریر فرمایا۔ یہ مضمون صورتِ حال کے لحاظ سے نہایت ہی پر اثر اور اپنی معنویت کے لحاظ سے نہایت ہی سبق آموز ہے۔ مرحوم بے نہایت ہی قدیم کرمفرما خلیق رہے ہیں مخصوص صفات سے متصف اور وضعدار اصحاب مین سے تھے ہمکو اس خبر سے بیحد صدمہ ہوا۔ خدا انکو اپنے جوارِ رحمت مین جگہ دے اور جناب ہوش اور انکے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

وصل بلگرامی

ہراک کو موت کا اک دن پیام آئیگا
خدا کا نام لئے جاؤ کام آئیگا

دنیا مین زندگی ہی ایک ایسی نعمت ہے جسکا ہر کوئی شیدائی ہے، ہر ذی روح اپنے لئے عمرِ نوح کی دعائین مانگتا ہے، بوڑھا ہو یا جوان، کمسن ہو یا بچہ، ہر ایک تندرست رہکر زندہ رہنا اپنی زندگی کا حق سمجھتا ہے۔ دنیا کی لذتون کا مزہ چکھنا اور اسکی آرائشون مین پھنسا رہنا بھی اہلِ دنیا کا فطری مذاق ہے۔ باری تعالی نے گلشنِ عالم مین ایسی ایسی مختلف النوع چیزین خلق فرمائی ہین جنکو دیکھ دیکھ کر محدود عقل کا انسان حیرت کرتا اور اسکی حکمت و صناعی کی بیساختہ داد دینے پر مجبور ہوتا ہے۔ گو نا گون نعمتون اور کثیر التعداد الوان کے ساتھ ذی روح کے رحم باطل کو توڑنے کے لئے موت کو پیدا کیا ہے، جس سے ہر متنفس پناہ مانگتا اور اسکا نام سنتے ہی خوف زدہ ہوجاتا ہے اور بدحواس رنجیدہ ہوتا ہے "در آبدیدہ" کانپتا ہے اور لرزتا، یہی موت تو ہے جو زندگی کی لذتون اور مسرتون کو خاک مین ملانے والی ہے، اس سے بڑھکر نہ کوئی ڈراونا منظر ہے اور نہ دل آزار بات!! اس نے بہادر سے بہادر اور دلیر سے دلیر شخص کو لمحون مین پچھاڑ دیا ہے۔ اسکے داؤ پیچ استادانہ اور اسکی قوتین لامحدود کوئی نہ اس سے زور آزمائی کرسکا اور نہ اسکے پنجون کی سخت گرفت سے

نکل سکا۔ شاہنامۂ ایران کا روئین تن رستم داستان اسکے سامنے ایک خاک کی چٹکی، اور کوہ قاف کے قوی ہیکل خیالی دیو اسکی خدائی قوت سے شرمندہ و پست۔ زندگانی کا طوفان گمراہ و سرکش بن کر صراط مستقیم کی تلاش کرتا ہے۔ مگر یک بیک ہستی سے عدم مین پہونچ کر خاموش ہو جاتا ہے۔

اے موت تجھ سے زمانہ تھرّاتا ہے، دنیا لرزتی ہے، اور کون ہے جو تیرے تیرِ بے خطا کا نشانہ نہین بنتا۔ روزِ ازل سے تیرا طریقہ، تیرا ڈھنگ، تیرے تیور، تیرا مزاج قاتلون کے مانند ہے، تو جہان کی بربادی کا سبب ہے، تو چمنستان کی بے رونقی کا باعث، تیرے احکام خشکی پر بھی نافذ ہین، اور تری پر بھی، زمین کا ہر گوشہ اور سمندر کا ہر قطرہ تیرا لوہا مانے ہوئے ہے۔ سائنٹفک دماغ تیرا مدِ مقابل کوئی پیش کر سکا، اُنکی دماغی ترقیان تجھ سے پست اور اُنکو بھی تیری تیغِ فنا سے امان نہین۔ شہرِ خموشان تیری جاگیر اور اُسکے ٹوٹے پھوٹے مکان تیری آباد بستیان ہین۔ نہ تو بچہ پر رحم کھاتی ہے اور نہ جوان اور بوڑھے پر ترس۔ آغوشِ غم مین ہو یا گہوارے مین، جوانی کی منزل مین ہو یا بڑھاپے کی سرحد پر، نہ تو کسی مین فرق کرتی ہے اور نہ امتیاز، تیرا دل رحم سے خالی اور تیرا قلب ہمدردی سے ناواقف ہے۔ نہ تجھکو کسی سے محبت ہے اور نہ مروت، تیری طوطا چشمی ازل سے مسلم، اور تیری قاتلانہ اداؤن کا ہر نفس زخمی، تیری قہر و غضب کی بجلی انسان پر بھی گرتی ہے اور حیوان پر بھی، شجر بھی نہین بچتا اور حجر بھی، ہر ہستی ناپائدار کو خاک سیاہ کرنے کے لئے تیری تڑپ کافی ہے۔ دنیا جو سوگواری کے لباس مین ہر وقت ملبوس رہتی ہے یہ تیری ہی توجہاتِ بے پایان کا نتیجہ ہے۔ ہر گھر جو ماتم کدہ نظر آتا ہے وہ تیرے ہی قدمون کی برکت ہے۔ گاؤن ہو یا قصبہ، شہر ہو یا ملک، انکی ویرانی مین تیرے ہی التفات نے حصہ لیا ہے۔ تو مختلف صورتون سے آتی اور بھیس بدل بدل کر نظر کو فریب دیتی ہے، تو سمندر مین غوطے دے دے کر روح کا آخری غسل دیکھتی ہے۔ تو ریلون کو ٹکرا کر عالمِ غربت کی بیکسی پر ہنستی ہے۔ تو ہوائی جہازون کو دہکا دیکر جوِ سما پر قہقہہ لگاتی ہے اور ہڈیون کا انتشار دیکھتی ہے تو بجلی گرا کر آہ کی ایک آخری آواز سُن کر اپنے کامیاب حملہ پر خوش ہوتی ہے، تو گولیان چلا کر اپنا شکار بناتی ہے۔ تو تلوار کے حملون کا لطف تڑپنے سے اُٹھاتی ہے۔ تو دیوارین گرا کر زندہ درگور کر دیتی ہے، تو آندھیان چلا کر قومِ عاد کی تباہی کو یاد دلاتی ہے۔ تو زلزلون سے ہلا کر چکنا چور کر دیتی ہے، غرضیکہ تو ہر صورت مین موجود اور ہر شکل مین جلوہ گر ہے، تجھکو وقت کا حیلہ درکار ہے، یہ آیا اور تو نے اپنا کاری نشتر چبھویا۔

کیسی کیسی ہستیون کو تو نے خاک مین ملایا، اپنے آہنی پنجون کی گرفت مین کسا اور پھر نہ نکلنے دیا، آج ہمارے لئے اُنکے افسانے عبرت و بصیرت کے سبق ہین، وہ تیرے ہی ستم و جور کا مرثیہ قیامت کے انتظار مین پڑھ رہے ہین، وہ اپنے دلون مین کیسے کیسے ارمانون کو لے گئے ہین، کیسی کیسی حسرتون پر آہین بھری ہین۔ مگر تیرے لئے یہ سب کھیل اور سب تماشے ہین۔ تو غریب الوطنی کی حالت مین بھی تو رحم نہین کھاتی، تو ان سے بھی تو مرعوب نہ ہوئی۔ اور اُنکو بھی تختِ شاہی سے اُتارے بغیر نہ رہی جنکا راج پاٹ مشرق سے مغرب تک تھا۔ اور جنکو خورشید خاور بھی خراج دینا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ نہ شاہان اُلو العزم رہے اور نہ اُنکے خوش تدبیر وزیر، نہ رستم کا نشان ہے نہ اسفندیار کا پتہ، نہ افلاطون و بقراط ہین، نہ نیوٹن و بیکن، نہ فردوسی و ہومر ہین نہ شکسپیر و اڈیسن۔ نہ وہ عظیم الشان سلطنتین باقی ہین اور نہ اُن حکماء و فلاسفر کا قابلِ رشک جماؤ۔ اور خیر، یہ بیچارے کس شمار و قطار مین ہین، جب خدا کے محبوب ترین بندے اور پھر اُن سب کے سرور و سردار علیہ الصلوۃ والسلام تک اس عالمِ فانی مین باقی نہ رہے۔

پیرِ فلک کی نظرون مین یہ آئے دن کے کھیل اور تماشے ہین،

یہ نظارے وہ ابتدائے آفرینش عالم سے دیکھ رہا ہے۔ اُس نے یاس و نامرادی اور ارمان و حسرت کی لڑائیان دیکھی ہین۔ اِس نے موت و حیات کی باہمی کشمکش کو دیکھا ہے۔ اُس نے روح و جسم کی مفارقت کا "رقصِ مضمحل" دیکھا ہے، اُس نے آخری وقت کی تکلیف و غنودگی ایڑیون کی تپک، اضطرار و اضطراب، غرضکہ انسان و حیوان کے آخری سفر کے تمام جگرخراش مناظر دیکھے ہین اور نہایت دلچسپی سے دیکھے ہین۔ یہ تمام واقعات اُسکی "گرگِ باران دیدہ" آنکھین شمار سے فزون تر مرتبہ دیکھ چکی ہین، وہ اسکا عادی ہے اور خوگر، اُسکی تفریح یہی کھیل ہین اور اُسکے دل بہلنے کے یہی سامان یہی تماشے، اور اسکی بیکار زندگی کے یہ محبوب مشاغل ہین۔

اے موت! بہت سے مصیبت زدہ تیری ملاقات کی تمنا بھی رکھتے ہین۔ حرمان نصیبون، اور فراق کے مارون نے تو تجھپر اپنی عزیز جانین تک قربان کر دی ہین، گو یہ بھی کمتر ہوتا ہے۔ مگر تجھسے ہر شخص بھاگتا ضرور ہے۔ تیرا نام آتے ہی غریب روح گھبرا جاتی ہے۔ انسانی عمر جس قدر ترقی کرتی جاتی ہے، آرزوؤن امیدون، اور مسرتون کی گٹھری تو ہلکی ہوتی جاتی ہے۔ مگر جینے کی ہوس بڑھتی جاتی ہے، اُسکی یہ آرزو ہوتی ہے کہ درازیِ عمر کے ساتھ مسرت کے سامانون مین بھی خوشگوار اضافہ ہوگا اور ابھی باغِ زندگانی کی لطیف ہواؤن سے دل و دماغ کی تفریح کر سکینگے۔ گو ضعیفی کی زندگی زحمتون کا مجموعہ ہوتی ہے۔ اعضائے جسمانی کمزور، ہوش و حواس مین ابتری، اُٹھنے بیٹھنے مین تکلف، ذرا ذرا سے کامون کے لئے دوسرون کے دستِ نگر اور ہر ایک خواہش مین دوسرون کے تابع، یہی اسباب تھے جو سکندر نے ابدی زندگی کے لیے جرعۂ آبحیات کو ٹھکرا دیا، اور کہہ دیا کہ ایسی مجبور زندگی سے پُرسکون موت بہتر ہے، مگر یہ سکندر ہی کا دل تھا کہ اُس نے موت کو زندگی پر ترجیح دی، کسی بوڑھے سے پوچھو جو ضعیفی کی سختیون اور تلخیون کا مزہ چکھ رہا ہو۔ اُسکی زبان کسی وقت بھی موت کو دعوت دینے کے لیے نہ لڑکھڑائیگی کیونکہ باوجود ان تمام مصائب کے وہ زندگی کو دنیا کی اولین نعمت اور اُسکی افزونی کو اپنی تنہا آرزو سمجھتا ہے۔

مرنے کے بعد انسان اگر اپنے وجود سے اپنے کو زندہ نہین رکھ سکتا ہے، تو اپنے نام کو حیاتِ جاوید کے قالب مین ڈھالنا اپنی دماغی صنعت سمجھتا ہے۔ یہ تقاضائے ہوس ہے کہ بقائے نام کے لئے تختۂ قبر بنے۔ اور نمایان مقام پر تاریخی کتبہ تاکہ آیندہ و روند کی اچٹتی نظر بھی ہم کو یاد کرلے، ذکرِ گزشتہ کو دل مین تازہ کرلے، باوجود دنیا سے رخصت ہو جانے کے انسان کی خام خیالی پر ہنسی آتی ہے کہ وہ لوگ جنکو زندگی مین بڑی بڑی حکومتین قارونی دولتین تسکین نہ پہونچا سکین۔ زیرِ زمین منون مٹی کے نیچے دبے پڑے ہین۔ خاک مین وہ کاخ ایوان کہان! زمین کے ڈیڑھ دو گز کے مختصر ٹکڑے پر عوام کی طرح لیٹے ہوئے اپنے گناہون سے لرزان یا اپنی کسی نامعلوم نیکی کے بھروسہ پر رحمتِ خداوندی پر نازان ہین صرف تھوڑے زمانہ کے لئے فراموشی سے بچانے اور کسی سیاح کی ایک نظر پڑجانے کے لئے کیسے کیسے طریقے، کیسے ڈھنگ اور کیا کیا شکلین و صنعتین اختیار کی جاتی ہین۔

یہ تجربہ ہے اور انسانی فطرت بھی کہ دوست احباب، چیز بست، پالے ہوئے جانور، بنائے ہوئے مکان، لگائے ہوئے درخت، اور اسی قسم کی تمام چیزین جن سے ہر وقت تعلق رہتا ہے اور واسطہ، ہم کو اُن سے اُسی قدر محبت ہوتی ہے جس قدر کہ وہ ہماری نظرون کے سامنے رہتی ہین۔ ایک دوست سے انتہائی بےتکلفی کے اسباب ہماری اُنکی یکجائی، اور رہنا اُسکا ہر وقت اُٹھنا بیٹھنا ا

ہم صحبت رہتا ہے، ایک مکان مین جو شخص مدت دراز تک زندگی بسر کرتا ہے تو اُسکے در و دیوار سے محبت کی صدائین آنے لگتی ہین، جب وہ اُسکو چھوڑنا چاہتا ہے تو دل دُکھتا ہے۔ جُدائی شاق ہوتی ہے، فراق ناگوار ہوتا ہے، چھوڑنا بُرا معلوم ہوتا ہے کوئی عمارت جسکو بد و شعور سے دیکھتے چلے آتے ہون اگر اسکو گرتا دیکھین گے تو رنج ہوگا اور افسوس، صدمہ کی ایک مؤثر کیفیت دل پر طاری ہو جائیگی۔ یہ واقعات جو زندگی کے مشاہدات ہین ثابت کرتے ہین کہ یہ ہمارے خمیر مین موجود ہے کہ جسکو متواتر اور ایک طویل زمانہ تک دیکھتے رہتے ہین اُس سے اُنس کا پیدا ہو جانا قدرتی ہے، یہی وہ قوی جذبہ ہے جو ہم کو ترقی عمر کے لئے سوتے جاگتے، اُٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے آمادہ رکھتا ہے۔ اگر یہ نہوتا تو بیماری کے دفیعہ کی کیا ضرورت تھی۔ حکما، ڈاکٹر دنیا مین کیون بنتے۔ اُنکی حکیمانہ کوششین اور طبی تدابیر کیون صرف ہوتین، مالی قربانیان اس جان کو باقی رکھنے کے لئے کیون کیجاتین آلات جراحی کیون ایجاد کئے جاتے۔ جڑی بوٹیون کے لئے صحرا نوردی کیون اختیار کیجاتی، معدنی اشیا کی تلاش مین بیابانون کی کیون خاک چھانی جاتی، اور کوہستانون سے کیون سر ٹکرایا جاتا۔ چونکہ زندگی کا بڑا حصہ دنیا مین گزرتا ہے۔ اِس لئے طبیعت گوارا نہین کرتی کہ ہم اس سے الگ ہو جائین۔ ان کا ساتھ چھوڑ دین اور وہان جا کو بسین، جہان کے حالات واقعات سے ناواقف، طرزِ معاشرت سے بے بہرہ اور رسوم و رواج سے ناآشنا ہین۔

دنیا کی ہر شے مین گو رفتارِ زمانہ کے ساتھ انہدام کے آثار نمایان ہین مگر ہر چیز اب بھی ویسی ہی دلفریب ہے اور جاذبِ نظر جیسی کہ پہلے تھی اِس سبب سے ہم زندگی کے طالب اور اُسکی بقا کی آرزو مین رکھتے ہین۔ اور اے موت! جو لوگ دنیا کو فانی سمجھتے ہین، اور جو حقیقت مین فانی ہی ہے۔ وہ دُنیا سے ایسی دلبستگی پیدا نہین کرتے کہ موت کا خیال اُنہین سوہان روح ہو وہ دُنیا کی خواہشون مین اس طرح مبتلا نہین ہوتے کہ موت سے غافل ہو جائین وہ زندگی کو ایک قرض سمجھتے ہین جسکو "موت" روح کو جدا کر کے ادا کر دیتی ہے، پرہیزگار ہستیان خوب جانتی ہین کہ نیکی کے وقت یہ آکے رہیگی۔ اِس لئے یہ موت کا وقت اُنکے اطمینان کا ہوتا ہے وہ راضی برضا رہتے ہین اور بخوشی یہ کہتے ہوئے ہمیشہ کے لئے آنکھین بند کر لیتے ہین

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی   حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

حکیم بقراط نے اپنی موت کے وقت وصال کی خوشی مین اپنے دوستون سے کہا تھا

تمکو چاہیے کہ تم میرے درجہ کو ہنس[1] کے درجے سے نہ گھٹاؤ ہمکو اپنے معبود و خدا سے ملنے کی خوشی کم از کم اتنی تو ہونی چاہیے جتنی اُس پرندہ "ہنس" کو ہوتی ہے"

موت کا ڈر انہین لوگون کو زیادہ ہوتا ہے جو دنیا سے محبت رکھتے اور لہو و لعب مین عمر کو گنوا دیتے ہین جب موت سر پر منڈلانے لگتی ہے تو سراسیمہ ہو جاتے ہین اور بدحواسی سے افسوس کرتے ہین کہ ہم توشۂ آخرت بھی نہ باندھ سکے دشوار گزار منزلین اور اتنی طویل مسافت کس سہارے سے طے ہو سکیگی، گناہون اور معصیتون کا اعمال نامہ اُنہین خوف دلاتا اور خمیازۂ موت کی ڈراونی تصویرین سامنے کر کے کہتا ہے کہ اپنے ساتھ ہم کو بھی لے جاتے ہو دنیا مین رہنے سہنے کھانے پینے پہننے اوڑھنے اور آرام و آسائش کے حصول مین تو ہر طرح کی فکرین کین اور کوششین کین مگر اب جہان جا کے مستقلاً رہو گے وہان کے لئے کیا انتظامات کئے۔ اب تمہارے ساتھ نہ تمہارے عزیز و اقارب ہونگے اور نہ دوست احباب، قبر کے تنگ و تاریک گڑھے مین اکیلے تم ہوگے اور تمہاری زندگانی کے ساتھی اعمال۔ جو لوگ تم سے الگ ہونا دم بھر کے لئے پسند نہ کرتے تھے وہ اب تمہین پوچھنے (فاتحہ خوانی) کے لئے بھی نہ آئینگے۔

رام پور۔ ۱۰ جنوری ۱۹۲۶ء   "ہوش" بلگرامی

[1] یہ پرندہ (ہنس) ابلون (Apalo) خدائے آفتاب کا پرندہ مشہور ہے اکا اس لئے عالم غیب کے اسرار سے واقف ہے جب اسکی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اپنے خدا ابلون سے وصال کی خوشی مین گیت گانے لگتا ہے۔

افکارِ تازہ

(از عکاسِ فطرت علامہ مولانا محوی صدیقی لکھنوی نائبِ صدرِ بزم شعرا اورنگ آباد)

ہاے رازِ زندگی دم بھر مین افشا ہوگیا
میرا مرنا اُنکا آنا اک تماشا ہوگیا

دل جفائے دوست سے مانوس ایذا ہوگیا
رفتہ رفتہ جورِ دشمن بھی گوارا ہوگیا

اب کہان ایسے جنون پیکر وفا پرور دماغ
قیس کیا اُٹھا دیارِ عشق سونا ہوگیا

ہان یہی دل تھا کبھی رازآشنائے التفات
گر کے نظرون سے جو حرفِ نازِ بیجا ہوگیا

بےخودی اُسکی ہے کیف اُسکا ہے مستی اُسکی ہے
ٹپکے تیرے ہاتھ سے جو مستِ صہبا ہوگیا

کچھ تجھے بھی ہے خبر اے حسنِ بےپرواے دوست
کون ظالم دشمنِ اہلِ تمنا ہوگیا

اب تو چین آیا تجھے اے دیدۂ خونین سرشک
دل سے خالی میرا آغوشِ تمنا ہوگیا

خونِ دلکا معجزہ ہے یا ترے دامن کا فیض
جو گرا آنسو وہی نقشِ تمنا ہوگیا

بیکسی کی زندگی محوی ہے کوئی زندگی
میرے مرنے کو یہ سمجھو تم کہ اچھا ہوگیا

(جناب رضی کاکوردی از اورنگ آباد دکن)

بنا ہے دامنِ صحرا زمین گورِ غریبان کی
یہ وحشی مرکے بھی نکلے نہ سرحد سے بیابان کی

جو دو آنسو بہائے ہین اُنھین تم پوچھ بھی ڈالو
بہت کافی تلافی ہوگئی خونِ شہیدان کی

خیالِ یار بھی آیا ہے دل مین چٹکیان لینے
طبیعت شوخ ہے یادش بخیر اُس آفتِ جان کی

جو بحرِ عشق مین ڈوبے جنازہ اُنکا یون اُٹھا
انھین آغوش مین لے کر چلین موجین بھی طوفان کی

کیا فارغ ترے وحشی کو استغنائے وحشت نے
کفن کو بھی نہ رکھین دھجیان جیبِ گریبان کی

جو آنا ہو تو آ کر آخری دیدار کر جاؤ
کہ صورت کو ترس جاؤگے پھر بیمارِ ہجران کی

گلے ملتے ہین حسن و عشق اک خوشبو سی آتی ہے
مرے تارِ گریبان سے تری زلفِ پریشان کی

چلے گمکردہ منزل جس جگہ سے پھر وہین آئے
کہین قسمت مین مٹی تو نہین لکھی بیابان کی

دلِ مضطر پہ تم ہاتھ تسلی رکھ کے دیکھو تو
تمھارے ہاتھ مین ہے زندگی بیمارِ ہجران کی

رضی اپنا عقیدہ ہے کہ اک تصویر ہے جنت
بہارِ روے جانان کی زمینِ کوے جانان کی

روحِ نشاط پر ایک نظر

روحِ نشاط کے نام سے اُردو کے مایۂ ناز شاعر حضرت اصغر کا مجموعۂ کلام شایع ہوا ہے حقیقت یہ ہے کہ بیشتر اشعار ایسے ہین جو اپنے مطالب و معانی کے اعتبار سے لاجواب ہین۔ روحِ نشاط کا مطالعہ نشاطِ روح کا موجب ہے۔

شروع مین مرزا احسان احمد صاحب بی اے ال ال بی کا مقدمہ اور اسکے بعد مولوی اقبال احمد صاحب سہیل ام اے ال ال بی کا تبصرہ ہے۔ مولانا سہیل کو اندیشہ ہے کہ تبصرہ طولانی ہوگیا مین عرض کرتا ہون کہ شاید نامناسب نہوتا اگر اُن اشعار کا مطلب بھی واضح کردیا جاتا جو مختلف عنوانات کے تحت مین مثالاً درج کئے گئے ہین اس طرح تبصرہ کی رنگینیان اور بڑھ جاتین اگرچہ موجودہ صورت مین بھی مفید اور دلچسپ ہے۔

مقدمہ مین مرزا احسان احمد صاحب نے بعض اشعار کے معانی بیان کرنے کی کوشش کی ہے مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہی کہ اُنھین کامیابی نہین ہوئی۔ دیگر شعراے ماضی و حال کے متعلق جس راے کا اظہار فرمایا ہے اُس سے بھی مجھے اختلاف ہے (مین اپنے آپکو مستثنیٰ کردیتا اگر شاعر کے لقب کا مستحق ہوتا) بعض امور اور بھی مابہ النزاع ہین۔ ممکن ہے کہ مین ہی غلطی پر ہون۔ ناظرین فیصلہ کرلین

جناب اصغر کا شعر ہے ؎

مقام جہل کو پایا نہ علم و عرفان نے　　مین بے خبر ہون باندازۂ فریبِ شہود

اسکے متعلق مرزا صاحب فرماتے ہین کہ:۔

"علم و عرفان کا تقاضہ ہے کہ عالم کائنات اور اسکے مشاہد و مظاہر کو صرف سراب بے بود تصور کرلیا جائے۔ ظاہر ہے کہ ایک حقیقت شناس نگاہ اس شاہدِ مادیت کی فریب کاریون سے متاثر نہین ہوسکتی۔ چنانچہ غالب نے جب یہہ کہا۔

ہستی کے مت فریب مین آجائیو اسد　　عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

تو یہہ دراصل اسی بادۂ علم و عرفان کا نشہ تھا لیکن فریب شہود کو فریب شہود سمجھکر اسکی طلسم کاریون کے سامنے سرِ عقیدت خم کردینا دراصل "بساط آراے شہود" کے منشا کی تعمیل ہے جو یقیناً علم و عرفان سے ایک بلند تر مقام ہے کیونکہ عالم موجودات کو فریب محض سمجھکر اس سے کنارہ کش ہوجانا مشیت ایزدی کے خلاف علم نافرمانی بلند کرنا ہے۔ بزمِ شہود فریب سہی لیکن اس فریب مین مبتلا ہی ہوجانا عین منشاے قدرت کی اطاعت ہے۔ یہی وجہہ ہے کہ جلوہ گاہِ حقیقت کے محرمانِ خاص باوجود اس کے کہ ان کو دنیا کی بے ثباتی کا یقین کامل تھا رزمگاہِ حیات مین سرگرم عمل نظر آتے ہین۔ اس بناپر یہہ مقام جہل یعنی فریبِ شہود کا دلدادہ بنجانا علم و عرفان سے کہین بلند تر ہے۔"

حضرت اصغر کے دیوان مین یہہ شعر بھی ہے ؎

مین ہون ازل سے گرم روِ عرصۂ وجود　　میرا ہی کچھ غبار ہے دنیا کہین جسے

مرزا صاحب کی شرح کسقدر توہین ہے اُس فلسفیانہ و وحدت آشنا دماغ کی جس سے ایسا شعر نکلا ہو اور جو دنیا کے متعلق یہہ کہے کہ میرا ہی کچھ غبار ہے وہ اور فریب شہود کے سامنے سر جھکائے! فریب شہود کا بندہ ہونا علم و عرفان سے بلند مقام ہوا یا وہم پرستی ہوئی جلوہ گاہِ حقیقت کے محرمان خاص اور جہل کے دلدادہ! توبہ! توبہ!

شعر کی تمام خوبیون کا اظہار مجھ ایسے بے بضاعت اور کم فرصت شخص کے لئے ناممکن ہے۔ علاوہ برین اسکے سمجھنے اور سمجھانے کیلئے

ایک عارف کی ضرورت ہے اور یہان یہہ حال ہے ؎

رات اندھیری سخت منزل راستہ دور دراز ۔ اے مرے اللہ اتھوڑی روشنی میرے لئے

تاہم امید ہے کہ جو معنی عرض کرونگا شعر کے الفاظ سے مترشح ہونگے محض خیالی نہونگے۔

شاعر کہتا ہے کہ جو کچھ علم وعرفان کے دائرہ سے باہر ہے جہل ہے۔

مقام جہل کو پایا نہ علم وعرفان نے

تحصیل علم وعرفان کا ذریعہ یہی عالم کون وفساد ہے جو خود "فریب شہود" ہے یعنی بے حقیقت وبے ثبات لہذا ہم جسے علم وعرفان کہتے ہین دراصل بے خبری ہے اور بے خبری بھی عجیب قسم کی جو وسعت علم وعرفان کے ساتھ ترقی کرتی ہے۔

مین بے خبر ہون باندازۂ فریب شہود

جسقدر ہمپر فریب شہود کھلتا جاتا ہے اُسی قدر اندازہ ہوتا جاتا ہے کہ ہمارا جہل کتنا شدید ہے پھر بھی اپنے جہل کی تھاہ نہین ملتی کیونکہ علم وعرفان کی مدد سے جہان ایک حجاب آنکھون کے آگے سے اُٹھا اُسکی جگہہ ہزار نئے حجاب قائم ہوگئے۔ مثلاً ایک قطرۂ آب کو لیجئے۔ جب تک یہہ علم نہین تھا کہ اس مین ہزارون جاندار مخلوق آباد ہین ہمارا جہل صرف قطرۂ آب تک محدود تھا مگر اس علم نے ہزارون نئے راستے "جہل" کے کھول دیئے کیونکہ بجاے ایک قطرۂ آب کے اب اسکی "دنیا" کی معرفت درپیش ہوئی۔ اگر صرف یہی ایک سلسلہ لیا جائے تو منتہا ہی ہے دیگر اشیاے عالم کا ذکر کیا۔

حاصل یہہ ہوا کہ جب موجودات عالم کے متعلق ہمارے علم وعرفان کی یہ حالت ہے کہ اپنے جہل کی بھی انتہا دریافت نہین ہوتی تو ہم ذات وصفات باری تعالی کا انحصار کیا کر سکتے ہین۔

اس سے بہتر اور نادر شاید ہی کوئی طریقہ عظمت وجلال صمدی کے اظہار کا ہو۔ دریا کوزے مین بند ہے اور دریا بھی وہ جس کے ہر قطرہ مین ایک بحر ناپیدا کنار موج زن ہو۔ یہہ شعر پیک خیال کے سامنے ایک ایسا لق ودق میدان پیش کرتا ہے جہان ایک پل مین ایک عمر کی راہ طے ہوتی ہے مگر پھر بھی انسان لب تشنہ اور منزل سے بیگانہ رہتا ہے۔

یہان پر جناب اصغر کے اُس شعر کے متعلق جو ضمناً آگیا کچھ لکھنا بدنما نہوگا۔

روز ازل روح انسانی "الست بربکم" کا سرمدی ترانہ سنکر مست و سرشار ہوئی آستانۂ ناز پر سر عبودیت خم ہوا راز ونیاز وعہد وپیمان شروع ہوئے۔ وعدے کے ایفا کا انحصار چند شرائط کی تکمیل پر ہوا۔ ایک امتحانگاہ یہہ میدان شہود یا عرصۂ وجود قرار پایا۔ حکم "اہبطو" صادر ہوا۔ روح انسانی شعلہ بداماں اس میدان کو طے کر رہی ہے مگر چونکہ "خلوتی راز نہان" رہ چکی ہے اور شراب شوق سے چھلکی ہوئی ہے اسکی ہر مستانہ لغزش سے ایک نیا عالم معرض وجود مین آتا ہے ازانجملہ ایک یہہ دنیا ہے ازانجملہ یہہ ستارے اور سیارے اور تمام نظامہاے شمسی اور وہ دھندے نورانی حلقے جن کو سائنس نیبُلا (Nebula) کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ یہہ سب فیض ہے اُس سرمدی ترانے کا جو ابتک کانون مین گونج رہا ہے یہہ تمام رنگینیان اور لطافتین صرف انسان کے واسطے ہین مگر شرط یہہ ہے کہ انکے فریب سے انکے طلسم مین گرفتار نہو جائے خود ان کو محبوب نہ بنائے بلکہ یہہ سمجھے کہ عہد الست کی یاد دلانے والی نشانیان ہین۔

مین ہون ازل سے گرم رہ عرصۂ وجود میرا ہی کچھ غبار ہے دنیا کہین جسے

اللہ اکبر! دیکھئے شعر خیال کو کسقدر وسعت دیتا ہے ایک بگولہ ہے جو مصروف تگ ودو ہے اور جس کے پسماندہ غبار مین بھی ایک دنیا کا سمان ہے جس کی جولانی کبھی ختم نہین ہوتی حالانکہ ازل سے سرگرم جستجو ہے۔ اگر ہم دنیا کو کسی ستارے سے دیکھ سکین تو یہہ بھی ویسی ہی

نورانی نظر آئینگی جیسے اور ستارے ہین لہٰذا غبار بھی نورانی ہوا۔ ذات
سرمدی سے ادنیٰ اتصال کا یہ نتیجہ ہے۔ اُنکا کیا پوچھنا جو اُس کے ہین
جو اُس کے محبوب ہین۔

دوسرا شعر یہہ ہے ؎

جبتک میری جستجو نے ڈال رکھے تھے حجاب ؎ بیخودی نے اب اُسے محسوس عریان کردیا

مرزا صاحب فرماتے ہین کہ :-

"ذوقِ جستجو خود ایک حجاب ہے چنانچہ انسان ایک راز کھولنے کی
کوشش کرتا ہے تو دوسرا راز سامنے آجاتا ہے غرض جب تک وہ اس
جدوجہد مین مصروف رہتا ہے حقیقت اُسکی نگاہون سے مخفی رہتی ہے
لیکن جب اُس پر بیخودی طاری ہوجاتی ہے تو یہہ حجابِ جستجو دفعتہً
اُٹھ جاتا ہے اور جمالِ حقیقت نظر آنے لگتا ہے۔"

لفظ محسوس اس شعر کی جان ہے جس کے متعلق مرزا صاحب نے
کچھ نہین کہا۔ ہماری جستجو اس لئے ناکام رہتی ہے کہ ہم اپنے مقصود
کو اپنی ذات کے باہر تلاش کرتے ہین جہان بیخودی طاری ہوئی۔
(احساسِ خودی مٹا) ہم محسوس کرنے لگے کہ وہ ہم مین ہے اور اُسکا
ظہور (عریان ہونا) بجز اس احساس کے کہ وہ ہم مین ہے اور کچھ نہین
بیخودی کے ساتھ لفظ "محسوس" کو اس خوبی سے لانا جناب اصغر کے
کمالِ شاعری پر دلالت کرتا ہے۔ اور کوئی صورت بیخودی مین حس
باقی رہنے کی ہو ہی نہین سکتی۔ "حقیقت کا نظر آنا" اور "حقیقت کا
محسوس ہونا" ان دونون مین جو نازک فرق ہے اُس پر غور فرمایئے۔
مرزا صاحب نے شعر کی خوبی نمایان کرنے کے بجاے اس فقرہ سے
مضمون کو اور پست کردیا۔

یہہ حسنِ تعین سے ظاہر ہو کہ باطن ہو ؎ یہہ قید نظر کی ہے وہ فکر کا زندان ہے

مرزا صاحب فرماتے ہین کہ :-

"حسن ایک غیر محدود شے ہے جسکی تجلی جہت و مقام کی بندشون
سے آزاد ہے اس لئے اسکا ذوقِ مشاہدہ متقاضی ہے کہ ظاہر و باطن
کے قیود باقی نہ رہین۔"

شاعر یہہ نہین کہتا کہ حسن کو محدود نہ کرو بلکہ وہ تو کہتا ہے کہ
کہ اُس حسن سے بچو جس کا نام تعین ہے چاہے اسکا مظہر مشاہدہ (نظر)
ہو یا مطالعہ (فکر)۔ ظاہری حسنِ تعین یہہ ہوا کہ نظر نے اپنی انتہائی
قوت صرف کرکے ایک منظرِ حسن قائم کیا۔ باطنی حسنِ تعین یہہ ہوا کہ
فکر نے اپنی آخری پرواز سے ایک نشیمن بلندی پر دریافت کیا۔ یہہ منظر
بجاے خود حسین اور دلکش ہین مگر شاعر کہتا ہے کہ یہہ دونون ناقص
ہین چونکہ محدود ہین۔ ہمیشہ حسنِ مطلق کا خیال کرو جو ان تمام مشاہدات
و محسوسات کو اپنے دامن مین لئے ہوئے ہے۔ مگر اس حسنِ مطلق تک
رسائی اُسی وقت ہوگی جب دل و دماغ سے تعین کا پردہ اُٹھا دوگے۔

ایسا بھی ایک جلوہ تھا اُسمین چھپا ہوا ؎ اُس رخ پہ دیکھتا ہون اب اپنی نظر کو مین

مرزا صاحب نے یہہ مطلب بیان کیا ہے

"اکثر انسان مین مخصوص صلاحیتین ہوتی ہین جو مخفی اور غیر محسوس
رہتی ہین لیکن جب کوئی خارجی اثر محرک ہوتا ہے تو وہ دفعتہً چمک اُٹھتی
ہین۔ جب تک رخِ رنگین کے پرتو سے نظر فیضیاب نہین ہوئی تھی
اُسوقت تک اسکی معجز نمائیون کا احساس نہ تھا۔"

مین پھر بہ ادب عرض کرونگا کہ مرزا صاحب شعر کی خوبیان تو
درکنار اُسکا مطلب بھی نہین سمجھے۔ اچھا شاعر حتی المقدور کوئی لفظ
فضول نہین لاتا۔ دوسرے مصرع مین لفظ "اب" پر غور کیجئے یہی شعر
کے معنی کی کلید ہے ایک ایسی تصویر آنکھون کے سامنے آجاتی ہے
جسکی نظیر مشکل سے ملے گی۔

عاشق کو رخ پر تو دِ جانان کا جلوہ دیکھنا نصیب ہوا
شوق کی بیتابی اور جلوہ کی خیرگی نے خد و خال کو دم بھر کے
واسطے نمایان کرکے آنکھ سے اوجھل کردیا فقط ایک شعاعی چہرہ

معشوق سے عاشق کی نظر تک قائم ہو گیا۔ سائنس کی رو سے نظر کچھ نہین سوا اس کے کہ ہماری آنکھون کا نور کسی چیز سے ٹکرا کے منعکس ہو جائے۔ پہلے مصرع مین نفظ بھی اور دوسرے مین نفظ اب اُس مفہوم کے موئد ہین جو مینے عرض کیا۔ پہلے مصرع مین نفظ اس کی ضمیر نظر کی طرف نہین (جیسا غالباً مرزا صاحب کا خیال ہے اگرچہ اُنھون نے اس امر کو مبہم ہی رہنے دیا) بلکہ رخ کی طرف پھرتی ہے۔ معشوق کے رخ مین جہان اور جلوے تھے وہان ایک ایسا بھی جلوہ تھا جو میری نظر کی نورانی شعاعون سے مشابہ تھا۔ اس طرز بیان مین کسقدر جدت و بداعت ہے جس نے جذب نگاہ کا ایک عجیب معجزہ دکھایا۔ جلوۂ رخ کیفِ نظر مین منتقل ہو گیا!

اسی خیال نے حضرت اصغر کے ایک دوسرے شعر مین یہہ صورت اختیار کی ؎

ہو نور پہ کچھ اور ہے اک نور کا عالم ۔۔۔ اُس رخ پہ جو چھا جائے مرا کیفِ نظر بھی

مگر حضرت اصغر کے کلام کی شرح لکھنا میرا مقصود نہین۔ اس دلچسپ موضوع کو یہین ختم کرتا ہون۔ ابھی کچھ اور باتین لکھنا ہین

اگر مرزا احسان احمد صاحب کا قول باور کیا جائے تو حضرت اصغر وہ انسان ہین جنکا نشاط آفرین دل و دماغ یاس و حسرت آہ و بکا، گریہ و زاری فریاد و ماتم کے پست اور بزدلانہ جذبات سے قطعاً ناآشنا ہے وہ اپنے پہلو مین ایک زندہ اور بیدار دل رکھتے ہین جو سرتاپا نشاطِ حیات سے مخمور ہے اس لئے اُنکی زبان سے جو حرف نکلتا ہے کیف و سرور سے لبریز ہوتا ہے۔"

مگر کم سے کم یاس و حسرت کے جذبات سے تو مولانا سہیل نے بھی حضرت اصغر کو متصف کیا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۶۷)۔

آگے چل کر پھر مرزا صاحب کو جوش آتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ اُردو کا تغزل باوجود گوناگون اوصاف کے ابتک رقص و مستی کی کیفیت سے ناآشنا تھا یعنی ابتک عام طور پر یاس و حسرت فریاد و ماتم آہ و فغان وغیرہ بے کیف اور دلولہ شکن جذبات ادا کئے جاتے تھے کیف و سرور کا عنصر تقریباً مفقود تھا۔ موجودہ زمانہ مین یہ فخر صرف حضرت اصغر کو حاصل ہے کہ انکی سحر طرازیون نے غزل کے قدیم قالب بیجان مین رقص و مستی کی ایک جدید روح پھونک دی اور لوگون کو نظر آگیا کہ تغزل اگر فی الواقع تغزل ہے تو وہ کس حد تک مضطرب قلوب کو متاثر کرتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

کیا ہمارے شعراء کے قدیم ماتمکدون سے اس نعرۂ مستانہ پر کوئی صداے لبیک بلند ہو سکتی ہے؟"

حضرت اصغر کے اچھے شاعر ہونے مین کوئی شک نہین۔ اُنکی جسقدر تعریف کیجائے کم ہے مگر کیا یہہ بھی ضرور ہے کہ گزشتہ خاک آسودہ اور موجودہ "مردہ دل" شاعرون کی منقصت کیجائے جو کسی فائدہ یا شہرت کی غرض سے نہین بلکہ صرف اپنا شوق پورا کرنے کو شاعری کرتے ہین اور کرتے تھے۔ آپ یہی مان لیجئے کہ سب نے ہذیان بکا مگر آپکی دل آزار باتین اُنکے ہذیان سے کم دماغ کو پراگندہ کرنیوالی نہین ہین۔ کوئی تنگ نظر ایسی بات کہے تو بُری نہ معلوم ہو مگر وہ شخص جو تعلیم یافتہ ہے جس نے آزادی کے مدرسہ مین تعلیم پائی ہے جسکو مختلف زبانون اور ملکون کی تاریخی اور ادبی کتابون کے دیکھنے کا موقع ملا ہے اُسے تو جاننا چاہیئے مرزا صاحب کا یہہ ارشاد بھی کوئی وقعت نہین رکھتا کہ یاس و حسرت وغیرہ بزدلانہ جذبات ہین۔ میدان غزل عرصۂ رزم نہین بلکہ جذبات کی مصوری اور حقیقت کی ترجمانی ہے اس کے دائرۂ عمل سے کوئی لطیف اور مہذب جذبہ کوئی کیفیت خوشی یا غم کی۔ کوئی واقعہ حیات یا مرگ کا خارج نہین۔ سوال اسقدر رہ جاتا ہے کہ جو کچھ کہا گیا وہ کس اسلوب سے کہا گیا اور کہان تک اسمین تصنع یا حقیقت نگاری ہے۔

اگر تصنع ہے تو آپ جتنا چاہیئے چیخیئے سننے والون کو ہنسی آئیگی اور اگر حقیقت ہے تو ہنسی کو درد کا پردہ بنایئے مگر تاڑنے والے تاڑ جائینگے اور آپکی ہنسی پر خون کے آنسو بہائینگے۔

یہہ خیال وبا کی طرح پھیل گیا ہے کہ غزل مین حسرت ویاس مرگ میت جنازہ نزع اور اس قبیل کے مضامین نظم نہ کرنا چاہیئے۔ مجھے اس پست ہمتی پر سخت افسوس ہے اُس قوم کے افراد اپنی بات اور اپنے ایمان کے واسطے خوشی خوشی جان کیا دینگے جو موت کا نام سنکر کانپتے ہین جو اسقدر عیش و راحت کے حریص ہین اور درد و غم کے منفرہ کرنے والے جذبات پر عمل پیرا ہونا تو کیسا انکے ذکر سے گھبراتے ہین۔ حالانکہ موت بھی اور تغیرات زمانہ کی طرح ایک تغیر ہے اور رنج اکثر نشاط کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ شاید وہ نہین جانتے کہ عیش و آرام کا ارادہ ہونا دراصل مبتلائے غم ہونا ہے۔ علاوہ برین شاعر خوشی کی خوشی اور غم کا غم نہین کرتا بلکہ اُنکا فلسفہ بیان کرتا ہے۔ آتش نے کیا خوب کہا ہے ؎

چلا وہ راہ جو سالک کے پیش پا آئی　　ٹھہر گیا جو کہین بوے آشنا آئی

حقیقت ایک ہے صورتین مختلف ہین خوشی ہو کہ غم حیات ہو کہ ممات شاعر کا کام شاہد حقیقت کو بے نقاب کرنا ہے کون کس حد تک کامیاب ہوا۔ع۔

این سعادت بزور بازو نیست

انسان بلکہ تمام مخلوق کی زندگی کے دو پہلو ہین حیات و مرگ شاعر کا تصرف دونون پر یکسان ہے اور وہ خود ان دونون سے بشرطیکہ شاعر کے بیش بہا خطاب کا مستحق ہو۔ یہہ سچ ہے کہ اگر حیات کا نام محض قہقہہ اور مرگ کی نشانیان صرف اعضا کا اینٹھنا بڑنا پتلیون کا پھرنا لبون کا مڑنا ہے تو ایسی شاعری کو دور سے سلام اچھا۔ اگر حیات و مرگ کے اسرار بیان کئے گئے ہین تو ایسی شاعری قابل قدر ہے عام اس سے کہ اُسے پڑھکر یا سنکر ہمین خوشی ہوتی ہے یا رنج۔

گیٹے کی شاعرانہ عظمت کا کس کو اعتراف نہین دیکھئے وہ کیا کہتا ہے۔

"غم جسکی غذا نہین ہوا جس نے رات کی تاریک گھڑیان روتے اور صبح کے انتظار مین نہین کاٹین۔ اے نادیدہ قوتو! اُس نے تمھین نہین پہچانا!"

خوشی و غم دونون مین ایک پیغام ہے شاعر کا فرض ہے کہ اس پیغام کو لوگون تک موثر الفاظ مین پہونچا دے۔ یہہ نہ دیکھنا چاہیئے کہ اُس نے جذبۂ خوشی یا جذبۂ غم کو نظم کیون کیا بلکہ یہ جو کچھ نظم کیا وہ شاعری کی ٹکسال مین زر کامل العیار ہے یا نہین۔

اس موقع پر اُس امتیاز کی طرف بھی اشارہ ضرور ہے جو مرزا صاحب نے درد و الم (آہ و بکا) اور سوز و گداز مین قائم کیا ہے۔ اُنکا یہہ فرمانا بجا ہے کہ سوز و گداز آہ و بکا کا نام نہین مگر اسکی کیا دلیل کہ آہ و بکا مین سوز و گداز پیدا نہین ہوسکتا۔ نوحۂ غم ہو یا نغمۂ شادی جو ہو تاثیر مین ڈوبا ہو۔ جو شعر تاثیر سے خالی ہے وہ شعر نہین۔ اگر خالی الفاظ ناچتے ہین تو وہ پریان نہین بلکہ پرچھائیان ہین اگر نالہ شیون اثر سے خالی ہے تو ٹوٹے ہوئے دل کی فریاد نہین بلکہ کرایہ کے نوحہ گر کی آہ و بکا ہے۔ خوش قسمت ہے وہ جو خوشی کا گیت اسطرح گا سکے کہ روح وجد کرے۔ خوش قسمت ہے وہ جو اس طرح روئے کہ محفل کی محفل کو رُلادے مگر قابل رشک ہے وہ جو ہنسا بھی سکے اور رُلا بھی سکے (ہنسی سے میرا مطلب مسخرہ پن نہین ہے)۔ جناب اصغر کا کلام دونون قسم کے اشعار کا گنجینہ ہے اگر مکروہات زمانہ نے فرصت دی تو کسی اور موقع پر حضرت اصغر کے منتخب اشعار کی خوبیان دکھانے کی کوشش کرونگا۔ یہان چند اشعار مختصر تمہید کے ساتھ درج کرتا ہون۔

اللہ رے دیوانگی شوق کا عالم　　اک رقص مین ہر ذرہ صحرا نظر آیا

علاوہ اور خوبیون کے محاکات کی شان دیکھئے معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحرا جگمگا رہا ہے۔ اگر صحرا کا استعارہ دل سے کیجئے تو اور ہی عالم پیش نظر ہوتا ہے۔

اُٹھے عجب انداز سے وہ جوشِ غضب مین — چڑھتا ہوا اک حُسن کا دریا نظر آیا

غصہ مین سانس پھولنے لگتی ہے پھر معشوق کا غضبناک ہو کر اُٹھنا ان دونون کیفیتون نے مل کر معشوق کو ایک دریائے حسن اور ہر سانس کو ہر ادا کو ایک بیقرار موج بنا دیا کیسا دلکش انداز بیان اور کسقدر لطیف شعر ہے۔

تھا لطفِ جنون دیدۂ خونابہ فشان سے — پھولون سے بھرا دامن صحرا نظر آیا

مضمون معمولی اور پامال مگر لفظ خونابہ فشان نے جس مین چھلکنے کا مفہوم ہے ایک حسن پیدا کر دیا۔

خوب تھا صحرا پر اے ذوق جنون — پھاڑنے کو نت نئے دامن کہان

ہر صحرا کو ایک دامن سمجھئے۔ پھر شعر کی بلاغت پر غور کیجئے۔

میخانہ کی اک روح مجھے کھینچ کے دیدی — کیا کر دیا ساقی نگہہ ہوش ربا سے

نگاہ ساقی کو روح میخانہ کہنا میرے نزدیک بالکل نئی تشبیہ ہے

پہلے ہستی کی ہے تلاش ضرور — پھر جو گم ہو تو جستجو نہ کرے

ان مختصر الفاظ مین اصول زندگی و طریقِ سلوک کا مکمل فلسفہ ہے۔ تفصیل کی گنجائش نہین۔

عشق ہی سعی مری عشق ہی حاصل میرا — یہی منزل ہے یہی جادۂ منزل میرا

عشق کو منزل سب نے کہا ہے مگر سعی کو جادۂ منزل سے استعارہ کرنا جناب اصغر کا حصہ تھا۔

اور آجائے نہ زندانی وحشت کوئی — ہے جنون خیز بہت شورِ سلاسل میرا

یہ شعر تعریف سے مستغنی ہے۔ شورِ جنون و عشق کا اس حد تک پہونچنا کہ معشوق نہ صرف کھنچ کے چلا آئے بلکہ خود اُس مین بھی انداز جنون پیدا ہون حسن و عشق و راز و نیاز کی وہ منزل ہے جہان معمولی شاعر ذہنی فکر کا گزر نہین۔ حسن کے جلوون مین وحشت و رمیدگی و بیگانگی مسلم ہے (اسی سے رنگ پر طاؤس سے تشبیہ دیتے ہین) لہذا یہ استعداد موجود ہے کہ

اور آجائے نہ زندانی وحشت کوئی

اصل یہہ ہے کہ اس شعر کے متعلق کچھ لکھنا اسکے کیف کو زائل کرنا ہے مگر بغیر کہے رہا بھی نہین جاتا شعر مین جنون عشق کا فلسفہ بھی بیان کر دیا ہے حسن کے جلوون مین رمیدگی ہے جنون عشق اسی کا نتیجہ ہے اس طرح حسن و عشق مین ایک ربط پیدا ہوا وحشی کو وحشی سے وحشت نہین ہو سکتی۔ ہوش جو وجہ بیگانگی تھے جب عاشق سے رخصت ہو گئے پھر یہہ ضرور ہے کہ بقول غالب ع فریاد کی کوئی لے نہین ہے۔ جذبۂ حزن طاری کرنے کے لئے لازم نہین کہ سینہ کوبی و آہ و زاری ہی سے کام لیا جائے مگر یہ بھی فرض نہین کہ انہین یکمشت خارج کر دیا جائے۔

یہ امر قابل غور ہے کہ حضرت اصغر کے کلام کا انتخاب شائع ہوا ہے اور انتخاب بھی غالباً اُن حضرات نے کیا ہے جو خمخانۂ نشاط کے متوالے ہین پھر بھی غم انگیز اشعار کی کمی نہین۔ ملاحظہ کیجئے۔

ہجوم غم مین نہین کوئی تیر نکلا ہو گا — کہان ہے آج تو اے آفتاب نیم شبی

اک نشتر ہے جو روح کو تڑپاتا ہے۔

اک شورشِ بے حاصل اک آتش بے پروا — آتشکدۂ دل مین اب کفر نہ ایمان ہے

حزن و افسردگی کا ایک مکتوب ہے۔

جان بلبل کا خزانہ نہین تہہ سنگ نہ ہو — اب چمن مین نہ رہا شعلۂ عریانی گل

کون صاحب اس پر بجائے دل تھامنے کے رقص کرینگے

خاک ہے دانہ کی بربادی نہ کر یاد صبا — یہی مٹی ہے کہ کل تک مرا افسانہ تھی

عبرت کا ایک مستقل درس ہے۔

یہہ اشعار رواروی مین اُسی انتخاب سے جو مرزا صاحب نے پیش کیا ہے چن لئے گئے ورنہ ان مین اور بھی ہین۔ صرف ایک مثال

جو صفحہ پر نظر آگئی۔

روداد چمن سنتا ہون اسطرح قفس مین   جیسے کبھی آنکھون سے گلستان نہین دیکھا

اہل نظر اندازہ کرلین کہ مرزا صاحب کا یہہ قول کہ حضرت اصغر کی زبان سے جو حرف نکلتا ہے کیف و سرور سے لبریز ہوتا ہے کہانتک قابل پذیرائی ہے۔

انکا یہہ فرمانا بھی غلط ہے کہ اس "رقص و مستی" کے موجد حضرت اصغر ہین۔ تمام اساتذۂ سابق و حال کے کلام مین ایسے اشعار بکثرت ملین گے جو طرب انگیز ہین یا جن مین جوش و خروش موجود ہے۔ میر کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ اس کے کلام مین درد ہی درد ہے مگر ملاحظہ ہو۔

لطف اگر یہہ ہے بتان صندل پیشانی کا   حسن کیا صبح کے پھر چہرۂ نورانی کا

میر کے دین و مذہب کو پوچھتے کیا ہوان نے تو   قشقہ کھینچا دیر مین بیٹھا کبکا ترک اسلام کیا

گلبرگ کا یہہ رنگ ہے مرجان کا ایسا ڈھنگ ہے   دیکھو نہ جھکے ہے پڑا وہ ہونٹ لعل ناب سا

اور اسی کے ساتھ۔

لعل خموش اپنے دیکھو ہو آرسی مین   پھر پوچھتے ہو ہنسکر مجھ بے نوا کی خواہش

ہم فقیرون سے کج ادائی کیا   آن بیٹھے جو تمنے پیار کیا

کچھ نہ دیکھا پھر بجز یک شعلۂ پر پیچ و تاب   شمع تک ہمنے تو دیکھا تھا کہ پروانہ گیا

شب فروغ بزم کا باعث ہوا تھا حسن دوست   شمع کا جلوہ غبار دیدۂ پروانہ تھا

آخری شعر کا زور اور شکوہ اور اسی غزل کے دوسرے شعر کا درد اور خستگی دونون کا مقابلہ کیجیے۔

غیر کے کہنے سے مارا ان نے ہمکو بیگناہ   یہہ نہ سمجھا وہ کہ واقع مین بھی کچھ تھا یا نہ تھا

بات یہہ ہے کہ جنھین سلیقہ ہے وہ الفاظ و معانی مین توازن و تناسب قائم رکھتے ہین اور محض الفاظ کی دروبست سے وہ کیفیت پیدا کردیتے ہین جسکی مصوری منظور ہے۔ یہہ اشعار جستہ جستہ درج کردیئے گئے مزید مثالین میر یا کسی دوسرے شاعر کے کلام سے پیش کرنے مین طوالت ہے جن حضرات کا جی چاہے اس نظر سے مختلف دوادین کا مطالعہ کرلین۔ غالبًا میرے قول کی تائید ہوگی۔ یہہ ضرور ہے کہ کسی کے یہان پلہ خوشی کی طرف اور کسی کے یہان غم کی طرف جھکتا ہے جس طرح انسانونکی طبیعتین مختلف ہین۔

کوئی پردہ نہین رہا۔ انوار کی بارش شروع ہوگئی۔ خود حسن و عشق کا امتیاز مٹ گیا۔ سب حسن سب عشق ہوگیا اور سب عشق سب حسن۔

داستان انکی اداؤنکی ہے رنگین لیکن   اسمین کچھ خون تمنا بھی ہے شامل میرا

عشق کی قربانیون نے حسن کی اداؤن کو اور زیادہ نمایان کردیا۔ گویا ایک کمی تھی جسکو پورا کردیا۔ اور ایک لطیف پہلو جس کے مزے صرف ایک شاعر اٹھا سکتا ہے یہہ ہے کہ جس تمنا کا خون ہوتا ہے وہ حسن کی ادا بنجاتی ہے۔

بے نیازی کو تری کچھ بھی نہ پروا نہوا   شکر اخلاص مرا شکوۂ باطل میرا

شعر مین خاص خوبی یہہ ہے کہ اس اعتراف مین جو جذبۂ انفعال مضمر ہے وہ اسکی بے نیازی نے قبول کرلیا۔

روداد چمن سنتا ہون اسطرح قفس مین   جیسے کبھی آنکھون سے گلستان نہین دیکھا

اس شعر کی تعریف بس اسقدر کافی ہے کہ غالب کے شعر کا جواب بلکہ اس سے بہتر ہے ؎

قفس مین مجھسے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم   گری ہے جسپہ کل بجلی وہ میرا آشیان کیون ہو

کیونکہ اس مین قائل نے چمن اور نشیمن کی محبت اور ان سے تعلق کا اظہار کردیا۔ ہمدم کو یونہین پس و پیش ہے وہ یہہ سن کے "گری ہے جسپہ کل بجلی وہ میرا آشیان کیون ہو" یا تو مزید واقعات کا اظہار نہ کریگا یا ان آفات کو نرم کرکے بیان کریگا۔ لہذا لطف داستان جاتا رہیگا یا کم ہوجائیگا۔ حضرت اصغر نے ظاہری بے تعلقی دکھائی ہے۔ گویا چمن سے کوئی واسطہ کوئی دلچسپی نہین رہی اب کہنے والا بیدھڑک اور بلا کم و کاست بیان کریگا۔ غالب نے جس اثر کو پورے مصرع مین ترتیب دیا ع گری ہے جسپہ الخ حضرت اصغر نے وہی کام صرف ایک لفظ "جیسے" سے نکالا۔ یہہ لفظ ایک مبسوط تاریخ ہے مین چمن مین تھا اور وہ چمن بہت آراستہ و بارونق تھا۔

ایک خوبصورت شاخ گل پر میرا آشیانہ تھا مین وہان بہت خوش تھا پتے پتے بوٹے بوٹے سے مجھے الفت تھی مجھپر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا صیاد نے اسیر کرکے قفس مین بند کردیا۔ اسکو ایک مدت ہوگئی پہلے مین بہت تڑپا پھڑکا نالہ و فریاد کی صیاد کی منتین کین قسمین دین طرح طرح کے نغمے سنائے کہ وہ مین خوش ہو اور رحم کھائے مگر افسوس اُسکا دل نہین پسیجا آخر کار شوق و اضطراب کی جگہ حزن و یاس نے لے لی۔ دل ٹوٹ گیا افسردگی فطرت ثانیہ ہو چلی۔ قفس مین دل لگ چلا تھا اتنے مین کیا خبر آئی کہ گلشن تاراج ہو گیا آشیان اُجڑ گیا جہان ہجوم غنچہ و گل تھا سرسبزی و شادابی تھی وہان خاک اُڑ رہی ہے باد سموم کے جھونکے چل رہے ہین مین یہہ سب باتین اسطرح سن رہا ہون گویا مجھے گلستان سے کبھی واسطہ ہی نہین تھا آنکھ سے کبھی نہین دیکھا تھا اگر بیان کرنے والے سے روداد گلستان اسطرح نہ سنون تو وہ مفصل حالات بیان کرنے مین تامل کریگا بہت سے واقعات چھپا ڈالیگا اور میرا اشتیاق تشنہ رہ جائیگا دلپر چھریان چل رہی ہین مگر روداد چمن اس طرح سن رہا ہون۔

جیسے کبھی آنکھون سے گلستان نہین دیکھا!

بہت کچھ لکھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ کچھ نہین لکھا مجبوراً اس مضمون کو ختم کرتا ہون لیکن اُسکے قبل یہہ کہنا چاہتا ہون کہ مجھے حضرت صغؔر کے کلام مین لغزشین بھی نظر آئین گو اُنکی وقعت اس سے زیادہ نہین جیسے شاہدان رعنا کے جھرمٹ مین بعض کے رخسار پر کوئی بدنما خال ہو۔ جیسے ایسے معشوقون کی طرف سے منہ پھیر کر دوسرون کے جمال بے مثال سے آنکھین سینکین۔

لوگون کو تنقید کی طرف رغبت ہو چلی ہے۔ ذیل مین ڈی رائڈن کی ایک عبارت کا ترجمہ حاضر ہے جو غالباً مفید اور دلچسپ ثابت ہو

"وہ لوگ تنقید کی حقیقت ہی نہین سمجھتے جنکا یہہ خیال ہے کہ اسکا خاص منصب خورده گیری ہے۔ تنقید کا موجد ارسطو ہے اُسکا یہہ مقصد تھا کہ کلام کی خوبیان ذہن نشین کرنے کا ایک معیار قائم ہو جائے جسکا فرض اولین یہہ ہو کہ کلام کے محاسن پڑھنے والے کی سمجھ مین آجائین اور موجب انبساط ہون۔ اگر کسی نظم کی ترتیب تخئیل اور انداز بیان اچھا ہو جو ایک حقیقی شاعر کے طغرائے امتیاز ہین تو نقاد کو چاہئے کہ مصنف کے مواقف رائے قائم کرے معمولی اغلاط پر ناک بھون چڑھانا خباثت نفس اور نامردی کی دلیل ہے کیونکہ ایسے تسامحات سے ورجل کا کلام بھی پاک نہین۔ ہوریس تسلیم کرتا ہے کہ مستعد اور کیل کانٹے سے لیس ہومر بھی بعض وقت اونگھ جاتا ہے۔ اُسکی نظم کی ہر سطر خوبیون سے لبریز نہین ہے تاہم ہاریس ہومر کے کلام کو کمال شاعری کا مستقل نمونہ بتاتا ہے۔ لانگینس جو ارسطو کے بعد یونانیون مین عظیم ترین نقاد ہوا اُس گرانپایہ شاعری کو جس مین لغزشین ہون اُس خنک یا معتدل شاعری پر ترجیح دیتا ہے جس مین غلطیان تو نہین ہین مگر ترفع بھی نہین۔ قسم اول کو اُس نے ایک ایسے شخص سے مشابہ کیا ہے جسکی دولت کثیر ہے جسکو اتنی فرصت نہین کہ چھوٹے چھوٹے مصارف کی نگرانی کرے اسکے واسطے جزئیات کی نگہداشت کسر شان ہے اُسکی کفایت شعاری کے بہترین نمونے فروعات مین نہین مل سکتے بلکہ انمین اکثر اسراف پایا جاتا ہے مگر وہ اپنی مجموعی دولت کی محافظت مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھتا۔ برخلاف اس کے وہ شاعری جو جادۂ اعتدال سے آگے قدم نہین بڑہاتی اسکی مثال ایسے شخص کی ہے جو اپنا اندوختہ نہایت احتیاط بلکہ بخل سے صرف کرتا ہے اور اس خوف سے کہ مبادا اسراف کا مرتکب ہو شاندار زندگی کبھی نہین بسر کرتا۔ ایسا شخص صحیح عبارت ضرور لکھتا ہے۔ صرف و نحو سے چاق چوبند۔ تروکات کا ماہر ممنوعات سے واقف اور بال کی کھال کھینچنے والا ہوتا ہے۔ کوئی اُس سے بہتر نہین جانتا کہ کیا نہ لکھنا چاہئے۔ وہ کبھی اتنا دوڑ کر نہین چلتا کہ گر پڑے بلکہ پھونک پھونک کے قدم رکھتا ہے اور

جیسا کہ ایک سنجیدہ شخص کے شایان ہے پہلے عصا ٹیکتا ہے پھر پاؤن جماتا ہے۔ غرضکہ وہ اپنے کام مین بہت منہمک رہتا اور حیرت انگیز حتیاط برتتا ہے۔ ایسے شخص کی نہ تو کوئی تعریف کرتا ہے نہ مذمت۔ لانگینس کہتا ہے کہ مجھے ہومر مین معمولی غلطیان مل سکتی ہین لیکن انصاف سے دیکھو تو یہہ غلطیان محض انسانی کمزوری کی نشانیان ہین۔ ادنی فروگزاشتین ہین جو جوش تحریر مین نظر انداز ہوگئین مگر اُسکی روح کی عظمت باوجود ان تسامحات کے مجھپر غالب آجاتی ہے اور اگرچہ اور مصنفین کا کلام نسبتاً غلطیون سے پاک ہے مگر شاید ہی کوئی شخص ایسا کج فہم ہو جو مثلاً ایپولونیس یا تھیاکرٹیز کو ہومر پر ترجیح دے"۔

مگر یہہ یاد رکھنا چاہئے کہ مندرجۂ بالا اقوال مبسوط مسلسل نظم کے بارہ مین ہین۔ غزل کا ہر شعر اپنی جگہہ مکمل ہوتا ہے لہذا اسکے معائب بھی زیادہ نمایان ہوتے ہین اور زیادہ کھٹکتے ہین۔ ان امور کا لحاظ رکھتے ہوئے کہ ہر قوم کی شاعری ہر زمانہ مین اُسکی اقتصادی و معاشرتی حالت کا آئینہ ہوتی ہے۔ جن لوگون کے دل بجھے ہوئے ہین جنکو زمانہ نے پیس ڈالا جن کے آداب و اخلاق جن کی تعلیم جن کا پاس وضع جن کے قدیم روایات بادنما کی طرح جدہر ہوا کا رخ ہو پھرنے سے اُن کو روکتے ہین اُن سے آپ یہہ توقع رکھتے ہین کہ ناچین تھرکین اور آپکے قہقہون مین شریک ہون۔ اُنکو اُنکے ماتمکدہ ن مین رہنے دیجئے اور آہ و زاری نالہ و بکا کرتے دیکھئے اگر وہ آپکی بزم عشرت مین شریک نہین ہوتے تو آپ کا کیا نقصان ہے۔

اب مین کچھ اُس کیفیت کے متعلق لکھونگا جسے مرزا صاحب رقص و مستی سے تعبیر کرتے ہین شعر کو سنکر سامع کے دل پر مختلف کیفیتین طاری ہوتی ہین۔ حزن یا الانبساط نفرت یا حیرت۔ ظاہر ہے کہ جس شعر کو سنکر میری طبیعت متنفر ہو وہ میرے لئے کسی کام کا نہین۔ باقی تین جذبے رہ گئے شعر کی خوبی یہہ ہے کہ جس جذبہ کی تصویر ہو مکمل ہو۔ جذبۂ حیرت شدت کے ساتھ اُن اشعار سے طاری ہوتا ہے جن مین شاہد معنی کی ایک جھلک پردہ سے نظر آتی ہے اُسکی بنا پر ہمین اپنے ذوق اور اپنی فکر سے کام لینا پڑتا ہے اگر حیرت کی تسکین ہوگئی تو ایک لہر انبساط کی دل و دماغ مین دوڑ جائیگی ورنہ انقباض رہیگا جو شاید نفرت مین بدل جائے۔ مرزا صاحب کا خیال ہے کہ شاعر کو صرف ایسے اشعار کہنا چاہئے جن سے سامع پر انبساط طاری ہو۔ انقباضی اشعار ٹکسال باہر۔ گویا شاعری خصوصاً تغزل ہمارے نفس ہمارے جذبات ہماری امیدون ہماری آرزؤن اور ہماری حسرتون کا آئینہ نہین ہے بلکہ ایک سانچا ہے جسمین خوشی ڈھلتی ہے۔

شاعر مین جب تک غم سے متاثر ہونے کی استعداد ہے اُس سے یہہ امید رکھنا کہ وہ دردناک و حسرت انگیز اشعار نہ کہیگا سودائے خام ہے۔

حافظ کا کلام "رقص و مستی" کا بہترین نمونہ سمجھا جاتا ہے مگر اُس مین بھی بکثرت ایسے اشعار موجود ہین جن کو پڑھ کے بجائے انبساط کے حزن طاری ہوتا ہے مثلاً۔

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین حائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

مرا در منزل جانان چہ امن عیش چون ہر دم
جرس فریاد میدارد کہ بربندید محملہا

اسی غزل مین یہ شعر بھی ہے۔

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید
کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

جس مین سرور و انبساط ہے۔

شاید رائمر کی رائے زیادہ مفید ہوگی۔

"کوئی صناع عصرے کو عیانانہ کرے اگر اُسے خیال ہو کہ اُس کے سوا جرم پر کسی کی نظر نہ پڑیگی۔ اس طرح شاعر بے پروا ہو جائین اگر نقاد دہ گہری پہ نہ تُلے رہین"۔

آثر

تخئیلِ محمود

(جناب خان صاحب محمود علی خان عرف آغا علی خان صاحب متخلص بہ محمود تعلقہ دار و آنریری اسپشل مجسٹریٹ الہ آباد)

ہان گر ترے ناوک کا انداز جدا ہوتا — ہر زخم مرے دل کا تصویرِ وفا ہوتا
دل خونِ تمنا سے ہوتا نہ اگر رنگین — اس منظرِ فطرت کا پھر رنگ نیا ہوتا
تھی اُنکی خود آرائی ورنہ اسی محفل مین — انگڑائی کے لینے کا انداز جدا ہوتا
اے ساقیِ میخانہ تھی کون خطا میری — اک جامِ مئے راحت مجھکو بھی دیا ہوتا
مین دیکھتا جب ہمت دامن ترا مقتل مین — خونِ دلِ مضطر کے چھینٹون سے رنگا ہوتا
تم جانتے کتنی تھی تلخی غمِ الفت کی — گر بادۂ فرقت کا اک گھونٹ پیا ہوتا
وہ دیکھتے کیا آکر انجامِ محبت کو — میت پہ گر آتے تھے آنے تو دیا ہوتا
زینت ہوئی دُنیا کی غفلت کے حجابون سے — اُٹھتے جو یہ سب پردے اک حشر بپا ہوتا
محفل سے تری اُٹھتا گر نغمۂ مستانہ — ہر ساز مرے دل کا چوکھٹ پہ فدا ہوتا

محمود نگہ اُن کی پڑتی جو محبت کی
لوحِ دلِ محزون پر اک نقش کھُدا ہوتا

کلامِ ذاکر

تجسس ہے مجھے اک بے نشان کا — پتہ کوئی بتا دے لامکان کا
اجل اتنی سی مہلت چاہتا ہون — نتیجہ دیکھ لون آہ و فغان کا
نہ دیکھا رشک سے حدِ نظر نے — گلے ملنا زمین و آسمان کا
دکھا دے اے صبا پس ماندگان کو — کوئی ذرہ ہی گردِ کاروان کا
وہ بے پردہ سنا ہے آئین گے آج — یہ موقع اصل مین ہے امتحان کا
نہ کیجے مجھکو مانوسِ عنایت — مزہ مٹ جائیگا دردِ نہان کا

بس اب جان کیجے **ذاکر** نذرِ قاتل
لگا رکھا ہے یہ جھگڑا کہان کا

ابو المجد بات (سید ذاکر علی ذاکر ٹونکی)

مادرِ خواب

حسن شاہ سہروردی ہندوستان کے اُن چند مایۂ ناز فرزندون مین ہین جنہون نے انگریزی ادب مین کمال حاصل کیا آپ تکمیل علم کی غرض سے انگلستان تشریف لے گئے تھے۔ وہان سے روس کا سفر کیا ابھی آپ وہین تھے کہ عالمگیر جنگ چھڑ گئی سال بھر تک وہ وہین کے ایک مشہور کالج مین انگریزی عروض کے پروفیسر رہے اور اب سکو کی ایک مشہور تھیٹریکل کمپنی کے رجسٹرار ہین آپنے انگلستان ہی مین اپنی چھوٹی چھوٹی نظمون کا پہلا گلدستہ "برگہاے پژمردہ" (فیڈڈ لیوز) کے نام سے شایع کیا ہے۔ "مادرِ خواب" اُسی کی ایک قومی نظم (دی مدر آف ڈریمز) کا ترجمہ ہے۔

سنو کھڑکیان دیوانون کی طرح آپس مین ٹکرا رہی ہین! کمرے مین جلنے والی انگیٹھی کے بجھتے ہوئے شعلون کی لپک کسی عاشق کے آرزومند دل کی طرح کانپ رہی ہے۔

آنسو میری آنکھون مین پردے کی طرح حائل ہوتے جاتے ہین ہواے سرما کے سرد سرد جھونکے بار بار مجھے اپنے عزیز وطن کی یاد سے بےچین کر دیتے ہین۔

ہند! اے ہند! میری مخلص ترین آرزوؤن کے قبلہ گاہ! تیرا مصیبت زدہ دل سرد ہے۔ تیری روح کا عالمگیر جذبہ خموش ہے۔

تیرے چشمے خشک ہین۔ تیرے چمنستان بہار کے پتے منتشر ہین۔ تیری عظمت رخصت ہو چکی تیرا ماضی ختم ہو چکا ہماری توقعات، ہماری آرزوئین سب خاک مین مل گئین۔

کیا کھلائے ہوئے پھول جان بخش بہار کے جھونکون سے پھر سرسبز نہ ہو جائین گے! کیا پامال دل پھر حرکت نہ کریگا! کیا تیرا محبوب تیری پرستش کی تحقیر کرتا ہے!

دیکھ، تیرا مطلع کیسا روشن ہو رہا ہے! اس روشنی مین ایک شوکت پنہان ہے۔ تیرا رخ ان شعاؤن کی طرف ہے، تو پھر زندہ ہو گا۔ تو مردہ نہین ہے۔

ابر جو تیری نظرون کے سامنے حائل ہین چھنٹ جائین گے ہمارے ضبطِ محبت کا بدلہ، ہماری خونفشانی کا صلہ ایک نیا روشن تر آفتاب بنکر طلوع ہو گا۔

توقعات جو شریفانہ ہین کامیاب ہونگے، کیونکہ کامیابی پر مُہر نہین لگ چکی ہے۔ خیالات جو پاکیزہ ہین کفن کے وزن کو ہلکا کر دینگے۔

روحانیت پھر غالب ہو گی، اور مادیت مغلوب ہو جائیگی صبح روشن شب کے تاریک ترین پردے مین مستور رہتی ہے۔

(ترجمہ) سید حسن (لکھنؤ یونیورسٹی)

نواے راز

لاکھ ہون قیدِ بےخودی میکدۂ مجاز مین — روح ہی میری جبہ سا بارگہِ نیاز مین
میری نگاہ شوق بھی کتنی ادا شناس ہے — لینے لگی ہے اب سبق درس گہِ مجاز مین
وجد مین میری روح ہے کیف مین قلب ہے — نغمہ زنِ الست ہے پردۂ نے نواز مین
میرا غبار آج تک سجدہ کنان جگہ جگہ — محو تلاش یار ہے رہ گزرِ نیاز مین
اہل نظر کے واسطے دید مین انکی عید ہے — جلوے حقیقتون کے ہین آئینۂ مجاز مین
صبح کی ہے کسے امید دیکھیے صبح ہو نہ ہو — بخت کی تیرگی بھی ہے میری شبِ دراز مین
گوشِ حقیقت آشنا جسکو ملے ہون وہ سنے — بھید ہین سیکڑون نہان ایک نواے راز مین

ابو الفضل راز فیض آبادی

حضرتِ غالبؔ مرحوم کے دو خطوں کا عکس

خط نمبر (۱) مکرمی جناب مولوی ابوالحسن صاحب ابن جناب مولانا عبدالحق صاحب حقانی مرحوم دہلوی نے مجھے عنایت فرمایا - یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ یہ خط کس کے نام ہے، اور اسمیں جس رباعی کا ذکر ہے وہ رباعی بھی نہ مل سکی - بہرحال یہ تحریر حضرتِ غالبؔ مرحوم کے قلم کی ہے جو ایک یادگار چیز ہے۔

خط نمبر (۲) حضرتِ غالبؔ مرحوم نے اپنے شاگرد جناب نواب انوارالدولہ سعدالدین خان بہادر معاش دار ریاست کدورا متخلص بہ شفق کے نام تحریر فرمایا ہے -

یہ خط جناب نواب شفق بہادر کے صاحبزادے جناب نواب سعیدالدولہ محمد محی الدین خان بہادر سے جناب سید احمد حسن صاحب ابن سید شاہ قطب اعظم مرحوم ساکن و گزارہ دار ریاست باؤنی کدورا کو ملا - اور اب مین نے اسکو مکرمی جناب سید شریف الحسن صاحب حبیب لکھنوی سے لیکر عکس لیا - اڈیٹر

خط نمبر ۱

بندہ پرور آج مین نے وہ انگریزی عرضی روانہ کردی اور صبح کو آپ کا کہار مسودہ اور میری محسن کا رقعہ آپ کے نام کا مجکو دے گیا ۱۲

اس عنایت کی شکر مین کیا خدمت بجالاتا ہاری ایک رباعی بہیجتا ہون اسکو آپ پڑھکر اور لطف اوٹھاکر راجہ صاحب کے خدمتمین بہجوا دیجے ۱۲

امید بہ تشدید میم و تخفیف میم دونون طرح مستعمل ہی ایسا نہو کہ جناب ممدوح اسکو زحاف سمجہین پہلی اور دوسرے مصرع مین بہ تخفیف میم ہے اور تیسرے مصرع کا میم مشدد ہی ۱۲   غالب ۱۲

ناٹک ساگر

یعنی دُنیائے ڈرامہ کی تاریخ

یہ قابلِ قدر کتاب، نورالٰہی و محمد عمر صاحبان کے زورِ قلم، و معلوماتِ تاریخی کا نتیجۂ رنگین ہے، اِسمین دُنیائے ڈرامہ کے مکمل تاریخی حالات و سوانح بیان کئے گئے ہین، اور دُنیا کے مشہور ایکٹرون اور ڈرامون کے متعلق مفید تاریخی معلومات کا ذخیرہ مہیا کیا گیا ہے۔

ہندوستان کے ڈرامے اور تھیٹر تفریحی مشاغل کا جزو اعظم سمجھے جاتے ہین - حالانکہ یہان بھی رہس لیلا اور رام لیلا کی بنیاد مذہبی اصول پر رکھی گئی تھی، اور اب بھی ان کھیلون مین مذہبی رنگ کی جھلک موجود ہے، لیکن مغربی ممالک تھیٹر کو اپنی اخلاقی، تمدنی، معاشرتی ترقیون کا ذریعہ سمجھتے ہین، حتی کہ ملکی سیاسی معاملات مین ڈرامے کو خاص اہمیت دیجاتی ہے۔

یونان مین ابتداءً ڈراما مذہبی کھیلون مین شمار ہوتا تھا، ناٹک ساگر مین یونان کی ڈرامہ نوازی کے متعلق یہ عبارت تحریر ہے۔

"محققین کی رائے ہے کہ باقاعدہ ایجاد سے پہلے یونان کے طبائع مین ڈرامہ کا عنصر موجود تھا، اور اسکی شہادت اُن مذہبی رسوم مین ملتی ہے جنہین اسرار برزخ کہتے ہین - یہ ایک قسم کی پوجا ہوتی تھی، جس سے پوجاری ڈیمیٹر اور سیرس نامی دو دیوتاؤن کے معجزات اور سوانح حیات بہروپ بھر کر بیان کرتے اور اعراف و دوزخ اور بہشت کے نظارے دکھا کر حیات بعد الموت کا نقشہ آنکھون کے سامنے کھینچتے تھے اور تلقین مذہب کا کام لیتے تھے۔"

اِس تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ دُنیا آج سے دو ہزار برس پیشتر بھی ڈرامے کی دلدادہ تھی، فرق یہ تھا کہ اُس وقت صرف مذہبی اثرات کو قایم رکھنے کے لئے ڈرامے کھیلے جاتے تھے - اور اب یہ تفریحی مشاغل کا ایک جزو لاینفک ہین،

فرانس اور انگلستان مین بھی شروع شروع مین ڈرامون سے تبلیغ و تلقین مذہب کا کام لیا گیا - انگلستان مین مدتون گرجا کی چار دیواری سے باہر اسکا رواج نہ ہوسکا، لیکن آخر مشک کی خوشبو پھیلی اور انگلستان کی سرزمین نے ایسے ایسے ڈرامہ نگار پیدا کئے جنکی بدولت اس فن کو بہت کچھ فروغ ہوا، اور مذہبی اصلاح کے علاوہ، دنیاوی امور مین بھی مصلح مان لئے گئے۔

مصنفین کا خیال ہے کہ مسلمان اگرچہ مذہبًا اس قسم کے لہو و لعب کو داخلِ معصیت سمجھتے ہین، لیکن، ڈرامہ کے ہمہ گیر اور قابل قبول اثر سے اپنے دامن کو نہ بچا سکے، انکے ایک فرقہ (شیعہ) نے اسے مذہبی رنگ مین نمایان کیا، اور محرم کے زمانے مین منجملہ اور سامانِ عزا کے اسکو ممتاز درجہ بخشا، چنانچہ ایران مین مذہبی حیثیت سے ڈراما کا ظہور پایا جاتا تھا - اور ممکن ہے کہ جاہل طبقہ مین ابھی رواج ہو -

چنانچہ "ناٹک ساگر" کے صفحہ ۴۲۶ "ایران کی ڈرامہ نوازی" کے سلسلہ مین ان واقعات کا ذکر کیا ہے جو محرم مین بطور ڈرامہ ظاہر کئے جاتے ہین۔

"تمثیل مجلس مین پوری کمپنی کام کرتی ہے، اس تماشہ کو خاص کمتا

موزون ہے، ان ایکٹرون کو لوطی یا تماشہ چی کہتے ہین، یہ
لوگ قریہ بہ قریہ پھر کر تماشہ کرتے ہین ۔ مداری بازیگر اور قلندر
بندر اور ریچھ لیکر اُسکے ساتھ ہو جاتے ہین ۔۔۔۔۔۔۔۔
آسمان کے نیچے فضا مین چالیس گز مربع اور قد آدم بلند چبوترہ
بناتے ہین، یہی سکو (ایرانی نام) اسٹیج کا کام دیتا ہے۔ اسکے
گرد دس فٹ چوڑا راستہ ایکٹرون کی آمد و رفت کے لئے
چھوڑا جاتا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔
یہان تماشے کے آغاز کا اعلان گھنٹی بجنے سے ہوتا ہے، مگر ایران
مین اس موقع پر بندوق یا توپ سر کی جاتی ہے ۔ اصلی ڈراما شروع
ہونے سے پہلے ایک اور چھوٹی سی تمثیل کی جاتی ہے تاکہ پلاٹ
کی عظمت کا سکہ حاضرین کے دل پر بیٹھ جائے ۔ مثلاً امیر تیمور اسٹیج
پر آ کر امام کی شہادت پر ماتم کرتا ہے اور خوارج کے خلاف غم و
انتقام کے جذبات بھڑکاتا ہے ۔۔۔۔۔۔۔
۔۔۔۔۔۔ اسکے بعد
تعزیہ (ڈراما) کے دیگر ارکان داخل ہوتے ہین جن مین
سرورِ عالم، دیگر انبیا، فرشتے، پنجتن پاک، دیگر اہلبیت، صحابۂ
ثلاثہ، حُر، معاویہ، یزید، شمر ابن سعد شامل ہوتے ہین، پیغمبرون
فرشتون دیگر مقدس ناب ہستیون اور عورتون کے پارٹ کرنیوالے
مُنہ پر نقاب ڈالے ہوتے ہین۔"

اِس سلسلے مین ان تمام واقعات کو بیان کیا ہے جو اس
تمثیل مین پیش آتے ہین، یعنی شمر و یزید کے پارٹ کرنے والون پر
بعض وقت حاضرین جوش سے مغلوب ہو کر پتھر برساتے ہین
حتیٰ کہ کبھی کبھی ایکٹر آغوش اجل مین پناہ لینے پر مجبور ہو جاتا ہے ۔
مصنفین نے سر لوئس پیلی کی کتاب کی عبارت کا ترجمہ
پیش کیا گیا ہے، جو حضرت امام حسین علیہ السلام سے متعلق ہے
یہ اُس وقت کی کیفیت ہے، جب سید الشہدا زخمون سے چور
ہو کر میدان مین پڑے داعی اجل کو لبیک کہنے والے ہین ۔

"جناب امام آہ تیرون اور خنجرون کا زخم کیسا تڑپا دینے والا
درد پیدا کر رہے ہین، اے خدا قیامت کے دن میری خاطر
میرے ہموطنون پر رحم کرنا، وصال کا وقت قریب آ گیا ہے
لیکن اکبر کے ہجر کی پھانس دل کو تڑپا رہی ہے، کاش کہ میرے
نانا مجھے اِس حالت مین دیکھتے ۔

حضور پیغمبر عالم! (ظاہر ہو کر) پیارے حسین تمہارے نانا
رسول اللہ تمہین دیکھنے لئے آیا ۔۔۔۔۔۔

ممکن ہے کہ ایران کے مسلمان تمثیل و ڈرامہ کو مذہبی رسوم
کا جزو اعظم سمجھتے ہون ۔ لیکن عام طور پر دنیائے اسلام ڈرامہ کو
صرف دنیاوی دلچسپیون تک محدود سمجھتی ہے جسکو مذہب سے
کوئی تعلق نہین ۔

اول اول سنسکرت نے فن ڈرامہ کو ایک مستقل فن بنانے
کی کوشش کی تھی، اور باقاعدہ اصول و ضوابط وضع کئے تھے
ایکٹر اُسی وقت کامیاب ایکٹر سمجھا جا سکتا تھا جب وہ اُن اصول
کی پیروی کر کے اپنے آپ مین (وقتی طور پر) وہی جذبات
پیدا کرے جسکی وہ تمثیل پیش کر رہا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ ہندوستان
مین فن کی حیثیت سے ڈرامہ کا رواج باقی نہ رہا اور صرف مذہبی حیثیت رہ گئی موجودہ
زمانہ مین ہندوستان مین جو کچھ ڈرامے کا اثر باقی ہے، یہ سب یورپ کا فیض ہے ۔

ناٹک ساگر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات مصنفین
ڈراما اور تھیٹر سے خاص دلچسپی رکھتے ہین اور ڈرامے کو فطرت کی
ایک بہترین ودیعت بلکہ عین فطرت سمجھتے ہین، چنانچہ فرماتے ہین ۔

"ارسطو کا قول ہے کہ نقالی انسان کی جبلت مین داخل ہے
اور اسکا ظہور اُسکے بچپن سے ہوتا ہے، نقالی صورت اور

حرکات انسانون مین یکسان طور پر پائے جاتے ہین۔ پس عیان ہے کہ ڈراما عین فطرت ہے، اور ڈراما کو فنا کرنے کی کوشش فطرت کو دعوت مبارزت دینا ہے۔"

کتابت کی غلطی سے اس معنی خیز عبارت کے مطالعہ سے یہ پتہ نہین چلتا کہ ارسطو کا قول کتنا ہے اور حضرات مصنفین نے کتنا حاشیہ چڑھایا ہے، غالباً صرف پہلا فقرہ ارسطو کا ہے جسکا مفہوم بالکل صاف ہے، بلاشبہ انسان اپنے ہر کام مین تقلید کا محتاج ہے۔ ایک بچہ اپنے بزرگون کے حرکات و سکنات کی تقلید کرتا ہے اور بیشک ایسا کرنا مطابق فطرت ہے، لیکن اس دلیل سے نقل کو ڈرامے سے تعبیر کرنا اور ڈرامے کو مطابق فطرت بتانا حضرات مصنفین کی نرالی منطق ہے

مشہور ہے کہ ایک مرتبہ سکندر کے سامنے ایک ڈاکو گرفتار کر کے لایا گیا، سکندر نے پوچھا کیا تم ڈاکو ہو، اُس نے کہا، ہان؛ مگر آپ مجھ سے بھی بڑے ڈاکو ہین۔ مین رعایا کو لوٹتا ہون، اور آپ بادشاہون کو، میری ترک و تاز چھوٹے چھوٹے قصبون اور مواضعات تک محدود ہے لیکن آپکی جولانگاہ بڑی بڑی سلطنتین ہین مین اپنی چھوٹی سی فوج کا سردار ہون، لیکن آپکے پاس بہت بڑی فوج ہے، آپ ایک شخص سے تاج لیکر دوسرے کو دیتے ہین، اور مین ایک امیر کو لوٹ کر، دوسرے غریب کی مدد کرتا ہون، پھر آپ ہی بتائیے کہ مجھ مین اور آپ مین کیا فرق ہے، سکندر یہ دلیل سُنکر خاموش ہو گیا۔

کیا کوئی ذی ہوش یہ بات ماننے کے لئے طیار ہو گا کہ سکندر اعظم اور اس ڈاکو مین کوئی فرق نہ تھا، اسی طرح ارسطو کے قول سے ڈراما کو عین فطرت بتانا اور ڈرامے کی مخالفت کو، فطرت کی مخالفت کہنا، ایک کُھلا ہوا مغالطہ ہے۔ شاید اس قسم کے مغالطے کی مدد سے آپ حضرات کے نزدیک یورپ کی وہ آزادی بھی جس نے عورتون کو بازیچۂ نفس بنا رکھا ہے، عین فطرت ہوگی، کیونکہ قوائے فطری سے تمتع ہونا بھی منشائے فطرت کے مطابق ہے۔

اِس سے انکار نہین کہ ڈرامے یا ناٹک مین وہ قوت موجود نہین جو انسان کی تمدنی یا اخلاقی اصلاح کر سکے، لیکن اس امر کے تسلیم کر لینے کے باوجود بھی اسکا بطلان نہین ہوتا، کہ وہ تماشے جو عموماً اسٹیج پر دکھائے جاتے ہین، نفسانی ولولون کو برانگیختہ نہین کرتے۔

مین سمجھتا ہون کہ ان مذہبی ڈرامون پر جو ہندوستان مین رام لیلا یا رس لیلا کے نام سے موسوم ہین عام ڈرامون کے اثرات کا قیاس نہین ہو سکتا، کیونکہ ان کھیلون مین مذہبی روایات کا ایسا زبردست عنصر شامل ہے کہ نفسانیت کو پاس نہین آنے دیتا، لیکن تھیٹر کے اسٹیج عام طور پر حُسن پرستی اور ہوا و ہوس کی دعوت دیتے ہین۔

ممکن ہے کہ مغربی ممالک کے لئے، تھیٹر نعمت غیر مترقبہ بھی ہو اور مطابق فطرت بھی، لیکن ہندوستان کے لئے تو یہ زحمت ہی زحمت ہے، سب سے پہلے جس تاجدار اودھ کی ڈرامہ نوازی کا ذکر کیا جاتا ہے، اُسکا حشر بھی سب کو معلوم ہے۔

عام طور پر جتنے ڈرامے کھیلے جاتے ہین اُن مین حسن و عشق کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ حسن بے حجاب کی جانب طبیعت کھنچتی ہے، طبیعت اُدھر جُھکی اور ہوس نے زور باندھا، پھر ایسی صورت مین اخلاقی ترقی کرنا تو کجا۔ اخلاق کی حفاظت مشکل ہے، سچ تو یہ ہے کہ تماشبینی اور آوارہ مزاجی کا چسکا ایسی مقدس جلسے (یعنی تھیٹر) سے پڑتا ہے، ایسی صورت مین ہم تھیٹر (ڈراما) کو ہرگز مطابق فطرت نہین کہہ سکتے، کیونکہ فطرت کے اصول عموماً فائدہ بخش ہوتے ہین، اور یہان معاملہ برعکس ہے۔

یہ مسلّم امر ہے کہ ایکٹرون کے قوائے عمل معطل ہو جاتے ہین، غیر ممکن ہے کہ وہ تھیٹر سے الگ ہو کر دوسرے کامون مین باقاعدہ

جد و جہد کر سکین، شاید مغربی ممالک مین بھی ایکٹرون کا یہی حال ہو، ہندوستان مین اس مقدس فرض کے ادا کرنے والے (یعنی ایکٹر) عموماً وہی اشخاص ہوتے ہین جو رقص و سرود کو حاصل زندگی سمجھتے ہین - آپکو شاید ہی تھیٹر مین کوئی ایکٹرس ایسی نظر آئے جو کسی شریف خاندان سے تعلق رکھتی ہو اور اُسے عصمت مآب یا عفت کی دیوی کہہ سکین، پھر ایسی صورت مین موجودہ اسٹیج اور ڈراما کی طرف ہندستان والون کو توجہ دلانا گویا تباہی اور بربادی کے مُنہ مین ڈھکیلنا ہے -

ہمارا خیال تھا کہ مصنفین نے شاید موجودہ ڈرامے اور اسٹیج کے متعلق مفید مشورے بھی پیش کئے ہونگے، لیکن اس حصے کے مطالعہ سے اور بھی حیرت ہوئی، کیونکہ آپ حضرات نے صرف ڈرامے کی عبارت اور ترتیب سے بحث کی ہے - یہ ہم بھی مانتے ہین کہ آغا حشر اور اُنکے پیرؤن نے ڈرامون کو ناچ رنگ کی محفل، اور بھانڈون کی مجلس بنا رکھا ہے، لیکن کیا اگر آپ کے خیال کے موافق، کامک کے جداگانہ پارٹ کو اصل قصے مین ملا کر اصلاح کر لیجائے، یا زبان و بیان کا سقم نکالا جائے، تو یہ ڈرامے اصلاح قوم و ملک کا فرض بخوبی ادا کرینگے

واقعہ یہ ہے ؎

سگ بدریائے ہفتگانہ بشوئے   چونکہ تر شد پلید تر باشد

پھر بھی ان مین حسن و عشق کے مبتذل جذبات موجود رہینگے اور ایک شریف دل رکھنے والا انسان ان سے نصیحت حاصل کرنے کے بجائے نفسانی ولولون مین مبتلا ہو جائیگا -

سچ یہ ہے کہ ڈرامے اس وقت تک قوم و ملک کے لئے مصلح نہین ثابت ہو سکے، اور نہ اُس وقت تک مفید ثابت ہو سکتے جب تک کہ تعلیم یافتہ حضرات اس طرف کامل توجہ نہ کرین، توجہ کے یہ معنی نہین کہ صرف ڈراما لکھدیا اور الگ ہو گئے، نہین، بلکہ اپنی پوزیشن کو بالائے طاق رکھکر خود اسٹیج پر آئین اور ان پیشہ ور جاہل، نفس پرست ایکٹرون سے اسٹیج کو پاک و صاف کردین جنکا مقصد صرف ایکٹ کرکے روپیہ کمانا ہے، جو ڈرامے اسٹیج پر کھیلے جائین اُنکا پلاٹ اتنا دلکش اور نتیجہ خیز ہو کہ سامعین پر انکا اچھا اثر پڑے - موجودہ ڈرامون مین صرف باپ کا گناہ (ہمارے خیال مین) ایسا ہے، جسکی تقلید ہندوستان کے ڈرامون کو بہتر بنا سکتی ہے -

حضرات مصنفین نے، ہندوستان مین ڈرامون کی ترقی کے متعلق یہ ثبوت بھی پیش کیا ہے کہ اب کالج اور اسکول کے طلبا، بھی اس طرف متوجہ ہو رہے ہین - بیشک اس بدعت حسنہ سے یہ امید ہوتی ہوتی ہے کہ شاید چند دنون مین یورپ کی طرح یہان بھی تھیٹر اصلاح عمل کا کام کر سکین - بشرطیکہ کالج کے طلبا، کالج سے نکل کر بھی اس کھیل کو جاری رکھ سکین -

اخبارون یا رسالون مین، ڈرامے کے متعلق مضامین شایع ہونے کے یہ معنی نہین ہو سکتے، کہ اب تھیٹر یا ڈرامے کی طرف عام میلان زیادہ ہو رہا ہے، یہ بھی غلط ہے کہ رسالہ اُردو مین ڈرامے کے متعلق جو تحقیقی مضمون شایع ہوا ہے اُس سے ڈرامے کی قدر و قیمت بڑھ گئی، چند مہینے پہلے جس کثرت سے ممتاز بیگم کا نام اخبارون مین آ چکا ہے، کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا مناسب ہوگا کہ ممتاز بیگم عفت مآب عورتون کے گروہ مین شامل ہو گئی، یا اسکی شخصیت بدل گئی -

آپ حضرات نے ڈرامون کی اصلاح کے متعلق تو خیر جو کچھ لکھا وہ لکھا، لیکن اسٹیج کرنے مین جو نقائص رہ جاتے ہین اُسے قطعی نظر انداز کر دیا ہے، حالانکہ اس طرف توجہ کرنے کی خاص ضرورت تھی، اس لئے کہ کوئی ڈراما موثر نہین ہو سکتا جب تک وہ عمدگی سے نہ کھیلا جائے -

عام طور پہ تھیٹرون مین جب کسی جنگ کا نقشہ دکھایا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ چند نو آموز یا زگیر پٹے کا ہاتھ دکھا رہے ہین، کیا کبھی اس نمایش سے ناظرین ایک لمحہ کے لئے بھی یہ گمان کر سکتے ہین

کہ یہ جنگ واقعی جنگ ہے - ہم نے مانا کہ جنگ کا اصلی منظر دکھایا نہین جا سکتا، لیکن کیا یہ ممکن نہین کہ اس قسم کے پارٹ ڈرامے سے خارج کردیئے جائین جو آپ حضرات کے کلئے کو غلط ثابت کرین یعنی جن سے یہ عیان ہو کہ وہ سراسر خلاف فطرت ہین -

کسی واقعہ کے مطابق فطرت ہونے کی یہ دلیل ہے کہ دیکھنے والون پر اسکا وہی اثر پڑے جو اصل واقعے کے دیکھنے سے پڑتا ہو- سنسکرت زبان کے ماہرین علم النفس نے تو یہان تک لکھا ہے کہ اگر ایکٹر رام کا پارٹ کر رہا ہو تو اُس مین وہ کیفیت پیدا ہو جائے کہ وہ اپنے کو رام خیال کرنے لگے، اسی کیفیت کا نام رس ہے-

لیکن ہندوستانی تھیٹرون مین، معاملہ اسکے برعکس نظر آتا ہے اکثر ماتم کے مواقع پر بھی ترنم سے مدد لیجاتی ہے، کیا یہ بات سمجھ مین آسکتی ہے کہ کوئی شکستہ دل اور غم زدہ شخص مرنے سے پہلے غزلین گاتا رہے - یہ یقیناً نقالی ہے مگر وہ نقالی نہین جسکا ذکر ارسطو نے کیا ہے

ایک جگہ حضرات مصنفین نے ایکٹرون کی اچانک اموات کی تاریخ بیان کی ہے، تاریخی حیثیت سے ہم مصنفین کی تحقیق و تفحص کی قدر کرتے ہین، لیکن یہ کوئی مافوق الفطرت بات نہین، اقتباس ملاحظہ ہو-

"تھیٹر کی تاریخ مین یہ بات بہت حیرت انگیز ہے کہ ایکٹرون کی ایک معقول تعداد نے اسٹیج پر یا اُس سے اُترتے ہی جان دی - اسکا کوئی خاص سبب بتانا ممکن نہین"

"۱۷۵۹ء مین پیٹرسن پارٹ کر رہا تھا - یہ فقرہ کہ "زندگی کا خاکہ کرنا چاہیے" کہنے کی دیر تھی کہ مقابل کے ایکٹر کی گود مین گرا، دیکھا تو روح پرواز کر چکی تھی"

"۱۸۰۵ء مین مسٹر ونگٹن کو اسٹیج پر فالج ہوا اور جان بر نہ ہو سکی"

صاحبو! ہمکو یہ فقرہ پڑھ کے سخت تعجب ہوا کہ اسکا کوئی خاص سبب بتانا ممکن نہین، کیا یہ سبب نہین بتایا جا سکتا کہ انکی روحین غایت درجہ لطیف ہو گئی تھین، اور روحانیت نفسانیت پر غالب آچکی تھی، اس لئے جب چاہا اُنہون نے آسانی سے روح کو الوداع کہدیا- ہندوستان مین بعض فقرا کے بھی ایسے ہی واقعات مشہور ہین کہ چادر اوڑھ کے لیٹے اور روح پرواز کر گئی، سجدے مین سر رکھا اور فنا فی اللہ ہو گئے" ممکن ہے کہ وہ ایکٹر بھی خدا رسیدہ ہو جس نے علمی طور پر زندگی کا محاکمہ کر کے دکھا دیا،

خیر یہ تو ایک ظریفانہ پیرایہ تھا - اصل یہ ہے کہ عیش پرستیان، انسان کے دل و دماغ کو اس قدر کمزور کر دیتی ہین کہ بہت جلد خارجی اثرات ان پر غالب آجاتے ہین - آوارہ مزاج حضرات اپنی اندرونی کمزوریون کی بدولت ہندوستان مین بھی اس قسم کی موت کا شکار ہوتے رہتے ہین اگر آپ طبی اصول کو مد نظر رکھکر اُن بندگان نفس کے حالات پر (جو عیش و نشاط کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھتے ہین) غور فرمائینگے تو آپ کو اعتراف کرنا پڑیگا کہ انکی بے اعتدالیان انہین مرگ مفاجات کیطرف لئے جا رہی ہین-

حضرات! دنیا کے ہر طبقے مین ایسے واقعات ہوتے رہتے ہین لیکن انکی کوئی پرواہی نہین کرتا، ہان آپکے نزدیک ممکن ہے کہ یہ واقعات (یا ایکٹرون کی درازی عمر کے حوالے) ایکٹرون کی شان کو دوبالا کر سکین، مرقومۂ بالا عبارت مین "مسٹر ونگٹن کو فالج ہوا" ادبی حیثیت سے عجیب و غریب فقرہ ہے - ہم تو آج تک یہی سنتے آئے ہین کہ فلان شخص پر فالج ہوا-

ادبی بحث کے سلسلے مین جناب کیفی کے مقدمہ کا ذکر بھی ضروری ہے- آپ نے بھی ایسے ایسے پُر لطف فقرے لکھے ہین کہ داد دینے کو جی چاہتا ہے -

انکی دلچسپی اور مساعی کا گرانڈیل ثبوت ہے -

دیر گیری کے ساتھ سخت گیری بھی

تو اُس نے اب دو دن کی ٹھہرائی ۔

پارسی تھیٹر اپنی من سمجھوتی کہانی گڑھتا ہے

آپ نے اپنے مضمون میں جا بجا سنہ کے ساتھ ق م اور ب م لکھا ہے ۔ ق ۔ م سے قبل مسیح مراد ہے لیکن ب م سے اگر بعد مسیح مراد ہے تو یہ کیفی صاحب کی ایسی جدت ہے جس پر آپکو اور اُنکے ہوا خواہوں کو فخر و ناز کرنا چاہیئے ۔

اسی سلسلے میں ہم اس تنقید کا ذکر بھی کر دینا چاہتے ہیں جو مولانا شرر نے حضرات مصنفین کے کسی مضمون پر کی تھی ۔

حضرات مصنفین نے اپنے مشترکہ مضمون میں لکھا تھا کہ

"ایک فرانسیسی مقرب بارگاہ نے بادشاہ (واجد علی شاہ) کو موجودہ ڈراما کی طرف توجہ دلائی ۔"

مولانا شرر نے لکھا کہ

واجد علی شاہ کے مصاحبوں میں کوئی فرانسیسی شامل نہ تھا

مصنفین نے لکھا ہے کہ

"واجد علی شاہ راجہ اندر کے تخت پر ترجمان ہوتے تھے اور باقی پارٹ اہل دربار کرتے تھے ۔"

مولانا لکھتے ہیں کہ

"بجز ڈھاڑیوں اور ناچنے گانے والوں کے کسی معزز درباری نے اس ڈراما کا کوئی پارٹ نہیں لیا ۔"

اس کے جواب میں حضرات مصنفین نے ایک مقام پر یہ لکھا ہے کہ

جو کچھ بساط بھر تحقیق و تدقیق کے بعد ہم نے ہدیۂ ناظرین کیا ہے اسکا کوئی ایسا محکم ثبوت پیش کر سکیں جسکو ہندوستان کی ہر عدالتیں جوڈیشیل نوٹس لے سکے تو ہمارے سامنے فقدان قابلیت کا اقرار کرنے کے سوا چارہ کار نہیں ۔"

سمجھ میں نہیں آتا کہ جب آپکو اپنی تحقیق پر کامل اعتماد ہے تو ثبوت پیش کرنے میں اپنے عجز کا اعتراف کیوں کرتے ہیں ۔

آگے چل کر واجد علی شاہ کے حالات کے متعلق یہ بتایا ہے کہ یہ واقعات ایک ایکٹر نے بیان کئے جو اس ڈرامے میں شریک رہ چکا تھا اور جس کا نام خورشید جی تھا ۔

پھر لالہ کنور سین ایم ۔ اے بیرسٹرایٹ لا کے مضمون مطبوعہ سرسوتی اپریل ۱۹۲۱ء کا حوالہ دیا ہے ۔ اسی سلسلے میں لکھتے ہیں ۔

مزید تشفی کے لئے ہم نے پنڈت برجموہن دتاتریہ صاحب کیفی دہلوی سے استشہاد کیا اور صاحب موصوف نے بھی اس قول کی تصدیق اور توثیق کی ۔

واجد علی شاہ کے حالات کے متعلق وحید العصر جناب کیفی کی شہادت حضرات مصنفین کے نزدیک "گرانڈیل" ہو تو ہو ، لیکن مولانا شرر جیسے محقق لکھنوی کے سامنے کوئی وقعت نہیں ہو سکتی ،

بہر حال اگر آپ دنیا کی مکمل تاریخ پڑھنا چاہتے ہوں ۔ اور ڈرامے کی تدریجی ترقی کے واقعات پر عبور حاصل کرنے کا شوق ہو تو ناٹک ساگر ، کا مطالعہ کیجئے ، اردو زبان میں فن ڈرامہ کے متعلق ، اتنی دلچسپ ، اتنی جامع اور مکمل کوئی تصنیف نہ ملیگی ، پنڈت برج موہن صاحب دتاتریہ کیفی کا دلچسپ اور پر از معلومات مقدمہ بھی قابل دید ہے ۔ جو ناٹک ساگر کا معنوی زیور ہے ۔

کاغذ ۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب ، حجم ۴۴۶ صفحہ ،

ملنے کا پتہ

شیخ مبارک علی ، تاجر کتب ،

لوہاری دروازہ ، لاہور ۔

عظمی ۔ کانپور

از دفتر حلقۂ ادبیہ

افکارِ شفیق

(جناب شفیق صدیقی ایڈیٹر وحید العصر جونپور شاگرد مولانا حسرت موہانی)

یہ کون آکے سر قبر بے نقاب ہوا — ہماری خاک کا ہر ذرہ آفتاب ہوا
کبھی نہ طالب دیدار کامیاب ہوا — اُٹھی نقاب تو وہ حسن خود نقاب ہوا
جزائے خیر دے اللہ حسن والون کو — کسی کے دلکا دُکھانا اُنھین ثواب ہوا
ابھی تو آپ کا دیوانہ اپنے ہوش مین ہے — بہار آئی کہ وہ خانمان خراب ہوا
مگر لحد بھی جگہ ہے عجیب راحت کی — کہ پھر نہ چونک کے اُٹھا جو مست خواب ہوا
وہ نامرادِ ازل ہے تمھارا شیدائی — کبھی نہ اپنے ارادون مین کامیاب ہوا
جہان کسی نے اُلٹ دی نقاب چہرے سے — غضب کا عالمِ ہستی مین انقلاب ہوا
وہ دل جو شاکیِ تقدیر تھا محبت کا — تمھارے ایک اشارے مین کامیاب ہوا

کبھی شفیق کی توبہ نہ رہ سکی ثابت
ہزار مرتبہ وہ تارکِ شراب ہوا

عبودیتِ عبد

(از مولوی عبد اللہ صاحب عبد ہیڈ ماسٹر اسکول نوآباد کراچی تلمیذ حضرت شفیق صدیقی جونپوری)

خوب وحشت نے کیا بے سر و سامان مجھکو — اب تو گھر بھی نظر آتا ہے بیابان مجھکو
ساقیا خم مین پلا بادۂ عرفان مجھکو — خود فراموش بنادے یہ ہے ارمان مجھکو
کون سنتا ہے محبت مین نصیحت ناصح — جا خدا کے لئے تو کر نہ پریشان مجھکو
ہے عجب غم کی جگہہ عالمِ امکان اے دل — نظر آیا نہ یہان کوئی بھی شادان مجھکو
چارہ گر کوئی جنون ہے نہ کوئی بیماری — ہجرِ جانان نے بنایا ہے پریشان مجھکو
جی مرا صحبت احباب سے گھبراتا ہے — لے چل اے جوشِ جنون سوے بیابان مجھکو
مدتون سے حرم و دیر مین ٹکراتا ہون — نظر آتا ہی نہین جلوۂ جانان مجھکو

عبد مین کانپ رہا تھا سرِ محشر لیکن
خُلد مین لے گئی رحمتِ یزدان مجھکو

جوابِ استفسارات

رسالہ **مرقع** جلد ایک نمبر ۲ - بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۶ء میں کچھ استفسارات ادبی و شعری منجانب جنابِ **اثیم** خلفِ حضرتِ **وسیم** خیرآبادی چھپے ہیں، انکے جوابات حسبِ ذیل ہیں -

استفسارِ اوّل

ع لکھنؤ ہم پر فدا اور ہم ہیں فدائے لکھنؤ

کیا فدائے کے قوافی ہیں - آئے، جائے، کھائے، اُردو کے - اور برائے اور سوائے فارسی و عربی کے قوافی لا سکتے ہیں - اور کتابت میں بپابندی تلفظ قافیہ یائے مجہول لکھی جائے - یا ہمزۂ اضافی - بحالتِ عدمِ جواز توجیہ کی ضرورت ہے، اور بصورتِ جواز اساتذہ کے کلام سے مثالیں (بجز حضرتِ ناسخ)

جواب

اہل ایران جن اسما یا امر کے آخر الف ہو ایک یائے مجہول بڑھا لیتے ہیں، جیسے ع نظیری

گر بہ سخن در آورم عشق سخن سرائے را
بر بر و دوش سر دہم گریہ ہا بپائے را
گل بہ خزان شگفتہ شد وین دلِ بستہ وا نشد
در بنِ ناخنست نے بخت گرہ کشائے را

سرا، اور کشا امر کے صیغے ہیں ان پر یائے زائدہ کا اضافہ ہے -

نظیری - درسِ ادیب اگر بود زمزمۂ محبتے
جمعہ بہ مکتب آورد طفلِ گریز پائے را
پیشِ نظیری از فلک درد دلے برم کہ ہست
بر درِ شہ اثر بلے نالۂ آن گدائے را

یہاں اسمائے - پا - گدا - پر یائے زائد ہے -

جن الفاظ عربیہ کے آخر ہمزہ ہوتا ہے اُسے حذف کر دیتے ہیں جیسے سودار - حمرار - صہبار وغیرہ مونث کے صیغے ہیں - اِنکو بغیر ہمزہ لکھتے، پڑھتے اور بولتے ہیں ع خاقانی

مرا بمنزلِ الا الذین فرود آورد فرو کشائے زمن طمطراقِ الشعرا
گر او نشستہ و من ایستادہ ام شاید نشستہ باد زمین و بپائے باد سما

الشعراء اور سماء دونوں ہمزہ کے ساتھ تھے مگر ہمزہ حذف کر دیا - پھر یہ لوگ عربی الفاظ سے ہمزہ گرا کے یائے زائدہ اُس پر بڑھا لیتے ہیں - جیسے را بمعنی تدبیر و خرد کو رائے لکھتے ہیں - اور صہبائے - ردائے اور ایمائے وغیرہ - پھر اس یائے زائد پر اگر انکو یائے وحدت یا تنکیر وغیرہ لانا ہوتی ہے تو یائے زائدہ کو بصورتِ ہمزہ اور یائے ثانی کو بصورت یائے مجہول لکھتے ہیں جیسے "تمنائے دارم" جنگ آزمائے وغیرہ

قاعدہ مقتضی اسکا ہے کہ جس اسم کے آخر میں یائے زائدہ ہو اور اُسپر کسرۂ اضافت لائیں کہ جسمیں اشباع کی وجہ سے یائے بطنی پیدا ہوتی ہو، اس یائے بطنی کو نہ لکھیں بلکہ کسرۂ اضافت ہی کو سیر کر دیں اور صرف ایک "ی" لکھیں، کیونکہ دوسرے مقامات پر اس یائے بطنی کو کتابت میں نہیں لاتے ہیں - تقطیع میں البتہ بجائے کسرہ ے لکھکر تقطیع کرتے ہیں - ع خواجہ وزیر

چلا ہے اے دلِ راحت طلب کیا شادماں ہو کر
زمینِ کوئے جاناں رنج دے گی آسماں ہو کر

دل اور زمین پر اضافت سیر ہے کہ جس سے تقطیع میں یائے بطنی پیدا ہو جاتی ہے اور بجائے ایک حرف اسکا شمار ہوتا ہے - مگر شعر میں لکھتے نہیں - لیکن یائے زائد پر جب اضافت باشباع لاتے ہیں تو اِس

اضافت کے بدلے ایک دوسری یائے تحتانی بھی لکھتے ہین نظیری

فلک مزد ورایائے تو باشد   نو ازد ہر کرا راسئے تو باشد

بیا زارم زخو د ہرگز دلے را   کہ می ترسم در و جائے تو باشد

مگر لفظ پہلو پر جب اضافت لاتے ہین تو کبھی صرف واؤ کو متحرک کر دیتے ہین اور کبھی پہلوے بروزن مفعول لاتے ہین، اور کبھی پہلوے بروزن فاعلن یعنی واو کو نہین پڑھتے اور یائے زائد یعنی صرف کسرہ کو سیر پڑھتے ہین مگر کسرۂ اشباعی کو یے سے لکھتے نہین جیسا کہ ایمائے اور جائے مین کسرے کا اظہار دوسری یے سے کرتے ہین جیسے

پہلوے من از کسے آباد شد

یہ تحریر بھی متقضی اسکی ہے کہ ایماے - اور جاے وغیرہ کو بھی ایک یے سے لکھین اور کسرۂ اشباعی اضافت سے وقت تقطیع بنا بر قاعدۂ تقطیع ایک دوسری یائے بطنی پیدا کرین اور لکھین بھی -

قاعدہ کو مان کر فدائے اور ایمائے وغیرہ کے ساتھ آئے اور جائے کے قوافی درست نہونگے - مگر از روے کتابت اِن قوافی کا اجتماع صحیح ہوگا - اور یہ قوافی معمولی کہلائینگے -

فارسی مین علامت اضافت کسرہ ہے - نہ ہمزہ - اجزاء کتاب وغیرہ مین صورت یہ ہے کہ بنا بر تحریر عربی ہمزہ باقی رہا ہے - مگر فارسی ترکیب مین اِس ہمزہ پر کسرۂ اضافت بھی ہے -

دوسرا استفسار

لفظ سہ بمعنی (تین) مین ہائے مختفی ہے یا ملفوظ - وہ اور مہ اسکے قوافی ہین یا نہین

طمع را سہ حرف است وہر سہ تہی

دوسرے سہ مین اشباع کسرہ ہے - یا ہائے ملفوظ مگر یائے بطنی ہے تو اسکا قافیہ سے، زہے سے جائز ہے یا نہین اسکی مثال عنایت ہو -

جواب :- اعداد مین ہمیشہ ہائے ملفوظ ہے - قاعدہ متقضی اسکا ہے کہ اسکو حذف نہ کیا جائے - مگر شعرا ہائے ملفوظ کو بھی گرا دیتے ہین علی الخصوص اعداد مین - عرفی

بسلک یازدہ عقدے کہ زان دو لولو زاد   علی ست ابر مطیر و بتول دریا بار

مولوی روم

بعد سہ روز و سہ شب حیران و زار   بر دکان بنشستہ بد نومید وار

اِسی طرح اُردو کے یہ اور وہ مین بھی ہائے ملفوظ ہے، جیسے فارسی مین جی چاہتا ہے - باقی رکھتے ہین اور جی چاہتا ہے حذف کر دیتا ہین -

یہی حالت اُردو کی بھی ہے جامی

توبہ زمے کردم آمد بہار   ساقی توبہ شکنم آرزو ہست

نوزدہ حرف ست بوقت شمار   فیض رسانندہ بہژدہ ہزار

بسم اللہ

پہلے مصرع مین توبہ کی ہے ساقط دوسرے مین باقی ہے - اسی طرح نوزدہ کی ہے ساقط اور ہژدہ کی باقی ہے - آتش

گرفتار آہنی زنجیر کا یہ وہ طلائی کا

دونون ہا وزن مین ہین - اسیر

ہوں وہ گلکش بچھ گئے جب نخل آدمی کے تیر   مین یہ سمجھا باغ مین فرش جہتر گیا

اِس شعر مین یہ اور وہ دونون کی ہا ساقط ہے -

کبھی ہائے مختفی کو بھی باقی رکھتے ہین خاقانی

آنجا شدہ بیکدم کز بہر باز گشت   زانجا ہزار سال رہش بود تا بجاے

ان استعمالات سے معلوم ہوا کہ ہائے ملفوظ اور مختفی دونونکی ابقاء حذف کا اختیار ہے

سہ مین تو ہائے ملفوظ ہے اسکا قافیہ تو سے اور زہے ہو ہی نہین سکتا، بلکہ ہائے مختفی ماقبل مکسور کا بھی قافیہ سے اور زہے سے غلط ہے - یہی وجہ ہے کہ مین اِس جملہ مین - شیشے مین آب ہے کے یے سے لکھنے کو پسند نہین کرتا کیونکہ ہائے مختفی کسرۂ ماقبل کو مانع نہین پھر یے سے تبدیل کرنے کی کیا ضرورت ہے - ہان حالت جمع مین یے سے لکھو لیکن ہان اس زمانہ مین اکثریت کے ساتھ ایسے محل پر بجا ہا یے لکھتے ہین -

---

یاے بطنی کہاں سے آئی، کیا تسہ کا املا صرف سین مکسور ہے کیا اسین سے نہیں ہے - چاہے مختفی ہو یا مظہرہ - جب ہے ہے تو یاے بطنی کا محل نہیں -

جیسے اُردو مین - زمانہ ہوگیا کا قافیہ جانا ہوگیا لاتے ہین - فارسی مین ہاے مختفی غیر محذوف کا قافیہ کبھی الف کے ساتھ نہین لاتے -

تیسرا استفسار

ہوئی یا ہوئے کا املا دو یے سے لکھا ہے یا ایک سے - کتنے عدد لئے جائین یا کیس بروزن فعل، ایک یے ماننے کی وجہ معلوم ہونا چاہیے - کیونکہ بئے، دہئے وغیرہ سب فعل کے وزن پر ہین اور ان مین دو یے مان کر پچاس اور چوبیس عدد لیتے ہین - آئین وزن کا لحاظ کیون نہین کیا جاتا -

جواب - خوشنویس لفظ مسئول کا املا ہوئی یعنی بابت کی یے لکھکر اُس پر ہمزہ بناتا ہے - دوسرا کوئی ممکن ہے صرف ے پر ہمزہ لگا دیتا ہو - تاریخ مین اعداد کا مدار کتابت پر ہے - اور قافیہ تلفظ پر - فورا کے اعداد دو سو ستاسی ہین - مگر قافیہ گلشن اور روشن کے ساتھ ہو سکتا ہے - جب اسکا املا دو یے سے ہے تو بیس ہی عدد لینا چاہئین -

ہوئی ماضی مونث واحد اور ہوئے ماضی جمع مذکر کا وزن تو اُردو مین فعل بالتحریک ہی ہے - ہان ہوئے صیغہ مضارع یا امر غائب البتہ بروزن فعلن ہے - وزن اعداد کی کمی یا زیادتی کا باعث نہین، بلکہ تحریر ہے جو ان الفاظ کو ایک یے سے لکھکر اوپر ہمزہ بناتا ہے وہ دس عدد تجویز کرتا ہے - اور جو دو یے لکھکر ہمزہ بناتا ہے وہ بیس عدد مانتا ہے - ان دونون الفاظ اور لئے دئے کی حقیقت مین فرق ضرور ہے -

اُردو کا قاعدہ یہ ہے کہ افعال مین جب یاے تانیث یا جمع ملاتے ہین تو ان یا آت کا ما قبل مکسور ہوتا ہے - جب ہوئے لف ساقط کرکے یاے تانیث ملائی تو واو کو بنا بر قاعدہ متحرک بکسرہ ہونا چاہیئے مگر واو پر کسرہ ثقیل معلوم ہوتا ہے اس لئے جنکے نزدیک یاے وقایہ کا اضافہ ہے وہ تو بیس عدد لیتے ہین اور جو ہمزہ بڑھاتے ہین وہ دس عدد لیتے ہین کیونکہ ہمزہ کا کوئی عدد جمل مین نہین ہے -

برخلاف لئے دئے کے کہ دونون مین ایک یے اصلی ہے اور دوسری جمع کی بڑھی ہے، وزن باعث کمی و زیادتی اعداد نہین ہے -

چوتھا استفسار

"قَدَم" کی جمع عربی مین اقدام آئی ہے - لیکن مؤلف فرہنگ آصفیہ نے "قدوم" کے معنی لکھتے ہوئے (عربی اسم مذکر (۱) قدم کی جمع (۲) کسی جگہ سے آنا - تشریف لانا - یہ جمع عربی کے اعتبار سے غلط ہے اور اقدام صحیح - لیکن اساتذہ فارس نے وغیرہ اور ان کے موافق کلام مین باندھ دیا ہے - ہان بفتحتین مصدر ضرور ہے - جسکے معنی نمبر دوم مین لکھے گئے -

نوٹ : بفتحتین کے خود سمجھنے سے راقم قاصر ہے - اگر کسی اہل فرس کا کوئی شعر قدوم جمع قدم مین یاد ہو تو لکھے -

جواب - یہ بالکل صحیح ہے کہ قدم بمعنی گام کی جمع عربی مین اقدام ہے - میری نظر سے بھی فارسی تک مین کہین نہین گزرا کہ قدوم جمع قدم ہو - جہان کہین قدوم آتا ہے وہان معنے مصدری بے تکلف درست ہو جاتے ہین - یا تو مؤلف فرہنگ کو تسامح ہوگیا ہے، یا ممکن ہے اُنہون نے کہین دیکھا ہو -

بفتحتین سے مراد مولوی سعید احمد صاحب کی لفظ قدم ہے یعنی جہان قدم بفتحتین بمعنی گام ہے وہان اسکے معنی مصدری بھی ہین، یعنی وہ معنی جو مؤلف نے نمبر ۲ مین لکھے - عبارت واضح نہین، اِس لئے سائل کا ذہن لفظ قدوم کی طرف منصرف رہا - اور

پریشان ہوئے کے واو کے ہوتے ہوئے یہ لفظ تحتین کیسے ہوگا۔

پانچوان استفسار

عریان جسکے معنی لغت مین برہنہ کے ہین، اور جو صبح و شعلہ و تیغ کی صفت مین مستعمل ہوتا ہے (اسکے بعد سائل نے عریانی شعلہ و تیغ مین دو شعر صائب کے۔ اور صبح کی مثال مین بیدل کا ایک شعر لکھا ہے۔ جو تینون بہار عجم مین موجود ہین) اسکے بعد پوچھتے ہین عریان کے اور کیا معانی ہین۔ انکے علاوہ اور کن کن چیزون کے صفات مین آتا ہے مثال دو۔

آج کل عریان اور عریانیان بصورت جمع ظاہر و عیان کے معنون مین مستعمل ہو رہا ہے۔ ان معنون مین اسکا استعمال کہانتک درست ہے۔ درصورت جواز مثال کی ضرورت ہے۔

جواب ۔ جو یہ اشعار آپ نے بہار عجم سے لکھے ہین جن مین شعلہ عریان آیا ہے۔ یا سہ

بوے خون می آید از تیغے کہ عریان می شود

یا سہ

صبح تیغش تا بباغ سینہ عریان می شود

ان پر اگر آپ غور فرمائین تو انہین امثلہ مین ظہور و عیان کے معنی موجود ہین، کسی دوسری مثال کی ضرورت نہین۔ کیونکہ عریان کے معنی برہنہ از لباس جو وضعی اور حقیقی ہین، اس امثلہ مین صادق نہین آتے۔ پتھر مین سے شعلہ کا نکلنا یا مشرق سے صبح کا برآمد ہونا، یا نیام سے تیغ کا نکلنا جسکو عریانی کے ساتھ تعبیر کیا ہے وہ خود حقیقتاً خفا سے ظہور ہے۔ پھر اگر برہنگی کے معنی ظہور اور عیان کے جو لازم معنی ہین لئے جائین، تو کیا حرج ہوگا۔ مجازی معنون کے لئے کسی سند کی ضرورت نہین ہوتی ہے۔ صرف علاقہ کا پایا جانا کافی ہے۔ اور وہ یہان موجود ہے۔

الایمان عریان ولباسہ التقوی مین بھی عریانی لباس اپنے وضعی معنی پر نہین، استعارہ اور مجاز کو دخل ہے جب ایمان، شعلہ اور صبح کو عریان کہ سکتے ہین۔ تو عبارت وغیرہ کی صفت مین لانے کو کون مانع ہے۔

ختم شد
۱۳ ۴۴

سید اولاد حسین شادان بلگرامی
سینیر پروفیسر آف اورنیٹل کالج۔ لاہور

قند پارسی

(جناب سید محمد ہادی صاحب ہادی مچھلی شہری بی اے ال ال بی وکیل علیگڑھ)

روزگارے پیش ازین چون میپرستان داشتم — لذت کیف چشم مستش در دل و جان داشتم
سنبلش تاریکی غم از دل و جانم ربود — از رخ او پیش چشمان مہر تابان داشتم
بخت من وابستہ شد از تاریکی ہجران او — روزگارے درہم و حال پریشان داشتم
حلقہ زد زلف سیاہش آنچنان بر دور من — گوئیا جسم نزارم را بزندان داشتم
مے بیار و ریز در جامم کہ ہنگام خوش است — تا بیاد آرم چہ ساقی عہد و پیمان داشتم

نغمہ خوان در راہ بخت زندگی کردم گذار — زانکہ از حسنش بہارے در دل و جان داشتم
قلب بیتابم کہ بر تیر نگاہش خوردہ بود — لذتے در سینہ بر زخم حریفان داشتم
کرد افسون چون نگاہ فتنہ سامانش بمن — از لب معجز بیان او پریخان داشتم
ہر دمے یک تازہ سیلابے ز چشم شد روان — اشک او در بحر ہم آورد طوفان داشتم
تازہ رو پیشش رسیدم ہر صبا ہادی در سفر — خارہا در پاے خستہ از بیابان داشتم

استفسارات ادبی و شعری

نمبر ۲

از جناب ہاشم - خلف حضرت وسیم - خیرآبادی

(۵) گل مُرَقع ہین ترے چاک گریبانون کے

اِس مصرع مین "مرقع" کی جمع مرقع قرار دی گئی ہے لیکن دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ جمع کس قاعدے سے بنائی گئی، اگر "ے" مرقع کے آخر مین لگاکر اسکو اردو کرکے جمع بنائی گئی ہے تو "مرقعے" ہونا چاہیے - اگر مصرع مرقومۂ بالا مین اس طرح سے پڑھا جاے تو عین تقطیع سے ساقط ہو جاتا ہے -

اگر جمع بنانے کے لئے مرقع مین صرف "ق" کے فتحہ کو کسرا سے بدل دیا، اِسی طرح اسکے مثل ور الفاظ جیسے مصرع، مرقع وغیرہم، تو اسکا کوئی قاعدہ اور مثال معلوم ہونا چاہئے -

(۶) عرصہ بمعنی مدت صحیح ہے یا نہین ؟ کیونکہ عربی مین بمعنی میدان مستعمل ہے - اگر صحیح ہے تو اُسکی مثال کلام عرب یا اہل فرس سے عنایت فرمائی جائے -

(۷) "تردید" بمعنی رد کرنا - اس لفظ کو اردو قرار دینا چاہئے یا نہین ؟ کیونکہ یہ عربی ہے، اسکے معنی لغت مین "باز گردانیدن" "باز آوردن" - زبون و فاسد گردانیدن - بسیار گردانیدن و دو ور نمودن کے ہین -

(۸) "سرپرست" بمعنی "مربی" اردو قرار دینا چاہئے یا نہین ؟ کیونکہ فارسی مین اسکے معنی مہماندار و خادم و بیماردار و پرستار بیمار - و موظبت مریض از دوا و غذا کے ہین -

(۹) "جذبات" بمعنی کیفیاتِ روحانیہ اسکو اردو قرار دینا چاہئیے یا نہین ؟ آج کل اس پر بہت بڑی بحث چھڑی ہے، معترض نے اس پر تین اعتراضات کئے ہین - انکا جواب مفصل بدلائل ملنا چاہیئے -

(۱) جذبات - اگر جَذْبَۃ (بسکون ذال معجمہ) کی جمع ہے تو اِس جذبہ کے دو معنی ہین - مسافت - (حصہ راہ) - سوت کی لکڑی - اگر جَذَبَۃ (بالتحریک) کی جمع ہے تو اسکے معنی کھجور کے گابھے کے ہین - (۲) جَذْب عربی زبان کا لفظ ہے - اسکے معنی کشش ہین، مگر جذبہ بمعنی جذب عربی زبان مین مستعمل ہے، یا اہلِ فارس کا تصرف ہے، لہذا جذبہ بمعنی کشش اب فارسی ہے، عربی نہین - یہی وجہ ہے کہ ایرانی، صاحب علم کے کلام مین "ات" کی جمع کے ساتھ یہ لفظ بمعنی کشش موجود نہین ہے - (۳) اگر جذبات بمعنی کیفیات کوئی جدید اردو اصطلاح ہے تو یہ ترکیب فارسی یہ نہ مضاف ہو سکتی ہے، نہ مضاف الیہ، نہ "و" کے ساتھ، ایسا کا عطف جائز ہے (اگلے شعرا، اِس قسم کا عطف جائز سمجھتے تھے - مگر بعض نے تصریح کر دی ہے کہ یہ "واو"، "اور" کا مخفف ہے - فارسی کا واؤ عاطفہ نہین ہے - یہ تخفیف بضرورت کی جاتی ہے)

(۱۰) "عورت" بمعنی "زن"، اردو قرار دینا چاہیئے یا نہین ؟ کیونکہ عربی مین اسکے معنی زن کے نہین آئے ہین اسکے متعلق "اتمام الاغلاط" مین شوق نیموی مرحوم تحریر کرتے ہین کہ بعض اجلہ عصر نوشتہ کہ بمعنی زن در کتب نامہ - گویم - فی المصباح - المنیر قیل للنسوۃ عورۃ لقبح النظر الیہا" اسکی تحقیق مدلل تحریر فرمائی جائے -

(۱۱) "تحریک" بمعنی پیش کرنا اسکو بھی اردو قرار دینا چاہیے یا نہین ؟ کیونکہ یہ لفظ عربی ہے - اسکے معنی لغت مین حرکت دادن و گاہے بمجاز بمعنی رغبت دادن و در غلانیدن کے لکھے ہین لیکن عرفی نے

ایک جگہ کہا ہے ؎

فلک بمدح تو دوشینہ کرد تحریکم | چنانکہ نطق بہ نزدیک استان آید

(۱۲) "اختلاف" مخالفت کے معنی مین جو عام طور سے سمجھا جاتا ہے - یہ صحیح ہے یا غلط ؟ کیونکہ عربی مین اسکے معنی ناموافقی کردن - پیش کسے آمد و شد کردن و بہم رفتن و نوعی شکم رفتن - و غلیفۂ کسے گردیدن کے ہین -

(۱۳) تبادلہ کا لفظ تبادل، یا مبادلت کے معنی مین مستعمل ہے - یہ صحیح ہے یا نہین ؟

(۱۴) "تجویز" عام طور سے بولا جاتا ہے کہ فلان شخص نے فلان تجویز پیش کی، جسکو انگریزی مین رزولیوشن کہتے ہین - اسکو اردو قرار دینا چاہیئے یا نہین ؟ کیونکہ عربی مین اسکے معنی روا داشتن، و اگر دانیدن کے ہین -

(۱۵) "سَن" بفتح سین بوزن مَن بمعنی سال اسکے متعلق حضرت امیر مینائی مرحوم تحریر فرماتے ہین کہ "سَن بمعنی سال کہین نہین نکلتا فارسی مین بہت تلاش کیا - کوئی سند قابل اعتبار نہ ملی - اسکے معنی مین سنہ ہے - اردو مین بغیر ترکیب اگر سن بمعنی سال کوئی کہے تو تاویل ہو سکتی ہے - محققین اسکی جگہ سال کہتے ہین"

خلاصۂ بہار عجم حاشیۂ مصطلحات مین ہے -

"بہار سن - فی الصراح و منتخب سن سال و عمر - یقال کم سنک یعنی سال تو - صاحب بہار عجم ہم باین معنی آوردہ پس غلط گفتن غلط محشی است - و در قاموس و صراح جمع سنہ سنون و سنوات و سنات و سنین نوشتہ پس این غلط دوم ست از محشی زیرا کہ در سنہ دو نون نیست پس جمع آن سنین بوزن فعل بہ دو نون چگونہ باشد مگر آنکہ گفتہ شود سنون بحالت نصب و جر سنین میگردد ولیکن اینجا حالت نصب و جر نیست ۱۲ گوبند لال صبا ۱۲ سال سنین جمع - بہار و این غلط ست و بمعنی سال سنہ بہار است و جمع او سنین است و شعر والہ کہ بسندش ذکر کردہ و در آن شعر سن بکسر سین مہملہ و تشدید نون بمعنی مقدار عمر جمعش اسنان است نہ سنین بمعنی سال"

از خلاصۂ بہار عجم حاشیۂ مصطلحات

جناب شوق ازاحۃ الاغلاط مین یون تحریر فرماتے ہین -

"سن - بالفتح بجاے سنہ بمعنی سال با وجود تفحص در کلام فارسیان یافتہ نشد، و نہ از ایرانیان وارد ہند مسموع شدہ، آرے صاحب بہار عجم ازین شعر والہ ہروی اسناد کردہ ؎

توقف تو درین سن بکام خواہش باشد | دعاے آنکہ شوی پیر نا صواب آید

اما چون نیک نگریم درینجا سن بالکسر بمعنی عمر باشد - کس را نمی رسد کہ سن را مخفف سنہ گوید - چہ درین باب استعمال فصحا بر ضرور ست کوتاہی سخن در صحت سن بالفتح تامل است"

پھر حاشیہ پر یہ تحریر کرتے ہین -

"صاحب فرہنگ جہانگیری معنی سان نوشتہ است چنانکہ از شعر کہ در سند آوردہ پیداست - کاتبان بجاے سان - سال تحریف کردہ اند"

اب اس لفظ کے متعلق جو تحقیق ہو وہ مدلل تحریر فرمایئے -

اثیم غلیف وسیم - از خیرآباد

میر حسن دہلوی کے مطلع کے جواب پر بائیس مثقال سونا انعام

شکیبی تبریزی شاہ تہماسپ صفوی کے عہد مین وارد قزوین ہوا - اتفاقاً اُس وقت صاحبان طبع میر حسن دہلوی کے اس مطلع کے جواب کہہ رہے ہین ؎

اے شہد نوشین لبت پاک از ہمہ آلودگی | ننشین کتابا زایستد چشم زخون بالیدگی

شکیبی تبریزی نے اسکے جواب مین یہ مطلع کہا ؎

گلگون شدہ پیراہنم از درد بے بالیدگی | گلہاے رسوائی شگفت آخر ازین آلودگی

خواجہ سعید گیلانی نے جو وقت شکیبی تبریزی کا یہ مطلع سنا بائیس مثقال طلا عطا کیے -

وصل بلگرامی - (ماخوذ از خزانۂ عامرہ علامہ آزاد بلگرامی)

ذکرِ خیر

اُردو اخبار و جرائد پر مختصر ضروری نوٹ

(مضامین پر مفصل تنقید وقتاً فوقتاً خاص طور سے کیجائیگی جسکا اِس فہرست سے کوئی تعلق نہیں ہے)

اخبارات

(۱) غریب نواز سہ روزہ اخبار ہمارے قدیم محترم شفیق جناب مولانا حسن میان مرحوم و مغفور (ابن حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواری مدظلہ العالی) کے برادر عزیز جناب مولانا شاہ حسین میان صاحب کی ادارت مین پھلواری شریف (پٹنہ) سے ۲۲/۲۰ × ۱/۴ کی تقطیع کے ۸ صفحون پر شایع ہوتا ہے۔ کاغذ اچھا ہے۔ لکھائی اور چھپائی بھی صاف ہے یہ خالص مذہبی اخبار ہے۔ صوفیانہ رنگ (جو غالب ہونا چاہئے) اسپر غالب ہے۔ سوقت اسمین (وقتی ضرورت کے لحاظ سے) زیادہ تر نجد و حجاز کے متعلق جیدہ مضامین۔ دیگر اسلامی خبرین اور ابن سعود کے خلاف مباحث شایع ہو رہے ہین۔

اگر یہ صحیح معیار پر چلتا رہا تو آئندہ اس سے بہت کچھ ترقی کی امیدین کیجا سکتی ہین بالخصوص طبقہ صوفیہ و مشایخ کیلئے اچھا آرگن بن سکتا ہے۔ اسکی سالانہ قیمت ۶ عـ اور ششماہی ۴ عـ ہے۔

(۲) انوار الاعظم لاہور:۔ یہ ہفتہ وار اخبار ۲۰/۲۶ × ۱/۴ کے ۱۲ صفحات پر یادگار شہید اخبار خواجہ غلام نقشبند نقاش مرحوم لاہور سے شایع ہوتا ہے۔ اسکے مالک و مدیر جناب تاج الدین احمد صاحب تاج ہین۔ اسوقت جسقدر ہفتہ وار اخبار شائع ہو رہے ہین اُنمین اسکو یہ امتیاز ضرور حاصل ہے کہ اسمین خبرون کے علاوہ خصوصیت سے نہایت بلند اور منتخب صوفیانہ اور ادبی مضامین ہوتے ہین اور اُسکے معزز ایڈیٹر جناب تاج کی کوشش ہے کہ اُسکے ذریعہ سے علمی و ادبی کارنامون شاعرانہ جذبات اور صوفیانہ تخیلات کی خاطر خواہ شاعت ہو اور یا ہوار جرائد و صحائف کے ذریعے مرقوم بالا مقاصد جو فائدہ ملک کو پہونچ رہا ہے وہ اس اخبار سے ہفتہ وار پہونچ سکے۔ خدا کریم جناب تاج کو کامیاب بنائے اور ملک و قوم اُنکی ہمت افزائی کرے۔ اُسکی سالانہ قیمت للعہ ہے۔

(۳) آزاد کانپور:۔ ملک کے مشہور انشاپرداز۔ اردو کے خاص حامی جناب منشی دیا نرائن صاحب نگم کی ایڈیٹری کا اسکو طرۂ افتخار حاصل ہے۔ اسمین ملک کی ہر قسم کی ضروری خبرون کے سوا اردو نظم و نثر کی جھلک بھی خاص طور پر نظر آتی ہے۔ سنہ ۱۹۱۲ء سے یہ ہفتہ وار ترقی کرتا ہوا شایع ہو رہا ہے اسکی سالانہ قیمت ۳ عـ ہے۔

جرائد

(۱) روحانیت:۔ یہ جریدہ ہندوستان کے مشہور عالم مدرسۂ الٰہیات کانپور کے روح روان تصوف و روحانیت کے حامی جناب مولانا آزاد سبحانی صاحب کی ادارت مین ماہوار گورکھپور سے شایع ہوتا ہے۔

اسمین ۲۰ × ۸ × ۱/۸ کی تقطیع کے ۲ ۱/۲ جز ہوتے ہین۔ جنوری سنہ ۱۹۲۵ء مین اسکا پہلا نمبر اچھے کاغذ عمدہ لکھائی چھپائی کے ساتھ حکیم برہم صاحب کے مطبع سے چھپکر رونمائے عالم ہوا۔ اب تاج پریس گورکھپور مین چھپتا ہے اور گو لکھائی چھپائی اور کاغذ کے لحاظ سے پہلی سی ظاہری خوبیان اسمین نہین ہین مگر معنوی ترقی اسمین روز افزون ہے اسکا اعلیٰ مقصد یہ ہے کہ زمانۂ موجودہ کی بڑھتی ہوئی مادیت کی روک تھام کرنے اور روحانیت کو فنا سے بچانے کے لئے روحانی تحریک قائم کی جائے۔ اسی تحریک کے ذریعہ سے مادیت کا اس طرح مقابلہ کیا جائے جس سے دین و دنیا دونون کی بہبودی ہو اس تحریک کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اسکے چند اغراض و مقاصد یہ ہین۔

(۱) روحانیت کے مردہ اعتقاد کو عقل و نقل کی تائیدون سے تازہ کیا جائے۔

(۲) روحانیت کی تعلیم دینے کے لئے روحانی زندگی کا طریق و نظام پیش کیا جائے۔

(۳) روحانی تعلیمات جو مضمحل اور قریب قریب معدوم ہو چکی ہین از سر نو پیش کرکے انکی طرف عام دعوت دیجائے۔

(۴) روحانی کارنامے اور سوانح پیش کئے جائین

(۵) روحانی ضروری کتابون کی شرحین خصوصاً قرآن پاک اور احادیث کی روحانی تفسیرین کی جائین۔

یہ خلاصہ ہے اُس معیار اُس منشا اور اُن اغراض و مقاصد کا جو مجھے معلوم ہو سکے ہین اور جنکی بنا پر اسکا اجرا ہوا ہے۔

رہا یہ امر کہ اسکو کہانتک ان مین کامیابی ہوئی اسکے لئے ضرورت ہے کہ اسکا مطالعہ

(۴) الامان دہلی: جناب مولانا مولوی محمد مظہر الدین صاحب کی ایڈیٹری میں یہ اخبار ۲۰/۳۰ کے ۸ صفحوں پر ہفتہ میں دو بار دہلی سے شایع ہوتا ہے۔ یہ اخبار مسلمانوں کا نہایت ہمدرد۔ قوم و ملک کا حامی۔ اسلام کی خدمت کرنیوالا۔ دنیائے اسلام کی صحیح خبریں دینے والا۔ واقعات پر خوبی سے نقد و تبصرہ کرنیوالا اخبار ہے کاغذ ضرورت کے موافق اچھا لکھائی چھپائی صاف ہے سالانہ قیمت ۸ روپئے ششماہی ۴ روپئے ماہی عمر ہے۔

(۵) ریاست دہلی:۔ اردو کا بہترین ہفتہ وار اخبار ۲۲/۲۹ ۱/۸ کی تقطیع پر دہلی سے زیر ادارت جناب دیوان سنگھ صاحب مفتون شایع ہوتا ہے۔

اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں کہ یہ اپنے کاغذ۔ لکھائی چھپائی اور حسن ترتیب کے لحاظ سے آپ اپنی نظیر ہے۔

اخبار کے ۳۲ صفحہ ہوتے ہیں۔ ان صفحات کے علاوہ ایک تصویر اخبار کے حسن کو دوبالا کرنے کے لئے اس میں شامل ہوتی ہے۔

مثل اور اخباروں کے اسمین بھی اشتہارات کی کثرت ہوتی ہے اور ممکن ہے اور اخبارات سے زاید ہوں جو ہر اخبار کی کامیابی کی دلیل کہلائی جا سکتی ہے۔ لیکن اسمین خوبی یہ ہے کہ جو اشتہار اسمین درج ہے اُسنے ایسی موزون جگہ پائی ہے اور اس خوشنمائی اور دیدہ زیبی کے ساتھ درج کیا گیا ہے کہ جو لوگ اشتہارات کے نام سے بھاگتے ہیں اُنکو بھی نکا دیکھنا ناگوار نہیں ہو سکتا۔

مضامین کی شان بھی اعلیٰ ہے اخبارات کے علاوہ۔ ادبی حیثیت سے اسکا پایہ بلند ہے شعر و نظم دونوں طرح کے مضامین ہر قسم کے مذاق کے موافق اسمین درج ہوتے ہیں اور جو کچھ ہوتا ہے بہت خوب ہوتا ہے۔

میرے خیال میں مجموعی حیثیت سے اس شان کا شاید ہی کوئی اخبار ہو۔ ان سب خوبیوں کے ساتھ اسکی قیمت بھی صرف ۱۰ روپئے سالانہ اور ششماہی کے لئے ۶ روپئے ہے اور ایک پرچہ کے ۲ آنے لئے جاتے ہیں۔

(۶) غالب بمبئی:۔ یہ ہفتہ وار اخبار خطیب العلماء مولانا قاری حکیم نذیر احمد خجندی صاحب کی زیر ادارت کلیان منشی ڈونگری بمبئی نمبر ۹ سے شائع ہوتا ہے یہ خالص اسلامی اخبار ہے۔ مسلمانوں کیلئے اصلاح کا باعث اور ملک و قوم کیلئے بہبودی کا ذریعہ ہے۔ اسمین نہایت ضروری اور مفید خبروں کا اقتباس بھی ہوتا ہے بہترین کاغذ اور عمدہ لکھائی چھپائی کے ساتھ اسکی قیمت للعہ سالانہ ہے۔

سلسلہ وار غور و فکر سے کیا جائے۔

امید ہے کہ طالبانِ تعلیم روحانیت اسکا دل سے خیر مقدم کرینگے اور مولانا کی سعی و جانفشانی کی داد اسکی توسیع اشاعت سے دینگے۔

یہ نہایت اہم کام ہے کہ اس میں ہر صوفی ہر درویش اور ہر صاحب طریقت عالم کو حصہ لینا چاہیئے اور اپنی قیمتی رائے۔ اور قلمی امداد سے مولانا کی ہمت بڑھانا چاہیئے۔ اسکی قیمت ۲ روپئے سالانہ مع محصول ڈاک ہے ملنے کا پتہ مہتمم دفتر روحانیت گورکھپور۔

(۲) اردوئے معلّٰی دہلی:۔ اس مشہور صحیفہ نے اپنی زندگی کے ۳ سال خیر و خوبی سے ختم کرکے جنوری ۱۹۲۶ء سے چوتھے سال میں قدم بڑھایا ہے۔ یہ دار السلطنت اور دار الادب دہلی سے نہایت آب و تاب کے ساتھ نکلتا ہے اسکے مدیر اعزازی ہمارے کرمفرما حضرت اکبر حیدری ہیں اسکا کاغذ لکھائی چھپائی ہر ایک دیدہ زیب ہے۔ یہ ۱/۸ ۱۸/۲۲ کے ۴۴ صفحوں پر شایع ہوتا ہے ہر قسم کے علمی ادبی مضامین اور نظموں کا ایک دلکش مجموعہ ہے سالانہ قیمت عہ قسم دوم کی ۳ روپئے ہے۔

(۳) زمانہ کانپور:۔ منشی دیا نرائن صاحب نگم کو اگر اردو کے لئے مایۂ ناز کہا جائے تو بجا ہے آپ کی ذات سے جو اردو اور ادبِ اردو کو فائدہ پہونچ رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ آپ اردو کے سچے حامی سچے ہمدرد اور اصلی معنی میں اسکے قدردان ہیں ہندوستان کا نہایت مشہور جریدہ زمانہ جو آپ کے ادارت میں ۱۸/۲۲ ۱/۸ کی تقطیع پر عرصۂ دراز سے جاری ہے ہمارے بیان کی روشن دلیل ہے زمانہ کی اشاعت میں جسقدر آپنے صرف کیا اور صرف کر رہے ہیں وہ آپ ہی کا حصہ ہے اور آپ ہی کا ذوق سلیم ہے جو اسکو اب تک نباہ رہا ہے۔ زمانہ اردو کے بہترین مضامین نثر و نظم کا مرقع اور تصاویر خاص کا البم ہے اسکا کاغذ بہت خوب لکھائی اور چھپائی بہتر ہے سالانہ قیمت عہ مقرر ہے۔

(۵) دل آگرہ:۔ یہ رسالہ جناب شہاب اکبرآبادی کی ادارت میں اپنی ظاہری و باطنی خوبیوں کے ساتھ اکبرآباد یعنی آگرہ سے شایع ہوتا ہے اور گو آگرہ سے کئی متعدد رسالے اسوقت جاری ہیں مگر یہ رسالہ بھی اپنی نوعیت میں بہت خوب۔ ادب اردو کا ذوق رکھنے والوں کے لئے دلچسپی کا باعث ہے اور ادبی دنیا کے لئے نئے نئے تحائف پیش کر رہا ہے۔ اسکا حجم ابھی ۱۸/۲۲ ۱/۸ کی تقطیع کے ۳۲ صفحوں کا ہے لیکن امید ہے کہ جناب شہاب سا ادب کا دلدادہ شخص اپنی حسن کوشش اپنے ذوقِ خاص کی وجہ سے بہت جلد اپنے مقاصد میں کامیاب نظر آئیگا قیمت عہ سالانہ

خیر مقدم "مرقع"

کچھ اس انداز سے اب کے نسیمِ خوشگوار آئی ہوا غل بادہ نوشوں میں بہار آئی بہار آئی
نظر ہر سو چمن میں قدرتِ پروردگار آئی کھلے غنچے تو پھولوں کو ہنسی بے اختیار آئی
خوشی کا زیبِ تن جامہ کئے ہر گل کی ہستی ہے
زبان پر نغمۂ شادی دلوں میں جوشِ مستی ہے

زمیں نے سبز چادر اوڑھ کر کیا کیا مزے لوٹے بنائے صحنِ چمن میں دست گلچیں نے خوب گل بوٹے
کہا گل نے جو شبنم کے جسدم آبلے پھوٹے جو توڑے ہیرے موتی ہم نے پیمانِ رنگ بیماں ٹوٹے
عروسانِ چمن نے اک لباسِ طرفہ پہنا ہے
کہیں پھولوں کی چادر ہے کہیں پھولوں کا گہنا ہے

وہ دیکھو لیکے ساقی ہاتھ میں جامِ شراب آیا اُٹھو اے نیند کے ماتو کہ سر پر آفتاب آیا
جو آیا آج میخانے سے پی کر بے حساب آیا یکایک میکشوں پر پھر نئے سر سے شباب آیا
ہوئے ہیں مست ہم بھی بادۂ علم و ہنر پی کے
نہیں واعظ کی سنتے آج کل مختار ہیں جی کے

کسی کے ہاتھ میں ساغر کسی کے ہاتھ میں مینا قدح خواروں کو بے مے اک گھڑی دشوار ہے جینا
خدا کے واسطے ساقی نہ رکھو دل میں کوئی کینا لگا دے منہ سے خم کہدے پیو ہو جسقدر پینا
درِ میخانہ پر سب اہلِ دل کے آوازیں لگاتے ہیں
کہ دریا دل جو دنیا میں ہیں وہ یونہیں پلاتے ہیں

سکھاتی ہے نئے انداز میخواروں کو بیہوشی عجب کیا ہے جو زاہد بھی اُٹھائے لطفِ بیہوشی
کبھی ہم جمع ہے ساقی نہیں اچھی یہ خاموشی دیئے جا جام بھر بھر کر نہ کر للہ روپوشی
نہ جائے آج پیاسا در سے کوئی رندِ مستانہ
رہے ساقی ترا لاکھوں برس آباد میخانہ

دیا ہے جسکو خالق نے وہی پیتے پلاتے ہیں شبابِ فصلِ گل ہے خوب گلچھرے اُڑاتے ہیں
عنادل باغ میں بیٹھے خوشی کے گیت گاتے ہیں غرض سب اپنے اپنے جوہری جوہر دکھاتے ہیں
ہمیں بھی بھیجنا آج اُس مرقع کا مرقع ہے
جو وصل بلگرامی کا نیا نکلا مرقع ہے

جہالت کے اندھیرے میں یہ جلوہ گری نکلا اُجالا ہو گیا مہرِ سپہرِ برتری نکلا
رہیں ہشیار اہلِ دل یہ کرنے دلبری نکلا مرقع ہے عجب انداز سے بنکر پری نکلا
رہے قائم دوامی حسن میں بخشے خدا اسکی
لبھائیگی دلِ زہاد کو بانکی ادا اسکی

بنے کیونکر نہ گلہائے مضامیں کا یہ گلدستہ کہ ہیں اہلِ قلم اسکی ترقی میں کمربستہ
حصولِ علم و دانش کا ہے اچھا کھل گیا رستہ نہ کیوں اہلِ بصیرت کی نگاہوں میں ہو پیوستہ
مجسم علم اخلاق و ادب کا یہ مرقع ہے
دلوں میں کھب گیا ہے کس غضب کا یہ مرقع ہے

ملے صد شکر سب اہلِ قلم مشہور و نامی ہیں کوئی ہیں شاکِ فردوسی کوئی رشکِ جامی ہیں
ترقیِ زبان پر ہے نظر اُردو کے حامی ہیں پھر اس پر بھی مالک اسکے وصل بلگرامی ہیں
رہے ہیں زیرِ تعلیم ادیب خوش بیان برسوں
سکھائی ہے جناب وصل نے اُردو زبان برسوں

ذرا چشمِ حقیقت سے اسے اہلِ جہاں دیکھیں یہ سانچے میں فصاحت کے ڈھلی اُردو زباں دیکھیں
مشاہیرِ ادب کا دل سے اندازِ بیاں دیکھیں اور اپنے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہر داستاں دیکھیں
کریں سب دل سے اسکی قدر اور قیمت سائل ہوں
تمام احباب کو مائل کریں اور خود بھی مائل ہوں

بھلا ایسی عروسِ علم کے جلوے کا کیا کہنا کہ گلہائے مضامیں کا جو پہنے نت نیا گہنا
اسے منظور ہے ہر اک کا منظورِ نظر رہنا اسی سے اسنے رنگیں جامۂ علم ادب پہنا
مرقع بزمِ عالم میں ہے گلدستہ محبت کا
نتیجہ ہے جنابِ وصل کی حسنِ قابلیت کا

عزیز اپنی دعا ہے یہ خدائے پاک سے ہر دم کہ ہر اک حرف اسکا دل کے زخموں کا بنے مرہم
کریں قدر اسکی اہلِ ملک سب ہو کر خوش و خرم پھلے پھولے ہمیشہ یہ میانِ گلشنِ عالم
ہر اہلِ علم شیدا اسکے ہو رہے کتابی کا
جنابِ وصل کے سر پر ہو سہرا کامیابی کا

عزیز بلگرامی

تاریخہائے اجرائے مرقع

از جناب قاضی نعیم الحق صاحب آزاد شیخپوری

آئینۂ ادب ہے مرقع یہ وصل کا نکلا ہے ایک چاند نیا علم و فضل کا
تعویذِ جانِ عاشق و معشوق کیوں نہ ہو ہے شرحِ حسن و عشق بیاں ہے جو وصل کا
گلدستۂ بہار ہے اسکا ورق ورق رنگِ سخن میں رنگ ہے پھولوں کی فصل کا
آزاد ہند میں ہے رسالہ کہاں کوئی اس کی بنا ہے نگہ صورت کا اصل کا
اس سن کے نذا مجھے سے نکلتا ہے حکم صاف
مراۃِ حسن و عشق مرقع ہے وصل کا
۱۳۴۴ھ

از جناب مولوی محمد یسین صاحب تسکین قریشی (سوونی)

"مرقع" مرقع ہے اُعتبار کا ! رسالہ یہ اعلیٰ ہے ہندوستان کا
کتابت بھی اچھی طباعت بھی اچھی دماغوں کی تفریح آرام جان کا
ہر اک سطر مانند سلک گہر ہے ہر اک صفحہ تختہ ہے باغِ جناں کا
بلاغت سے لبریز ہر ایک مضمون ہر اک شعر کمالِ اہلِ شاعراں کا
لکھو تم بھی تاریخِ سالِ اشاعت یہ موقع ہے تسکین زورِ بیاں کا
مبارک ہو اہلِ سخن کو مرقع
نمونہ ہے یہ مثلِ شعر و زباں کا
۱۹۲۶ء

اصلی کوک شاستر یا بہار عیش

المعروف لذت النساء باتصویر ۶۴ آسن والا

یہ وہ کوک شاستر ہے جو آجکل ہر ایک کتب فروش سے مل سکتی ہے بلکہ یہ ذخیرہ کشمیر گاک صاحب کے خاص الخاص بیاض کے پرانی کوک شاستر کا لفظ بہ لفظ ترجمہ ہے جس کو اب تک عام لوگون کو تو کیا بڑے بڑے رؤسا کو بھی زیارت نصیب نہ ہوئی تھی اسمین وہ تمام باتین درج ہین جن کے جاننے کے لئے آپ سیکڑون روپیہ برباد کر چکے ہین اور پھر بھی مطلب حاصل نہین ہوا یہ کتاب سوائے ہمارے دوسری جگہ ہرگز نہین مل سکتی اس کتاب مین صدہا مفید اور ٹھوس مطلب کی باتین درج ہین عورت مرد کے متعلق ہزارہا سینہ بسینہ راز اور خاص حالتون کی عورت و مرد کی اچھی برہنہ تصویرین ....۶۴ بہترین آسن کا مفصل بیان طبی ـ مذہبی اور علمی اصول درج بھی ہین ـ بعد مین شکایت نہ کرین ـ خفیہ دھڑا دھڑ بک رہی ہین آج منگا کر حسرت پوری کیجئے ورنہ ممکن ہے کہ پھر اسکی ایک جلد بھی باقی نہ رہے اور سوائے افسوس کے کوئی چارہ نہ رہے گا ـ خبردار دیکھئے غفلت مین نہ رہیگا ـ قیمت فی جلد دو روپیہ محصول ۴ر علاوہ ـ

ملنے کا پتہ :- **مینیجر جنرل بک سپلائی کمپنی لکھنؤ ـ**

دیوان جانصاحب چھپ گیا

پچاس برس کے بعد دوبارہ زیارت کیجئے

لکھنؤ کے مشہور ریختی گو شاعر میر یار علی صاحب جان مرحوم کا مایۂ ناز ماحصل عمر دیوان جان صاحب چھپ گیا اگر آپکو لکھنؤ کی بیگماتی اور ٹکسالی زبان اور واجد علی شاہ کے زمانہ کی معاشرت کا نوٹو دیکھنا ہو تو اسے منگا کر پڑھئے اور لطف اٹھائیے ادبی دنیا مین اس دیوان کی سخت ضرورت ہے

قیمت ایک روپیہ کلیات جان صاحب قیمت ۲ر

ہنسی کا پٹارا

یعنی ہنسنے ہنسانے کا زبردست ٹھیکہ دار

اقلیم مذاق کا بیمثل تاجدار ہنسی دل لگی کا قافلہ سالار پڑھنے والون کو بات بات مین لوٹن کبوتر بنا دینے والا جسکے چٹ پٹے مضامین تمام کھایا پیا ہضم کر دینگے ـ صرف ایک کارڈ دھر گھسیٹئے تاکہ جلد سے جلد اور فورا سے پیشتر حاضر ہو کر آپکے اضمحلال کی دم کاٹ دے بیشک اگر اس کتاب کو بارہ مصالحہ کی چاٹ کہا جائے تو بیجا نہو گا اول سے آخر تک دیکھ جائیے ـ ایک فقرہ بھی ایسا نہ ملیگا جسکو پڑھکر سو مرتبہ ہنسی نہ آ دے یون سمجھئے کہ یہ کتاب ایک بزم عشرت ہے قیمت صرف ۸ر ظرافت جان ۸ر لطائف بیربل مکمل ۸ر جینیون کا مذاق ۸ر شہنشاہ ظرافت ۸ر بزم خیال ۸ر

پتہ :- **مینیجر عظمت بک ڈپو ـ لکھنؤ**

ماہوار رسالہ دنیا ـ لکھنؤ جو بہترین علمی ـ ادبی رسالہ ہے ـ نمونہ مفت منگا لیے ـ

TRADE MARK.
نمایش گاہ کلکتہ
سنہ ۱۸۸۳ء
نمایش گاہ لکھنؤ
سنہ ۱۸۸۵ء
ESTABLISHED.
شاخ گلزار حوض حیدرآباد دکن
ہندوستان میں سب سے بڑا عطر کا کارخانہ
شاخ چاندنی چوک دہلی
صرف
اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ
تار کا پتہ "دوحنا"
کا ہے
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹
جو سنہ ۱۸۳۹ء سے نیکنامی کے ساتھ جاری ہے
نمایش گاہ الہ آباد
سنہ ۱۹۱۰ء
نمایشگاہ ویمبلی لندن
سنہ ۱۹۲۴ء
نمایش گاہ کلکتہ
سنہ ۱۹۰۱ء
GOLD MEDAL
AWARDED TO
LUCKNOW
FOR
PERFUMERY
مطبوعہ مقبول المطابع نظیرآباد لکھنؤ باہتمام سید مقبول حسین وصل بلگرامی

تا تو بیدار شوی نالہ کشیدم ورنہ
عشق کارے ست کہ بے آہ و فغاں نیز کنند

(عطیہ علامہ سر اقبال)

دارالادب لکھنؤ کا مقبول و جہاں عزیز جریدہ

۱۳۴۴ھ

مرتبہ

سید مقبول حسین وصل بلگرامی

جہان مرقع تصویر حسن اوست تمام   بہ حیرتم کہ بہ بندم دل از کہ بردارم

فہرست مضامین

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک
پانچ روپیہ

نمونہ کا پرچہ
آٹھ آنے (۸/)

ستمبر سنہ ۱۹۲۶ء

فلک پیمائی جناب فلک

از

(فلک ناز عالیجناب (پرنس نواب) مرزا باقر علی خان صاحب بہادر شوستری متخلص فلک دام اقبالہ)
رئیس اعظم لکھنؤ

دنیا سے تماشائے عقبےٰ نظر آتا ہے — بیٹھا ہون کلیسا مین کعبا نظر آتا ہے
بیمار جو یہ غش سے سنبھلا نظر آتا ہے — کیا طور پہ موسیٰ کو عیسیٰ نظر آتا ہے
دل میرا یہ کہتا ہے ہو تم ہی چھپے اسمین — عالم مین جہان مجھکو پردا نظر آتا ہے
تلوار بھی قاتل کی دم رکھتی ہے عیسیٰ کا — بے موت جو مرتا ہے زندا نظر آتا ہے
کیا تیز نگاہون سے دیکھا ہے ادھر اُسنے — ہر زخم جگر اپنا گہرا نظر آتا ہے
ڈر ہے نہ کہین پھونکے شعلہ مری آہون کا — طاؤس فلک مجھکو عنقا نظر آتا ہے
فرقت مین تری ساقی گر پڑتی ہے اک بجلی — مجھکو جو کہین ابر مینا نظر آتا ہے
کیا خار بیابان کو غم تشنہ دہانی کا — جو آبلۂ پا ہے دریا نظر آتا ہے
اے برق تجلی گر اس خرمن دل پر بھی — یا غش تجھے موسیٰ ہی اچھا نظر آتا ہے
اے آتش گل کیون تو لالہ کا جگر پھونکے — یہ داغ ابھی دلپر کھلتا نظر آتا ہے
ہے گرم ہوا تیرے رخسار کی کچھ ایسی — جو پھول چمن مین ہے شعلا نظر آتا ہے
رہتی ہے خلش تازہ مژگان کے تصور سے — اس آبلۂ دل مین کانٹا نظر آتا ہے
کافی ہے سہارے کو اک تیر جو ہے دلمین — طوفان شب غم مین تنکا نظر آتا ہے

تو خاک اڑاتا اب جائیگا فلک کس جا
جب قیس کے قبضے مین صحرا نظر آتا ہے

جلد ۱ ستمبر ۲۶ء ۱۹ نمبر ۹

مرقع

ناطق ۱۹۲۶ء لکھنوی

تخمیس بر غزل اعلیٰحضرت شہریار دکن خلد اللہ ملکہٗ

(از جناب مولوی سید آغا آشہر لکھنوی)

روشن از ذاتت خدائی یاحبیبؐ — مہر برجِ اصطفائی یاحبیبؐ
زخم دل را چون شفائی یاحبیبؐ — دردِ دل را چون دوائی یاحبیبؐ

چون درون دل نیائی یاحبیبؐ

من درین عالم بسے گردیدہ ام — دورِ صد محراب و منبر دیدہ ام
این تماشا راکہ اکثر دیدہ ام — از ہزاران سجدہ برتر دیدہ ام

بر درِ تو جبہہ سائی یاحبیبؐ

ہرچہ دارم - ہرچہ میدانی - دہم — در بہا این تاج سلطانی دہم
بوسہ بر آیات قرآنی دہم — وقت مردن جان بآسانی دہم

روے خود راگر نمائی یاحبیبؐ

نام تو وردِ زبانِ من شدہ — ہردو عالم رازدانِ من شدہ
ہجرِ تو آزارِ جانِ من شدہ — باعثِ آہ و فغانِ من شدہ

بےکسی و نارسائی یاحبیبؐ

فیض تو عام ست ازینجا تا بہ حشر — اے شفیع و خیر خواہ ما بہ حشر
این خطاب از تو کنم فردا بہ حشر — چون تو شافع داد عثمان را بہ حشر

ہست این شانِ خدائی یاحبیبؐ

ذات باری کی نسبت حکمائے قدیم کے خیالات

(ازجناب مولوی مسعود الرحمٰن خان صاحب ندوی)

(۱) **حکیم تھیلیس**۔ پانی اُن تمام چیزونکی جو ہم اپنے گرد دیکھتے ہین جڑ ہے - اور خدا اُس دانائی کا نام ہے جس سے تمام اشیار پانی سے باہر نکل آئین - دانائی سے وہ چیز مراد ہے جسنے مادہ کو حرکت دی جسطرح کہ روح اور جسم بغیر ملے کچھ نہین کرسکتے بغیر تحریک اور مادہ کی آمیزش کے کچھ نہین ہوسکتا

(۲) **حکیم اینی زمینڈرز**۔ ایک خدا نہین بلکہ بہت سے خدا ہین اُن کے اجسام بھی ہین اور اُن کے ساتھ موت وزندگی دونون لگی ہوئی ہین - اگرچہ وہ غیر محدود مدت تک زندہ رہتے ہین - مگر اخیر انھین بھی موت کا شکار بننا پڑتا ہی - یہ خدا ستارے ہین جنھین ہم اپنے سر پر چمکتا دیکھتے ہین

(۳) **حکیم رینے زمین**۔ ہوا خدا ہی کیونکہ یہ غیر محدود و لاانتہا ہی - اور ہمیشہ حرکت مین رہتی ہے -

(۴) **حکیم اینی زیگورس**۔ یہ تمام انتظامات اور سلسلۂ نظام ضرور ایک ایسی قوت اور دانائی سے چل رہا ہے جو ہر بسیط اور روشن ضمیر ہے -

(۵) **حکیم فیثاغورث**۔ خدا ایک روح ہے جو دنیا کی ہر شے بلکہ ہر ہر ذرہ مین حلول کی ہوئی ہے اور اسی سے انسانی ارواح برآمد ہوتی ہین -

(۶) **حکیم زینوفن**۔ خدا ایک بسیط جوہر ہے اور اسمین دانش بھی ہے خدا ایک دائم وقائم ذات ہی اور اُس کی شکل گول ہے - اسی وجہ سے مین خدا کو مادی خیال کرتا ہون -

(۷) **حکیم ایمپیدوکلس**۔ صرف چار مادے ہین جن سے تمام چیزین بنی ہین اور یہی خدا ہین - یہ چارون چیزین باہم آمیز ہوگئی ہین - ان کی ابتدا بھی ہی - اور یہ آخیر معدوم بھی ہوجائینگی -

(۸) **حکیم ڈیموکریٹس**۔ مجھے بالکل انکار ہی کہ آیا کوئی چیز ہے یا نہین - مجھے اس سے بھی انکار ہے کہ آیا کوئی شے موجود بھی ہے یا نہین -

(۹) **حکیم افلاطون**۔ مخلوق کے رب کا کوئی نام مقرر نہین ہوسکتا ہمین تعجب کرنا چاہئے اگر صحیح طور پر ہم مان لین کہ خدا کیا ہی؟ مین اسکو غیر مادی سمجھتا ہون - تمام کائنات کا علم دنیا آسمان ستارے زمین روحین اور وہ تمام اشیار جو ہمارے آباؤ اجداد کا مذہب بتلاتا ہی خدا ہی خلاصہ یہ ہے کہ ایک نہایت کامل ورلاانتہا نیک ذات ہے، جسکو خدا کہتے ہین اُسی نے تمام چیزون کو پیدا کیا اور وہی سب کا خالق ہے -

(۱۰) **حکیم انتھیسن**۔ گو مختلف اقوام نے اپنے بیشمار معبود بنا لئے ہین مگر اصل مین ایک ہی فطری خدا ہی جو تمام کائنات کا مصنف ہے

(۱۱) **حکیم ارسطو**۔ ربوبیت کا مسکن دانائی ہی - کیونکہ اسی کے ذریعہ سے ہم ہر شے کا خیال کرسکتے ہین - دنیا ہی خدا ہی اس دنیاوی مخلوق کے علاوہ ایک اور مخلوق ہی جسکی ذات کے ساتھ نظام عالم وابستہ ہی اور جو اسکی حرکت و حفاظت کی نگران رہتی ہی (پھر ارسطو کہتا ہی) خدا درحقیقت کچھ بھی نہین بلکہ مین اس آگ کو خدا سمجھتا ہون - جو آسمان پر چمکتی ہے

(۱۲) **حکیم زینوکریٹس**۔ آٹھ خدا ہین انمین سے پانچ سیارونکی صورت مین ہمین دکھلائی دیتے ہین اور ایک خدا دیگر سیارون مین پراگندہ ہے جب انھین ملاؤ تو ایک ہو جاتا ہی - ساتوان خدا سورج ہی اور آٹھوان خدا چاند ہے -

(۱۳) **حکیم تھیوفرسٹس**۔ خدا درحقیقت دانائی ہی اس مین ربوبیت ہے اور اسی مین خالق ہونیکی صفت ہے - پھر دوسرے درجے کے خدا آسمان ہین - تیسرے درجے کے خدا سیارے ہین -

(۱۴) **حکیم سراٹو**۔ سوائے فطرت کے کوئی دوسرا خدا نہین ہے کیونکہ فطرت ہی تمام حادث اشیار کی اصل الاصول ہے

(۱۵) **حکیم زینو**۔ (جو مذہب تعیش کا بانی تھا) تمام کائنات چار عناصر سے مرکب ہے اور ان چار عنصر سے ایک فطرت نکلی - جسکی تشریح نہین ہوسکتی اسکے سوا اور کسی چیز کا حادث ممکن نہین - دانائی کا سرچشمہ اور روحین یہ سب آگ سے بنی ہین جو باقی تین عناصر مین مل گئی ہی - جہان اسکی لطافت مین کبھی تبدیلی واقع نہین ہوتی - اور دیگر عناصر اسمین آمیز نہین ہوتے - یہ اون مین ملتی تو ہے مگر جوہر علٰحدہ رہتے ہین - آگ کا یہ عمل کائنات کے ریشہ ریشہ مین وسیع ہی - اور وہ ایک دانائی ہی جسکو اسنے پھیلا یا ہے -

اور یہی دانائی تمام عناصر سے ذات و صفات مین علٰحدہ ہے یہی دانائی نسلاً بعد نسلاً قومون اور کائنات کی تمام چھوٹی بڑی اشیار مین سرایت کرگئی ہے - اور اسکا ظہور ہر شے مین ہمیشہ ہوتا رہتا ہی - وہ ظہور اتفاقی نہین ہوتا بلکہ ان قوانین کی رو سے جو مقرر کردئے گئے ہین باقاعدہ ہوتا ہے یہی دانائی کائنات کی روح ہی - اور اسی نے قاعدہ سے عالم کی ہر شے کو چلا رکھا ہی - اس کی حکومت کائنات پر ناطق ہی - اور اسمین ذرہ برابر بھی فرق نہین آتا -

یہ ان کے حکماء کے خیالات ہین جو زمانے کے مشہور اور یادگار ہین ہین ان کے خیالات کی پریشانی اور ناسازگاری عیان ہی - ذات باری کے پہچاننے مین اسقدر سراسیمگی سے کام لیا ہے کہ الامان والحفیظ -

(مسعود الرحمٰن خان ندوی - پیلی بھیت)

ہماری رائے

(۱) علیگڑھ کی علم پرور فضا سے ایک نئے روزانہ انگریزی اخبار کا اجرا

آج کل جبکہ فرقہ وارانہ فسادات اور ہندو مسلم نفاق کی وجہ سے ہندوستان کی سیاسی فضا مسموم ہو رہی ہے۔ اِس بات کی شدید ضرورت تھی کہ مسلمانون کے حقوق کی حفاظت کے لئے کسی معقول انگریزی روزانہ اخبار کا اجرا کیا جائے جو آسانی سے موجودہ زمانہ کے انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کے ہاتھون تک پہونچ سکے۔ یہ کمی ایک عرصے سے یون ہی زیادہ شدت کے ساتھ محسوس کی جارہی تھی کہ فرقہ وارانہ اختلافات کے اِس نازک زمانے مین مخالف اخبارات برابر اپنی زہر افشانیون سے ملک مین دونون فرقون کے درمیان منافرت کو قوت دیتے رہے ہین۔ غریب مسلمانون کی کم مائگی کی وجہ سے اُنکے پاس ایسا ذریعہ نہ تھا جو اُنکے حقوق کی حمایت مین ہندوستان کے مختلف گوشون تک اُنکی آواز پہونچا سکے۔ ہمین یہ دیکھکر انتہائی مسرت ہوئی۔ کہ ہمارے نظارات جو ایک عرصے سے محض گوشون تک محدود تھے اب عملی صورت مین نمودار ہوئے ہین۔ علیگڑھ سے ایک روزانہ انگریزی اخبار کا اعلان اس سے پہلے متعدد بار ملک کے باوقار اخبارون مین ہوچکا تھا۔ اور بہی خواہانِ قوم ملک کے اِس نوخیز قومی آرگن کے استقبال کے لئے ہمہ تن انتظار و اضطراب تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ آج ہمارا سابقہ خواب شرمندۂ تعبیر نظر آتا ہے۔ ہمین آج ہی کی ڈاک سے "علیگڑھ میل" کا پہلا پرچہ موصول ہوا۔ انگریزی کا یہ روزانہ اخبار جس آب و تاب اور جس شان سے شایع ہوا ہے اُسکو دیکھتے ہوئے ہم صحیح طور پر اُسکے مستقبل کے متعلق اپنے خوش آیند توقعات کو وابستہ کر سکتے ہین۔

سب سے زیادہ قابل مسرت بات یہ ہے کہ یہ اخبار ایسی جگہ سے شایع ہوا ہے جو اپنی علم پروری اور ادب نوازی کے لئے ہمیشہ ضرب المثل رہا ہے۔ علیگڑھ یونیورسٹی نے اور اُس سے پہلے ایم۔ اے۔ او کالج نے ملک اور قوم کی جو بیش بہا اور قابل قدر خدمت کی، اُس سے کون واقف نہین۔ یہ علی گڑھ ہی کی تحریک تھی، اور یہ علی گڑھ ہی کالج کی پڑھی ہوئی نوجوان تعلیم یافتہ پود تھی، جس نے سب سے پہلے مسلمانون مین سیاسی آزادی کی روح پھونکی۔ اس لئے ہمین یہ دیکھکر بہت زیادہ حیرت نہین ہوئی کہ ایسی سرزمین سے اپنی نوعیت کا سب سے پہلا انگریزی اخبار عالم وجود مین آتا ہے۔

یہ اخبار بہترین طباعت، بہترین کاغذ اور عمدہ مضامین کے ساتھ ۲۰×۳۰/۴ کی تقطیع پر جناب سید محمد رؤف صاحب جعفری کی ادارت مین مسلم یونیورسٹی پریس علیگڑھ سے روزانہ شایع ہونا شروع ہوا ہے۔ اِس وقت اسکا سب سے پہلا نمبر میری پیش نظر ہے جو مضامین کی ترتیب و سلیقۂ انتخاب کے لحاظ سے بھی کافی حوصلہ افزا ہے۔ صفحۂ اوّل کے ایک کالم مین مولانا حسرت موہانی، سر عبدالرحیم، سیٹھ یعقوب حسن، مسٹر عبداللہ یوسف علی پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور، سر میان محمد شفیع، ڈاکٹر سر اقبال اور حافظ ہدایت حسین صاحبان کا اخبار کے اجرا پر پرجوش اظہار مسرت ہے۔ دوسرے کالم پر فرحت علی شاہ صاحب بی۔ اے (علیگ) کا فرقہ وارانہ اتحاد پر ایک عجیب و مختصر سا مضمون ہے جسمین فاضل مضمون نگار نے عہد موجودہ کا زمانہ مغلیہ کے امن و امان سے مقابلہ کیا ہے، اور یہ دکھایا ہے کہ کس طرح اُس عہد زرین مین ہندوستان کے یہ دونون فرقے ایک دوسرے کے ساتھ رواداری سے زندگی بسر کرتے تھے۔ آپکا خیال ہے کہ فرقہ وارانہ اتحاد اُسی صورت مین حاصل ہو سکتا ہے کہ ہندوستان مین معاشرتی اور تمدنی یکجہتی پیدا کی جائے۔ دوسرے صفحے پر مسلم کرانیکل بمبئی

سے ایک پُرمغز اور فاضلانہ مضمون نقل کیا گیا ہے جسکا عنوان ہے " ہندوستان کے موجودہ مسائل" اس مضمون مین فاضل مضمون نگار نے " لارڈ اروِن " کی اُن تقریرون پر ناقدانہ نگاہ ڈالی ہے جو ہندوستان کی موجودہ کشمکش پر وقتاً فوقتاً اپنے خوش آیند مواعید کے ساتھ وہ مختلف موقعون پر کرتے رہے ہین۔ مضمون ادبی حیثیت سے بھی کافی عمدہ ہے۔ تیسرے صفحہ پر مسٹر ام - آئی - کچلو کا ایک مضمون " سوڈان اور اسکے باشندے " بھی کافی مفید اور دلچسپ ہے - اِس مضمون مین سوڈان کی مسلم آبادی پر مورخانہ نظر ڈالی گئی ہے - اخبار کے چوتھے صفحے پر " ہمارے متعلق " کے عنوان سے ایک مضمون ہے جس سے " ڈیلی میل " کے مطمح نظر اور اُسکی پالیسی پر روشنی پڑتی ہے - اڈیٹر صاحب اِس مضمون مین تحریر فرماتے ہین " علیگڑھ میل" ایک مسلم قومی اخبار ہے جو اسوقت تک اپنی قومیت پر قائم رہیگا، جب تک نیشنلزم مسلمانون کے یا کسی دوسرے فرقے کے جائز حقوق سے برسرپیکار نہین ہوتی ۔ " علیگڑھ میل " کسی ایسی نیشنلزم کا داعی اور علم بردار ہرگز نہین، اگر روزمرہ کی زبان مین ترجمہ کیا جائے تو اُسکے معنی بجز " فرقہ وارانہ تعصب " کے اور کچھ نہ ہونگے۔ پانچوین صفحے پر مسائل حاضرہ کے متعلق دلچسپ تازہ خبرین ہین - اور چھٹے صفحے پر " مہاتما گاندھی " کے قلم کا ایک قابلانہ مضمون ہے - اِس مضمون مین ہندوستان کی موجودہ مفلسی کو پیش نظر رکھتے ہوئے بچون کی آیندہ پیدایش کو قابو مین لانے کے متعلق ایک تمدنی اور فلسفیانہ بحث ہے - اسکے بعد اسی صفحے پر " جرمن مین ایک عجیب تحریک " اور " افغانستان مین ترقی " کے عنوانات سے دو چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہین - لیکن اس نمبر کا سب سے زیادہ دلچسپ اور معرکۃ الآرا مضمون وہ ہے جو " اصغر اور اُنکی شاعری " کے عنوان سے چھٹے صفحے کے چار کالمون مین شایع کیا گیا ہے

ہندوستان مین تبصرہ نگاری کا ایک ہمہ گیر فقدان ہے، اس طرف عموماً بہت کم لوگ متوجہ ہوتے ہین، عموماً جو تنقیدین ادبی رسالون مین شایع ہوتی رہتی ہین وہ معدودے چند کے علاوہ سب کی سب تشنہ، نامکمل اور ناقص ہوتی ہین ۔

اِس تنقید کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ فاضل " نقاد " نے شاعری کی اصل روح پر روشنی ڈالی ہے - جناب **اصغر** جو موجودہ زمانہ کے ایک باکمال اور کامیاب شاعر ہین، کسی مزید تعارف کے محتاج نہین، جدید رنگ غزل گوئی مین جناب **اصغر** کی شاعری نے جو خوشگوار تبدیلی پیدا کی ہے وہ دَورِ حاضرہ کے لئے ایک مایۂ ناز ادبی کارنامہ ہے - قابل نقاد نے سب سے پہلے اُردو زبان کی اُن پچھلی دو صدیون مین باستثناے چند زیادہ تر جس قسم کی شاعری کے نمونے پیش کئے وہ ادبی حیثیت سے ہمارے لئے قابل فخر ہونے کے بجاے ایک حد تک باعثِ شرم ہین، وہ اس قابل ہی نہین کہ کوئی باپ آزادی کے ساتھ اپنے نوجوان لڑکے کے سامنے، یا کوئی نوخیز اپنے والد بزرگوار کی موجودگی مین مطالعہ کرسکے - فاضل نقاد لکھتے ہین کہ مین یہ نہین کہتا کہ ہمارے متقدمین کا کلام بالکل ناقابل توجہ ہے - تاہم اِس حقیقت سے بھی کسی کو انکار نہین ہوسکتا کہ وہ ادبی سرمایہ جسے ہم اپنے لٹریچر کے لئے مایۂ ناز سمجھتے ہین حقیقت مین ادنیٰ ترین قسم کی بلند ترین شاعری ہے - غرضکہ نقاد یہ بتانے کے بعد کہ اُردو زبان کی پچھلی شاعری ہمارے لئے کسی طرح قابل فخر نہین ہوسکتی - موجودہ زمانہ کے اُس انقلاب پر روشنی ڈالتے ہین جس نے ہماری شاعری کو اس قعر ذلت سے نکال لیا جس مین وہ پچھلی دو صدیون سے پڑی سسک رہی تھی - یہ مضمون کافی طویل ہے - اور مجھے یہ دیکھکر مسرت ہوتی ہے کہ " نقاد " اِس مضمون مین انشا کی تمام ادبی لطافتین پیدا کرنے مین پورے طور پر کامیاب رہے ہین ۔

انشاء اللہ تعالےٰ آیندہ نمبر مین ہم اس مضمون کو اقتباسی

ترجمہ کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کرینگے۔

بہرحال اخبار کے پہلے نمبر کو دیکھتے ہوئے بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ وہ صحیح معنون مین مسلمانون کے حقوق کی حفاظت کریگا تاہم دبی زبان سے ہم اتنا ضرور عرض کرینگے کہ اس پرآشوب زمانہ مین جب کہ حکومت نے لوگون کی زبان اور قلم تک پر قبضہ کر رکھا ہے "ڈیلی میل" کو اپنا لب و لہجہ انتہائی نرم اور ملائم رکھنا چاہیے۔ ہم اس اخبار کا نہایت مخلصانہ اور پرجوش خیر مقدم کرتے ہین، اور ہمین امید ہے کہ "ڈیلی میل" ہر طرح مسلمانون کی آواز کو پبلک اور گورنمنٹ تک پہونچانے مین کامیاب ہوگا۔

(۲) المعالج للبھق والبرص

یہ رسالہ میرے قدیم مکرم شفیق جناب مولوی حکیم حبیب الرحمن صاحب انصاری، طبیب میونسپل بورڈ ہردوئی کی تالیف ہے۔

سیاہ اور سفید داغون کے خبیث مرض مین خلق اللہ کو مبتلا اور علاج سے مایوس دیکھکر جناب حکیم صاحب ممدوح نے بڑی محنت و جانفشانی سے اس رسالہ کو مرتب فرمایا ہے۔

اس رسالہ مین اوّل بہق، یعنی سیاہ داغون کی دو قسمین بتائی ہین انکی شکل و صورت اور شناخت کی ترکیب، مقام مولد اسکے پیدا ہونے کے اسباب تحریر ہین۔ اسی کے ساتھ علاج کی ترکیب اور نسخہ جات ہین۔

اسکے بعد البرص، یعنی بالکل سفید داغ کا عنوان قائم کیا گیا ہے۔ جسمین سفید داغون وغیرہ کی شناخت و صورت بتائی ہے اور ظاہر کیا ہے کہ یہ جسم کے کس کس حصے پر پیدا ہوتے ہین۔ اسکے اسباب مولدہ، علامات مخصوصہ، اسباب فارقہ، اسباب عامہ مشترکہ نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھے ہین۔ علاج کی ترکیب اور نسخہ جات بھی درج ہین۔

نسخہ جات مین بھی وہ نسخے ہین جنکو حکیم صاحب نے نہایت سعی و تدابیر سے مفید ترین سمجھکر حاصل کیا ہے، یا خود انکے تجربے مین آئے ہین۔

جناب حکیم صاحب کی یہ محنت داد دینے کے قابل، اور قابل تحسین ہے

آج کل اطبا کی یہ حالت ہے کہ نسخون کا بتانا، اپنے تجربات کا ظاہر کرنا اُنکے لئے ایک بڑی بھاری دولت کا کھو جانا ہے لیکن ہمارے حکیم صاحب نے جس فراخدلی، خندہ پیشانی اور ایثار و فیاضی سے اسمین کام لیا ہے، وہ انہین کا حصہ ہے

خدا کرے اِس رسالہ کی قدر ہو اور اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔

یہ رسالہ گو چھوٹی سی تقطیع پر صرف ڈیڑھ جزو مین لکھا گیا ہے لیکن کوئی ضروری بات فروگزاشت نہین کی گئی ہے

اس رسالہ کی قیمت ۳ر فی جلد علاوہ محصول ڈاک ہے۔ اور جناب حکیم صاحب ممدوح کے مرقومہ بالا پتہ سے مل سکتا ہے۔

(۳) ڈاکٹر نبی محمد خانصاحب کا ایجاد کردہ ہندوستانی ممیرے کا سُرمہ

جناب ڈاکٹر نبی محمد خان صاحب سے مین زمانہ دراز سے واقف ہون۔ ڈاکٹر صاحب عجیب و غریب دماغ کے آدمی، انتہائی جفاکش اور بڑے کام کے شخص ہین۔ اپنے فن مین نہایت تجربہ کار ہین۔ کافی مدت تک وہ میرے فیملی ڈاکٹر رہے ہین۔ اُن کا علاج میرے یہان ہمیشہ مفید ثابت ہوا۔ اور جن لوگون کو جناب ڈاکٹر صاحب موصوف سے سابقہ رہا ہے وہ میرے اِس قول کی تصدیق کرینگے۔ علاج کے ساتھ جناب ڈاکٹر صاحب جس محبت، حسن اخلاق اور جس ہمدردی کو کام مین لاتے ہین وہ انہین کا حصہ ہے۔

یہ سرمہ جسکا نام اوپر درج ہے۔ آپ ہی کا ایجاد کیا ہوا ہے۔ اسکی تعریف تجربہ کے بعد مجھ سے اکثر اصحاب نے کی جس سے اِس امر کی تصدیق ہوئی کہ ڈاکٹر صاحب کا یہ فرمانا کہ یہ سرمہ پھُلّی۔ ناخونہ۔ ڈھلکا۔ نزلہ کی سرخی۔ ضعف بصارت۔ پپوٹون کی سوزش۔ رتوہے۔ دھُند۔ غبار۔ آنکھ مین کسی قسم کا داغ ہو جانا۔ گوہانجنی۔ رتوندی۔ جالا۔ چشمہ لگانے کی عادت دور کرنے، اور تندرست آنکھ کی پوری حفاظت کرنے مین بیحد مفید ہے" غلط نہین ہے

اس کا ریویو مخدومی جناب مولوی عبد الحلیم صاحب شرر مدظلہ نے اپنے رسالہ "دلگداز" مین جن الفاظ مین کیا ہے اُسکے بعد کسی دوسرے تبصرہ کی ضرورت نہین۔

لیکن چونکہ مین بھی اس سے فائدہ اُٹھا چکا ہون اس لئے امر حق کا اظہار میرے لئے بھی ضروری ہے۔ عرصے سے میری آنکھون کے پپوٹون پر دانے نکل آتے تھے جن سے جو جو تکلیفین ہین قابل بیان نہین۔ صدہا علاج کئے لیکن سب تکلیف دہ اور غیر مفید ثابت ہوئے جس وقت سے مین نے اس سرمہ کا استعمال کیا ہے اُس وقت سے وہ سب تکلیفین رفع ہو گئین۔ اور چونکہ مین سرمہ لگانے کا عادی نہین اس بنا پر اس سرمہ کو مین نے صرف تکلیف کے وقت استعمال کیا۔ اس لئے اب جب کبھی شکایت ہو جاتی ہے تو اس کا استعمال کر لیتا ہون۔ اور چند مرتبہ کے استعمال سے مجھے آرام ہو جاتا ہے۔ اپنے استعمال کرنے کے بعد مین نے اپنے بہت سے دوستون کو منگوا دیا اور اُنکو مفید ثابت ہوا۔

اور میرے خیال مین کسی تصدیق و تحریر کی ضرورت ہی نہین۔ ڈاکٹر صاحب کی تحریر کے مطابق ہر شخص بلا کسی قیمت و خرچہ کے ایک ماشہ سرمہ آزمایش کے لئے منگوا کر خود ہی تصدیق کر سکتا ہے۔ جو بہترین تصدیق ہے۔ اس سرمہ کی قیمت بھی ان خوبیون اور فوائد کے لحاظ سے کچھ زیادہ نہین فی تولہ ایک روپیہ۔ اور مع ایک سرمہ دانی اور سلائی کے ۱۲/ عہ ہے۔

جن اصحاب کو ضرورت ہو، پہلے نمونتاً بلا قیمت و خرچہ منگوائین اگر درحقیقت مفید ثابت ہو تو بہ قیمت منگوائین اور استعمال جاری رکھین ملنے کا پتہ :۔ سلمٰی برادرس، مہتمم اودھ فارمیسی، ہردوئی (اودھ)

(۳) "حرم" پیلی بھیت | نسوانی تعلیم یافتہ دنیا مین غالباً اس خبر کا دلی خیر مقدم کیا گیا ہوگا کہ اعلیٰ ماہوار رسائل مین ایک جدید رسالہ "حرم" کا اور اجرا ہوا ہے۔ "حرم" پیلی بھیت (جو روہیلکھنڈ کے دیگر اضلاع میں بوجہ عدم تعلیم کے ایک پست ترین ضلع ہے) سے جاری ہوا ہے۔ اُسکے تین نمبر ہمارے پیش نظر ہین۔ سب سے پہلا نمبر جو صرف ظاہری شکل و صورت بلکہ بلند و اعلیٰ مضامین کے لحاظ سے بھی ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ یہ نمبر شایع ہوتے ہی ملک کے تعلیم یافتہ طبقہ کی طرف سے اسکا دلی خیر مقدم کیا گیا۔ متعدد مضامین متعدد اخبارات و رسائل نے اپنے یہان نقل کئے، خصوصاً "سرگزشت شمرو بیگم" جو ملک کے ایک فاضل نوجوان ادیب مولوی مسعود الرحمٰن خان صاحب ندوی پیلی بھیتی کے زبردست سحر طراز و مورخانہ قلم کا ایک نمونہ ہے اُس مضمون کو دہلی کے مشہور قدیم رسالہ "صلائے عام دہلی" اور رسالہ "نظر" لکھنؤ نے اپنا یہان جگہ دینے کے علاوہ ملک کے دیگر روزانہ و ہفتہ وار اخبارات نے مناسب و موزون ریویو بھی کیا۔ خواتین کے لئے ایک رسالہ مین جن خصوصیات کی ضرورت ہے وہ بدرجہ اتم اس جدید الاشاعت ہونہار رسالہ مین موجود ہین۔ ہندوستان کی انشا پرداز خواتین مثلاً نذر سجاد حیدر۔ ز۔ ب۔ ن۔ ہمشیرہ محمد رشید زبیری۔ مس ریحانہ طیب جی وغیرہ مستقل مضمون نگار ہین۔ مئی نمبر مین "نذر سجاد حیدر صاحبہ کا ایک مضمون "داماد کا انتخاب" نکلا ہے۔ گو ہمکو بڑی حد تک ایسے عریان اور بائیہ تہذیب سے ہٹے ہوئے مضامین پسند نہین، مگر زبان کی روانی و سلاست دی حد تک موجود ہے جس سے کہنہ مشقی عیان ہے۔ اسی نمبر مین "بیاض چکبست" کے عنوان سے ایک مختصر تمہید کے ساتھ چکبست مرحوم کی بیاض کے چند شعر مولوی مسعود الرحمٰن صاحب ندوی نے درج فرمائے ہین جو پوری دلچسپی سے پڑھنے اور لطف اُٹھانے کی چیز ہین "دوری" "اُردو شاعری اور ہندو عورتین" "مصر کی تمدنی اور اقتصادی حالت پر ایک اجمالی نظر" (نا تمام) اور ایک نظم "تاج" بہترین مضامین ہین۔ اخیر میں ڈاکٹر محمد عبد الغفور صاحب بسمل بریلوی کے قلم سے بطور ضمیمہ پروفیسر براؤن آنجہانی کی ایک نادر و مفید کتاب کا ترجمہ "تاریخ طب اسلامیہ" کے عنوان سے دیا جا رہا ہے اگر یہ چیز تکمیل ہو گئی تو اُردو لٹریچر مین "حرم" کا یہ تنہا کارنامہ ہمیشہ یادگار رہیگا۔ جہان یہ تمام خوبیان ہین وہان بعض معمولی باتون پر بھی ہم محترمہ مدیرہ "حرم" کو معاصرانہ توجہ دلانا اپنا فرض سمجھتے ہین۔ شذرات مین وسعت پیدا کیجئے۔ اخبارات و جرائد مین یہی سب سے زیادہ وزنی و اہم چیز ہوا کرتے ہین۔ مضامین کی ترتیب و سلیقہ بھی بہت ضروری چیز ہے مجھے امید ہے کہ آپ اس طرف بھی کامل توجہ سے کام لینگی۔

بہرحال خدا آپکی مساعی مقبول فرمائے۔ آپنے حرم کو شایع فرماتے ہی ملک کے دیگر نسوانی جرائد مین ایک ممتاز شان قائم فرمالی اور یہی آپکے خلوص و سچائی کا نتیجہ ہے۔ اور جو کی لکھائی چھپائی کے ساتھ ۲ سالانہ مینجر رسالہ "حرم" محلہ منہان پیلی بھیت کے پتہ سے طلب فرمائیے یا پہلے نمونہ ملاحظہ کر لیجئے۔

(وصل بلگرامی ایڈیٹر "مرقع")

اثیم - شاداں - آہ اور حمد

از خامۂ فیض شمامۂ استاذی حضرت حمد مدظلہ

"مرقع" لکھنؤ بابت ماہ فروری سنہ رواں جلد (۱) نمبر (۲) میں جو چند استفسارات منجانب جناب اثیم شایع ہوے تھے اُنکے جوابات مشفقی جناب سید اولاد حسین صاحب شاداں بلگرامی نے ماہ مارچ سنہ رواں کے مرقع جلد (۱) نمبر (۳) میں ارشاد فرمائے تھے - بعد اسکے "اثیم - شاداں اور آہ" کی سرخی کے ایک مضمون جناب منشی ممتاز علی صاحب آہ کا میری نظر سے گزرا، جو صرف استفسار نمبر (۱) و (۳) کی بابت ہے - میرے نزدیک ابھی استفسار نمبر (۱) کا جواب کافی اور قابل اطمینان نہین ہوا - بہ نسبت اسکے تو جناب شاداں بلگرامی کا جواب ایک محققانہ پہلو لئے ہوئے ہے البتہ گنجلک ضرور ہے - گو مجھکو آئے دن کی علالت اور اپنے اشغال ضروری سے فرصت نہین کہ اپنا وقت دوسرے کامون مین صرف کرسکون اسکی معذرت عزیزی وصل بلگرامی سے اُنکے اصرار پر مین شیوع "مرقع" کے قبل ہی کرچکا ہون، یہی وجہ ہے کہ پیارا "مرقع" جو خاص اپنا ہے اسمین میرا کوئی مضمون جو خاص اسکے لئے لکھا گیا ہو - ابتک ناظرین نے ملاحظہ نہ فرمایا ہوگا - مگر بفعل استفسار نمبر (۱) مذکور کے جوابات دیکھکر کچھ عرض کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی - استفسار یہ ہے

(لکھنؤ ہم پر فدا ہے ہم فدائے لکھنو) اس مصرع کے قافیہ فدائے کی طرح اور قوافی مین آئے - جائے - کھائے وغیرہ کے ساتھ برائے "بمعنی واسطے" سوائے "بمعنی بجز" کو ہمقافیہ کیا جاسکتا ہے یا نہین ؟ اور کتابت مین بیاے تحتی ملفوظ قافیہ یاے مجہول لکھی جائے یا ہمزۂ اضافی - بحالت عدم جواز مفصل توجیہ کی ضرورت ہے اور بصورت جواز اساتذہ کے کلام سے مثالین درکار ہین

"بجز حضرت ناسخ"

جواب سے پہلے یہ عرض کردینا ضروری ہے کہ بقول جناب آہ "ہمارے لئے ناسخ مرحوم سے زیادہ اور کون مستند ہوسکتا ہے" بالخصوص میرے لئے کہ جناب بحر مرحوم میرے اُستاد اور حضرت ناسخ مغفور استاذ الاستاذ، مگر اس وقت مین تھوڑی دیر کے لئے تقلید پر تحقیق کو ترجیح سمجھکر جو کچھ میری راے ناقص استفسار مذکور کی بابت ہے اور جسکا مین پابند ہون اُسکا اظہار کرنا چاہتا ہون -

جواب - برائے اور سوائے مین ایک ے ہے انکو باشباع تحتانی بروزن فعولن مستعمل ہونے پر بھی آئے - جائے - کھائے وغیرہ کے ساتھ ہمقافیہ نہ کرنا چاہیے اور نہ کتابت مین دو یے برائے - سوائے لکھنا چاہیے - صرف ایک یے جس طرح اوپر تحریر ہے لکھنا اور اُسکو بحالت اشباع بروزن فعولن سے تلفظ کرنا چاہیے - یہ الفاظ جب مضاف ہوتے ہین تو ان مین اور یاے اضافی نہین بڑھائی جاتی، بلکہ جو یے ان مین موجود ہے وہی اضافت کا کام دیتی ہے اور بحالت اشباع وہی یے پڑھی جاتی ہے استعمال فرس سے یہ بات بخوبی ثابت ہے بعض اس صورت مین اس پر ہمزہ بھی بنادیتے ہین جسکو چاہے اضافی سمجھ لو، مگر کتابت مین دو یے یعنی برایے - سوایے نہین لکھتے - علاوہ انکے الفاظ فدا - خطا - سزا - اور ادا وغیرہ جنکے آخر مین الف ہے جب مضاف ہوتے ہین تو صرف ایک یاے اضافی اُن مین زیادہ کی جاتی ہے اضافت کے لیے ایک یے سے زیادہ ہونا فارسی مین کہین ثابت نہین ہوتا - بحالت اشباع انکی یاے اضافی کی بھی وہی صورت ہوتی ہے جو اوپر بیان ہوئی اسیطرح جن الفاظ کے آخر واو ہے اُنکو مضاف بنانے کی حاجت ہو تو اُسکے نیچے اضافت کا کسرہ لگایا جاتا ہے،

اور اشباع کی صورت مین وہی کسرہ پُر پڑھا جاتا ہے مثلاً روئے یار بے اشباع بروزن فعلات اور روئے یار باشباع بروزن مفاعیل ایسی حالت مین بعض ناواقف کاتب جو یے لکھ دیتے ہین غلط ہے - البتہ جب واو مین کسرے سے اضافت نہ ظاہر کی جاے تو اسکو بدستور ساکن بحال رکھکر ایک یے اضافت کی مثل الفاظ مسطور الصدر آخر الالف کے بڑھا دی جاتی ہے جیسے روے یار بروزن فاعلات - اور اگر اس حالت مین اشباع کی ضرورت ہو تو وہی الفاظ آخر الالف کی طرح اسی یے کا اشباع ہوکر روے یار بروزن مفعولات پڑھا جائیگا - زیادہ سے زیادہ ایک ہمزہ اس پر بھی بنا دیا جائیگا، مگر دو یے اس شکل سے "روئے یار" ہرگز نہ لکھی جائینگی اور نہ ایسے الفاظ کسی ایسے اردو لفظ کے ساتھ ہمقافیہ ہونگے جسکے آخر مین واو کے بعد دو یے ہون - یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ یاے اضافی کے اشباع کی حالت مین ایک یے اور اشباع کے حق کی بڑھ جاتی ہے - ہرگز نہین - بلکہ وہی ایک یے اشباعی کسرۂ اضافت کی طرح سیر پڑھی جاتی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا -

اشباعی کسرۂ اضافت کی حالت اُن الفاظ مین ملاحظہ کرنے سے صاف معلوم ہوگی جنکے آخر مین علاوہ حروف علت یا ہاے مختفی کے کوئی دوسرا حرف ہے، مثلاً دل، سر، قلم، اور سنگ وغیرہ مین بحالت اضافت کسرہ دیا جائیگا، اور اشباع کی صورت مین وہی کسرہ پُر تلفظ مین آئیگا - کتابت مین دلے غمگین - سرے بلند قلمے سیاہ اور سنگے سخت ہا زو یا د تحتانی نہ لکھا جائیگا، اور نہ ایسے الفاظ کے ساتھ قافیہ کیا جائیگا، جنکے آخر مین یے ہو - لمختصر فارسی الفاظ آخر الالف کے بعد یاے اصلی ہو یا زائد یا اضافی، ہر صورت مین ایک ہی ہوتی ہے بحالت اشباع دو کا وجود ثابت نہین -

اب آئے - جائے - کھائے وغیرہ کی حالت ملاحظہ ہو - ان مین دو اول تو آخر والے مصادر اردو آنا کھانا کے جمع مذکر غائب نہی مطلق اور نیز واحد غائب و حاضر مضارع کے صیغے ہین - اور درمیان کا لفظ مصدر جانا کا صرف واحد غائب و حاضر مضارع ہے - ان سب کے آخر مین دو یے ہین - کیونکہ جمع مذکر غائب نہی مطلق اردو مین صیغۂ واحد غائب کے آخری الف کو یاے مجہول سے بدل کر بنجاتا ہے، جیسے دوڑا واحد، دوڑے جمع، چلا واحد، چلے جمع اسی طرح آیا واحد - آئے جمع، کھایا واحد، کھائے جمع - ان مین ایک یے تو پہلے ہی سے الف آخر کے ماقبل موجود تھی اور جمع کی حالت مین از روے قاعدہ الف آخر یے سے بدل کر دو یے ہو گئین اور بول چال کے مطابق یاے اول پر ایک ہمزہ بنا دیا گیا تاکہ تلفظ صحیح ہو سکے - کتابت مین دونون یے موجود رہین نہ موجود رہنے کی کوئی وجہ نہین - اور مضارع ہونے کی حالت مین یہ سب اصل مین متقدمین کی زبان پر آوے - جاوے - کھاوے تھے - حضرت ناسخ مغفور نے انکو اور مضارع کے ایسے جملہ صیغون کو غیر فصیح ٹھہرا کر واو ماقبل یا کو یے سے بدل دیا اور اس پر بلحاظ فصاحت ایک ہمزہ بنا کر آئے، جائے، کھائے، پائے، لائے، وغیرہ مستعمل کیا - فی زماننا یہی مستعمل اور واو سے لکھنا اور بولنا بالکل متروک ہے - پس دو یے اس صورت مین بھی رہین - ایک پہلے والی آخری اور دوسری قائم مقام واو کی ان دونون مین بھی کسی کے غائب ہو جانے کی کوئی وجہ نہین -

غالباً اب اس بات کا پورا اطمینان ہوگیا کہ برآے - سوآے فدآے وغیرہ مین ایک ہی یے ہے - اور آئے - جائے، کھائے وغیرہ مین دو - پس اُن کا اِنکا قافیہ کیونکر درست ہو سکتا ہے - جاے غور و انصاف ہے کہ آئے - جائے، کھائے وغیرہ قافیون مین الف ردی ہے - یاے اول وصل اور یاے دوم خروج - اور برآے، سوآے فدآے وغیرہ مین صرف ایک یے "خواہ بے اشباع ہو یا باشباع"

وصل ہے - خروج ندارد - خیال کرنا چاہیئے کہ ایک ہی کلام مین کسی قافیے کے آخر خروج کا ہونا اور کسی مین نہ ہونا قافیے کے معیوب ہونے کی دلیل ہے یا نہین - انہین وجوہ سے مین ایسے قافیون کو معیوب بلکہ غلط سمجھتا ہون اور اکثر فصحاے حال محترز ہین - متقدمین نے بحالت اشباع صرف تلفظ ظاہری کے لحاظ سے ایسے قافیے باندھ ڈالے اور متوسطین و متاخرین کے کلام مین جہان ایسی مثال ملے وہ از روے تقلید ہے نہ از روے تحقیق -

اب ایک امر ضروری قابل گزارش اور ہے وہ یہ ہے کہ متقدمین، متوسطین اور متاخرین سبنے آئے، جائے، کھائے وغیرہ کو تصرفاً ایک یے کی تخفیف سے بھی صحیح مانا ہے یعنی آے جاے، کھاے وغیرہ بروزن فاع - جسکے کلام مین دیکھیے کثرت سے ملیگا اور اس صورت مین انکو براے، سوکھے، فداے اور ترزاے وغیرہ کے ساتھ ہمقافیہ کرنا بالکل صحیح اور جائز ہے - کیونکہ ایک یے کی تخفیف سے وہ عیب قافیے مین نہین باقی رہتا جو اوپر مذکور ہوا -

جناب آہ صاحب کی رائے بھی مقلدانہ ہے اور صرف تقلید ہی کو انھون نے اپنی رائے کی تائید مین کافی سمجھ کر چند اساتذہ کی مثالین تحریر کردین مگر ایسے قافیون کے جواز کی بابت کوئی محققانہ بحث سے مستفید نہ فرمایا - مثالون مین بھی میرے نزدیک حضرت ذوق و داغ و سحر کے اشعار جن مین حنائی، خودنمائی پارسائی، شیدائی، توانائی، اور جدائی کو سنائی، کھائی، دہائی پائی اور آئی کے ساتھ ہمقافیہ کیا گیا ہے - حضرت اثیم کے استفسار کے متعلق ہی نہین اور باقی جتنی مثالین دی گئین وہ بھی مستفسر صاحب کے سوال کے منشا کے مطابق نہین بلکہ انکی صورت دوسری ہے جو مین نے اپنی بحث کے آخر مین عرض کردی ہے یعنی آئے - جائے - کھائے وغیرہ کا ایک یے کی تخفیف کے ساتھ بروزن فاع استعمال اور براے سواے وغیرہ کے ساتھ انکے ہمقافیہ ہونے کا جواز اس مین کسی کو تامل ہی نہین - صرف ایک امیر مینائی مرحوم کی مثال جناب آہ کی رائے کی موید ہو سکتی ہے جو محامد خاتم النبیین انکے پرانے نعتیہ کلام سے لی گئی ہے اور جسکو مین اوپر از روے تقلید کہہ چکا ہون - فی زمانہ ایسے قافیے متروک ہین - جن اصحاب کو اس فن کا ذرہ تحقیق کا علم نہین یا پرانی لکیر کے فقیر ہین سوا انکے کسی کے کلام مین نہ ہونگے -

اب گزارش ہے کہ چونکہ مستفسر صاحب نے اپنے استفسار مین قوافی مذکور الصدر کے عدم جواز کی حالت مین مفصل توجیہ کی ضرورت ظاہر کی ہے اس لئے مجبوراً تفصیل توجیہ مین مجھسے بھی طوالت ہوگئی - خصوصاً پسندون سے اسکی معافی کا خواستگار ہون -

ہیچمرز احمد

حضرتِ ناطق کی غزل پر جناب آثر کا تبصرہ

(از جناب مرزا جعفر علی خان صاحب آثر لکھنوی بی۔ اے، ڈپٹی کلکٹر)

مخدومی جناب مولانا حکیم ابو العلا سید **سعید احمد** صاحب **ناطق** لکھنوی (مقیم کلکتہ) اور معظمی جناب **مرزا جعفر علی خان** صاحب **آثر** لکھنوی۔ بی اے ڈپٹی کلکٹر (اناو) کے درمیان جو خط و کتابت عرصے سے جاری ہے۔ اسمین جسکا بڑا حصہ۔ اُردو لٹریچر کا ایک نایاب ذخیرہ ہے۔ "**مرقع**" کی خوش نصیبی سے جناب آثر کے ایک خط کی خبر مجھکو مل گئی جسمین حسن اتفاق سے حضرتِ **ناطق** کی اُس غزل پر تبصرہ ہے جو جناب ممدوح نے اپنے دست و قلم سے لکھکر "مرقع" کے لئے عنایت فرمائی تھی اور جسکی ایک نقل جناب آثر کو بھی بھیجی گئی تھی۔

مذکورۂ بالا خط مجھے تلاش و جستجو سے حاصل ہوگیا۔ جو درج ذیل ہے۔

جناب **آثر** کو جو مرتبۂ کمال نقد و تبصرہ مین قدرت کی طرف سے عطا ہوا ہے خاص اُنکا حصہ ہے۔ جناب **آثر** جس چیز پر تبصرہ فرما دیتے ہین اُسکے بعد پھر شاید ہی کوئی معنوی نکتہ باقی رہ سکتا ہے۔ مگر دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جس مرتبہ کی غزل ہے اُسی مرتبہ کا تبصرہ بھی ہے۔ اُردو زبان ایسی ہستیون پر جسقدر فخر و ناز کرے بجا ہے۔ (**اڈیٹر**)

اناؤ - ۱۲ جولائی سنہ ۱۹۲۶ء

محب محترم - تسلیم

محبت نامہ ملا۔ ا ٓپکے اس خط کے گم ہو جانے کا بہت افسوس ہے کیونکہ موجودہ تحریر مین جن مباحث کی طرف آپنے صرف اشارہ کیا ہے نہایت دلچسپ اور اہم ہین اور اُسی کے ساتھ ساتھ مفید۔ اُن صاحب سے دریافت کیجئے۔ شاید وہ ڈاک مین چھوڑنا بھول گئے ہون اور خط اُنکے پاس موجود ہو، ورنہ مکمل مضمون نہین تو ایک خاکہ دوبارہ ضرور مرتب کیجئے مگر مضمون اِس قدر وسیع اور نفسیات کے ایسے ایسے نازک مسائل پر مشتمل ہے کہ عام لوگ لطف اُٹھانا تو کیسا سمجھ بھی نہ سکین گے .....

آپ فرماتے ہین کہ مین شاعری مین پنشن کے قابل ہوگیا مگر مجھ سے پوچھیے تو آپ کو شاعری و نقد و تبصرہ کے سوا اور کوئی دنیوی کام کرنا ہی نہ چاہئے۔ آپ اسی لئے خلق ہوئے ہین اور اُردو کو نہ معلوم کس مرتبہ پر پہونچا سکتے ہین مگر یہ بھی اُس زبان کی بدنصیبی ہے کہ آپکو مکروہات زمانہ فرصت نہین دیتے۔

آپکے اشعار اس پایہ کے ہوتے ہین کہ زبان و بیانِ معانی مین اپنا مثل نہین رکھتے اگرچہ میرا یہ عرض کرنا "چھوٹا مُنہ بڑی بات" کا مصداق ہے۔ سادہ الفاظ مین اس قدر گہرے معنی اور اتنا تنوع میری نظر سے نہین گزرا۔ یہ درجہ میرے نزدیک سہل ممتنع سے بھی بڑھا ہوا ہے جسمین سادگی و تنوعِ معانی لازمی ہے مگر گہرائی لابد نہین۔ جب اِس صنعت کا بھی اضافہ ہو تو شعر کی بلاغت کا اندازہ قریب قریب ناممکن ہے۔ آپکے آٹھ شعرون مین کس کس کے متعلق لکھون،

اور کیا لکھون - میرا مطالعہ ناقص، میری نظر محدود ع

(دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسن تو بسیار)

تاہم اِس قدر خوبیان نظر آتی ہین کہ ہر شعر کے متعلق کچھ نہ کچھ لکھنے کی ہمت کرتا ہون ؎

آنکھون مین جو آنسو کا قطرا نظر آیا ہر ۔۔۔ اِس قطرے سے ہر صحرا دریا نظر آیا کر

اولاً میرا دعوی ہے کہ جو شخص فصاحت کے آخری مدارج طے نہ کر چکا ہو وہ لفظ قطرہ کو اس خوبی سے مکرر استعمال نہین کر سکتا یہان محض تکرار لفظی نے قطرے کو دریا کی اہمیت دیدی، اور یہی آپکا مقصود تھا - ساتھ ہی ساتھ علم النظر کا ایک مسئلہ نظم ہو گیا - جب آنکھون مین آنسو بھرے ہون تو سوا انکی ضو کے اور کچھ نظر نہ آئیگا اور جب اس ضو کا تصادم صحرا کے درخشان ذرون سے ہوگا تو یقیناً وہ صحرا ایک موج زن دریا کا نظارہ پیش کریگا -

مصرع ثانی مین لفظ "سے" دو معنی پیدا کرتا ہے - ایک تو یہ اِس قطرۂ اشک کی "عینک" سے سب پانی ہی پانی نظر آتا ہے - دوسرے یہ معنی ہین کہ اِس قطرۂ اشک مین وہ طوفانی مادہ ہے کہ گو اِس وقت فی الواقع صحرا دریا نہین ہے مگر مجھکو اس ایک قطرۂ اشک کو دیکھتے ہی دکھائی دیتا ہے کہ صحرا دریا ہے - سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قطرۂ اشک مین یہ قوت جذب و انعکاس کہان سے آئی ؟ جہان سے خود اشک آیا اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ یہ خلاصہ ہے اُس طوفان حسرت و ارمان کا جو سینہ مین برپا تھا - جب اِس ایک قطرۂ اشک مین اسقدر طاقت ہے، تو اُس دریاے بیکران حقیقت کا تصور کون کر سکتا ہے جسکے ایک پرتو نے ہر قطرۂ اشک مین ایک ایسی تجلی بھر دی ہے کہ خود اُسکو بحر آفرین بنا دیا - اِسی سے یہ مطلب بھی نکل آیا کہ قطرہ و دریا ایک ہین - قطرے مین دریا کی وسعت اور دریا مین اس قدر سمٹنے کی قدرت ہے کہ باوجود اپنے تمام اوصاف و پہنائی کے قطرہ نظر آتا ہے یعنی قطرہ و دریا مین کوئی امتیازی شان نہین بلکہ ایک ہی حقیقت کے دو مختلف رُخ ہین - کاش آپکی طرح تصوف کے مسائل سے واقف ہوتا تو اس مطلع مین ایک اعجاز شاعری دکھانے کی کوشش کرتا - وصل و ہجر دونون عاشق کے تابع ہو گئے ہین ! بلکہ دونون ایک کیفیت اور ایک ہی حالت مین ممکن ہو گئے - اشک صحرا بھی ہے اور دریا بھی اور ایک ہی وقت مین - صحرا منزل ہجر ہوئی اور دریا (جوش و ترنم کے لحاظ سے) منزل قرب یا وصل - لہذا وصل بھی ہے اور ہجر بھی - مدار دونون کا عاشق کی مرضی پر ہوا جسکی نشانی دل ہے جو گداختہ ہو کر قطرۂ اشک مین منتقل ہو گیا اور حسب منشا جو کیفیت چاہی طاری کر دی - عجیب و غریب مطلع کہا ہے - اسکی ٹکر کا دوسرا مطلع کہنا آپ ہی کا کام تھا - ؎

دریا مین ہر اک قطرہ دریا نظر آتا ہے ۔۔۔ ہر بزم مین وہ مجھکو تنہا نظر آتا ہے

وحدت الوجود کے علما و شیوخ نے خالق کی مثال دریا سے اور مخلوق کی قطرون سے دی ہے - سالکان نکتہ رس دریا مین قطرون کا بھی حس رکھتے ہین یعنی ہر فرد کا - کیونکہ بغیر تخیل کثرت کے وحدت کا وجود علم مین نہین آسکتا - مطلب یہ ہے کہ دریا کا ایک ایک قطرہ دریا مین دریا نظر آتا ہے جو قطرہ دریا مین ہے وہ بالبداہتہ دریا ہے اب وہ قطرہ قطرہ ہی نہین رہا - جب دریا مین قطرے کا تصور کیجئے تو جو نسبت قطرہ و دریا مین محسوس ہوتی ہے وہی نسبت جملہ افراد بزم عالم کو صاحب محفل یعنی معشوق حقیقی سے ہے - دریا مین قطرون کا وجود صرف تصور سے پیدا ہو سکتا ہے واقع مین قطرے کا کوئی جداگانہ وجود نہین بلکہ اِس مجموعۂ کثرت کی وحدت کا نام دریا ہے اسی طرح ہر بزم مین افراد بزم کا وجود حقیقت مین نہین ہے بلکہ اُسی ایک ذات کا ہے اور جس طرح قطرون کا وجود دریا مین خیالی ہے اسی طرح بزم عالم مین افراد عالم کا وجود محض اعتباری و خیالی ہے

بلکہ ان افراد کے مجموعۂ کثرت کا وجود صرف واحد و جیدا ور ذات احدیت ہے۔ ظاہر بین نگاہیں قطرہ و دریا اور محفل و صاحب محفل مین وجہ شبہہ دریافت کرینگی۔ میرا جواب یہ ہے کہ وجہ شبہہ اجتماع ہے اور با وجود اجتماع قطرات و افراد نفی وجود قطرات و افراد۔ دریا مین قطرے ہین مگر نہیں ہین صرف دریا ہے۔ افراد ہین اور جو ہر فرد تاہم افراد نہین ہین تنہا وہی ہے۔ نہایت نازک و بلیغ مطلع ہے پہلے مصرع کی ترتیب الفاظ ایسی ہے کہ اِس نے اسکو بالکل نیا کردیا۔ جس نے کہا ہے قطرے کو دریا مین شامل ہونے کے بعد فنا یا محو سمجھا ہے مگر آپ فرماتے ہین کہ دریا مین ہر اک قطرہ دریا نظر آتا ہے۔ ہستی قطرہ باقی بھی ہے اور نہین ہے کیونکہ دریا نظر آتا ہے۔ ردیف کی مضبوطی کی تعریف بیکار ہے۔ فی الحقیقت اسی نے میرے خیال کو اُس مطلب کی طرف دوڑایا جو ایک ناتمام طریقہ سے اوپر بیان کیا گیا۔

جتنے ہین فریب اُسکے روشن ہوئے سب لیکن　　مجھکو تو کچھ اِسمین بھی دھوکا نظر آتا ہے

پہلے تو اِس قافیہ کے ساتھ ردیف کو صحیح استعمال کرنے پر مبارکباد قبول کیجئے۔ چند مستثنیات کے علاوہ جن صاحبان نے مشاعرہ مین یہ قافیہ کہا، ردیف تشریف لے گئی۔ خود اصغر صاحب کے مطلع مین ردیف "لٹی سے چپکی ہوئی ہے"۔ فرماتے ہین ؎

جو نقش ہے ہستی کا دھوکا نظر آتا ہے　　پردے پہ مصور ہی تنہا نظر آتا ہے

خدا کے لئے جب پردے پہ مصور ہی تنہا نظر آتا ہے تو جو نقش ہے ہستی کا وہ دھوکا ہے یا دھوکا نظر آتا ہے۔ مین نے انہین دشواریون کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ قافیہ نہین کہا۔

ندرتِ ادا نے آپکے شعر مین مزہ اور اثر پیدا کردیا اسی کو نظم کا سلیقہ کہتے ہین ورنہ ظاہر ہے کہ مضمون پامال ہے۔ انداز بیان نے شعر کے معانی کو بھی بلند کردیا۔ اُس فریب کی کیا تعریف ہو سکے جسکے افشا ہو جانے پر بھی بدگمانی قائم رہے کہ خدا جانے اس فریب مین بھی تو فریب نہین ہے۔ ورنہ ایسا پرکار اتنی سادگی کیون اختیار کرتا کہ تمام فریب ظاہر ہوگئے۔ لہٰذا اسمین بھی کوئی گہری سازش معلوم ہوتی ہے۔ جس شخص کو ایسے شوخ رنگ تغزل پر قدرت ہو اور وہ کہے کہ مین بندش کے قابل ہوگیا تو اسکا جواب سوا اسکے کیا دیا جائے کہ ع

مجھکو تو کچھ اس مین بھی دھوکا نظر آتا ہے

در اصل نئے نئے جادو شعر کے قالب مین ڈھل رہے ہین ؎

وسعت نظری میری پیمانۂ منزل ہے　　ہر ذرہ مسافت مین صحرا نظر آتا ہے

وسعت نظری کو پیمانۂ منزل کہنا اعجاز شاعری ہے۔ ذرہ مین استعداد مسافت پیدا کرنا سحر حلال ہے، پورا شعر بندش مین لاجواب اور تاثیر کا طلسم ہے۔ معانی کی وسعت کے سامنے پیک خیال تھک کر گر پڑتا ہے۔ اللہ ری عشق کی دقت پسندی اور شوق کی فراوانی کہ ہر ذرہ مین ایک صحرا کی مسافت ودیعت کرکے بادیہ پیمائی کرتا ہے۔ نامحدود سے ملنے کی تمنا ہے جسکے مقابلہ مین "ماہیت دو عالم کھاتی پھرے ہے غوطے" یعنی کوئی چیز نہین لہٰذا اس نامحدود سے ملنے کے قابل کس طرح ہو؟ وسعتِ نظر نے ہر ذرہ مین ایک صحرا کی مسافت پنہان کردی۔ ہر ذرہ مین منزل کی شان ہے۔ اور عشق برہنہ پا اُس راہ فنا کا سالک ہے جسکو صحرا سے تعبیر کیا۔ وسعت نظری تلاشِ حقیقت کی شاہراہ ہے جسکی دشواریون کی طرف اس مبیع انداز سے اشارہ کیا گیا ہے۔ ؎

اشکون کا یہ عالم ہے ہر پارۂ دل میرا　　دریائے محبت مین ڈوبا نظر آتا ہے

غمِ عشق مین دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور خونِ حسرت پر ایک سیلاب اشک اُمڈا جسمین وہ جوش و خروش ہے کہ پارہائے دل کو بھی اپنے ساتھ بہائے لئے جاتا ہے۔ پہلے مصرعہ مین لفظ عالم اِس خوبی سے صرف ہوا ہے کہ اُس نے مبالغہ کا زور کم کردیا اور اسی کے ساتھ ہر اشک کو دریائے محبت اور ہر پارۂ دل کو ایک سفینہ بنا دیا جو اس طوفانِ بلا کے تھپیڑے کھا رہا ہے۔ عالم دریا سے کہین وسیع ہے۔ اشکون کا مجموعہ عالمِ اشک ہوا اور اس عالم کا ہر

قطرہ ایک دریا - گویا تمام عالم عالمِ آب ہے جسکا آشنا و رہبارہ دل کے سوا
کوئی نہین - لفظ ڈوبا اپنے دونون معنی دے رہا ہے - ایک تو سرشار
(مثلاً وہ عرفان مین ڈوبا ہوا ہے) اور دوسرے غرق ہونا - اور کمال یہ ہے
کہ ایہام نے بجائے کمزوری و اغلاق کے شعر مین قوت اور معانی
مین وسعت پیدا کی اور ردیف کو تو ایسا چمکایا کہ باید و شاید - ہر جھونکے
مین یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب سفینۂ دل ڈوبا مگر پھر موج دریا کا مقابلہ کرکے
سطح پر نمودار ہوتا ہے (ڈوبا نظر آتا ہے یعنی معلوم ہوتا ہے کہ بس اب ڈوبا)

دل نے تو سوا اُسکے دیکھا کسی کو بھی　　آنکھون کو خدا جانے کیا کیا نظر آتا ہے

انسان کا تجربہ خارجی اشیا سے شروع ہوتا ہے اور جب ایک خاص
درجہ تہذیب شعور کا حاصل ہوجاتا ہے تو مطالعۂ نفس کی طرف توجہ ہوتی
ہے - ایک کا آلہ آنکھین ہین اور دوسرے کا دل - آنکھون نے جلوۂ کثرت
دکھایا، دل نے تجزیہ کرکے ہر جلوے کو جلوۂ وحدت مین منتقل کردیا -
محاورہ خدا جانے نے شعر مین عجب مزہ پیدا کردیا اور معانی مین بھی
اضافہ ہوا - دراصل وہی وہ ہے یہ شوق دیدار ہے جو اپنی تکمیل کے
لئے اُسکو مختلف صورتون مین متشکل کرکے اپنی تسکین کی ناکام کوشش
کرتا ہے

لہراتی ہے اک بجلی سینے کے حجابون پر　　جنبش مین حرم کا جب پردا نظر آتا ہے

بخدا یہ شعر پڑھ کر بے اختیار سجدے مین گرنے کو جی چاہتا ہے -
لفظ لہراتی کا ایسا نادر استعمال مین نے دیکھا نہ سنا - ادبِ اردو مین ایک
بیش بہا اضافہ ہے - پردے کی جنبش اور برق کی لہر اُسکی متواتر تسکین
اور بجلی کی رو - پھر سینے کے حجابات غشا جو کہ دل کو محیط ہین اور دل
سراپردۂ محبت و دست میرے لئے ناممکن ہے کہ اس شعر کی پوری داد
دے سکون - یہ قسم عرض کرتا ہون کہ شعر کے مطالب پر ذرا غور کیا اور
کوئی کلیجا مسلنے لگا - آپ نے شعر مین وہ بجلیان بھر دی ہین کہ جو سامع کو
فوراً ہلاک کرنے کے بجائے اُسکے دل و دماغ کو بیکار و معطل کر دیتی
ہین - شاید کوئی زبان ایسا شعر ایسی کیفیات گوناگون سے لبریز
پیش نہین کر سکتی ہے

لہراتی ہے اک بجلی سینے کے حجابون پر　　جنبش مین حرم کا جب پردا نظر آتا ہے
کیونکر ہو بیان ناطق کیفیتِ نظارہ　　الفاظ نہین ایسے جیسا نظر آتا ہے

دلِ پرشوق پر ہنگام نظارہ جو حیرت طاری ہوتی ہے تمام نقش و
نگار کو محو کردیتی ہے - صرف ایک تجلی باقی رہ جاتی ہے - ظاہر ہے کہ اس
کیفیت کی مصوری الفاظ مین ممکن نہین حالانکہ الفاظ ہی آلۂ اظہار خیال
و جذبات ہین -

خاکسار
اثر

تغزل

جناب افتخار الشعراء عباس الملک خان بہادر حضرت مضطر خیرآبادی تعلقدار گنگ

بت میں بھی ترا یارب جلوا نظر آتا ہے
بتخانے کے پردے میں کعبا نظر آتا ہے

اِک قطرۂ مے جب سے ساقی نے چکھایا ہے
اُس روز سے ہر قطرہ دریا نظر آتا ہے

معشوقِ حقیقی نے لاکھوں کو بلا بھیجا
اِس پر بھی ہمیں ابتک تنہا نظر آتا ہے

عشق اور کہیں لے چل، یہ دیر و حرم چھوڑو
ان دونوں مکانوں میں جھگڑا نظر آتا ہے

معشوق کا درجہ تو دیکھے کوئی محشر میں
اللہ بھی مجنوں کو لیلےٰ نظر آتا ہے

ساقی کی محبت میں دل صاف ہوا اتنا
جب سر کو جھکاتا ہوں شیشا نظر آتا ہے

مضطر مری آنکھوں پر وہ دستِ ادا رکھے
پھر مجھ سے وہ یہ پوچھے اب کیا نظر آتا ہے

جناب مولوی عبد اللہ عبد الواسع صاحب عبد از نوابآباد کراچی

نظر کے سامنے ای کاش ہر دم تیرا جلوا ہو
نہ دوزخ ہو نہ جنت ہو نہ عقبیٰ ہو نہ دنیا ہو

ادھر بسمل سسکتا ہو اُدھر قاتل تڑپتا ہو
خداوندا سرِ مقتل جو ایسا ہو تو اچھا ہو

بتا زاہد کہ پھر تو کیا کرے گر سامنے تیرے
رکھی ہوی دھرا ہو شیشا ساقی جلوہ فرما ہو

ہر اک شے میں کسی کا جلوہ آئے گا نظر تجھکو
اگر ہے دیدۂ بینا تو سرگرمِ تماشا ہو

بہت ہی لطف سے ایام گزریں زندگانی کے
بغل میں ساقیِ رنگیں ادا ہو ابر چھایا ہو

جو کہتا ہوں کہ ملنے کی کوئی تدبیر تم سوچو
تو وہ کہتے ہیں کیا تیری بدولت کوئی رسوا ہو

پسِ پردہ یہ تاثیرِ تجلی ہے کہ بیخود ہوں
وہ پردے سے نکل آئیں تو پھر کیا جانیے کیا ہو

مزا جب ہے کہ ہو شہرت تری محمل نشینوں میں
ہر اک سو دشت پیماؤں میں بس تیرا ہی چرچا ہو

وجودِ اعتباری سے اگر قطعِ نظر کر لوں
جدھر دیکھوں اُدھر حسنِ حقیقی آشکارا ہو

رہو اے عبد ہمچشموں میں اپنے سب سے بالاتر
شفیق جونپوری سے جو تم نے فیض پایا ہو

جناب نواب سید محمد شفیع صاحب شیدا لکھنوی

بتخانے میں بھی تیرا جلوا نظر آتا ہے
جو بت نظر آتا ہے یکتا نظر آتا ہے

ہم دیکھتے ہیں دل میں اُنکے رخِ روشن کو
کچھ طور پہ تمکو بھی موسیٰ نظر آتا ہے

دل تھام کے متوالے رہجاتے ہیں اے ساقی
میخانے میں جب ٹوٹا شیشا نظر آتا ہے

یہ راہِ محبت ہے ہیں شاہ و گدا یکساں
اِس کوچے میں جو آیا رسوا نظر آتا ہے

پھر چاہنے والوں کو الزام بھی دے دینا
آئینے میں دیکھو تو کیا کیا نظر آتا ہے

طغیانیِ غم دیکھیں عاشق شبِ فرقت میں
ہر اشک کے قطرے میں دریا نظر آتا ہے

میں شوقِ شہادت میں کیوں تر نہ کروں اُسکو
مدت سے لبِ خنجر سوکھا نظر آتا ہے

جادو تری آنکھوں کا چلتا ہے یہاں جی کا
اعجازِ مسیحا بھی ادنےٰ نظر آتا ہے

یہ جوشِ جوانی ہے یا گرمیِ نظارہ
دل دیکھنے والوں کا اٹھتا نظر آتا ہے

کیوں ہم نہ کہیں تمکو یکتائے جہاں تم ہو
جب ہر قدِ موزوں کا سایا نظر آتا ہے

امسال بہار آئی کس جوش سے اے شیدا
رنگ اپنی طبیعت کا بدلا نظر آتا ہے

جناب سید جان نثار حسین صاحب اختر خلف صغیر جان بہادر حضرت مضطر خیرآبادی

ہر آنکھ کو کب تیرا جلوا نظر آتا ہے
غفلت کا ہو جب پردا پھر کیا نظر آتا ہے

جس روز سے ساقی نے مے مجھکو پلا دی ہے
میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیا کیا نظر آتا ہے

مالک کی خوشی میں چلنے کی ضرورت ہے
اللہ مجھے بالکل تنہا نظر آتا ہے

نیرنگیِ وحدت بھی شامل ہے محبت میں
ہر نقشے میں تیرا ہی نقشا نظر آتا ہے

آنکھیں تو محبت کی لیلونگا مگر پہلے
اس بات کو جانچونگا کتنا نظر آتا ہے

دیوانۂ گیسو کی نظریں تو کوئی دیکھے
میدانِ قیامت بھی چھوٹا نظر آتا ہے

اختر ہوں محبت کا میں عرش پہ چمکوں گا
تاروں سے مرا درجہ اونچا نظر آتا ہے

محبت کا تاجر جوگی

(از جناب شاہ محمد نذیر صاحب ہاشمی غازیپوری)

مین دل بیچتا ہون مین جان بیچتا ہون
مین ہستی کی ساری دکان بیچتا ہون

بعض لوگ دنیا مین اپنی ہستی کا غلط استعمال کرتے ہین اور غلط مصرف اور غلط موقع زندگی کے سبب سے وہ دنیا کے مشاہیر ناکام مین شمار کئے جاتے ہین ایک شخص جسکو شاعر کی حیثیت سے دنیا مین مشہور ہونا تھا تفاوت احوال سے سپاہی ہوکر کسی وادی یا میدان مین مرجاتا ہی - ایک شخص جسکو کسی کے شمع حسن پر پروانہ ہوکر عشق مین مرنا تھا وہ تخت و تاج کا وارث ہوکر قید و بند آہنین مین رہتا ہی اور بالآخر نامراد ناکام ہوکر دنیا سے رخصت ہوتا ہی - اکثر احباب کی زندگی کے خشک اور آسیا سا مشاغل مین بھی دل و دماغ کے جوہرونکی جھلک پائی جاتی ہی جو اگر موقع اور مصرف صحیح کی ممنون ہوتی تو غالباً شاعر - موجد و مصنف کی حیثیت مین ہمیشہ یادگار رہتی مہاراجہ صاحب اندور جو ابھی ابھی تخت و تاج سے دست بردار ہوچکے ہین انھین مشاہیر مین ہین جو اگر شاہ وشی اور ریاست آرائی کے لوازمات سے مستغنی ہوتے تو نمایاً مصور - شاعر - یا اور کسی مجدد موسیقی کے نام اور کمال کیساتھ دنیا مین ہمیشہ مشہور رہتے - اسیطرح بہت سے مشاہیر اولستان جذبات جنکے نقوش و افکار معانی سے کتابین مزین ہین ایسے اہل ہوسکتے تھے کہ وہ فوج کے سپہ سالار یا فاتح ہوتے اور بجائے قلم کے سیف کے نشان بردار ہوتے مگر قدرت کی زبردستی نے انکو ہمراہ ذرا اتفاقات زندگی مین ایسا مجبور کردیا کہ وہ کاغذ اور قلم کے بندے بنگئے مہاراج سنہ ۱۹۱۱ء مین نابالغ کی حیثیت سے تخت نشین ہوئے تھے اُسیوقت لوگون نے تاڑلیا تھا کہ اِس نوجوان والی ریاست مین کچھ غیرمعمولی باتین اور بے چین رکھنے والی ادائین ہین - نوجوان صاحب تخت و تاج کی بعض حرکتون کو دیکھکر انکو مراقی یا وحشی سمجھتے تھے حقیقتاً وہ ایسے نہ تھے عام نگاہون نے انکو خبطی اور وارفتہ خیال کیا - مگر واقعتاً وہ بہت گہرے جذبات اور برق ریز تاثرات کے آدمی ہین - شاہی خاندان مین ہونیکا شرف نہوتا تو عام سطح انسانی پر آکر وہ اپنے مناسبات - میلانات اور خیالات سے دنیا مین ادیب - شاعر اور نغمہ نواز کی شان مین جلوہ گر ہوتے - اسوقت وہ ۳۵ سال سے زائد نہین ہین ابھی وہ چھوٹے تھے کہ ایک روز اندور کے شاہی باغات مین سے ایک مین سیر کنان تھے - اُنکی نظرین یکایک ایک مرجھائے ہوئے گلاب کے پھول پر پڑین - وہ اُس مرجھائے ہوئے پھول کے پاس جو سرنگون تھا اکر کھڑے ہوگئے - اُسکو تادیر دیکھکر ٹھنڈی سانس بھرنے لگے - کئی بار اپنے ہاتھون سے اُسکو چھونے کی کوشش کی لیکن پھر ایک خیال نے انکو باز رکھا - انھون نے یہ سمجھا کہ ایک محبوب خوبصورت ہستی کے آخری تار حیات کو چھیڑنے اور غم کی گت سننے سے کیا حاصل ہی اسکو دور سے دیکھا چاہئے - اس لاش جمیل پر خاموش اشک بہانے کی ضرورت ہی - مہاراجہ تادیر اس پھول کی پژمردگی شگفتگی اور مرجھائی ہوئی جوانی پر فکرمند رہے پیچھے سے ایک تعلیم یافتہ باغبان نے مؤدب عرض کیا کہ حضور کیا ارشاد ہی -

مہاراجہ بہادر "کیا گلاب کا یہ پھول اب پھر شگفتہ نہین ہوسکتا"

باغبان "حضور گلاب کے پھول کی ابتدا جوانی اور پژمردگی حیات از روے علم نباتات اسطرح شروع ہوکر یون ختم ہوتی ہی"

باغبان نے اس موقع پر مصطلحات باغبانی اور معلومات فن بیان کئے -

مہاراجہ بہادر ۔ "کیا تمہارے فن باغبانی کے کسی اصول یا انکی کسی ترکیب سے اِس پھول کی دوبارہ تازگی واپس آ سکتی ہے ۔

باغبان ۔ "حضور ایسا ممکن نہین"

مہاراجہ بہادر "تو کیا اگر مین بھی اِسکی خواہش کرون اور اِسکی تازگی کے بازیافت کیلئے حکم دون کامیاب ہونگا ۔"

باغبان نے عرض کیا "افسوس ہو کہ قدرت کا عمل اسپر پورا پورا ہو چکا ہو اور اب کائنات کی تمام قوت آبیاری و تازگی اسمین ذرا بھی سرخی اور سربلندی کی علامت نہین پیدا کر سکتی"

اِس مصاحب باغبان نے بہت ہوشیاری سے جوابات عرض کئے ۔ جنکو سنکر **مہاراجہ** چپ ہو رہے اور پھر بصد حسرت کہا "آہ ۔ معلوم ہوا کہ مین بالکل مجبور ہون ۔ جو مین چاہتا ہون وہ مجھکو نہین مل سکتا ۔ تو پھر اتنی بڑی ریاست کا کیا فائدہ جسکا مین حکمران ہون"

یہ جواب بہت وسیع اور گہرا ہو ۔ اِسکے اندر ایک فلسفی کی دقیقہ رسی ایک مرتاض و تارک الدنیا کی ترک وضعی اور ایک حاوی و غالب فطرت کی جامع وہمہ آسا خلش پائی جاتی ہو جو کسی رکاوٹ کو ایک دقیقہ و ساعت کیلئے بھی پسند نہین کر سکتی ۔

گوتم بُدھ کا شاہزادگی کے عالم مین ایک سے زائد بار سیر کیلئے نکلنا مشہور ہو وہ جب کبھی باہر گیا اُسکو ایسے سبق آموز مناظر و مشاہدے دوچار ہوتا پڑا ۔ ایک بار گوتم نے سڑک کے کنارے بہت ہی ضعیف جلجل کو دیکھا اور پوچھا کہ یہ کون ہو معلوم ہوا کہ یہ بوڑھا ہو گیا ہو اب اِسکا رشتہ یا ناتا دنیا مین زمرۂ اعزا سے نہین ہو ۔ گوتم نے پوچھا کہ میری بھی یہی حالت ہوگی ۔ کیا دولت اور جوانی ساتھ نہ دیگی جواب ملا کہ "حضور قدرت کے لائے ہوئے حالات پر انسان کو دسترس نہین"

بعینہ حضرت سلطان الاولیا حضرت سلطان ابراہیم ادہم نے ایک روز اپنے کوشک کے محفوظ ترین بالاخانہ پر ایک اعرابی کو دیکھا تھا کہ وہ کچھ ڈھونڈھ رہا ہو ۔ اولیا ہونیوالے سلطان نے ڈانٹکر پوچھا کہ تو کون ہو اور کیا چاہتا ہو ۔ آخر تو ایسی بلند اور خاص جگہ پر کیسے پہونچا اُسنے کہا کہ مین اپنا اونٹ ڈھونڈھ رہا ہون ۔ سلطان ابراہیم ادہم نے پھر غصہ سے جواب دیا کہ اونٹ اور بالاخانہ پر کیا تیرے حواس بجا ہین اعرابی نے کہا "یہ آرام دہ بالاخانہ اور خداجوئی کیا تماشا ہو" وہ علم غیب غائب ہو گیا اور سلطان چپ ہو گیا ۔

اگر مہاراجہ اندور کے اس واقعۂ گلاب پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انہین احساسات ۔ جذبات اور کیفیات بدرجۂ اتم ہین ۔ انکو شاعر ہونا تھا ۔ انکو کسی مٹھ یا کٹی مین بیراگ اور مایا کا فلسفہ سمجھانا تھا اور یا کسی مثنوی یا قصہ مین جانباز اور بہادر عاشق کیطرح منظوم و منثور ہونا تھا

ممتاز کا واقعہ

ایسے طبائع کبھی دنیا کی عام خراماں خراماں زندگی پسند نہین کرتے وہ نچلے نہین بیٹھ سکتے اور وہ کبھی نہ کبھی بلکہ ہمیشہ اعتدال اور قید و بند آئین و رسم کو توڑنے کی کوشش کرتے ہین چونکہ مہاراجہ کی طبیعت مین شورش اور ہیجان تھا اور وہ ہمہ وقت تاثرات عجیبہ سے سرشار رہتے تھے اسلیے ایک بڑا دیوان خانہ دنیا بھر کے قدیم و جدید باجون اور آلات موسیقی سے آراستہ کیا گیا جہان بڑے بڑے اساتذہ رفتہ رفتہ شب کو یکجا ہوتے اور موسیقاری اور طرب نوازی کی داد دیتے تھے مگر دل کی تڑپ اور خلش عشق کسی کی جستجو مین چٹکیاں لے رہی تھی ۔ ایک روز کسی نے "ممتاز" کی تصویر دکھائی جو ایسی حالت مین کھینچی گئی تھی کہ وہ سوکر اُٹھی تھی ۔ بال پریشان تھے منھ پر رات کی خماری نقاب آرائی کر رہی تھی ۔ ہونٹھ تشنگی بوسہ مین خشک تھے اور آنکھین غزالستان کی سہانی کیفیت سے متوحش ہو رہی تھین ۔ مہاراجہ نے اُسکو دیکھکر کہا کہ مین ممتاز کو یہان ایک ہفتہ کے اندر چاہتا ہون "

مصاحبین اور جان نثاران نے دست بستہ عرض کیا کہ ایسا ہی ہوگا۔ یہ ایک واقعہ ہی کہ جبتک ممتاز امرتسر سے نہین لائی گئی۔ مہاراج نے کوئی کام ریاست کا اُسوقت تک نہین کیا

بہشت عشق

مہاراج کا ایک باغ ہی جسمین گلاب کے گوناگون پھولون سے حصار کیا گیا ہی ایک جانب موگرے کے پھول ہین اور بڑے بڑے کھجورون کی قطارین ہین۔ کنج مرغزار مین خاموش نہرین حُسن سیال کی روانیان دکھا رہی ہین اور قیس کی جوئے شیر کو یاد بار تازہ کر رہی ہین۔ جا بجا بالاخانے اور بارہ دریان ہین۔ یہان چاندنی رات مین ممتاز کے ساتھ بیٹھکر مہاراج نے موسیقی او عشق کے جام پر جام لنڈھائے اور دل کی دیرینہ آرزو کو پورا کیا۔

مہاراج کو ممتاز سے بیحد محبت تھی۔ اندور مین جو کچھ سامان لطف عیش بہم پہونچایا تھا اُسکا کہانتک ذکر کیا جائے ۱۹۲۱ء مین جب مہاراج لندن گئے تھے۔ لندن کے ایک انگریز نواب کا قصر مقام مسیر مین آراستہ کیا گیا تھا طلائی کرسیان اور قیمتی قالین وغیرہ کا انتظام تھا وہان نہایت آرام اور بلا تکلف کیساتھ ممتاز نے چند دن بسر کئے۔ ایک روز ممتاز کیلئے مہاراج نے ... ہزار پونڈ کے جواہرات خریدے اور انکو اُسکے سامنے لاکر رکھدیا مگر اتفاق سے ممتاز کی طبیعت آج کچھ ناساز تھی اور وہ اُداس تھی۔ اسوقت کی پریشانی مہاراجہ کی دیکھکر ڈیوک صاحب نے مذاق سے کہا کہ "ایک رقاصہ کیلئے سلطنت کا نذرانہ" مہاراج نے کہا کہ "شیکسپیر اگر ہوتا تو آپکو انسان کی فطرت کا راز بتاتا" کس کو معلوم تھا کہ ایکدن تخت و تاج ممتاز پر قربان کر دینا ہوگا

بعض خصائص ذاتی

دنیا مین ہمیشہ بعض حقیقتین پردۂ راز مین رہینگی اور آج حقیقتوں مین محبت کی خاطر کسی کا جان دینا یا تخت و تاج سے کنارہ کش ہونا بھی ہے

مہاراجہ اندور کو ممتاز سے بہت محبت تھی اور وہ اسکو حکومت اور سلطنت سے زیادہ عزیز رکھتے تھے ایسی حالت مین ممتاز کے چلے جانیکے بعد قدرتاً اور فطرتاً انکی خواہش رہی ہوگی کہ وہ واپس آئے۔ افسوس کہ جان نثارون اور وفا شعارونکی شدت وفا نے یہ روز بد دکھایا۔ مہاراج کے قانونی مشیر ڈاکٹر سپیرو نے ایک موقع پر کہا تھا کہ جو عدالت انکے معاملات کی سماعت کیلئے بیٹھنے والی ہی اُسکے سامنے سب سے پہلے اُسکے مجاز ہونیکی بحث چھڑیگی اور واقعاً آئینی اصول سے جو اندور اور برطانیہ کے درمیان مشروط ہین وہ مساوی حلیف ہونیکی حیثیت سے اسکے مجاز تھے کہ انکا معاملہ کسی مجلس بین الاقوام مین پیش اور مسموع ہو۔ مہاراج کے محلات شاہی کے ایک جانب مسجد ہی اور انکا برتاؤ اسلام اور اسلامیون سے ہمیشہ اچھا رہا ہی۔ وہ بہت رحیم اور نیک مزاج واقع ہین۔ انپر اسی زمانہ مین ایک چہیتی بیٹی کے مرنیکا بڑا اثر ہوا۔ اور وہ بھی خاص مہاراج کے سالگرہ کے روز کپڑون مین آگ لگجانے سے۔ مہاراج نے ایک سلطنت کو محبت کی راہ مین نذر کر دیا۔ عورت ذات اگر باوفا ہی تو ممتاز کی وفا پر ہمیشہ آنسو بہائیگی۔ عورت اگر دیوانگی کا نام ہی تو کہا جا سکتا ہی کہ امارت اور دولت کے باوجود بھی عورت کسی اور چیز کی بھوکی رہتی ہی۔ عورت اگر اضداد پسندی کا نام ہی تو کہا جا سکتا ہی کہ اچھے اور خوبصورت کے آگے وہ اکثر بدصورت اور بدقوارہ کی بھی دلدادہ ہوتی ہی

پیغام غیب

مہاراج کی زندگی مین پہلے گلاب کے پھول کا مرجھایا ہوا سرنگون ہونا ایک غیبی سبق تھا جو اوراق گل کے قرطاس پر منقوش تھا۔ دوسرا سبق ایک رقاصہ اور حسن زادہ کے ناکام محبت مین تازہ کیا گیا تھا۔ تیسرا سبق یعنی اُنکی سالگرہ پر ایک چہیتی سیانی بیٹی کا جلکر مرنا اور پھر تخت و تاج کا اُنسے منہ موڑنا۔ یہ تجلیات غیب اور یہ پردہائے عبرت کا یکے بادیگرے اُٹھنا اُنکے لیے سروش ربانی ہی کہ وہ دنیا مین کھونے اور سیکھنے کیلئے آئے ہین اور اب وہ جوگ و ویدانت اور گیان

دھیان مین زندگی کو گزارنے پر قدرتاً مجبور ہین - اے کاش وعزت کو آل کار حیات جانین -
وہ دنیا کی فانی حکومت اور محبت کو اُسکے حقیقی رنگ مین دیکھین
اور ہمالیہ کی کسی وادی مین جاکر عقبیٰ کی ابدی حکومت

محمد نذیر ہاشمی - غازی پوری

افکار حزین

(از جناب سید محمد صاحب حزین - نائب مدیر "رہنمائے تعلیم" ملمن لاج شملہ)

پے سرورق "مرقع"

سبحہ سازند و زمژگان بشمارند ملک گوہر ریختۂ چشم گہر بار مرا

آتش نفسی

شعلہائے عجبے از دل من می خیزد نیست بیجا کہ بخوانند ز "آتش نفسم"
من ز یک آہ غریبے بجہان خواہم سوخت ورنہ آزاد گزارید ز بند قفسم

دلم ز باعث نادانی و کم آزو قی خیال کردہ بے عقل و ہوش و جان افروز
زند بمرتبۂ بے تامل این قدرش کہ باز صورت بسمل تپد ز کلفت و سوز

غزل

جو شوق جلوۂ محبوب بیشتر گردد ز اہل دیدہ شنیدم کہ دل نظر گردد
بگوش غنچۂ نو رستہ بلبلے می گفت کہ در میان مصائب جگر جگر گردد
نہ دیدۂ کہ چسان قطرہ گہر شدہ است بضبط گریۂ خود سینہ پر گہر گردد
مجاز چیست ؟ حقیقت بہ منزل خامی جنون چو پختہ شود سر بسر ہنر گردد
تو علم وسعت دامان خود نمی داری زخویش دانہ چو سر بر زند شجر گردد
بخود خزیدہ و محکم چو کوہساران نہ بہ بین چو ریگ شود سنگ رہ بہ گردد
حزین زتخم کرم خوردہ حاصلے معلوم ! کہ آرزوے تہی مایہ درد سر گردد

شعرائے مستورین (۱) (الف)

(از جناب بشیر الدین احمد صاحب نقوی گلشن آبادی)

علمی دنیا مین پھرنے والی آنکھین شب و روز مطالعۂ کتب مین مصروف ہین اور ہر ادبی منزل کو طے کر کے اپنے اپنے مذاق کے دماغی سیر سیاحت نفع اُٹھاتی ہین۔ اسطرح ہر علمی شعبون کو اپنے قدردانون پر ایک بجا اور جداگانہ فخر و ناز حاصل ہی۔ ہر مختلف زبان دان نے جس زبان کے علم ادب کی چاشنی چکھی ہی ادبی دنیا کے سامنے کم و بیش کچھ نہ کچھ اپنی معلومات کا ذخیرہ پیش بھی کر دیا ہی۔ اسوقت اُردو کے اہل زبان حضرات کا فن ادب مین انہماک بھی ایک اعلیٰ قیمتی پایہ کو پہونچ رہا ہی۔ نیر شبانہ روز انکی یہی دُھن ہی کہ اُسکے ہر دلعزیز سحر طراز اور نوہین افروز لٹریچر کو آسمان استغنا پر متمکن دیکھین۔ شعرائے اُردو کے حالات مین درجنون رسائل بیسیون تراجم صدہا تذکرات شائع ہو کر ملک مین پھیل چکے اور پھیلے جا رہے ہین لیکن بعض شعرا اسی ہندوستان کے وسیع رقبہ مین ایسے بھی گذرے ہین جنکی موزونی طبع نے شاخ قلم سے برگ و بار پیدا کر کے بازار شہرت مین قدم نرکھا اور واقعات کی باد صرصر نے اُنکے ادبی پھولونکو چمنستان وجود سے نکلکر بہارستان شہود مین آنے سے روکدیا ہی۔ اُنکے دیوان سبد گل کی طرح گلہائے اشعار سے بھرے پڑے ہین۔ اُنکی بیاضین نثر و نظم کے ادبی خزانون پر ٹریڈ مارک کا نشان بنکر سربمہر صندوقچون مین محفوظ ہین۔ اِن جوہریان فن نے اپنے جواہرات کی کسی سے نہ تو قیمت طلب کی نہ خریدارون ہی نے اُنکی آب تاب کو پرکھنے کی محنت اُٹھائی۔

میری اپنی ناقص دانست ایسے حضرات کے حالات دیکھ سُنکر مجھے اس نتیجہ پر پہونچاتی ہی کہ بعض اُردو شعرا ہندوستان مین زبان اردو کی پیدائش کیساتھ پیدا بھی ہوئے اور مر بھی گئے۔ اُسکی ترقی کیساتھ بڑھے بھی گئے اور بے قدری کے ہاتھون گھٹتے بھی گئے۔ اُنکے لطیف جسم و پاکیزہ دماغ آج زمین مدفون ہین لیکن اُنکے اشعار اُنکے دیوان اُنکے ذہنی کارنامے عالم کی آنکھ سے پوشیدہ ہین۔ چنانچہ مین انہی کی بزرگ اور شاعر کی طرف ناظرین کی توجہ منعطف کراتا ہون۔ سردست اس سلسلہ مین مشتی نمونہ از خروارے ایک دیوان کی بابت کچھ عرض کرلون

اسوقت شعرائے اُردو کے سیکڑون دیوان ہمارے مطالعہ کی میز پر موجود ہین جو کم و بیش اپنی اپنی وضع قطع اور بندش مین فضیلت مع الغاز رکھتے ہین لیکن دیوان حسینی کی ترتیب نے جس جدت اور ندرت کا لباس پہنا ہی وہ کل دیوانون کی صف مین نرالا اور بالکل انوکھا ہی صاحب دیوان کی جدت طرازی و ندرت آفرینی لمعات تصوف نیز واقعات زمانہ کے ساتھ ایک عجیب و غریب طلسم ہی بلکہ اپنی نوعیت مین بجائے خود ایک نہایت شاندار اور ممتاز پایہ کا طلسم خانہ ہی۔ یہ دیوان فقیر راقم ہذا کی جدی میراث ہی اور اسپر بلا واسطہ و بالواسطہ فخر و مباہات جائز ہی۔ دیوان مذکور کی خصوصیات حسب ذیل ملاحظہ ہون:۔

بعض غزلیات مین قافیہ دیوان حافظ کا قائم ہی اور ردیف علیحدہ بعض غزلیات شعرائے قدیم کی پسندیدہ ردیف مین لکھی گئی ہین بعض غزلین بحر طویل مین غواصی کر کے مطالب معانی کے جواہرات کو دریائے فکر سے باہر نکال پھینکتی ہین۔ بعض مین توحید و رسالت کا فرحت بخش ذائقہ موجود ہی۔ بعض مین میوہ جات جواہرات کے اسما درج ہین بعض مین مزامیر و موسیقی کے آلات کو جمع کر لیا گیا ہی۔ بعض مین کشتی گیری کے ادوات اور داؤ پیچ کا ذکر ہی۔ بعض مین مختلف رنگون دیوارون کے نام تحریر ہین بعض مین اولیائے کرام اور اصفیا کے اسما م سے

راسخ الاعتقادی کا سبق ملتا ہی۔ بعض مین اسباب دنیا کی بیزاری کی
نصیحت کیگئی ہی۔ بعض مین فقر و درویشی کے نکات جلوہ گر ہین
ان تمام خوبیون کے علاوہ کسی جزو انسانی یا عضو معشوق کو ردیف
بنا کر پانچ پانچ سات سات اشعار لکھکر اُسی ردیف مین بامعنی غزل
پوری کر دیگئی ہی ایسے قادر الکلام اور ہمہ فن مصنف کے اسم سے
زباندانان دکن کی گوش ناآشنائی کو دکن کی محرومی قسمت سے
منسوب کیا جائے تو چندان بیجا نہوگا۔ قدما کی زبان اور موجودہ زبان
اُردو مین جو بین فرق ہم دیکھتے ہین وہ انطوای زمان اور مرور آوان
کا نتیجہ ہی۔ زبان کی شستگی جو اسوقت ہی اُنکے زمانہ مین نہو تو گویا
اسکے ذمہ دار نہین ہین ہر وقت کیلئے ایک حال ہی اور ہر حال کیلئے
ایک وقت ہی۔ سید صاحب یا میر صاحب جنکا یہ دیوان ہی
انکا اصلی نام عبداللہ تھا حسینی اُنکا تخلص ہی لہذا انھین کے
ہاتھ اور قلم سے لکھا ہوا یہ دیوان حسینی موجود و محفوظ ہی۔ اس کلام
مین حروف ما بعد کا سقوط اور قدیم الفاظ ہندی کی جھلک مثل کلام
ولی کل دیوان مین پائی جاتی ہی تاہم مطلب یا خیال شاعر فوت نہین
ہوتا۔ بات یہ ہی کہ یہ حضرات اظہار مطالب کیلئے جن الفاظ کو موزون
سمجھتے تھے بلا صحت و بغیر صحت اعراب اپنے کلام مین داخل کر دیتے
تھے جب آزادی خیال پر آجاتے تھے تو جزم و فتحہ وغیرہ اعراب
کی زنجیر توڑ دی جاتی تھی۔ انکا یہ فعل عدم قابلیت یا فقدان علمیت
کا نتیجہ نہین ہین بلکہ جذبات کی آمد اُنکو مجبور کرتی تھی کہ جیسے خیالات
ان ہی الفاظ سے چسپان ہو سکتے ہین اُنکی یہ سمجھ بالکل بجا تھی کہ آئے کے
آمد مضامین مین دوسرے الفاظ کی تلاش مین کون سر کھپاتا بیٹھے اور وقت
کو ضائع کرے۔ الغرض ع نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا۔ انکی متبرک
زندگانی کا دستور العمل رہا ہی۔ میر عبداللہ حسینی کے خاندانی حالات و نیز
علمی خدمات کی تفصیل ہم کسی آیندہ صحبت پر اُٹھا رکھتے ہین اور ناظرین سے
کی ضیافت خاطر کیلئے جو کچھ موجود ہی پیشکش و حاضر کرتے ہین۔
یہ متفرق کلام نمونہ ہی اُس باغبان گلشن خیال کا جس نے ۱۱۹۶ھ
مین خاکدان عالم مین نشو و نما پانیکو سر سے نقاب اُٹھایا۔ اور بوستان
سخن مین گوناگون گل کھلا کر ۱۲۷۶ھ مین وطن اصلی کیطرف روانہ ہو گیا

الا یا ایہا الساقی خبر لیرن تو بسمل کا   کہ چشم مست سے تیری بُرا احوال ہی دل کا
حسینی مزرعۂ عقبیٰ ہے نیکی بو تو گلشن مین   ابھی خشک ہو گا ہم بھر مین ہرا دیکھا ہی گل کا

مزرعہ۔ بو تو گلشن۔ خشک۔ گل وغیرہ سب کی مناسبت ظاہر ہی نیز
میر صاحب (حسینی) مولد و موطن صوبہ بمبئی مین ایک قدیم شہر ناسک ہی
جو سلطنت عطایاے شاہجہانی مین گلشن آباد سے موسوم ہی۔

ناگنی زلف کو جو اُسنے چھڑانا پکڑا   دل نے زنجیر خرد اپنی توڑانا پکڑا
دید کی ڈور سے ستر مین دئے ڈھیلے پیچ   ہوش عاشق نے پتنگ آسا اُڑانا پکڑا

پکڑنا فارسی مصدر گرفتن سے ہی پکڑا لیکن فارسی مین دوسرے مصدر کیساتھ
شروع کرنیکے معنی مین مستعمل ہی۔ جیسے فقط گفتن گرفت۔ دشنام دادن
گرفت۔ چھڑانا کیساتھ پکڑا مین جو خوبی ہی ظاہر ہی۔
دوسرے شعر کا مطلب پتنگ بازی کے شوقین حضرات خود بخود سمجھینگے

تمنے جب سے کہ مرے گھر کا ہی آنا چھوڑا   جانجان ہیچے بھی ہر جاے کا جانا چھوڑا
دل بطرز خانہ چشم تکے ٹپکنے سے مدام   اب تو اس گھر کا میان ہمنے ہی چھپانا چھوڑا

دوسرے شعر ملاحظہ ہو خانہ چشم کا ٹپکنا۔ اور گھر کا چھانا اور چھپانا چھوڑا
کتنی بلند خیالی ہی

جو نور تجلی کا اُٹھا طور سے بھڑکا   موسیٰ کے اُڑے ہوش اسی نور سے بھڑکا
جنت لے زاہد جو ہوا عاشق دنیا   قسمت کی سنوبات فقط حور سے بھڑکا

پہلے مصرع مین بھڑکا معنی شعلہ ہی دوسرے مصرع مین بھڑکا ماضی بھڑک گئے
کا ہی۔ نہایت مزیدار معنی ہین۔ دوسرے شعر مین زاہد سے نوک جھونک [illegible]

عید الضحیٰ سمجھکر دیدار حسن جانان   مشتِ فلک بھی قربان ہونے ہلال آیا
لیکر ادا کا بلم دلمین دہسلکے بولا   ہوش اپنے اب حسینی رکھیو سنبھال آیا

پہلے شعر سے فدیۂ اسمعیل جذبۂ محبت ابراہیم کا سچا قصہ پیش نظر ہوتا ہے
دوسرے شعر میں ادا کے بلم کے ساتھ حملہ کرنا اور ہوش سنبھال رکھنے کا
الٹیمیٹم دینا تاکید بالطف مزید ہے

نازو ادا کی ٹھوکر سے ہی مارے گئے ہم جی بھی اُٹھے
ایک نگہ مین دیکھو صنم کتنے بڑے دو کار کیا

دیر و حرم مین ڈھونڈھے تھا جسکو وہ یکایک شکر خدا
خلوت دل مین آپ ہی حسینی آکے ملا ہشیار کیا

پہلے شعر مین دو کار کیا - ہمارے قانون صرفی سے کئے چاہیئے
شاید ہر زبانہ مین فعل کی واحدیت اور جمعیت فاعل کے تابع ہوتی ہین

ساقیا اب تو خدا کیلئے آجا آجا — مست دیدار سے تک ملکے چلا جا آجا
خون تک اپنا حسینی تجھے بخشا واللہ — جیتے جی اسکو تو مٹی مین ملا جا آجا

اب غزلیات حسینی کے چند مطلعے جو جذبات شاعر کے جوش و خروش کے
نتیجے ہین تبرکاً لکھتا ہون -

سحر صدقہ صباحت کے ہو خورشید پر نثار آیا
ملاحت پر فدا ہی مہ ہلال ابرو پہ وار آیا

پردہ سے جو وہ چہرۂ پر نور نکالا — غش ہو پڑی سب خلقت جز کل تہ و بالا

شمع اور وہی دل جان جلایا ہوگا — رمز پروانہ سے جو عشق کی پایا ہوگا
خالق کے جو تھا ظل مین خدائی کا تماشا — دکھلایا اُسی دل مین خدائی کا تماشا

آتشین رخ سے ترے یہ ہمین دریافت ہوا
پھول پانے کی جگہ بھی یہ شرر یافت ہوا

خواب مین دیکھا ہی ترے لعل افشان جب سے لب
دل کسو کے بھی نہین خاطر مین لاتا تب سے لب

یہ حورون مین نظر آتی نہین اخلاص کی صورت
خفی معنی مین لکھ رکھو کہین اخلاص کی صورت

رو برو جانان کے جانا ہی جلانا کسطرح — اپنے گھر مین اسکو لانا ہی بلانا کسطرح

زرین کوئی منصب مین کوئی نام مین ماخوذ
عشق ہمکو کیا زلف کے الادام مین ماخوذ

وہ جوڑے کو باندھا جو دستار سر پر
گرا ہو کے خورشید بیتاب سر پر

دیر و حرم مین دیکھو کہ مورت کے آس پاس
ہمکو رکھا ہے اپنی ہی صورت کے آس پاس

پینا جو چاہے یون کوئی ہووے شراب عشق
پہلے جگر بھنا کے بنا لے کباب عشق

گلشن مین دیکھین آیا ہی وہ گلعذار چل
زور زور و جوانی ہے وقت بہار چل

جانا اُس جانان کے جان پاس ہے جانا مشکل
زور قسمت سے جو پہونچے تو پھر آنا مشکل

کل جو ساقی نے پلایا ہمین مل بر سر گل
ہچکیان لے کے پڑے شیشے بھی قل قل بر سر گل

بلبل نہ گل نہ قمری نہ سرو خمیدہ ہون — گلشن مین کاوش لطف کشیدہ ہون

عشق سے روشن ہو مین جب اپنے تن کی ہڈیان
طور سے سرمہ بنین سارے بدن کی ہڈیان

جو عین دل مین عاشق کے یہ معشوق آن پڑتے ہین
متاع صبر و ہشیاری پہ دن اور رات لڑتے ہین

آپ کہتے ہین بغل بیچ نہان ہی شیشہ
محتسب یہ تو مرا دل ہے کہان ہی شیشہ

مست نے توڑی ہی زنجیر خدا خیر کرے — اب گلے پڑتی ہی شمشیر خدا خیر کرے

عشق اک آفت ہی پر قسمت سے ملنا چاہیے
بو تہ سینہ مین دل پارہ سا کھلنا چاہیے

(بشیر الدین احمد نقوی گلشن آبادی)

قضا و قدر

(از جناب مولوی محمد یٰسین صاحب تسکین قریشی (سورتی) تلمیذ لسان الہند حضرت عزیز لکھنوی)

تا بمنزل آچکا ہے کاروانِ زندگی ۔ اک نئی دنیا کی جانب با سفر کرنیکو ہوں
لے لیا قدرت نے مجھسے امتحانِ زندگی ۔ مختصر یہ کہ تھوڑی دیر میں مرنے کو ہوں

آفرینش تھی مری راز طلسم کائنات ۔ تھی حیاتِ جاودانی ہستی محدود میں
یاد اس وقت آرہے ہیں وہ تمامی اتفاقات ۔ پیش آئے تھے جو اس عہد نمود و بود میں

فکرِ بیش از بیش لطف و کامرانی کم سے کم ۔ شوق ارمان مختصر تلخی حرمان بحساب
نامۂ اعمال میں اک دفترِ عصیان رقم ۔ نیکیوں کا ذکر کیا واللہ اعلم بالصواب

تو بظاہر تھا مرا احوال تاثیر آفرین ۔ میں وہی کرتا رہا جیسا کہ سامان ہوگیا
غم ہوا تو روتے روتے ہوگئی تر آستین ۔ عیش کی گھڑیاں جب آئیں گل بداماں ہوگیا

ذمہ دار افعال کا اپنے مگر میں آپ ہوں ۔ میں نہیں کہتا کہ مجھکو شکوۂ تقدیر ہے!
جانتا ہوں عالم اسباب ہے دنیائے دوں ۔ اور مری تقدیر ان ہی اسباب کی تفسیر ہے

کارگاہِ دہر میں ہم کرتے ہیں جیسے عمل ۔ ویسے ہی اسباب بھی ہوجاتے ہیں انسے عیاں

کچھ نتائج ان سے پھر ہوتے ہیں ظاہر برمحل ۔ جن کو ہم تقدیر سے منسوب کرتے ہیں یہاں

ہر عمل کا اک سبب ہے، ہر سبب کا اک ثمر! ۔ یہ حدیں روز ازل سے ہیں معین کی ہوئی
کہتے ہیں تقدیر جسکو ہے ظہورِ خیر و شر ۔ یہ حقیقت ہے مگر افعال میں الجھی ہوئی

زہر کھایا زید نے دل خون ہوکر بہ گیا ۔ فعل انسانی ہے وہ تقدیر ربانی ہے یہ
فی الحقیقت خود ہوا باعث وہ اپنی موت کا ۔ اسمیں بھی تقدیر کو رو ئیں تو نادانی ہے یہ

ذمہ دار آخر کیا تھا کیوں ازل میں اسقدر ۔ جب ہمیں افعال پر کچھ اپنے قدرت ہی نہ تھی
نیک و بد تقدیر میں پہلے سے لکھے تھے اگر ۔ جنت و دوزخ کی پھر کوئی ضرورت ہی نہ تھی

الغرض افعال پر مبنی ہیں اسباب و علل ۔ جو نتائج ان سے ظاہر ہوں وہی تقدیر ہے
ہم اگر چاہیں کہ دنیا میں رہیں اچھے عمل ۔ یہ کوئی مشکل نہیں آسان سی تدبیر ہے

عقل و مذہب سے ہمیشہ کام لینا چاہیے
کام لینے میں خدا کا نام لینا چاہیے

لسان القوم جناب مولانا صفی لکھنوی

کے

دست و قلم کی لکھی ہوئی رباعی

رباعی

انسان کو اس نے خاک سے پیدا کیا
ذی حوصلہ و صاحبِ ادراک کیا
سینے کو بنایا اُسے گنجینۂ علم
پھر [illegible]

سید علی نقی صفی عفی عنہ بقلمہ

۱۴ - اگست سنہ ۳۶ء
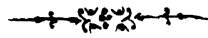
جناب سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی

کے

دست و قلم کا لکھا ہوا قطعہ

کرو لغزش کیوں اختیار اوسکو جب ایسا شعور فن کا ہو ‌ ‌ ‌ ‌ کہ محسوس جن کو ہوں اک زمانہ اپنا دشمن ہو

بھلا اوس راہ ناہموار میں چلنے سے کیا حاصل ‌ ‌ ‌ ‌ دم لغزش جہاں پر خندہ یاراں ہم فن ہو

مثال شمع گر سر کا پسینہ پاؤں تک آئے ‌ ‌ ‌ ‌ یقین ہے جب ہی محفل میں نہ اپنا نام روشن ہو

ہوائے شوق گر مجکو یوہیں مجبور کرتی ہے ‌ ‌ ‌ ‌ وہاں چلکر کروں گلگشت جو بیخار گلشن ہو

پنہادوں فکر کو اس حسن سے جامہ ظرافت کا

کشادہ ہر طرف تہذیب کا جسمیں کہ دامن ہو

سید مقبول حسین ظریف لکھنو

۱۳ - اگست سنہ ۱۹۲۶ء

خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

(از لسان الملک حضرت ریاض مدظلہ)

مارہرہ کے مشاعرے کی طرح پر بہ تحریک جناب آہین مین نے غزل کہی تھی جسے گورکھپور مین مولانا مولوی محمد سبحان اللہ خان صاحب کے دولتخانے پر بعض احباب کو سنانے کا اتفاق ہوا - مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی بھی تشریف فرما تھے جناب وصل اور جناب وسیم بھی - میرے اس شعر پر ؎

یہ کہہ رہا ہے ترنم ہوا کی موجون کا
خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

مولانا مولوی محمد سبحان اللہ خان صاحب نے فرمایا کہ مصرع ثانی زیادہ لطیف وضاحت مصرع اول مین چاہتا ہے - آپ بھی فکر کرین، دوسرے نامور شعرا کو بھی تکلیف دی جاے - بروزانہ ہمدم و حقیقت وغیرہ مین بھی تحریک ہوئی چنانچہ کئی ہفتے یہ سلسلہ جاری رہا مین نے بھی خطوط بھیجے جناب وصل نے بھی مولانا کے زمانۂ قیام لکھنؤ مین اکثر حضرات سے تحریک کی - مجھے افسوس ہے کہ جناب نظم طباطبائی نے اپنے نوازش نامے کے ساتھ جو مصرعے بھیجے وہ اسوقت زیادہ تلاش سے بھی نہ مل سکے ممکن ہے اور بعض اصحاب کے خطوط و مصرعے زیادہ وقت گزر جانے سے ضایع ہو گیے ہون - مین شرمندگی کے ساتھ عذرخواہ اور تصدیعہ فرمائی کا شکرگزار ہون - مجھے افسوس ہے کہ منشی احمد علی صاحب شوق (مرحوم) نے میرے خط کا جواب قلم انداز فرما کر جناب وصل کے خط کا جواب اداے بے نیازی کے ساتھ بغیر مصرع کے بھیجدیا باوصف اس کے کہ ان کی مسلمہ قابلیت نے ان کی اخلاقی حالت کو میری عزت افزائی کا سبب ہونے دیا مگر مرحوم کی طرف سے جو کمی واقع ہوئی تھی جناب منشی واحد علی صاحب آہ نے غزل کہکر اسکی تلافی فرمادی - مرحوم کا گرامی نامہ جو جناب وصل کے نام آیا اُس کا خلاصہ درج ذیل ہے :-

(۱) "حسن بیان نہین ملتا" اس زمین مین منشی واحد علی صاحب آہ میرے بھائی نے پوری غزل کہی تھی اور وہ اخبار ہمدم مین شایع ہو گئی حضرت ریاض کا خط میرے نام آیا تھا لیکن نہ مین نے مصرع لگایا نہ غزل کہی نہ اب ممکن ہے -

(۲) جناب آرزو شاگرد رشید جلال مرحوم نے جناب وصل کی تحریک پر مصرع بھیجا - ممدوح کا نوازشنامہ بغیر اجازت شایع کرنا مناسب معلوم نہین ہوتا مصرع بہ ترتیب حروف تہجی آگے درج ہوگا -

(۳) جناب شمس العلما مولانا امداد امام صاحب کے دو گرامی نامے جناب وصل صاحب کے نام آئے اور دیگر حضرات کے بھی جو درج ذیل ہین - ان کے علاوہ جن حضرات نے میرے مصرع پر مصرعے لگائے وہ سب ناظرین مرقع کی ضیافت طبع کے لیے پیش کرتا ہون ہان اخبار ہمدم و حقیقت لکھنؤ مین جو مصرعے شایع ہوے ہین انکی نقل میرے پاس موجود نہین - لہذا ان حضرات کے مصرعے براہ راست میرے پاس نہین پہنچے اگر اس مضمون کے تحت مین شایع نہ ہو سکین تو مین معذور ہون - ریاض

(۱) حضرت شوق قدوائی مرحوم کا گرامی صحیفہ
جناب وصل بلگرامی کے نام

موتی مسجد - رام پور اسٹیٹ - یو - پی -

۲۳ - اگست ۱۹۲۲ء

حضرت کرم فرمائے بندہ - سلام شوق آپکے پوسٹ کارڈ کا شکریہ

"حسن بیان نہین ملتا"

اس زمین مین منشی واحد علی آبر میرے بھائی نے پوری غزل کہی - اور وہ اخبار "ہمدم" مین شایع ہوگئی ہے -

حضرت ریاض کا خط میرے نام آیا تھا لیکن نہ مین نے مصرع لگایا - نہ غزل کہی - نہ اب ممکن ہے اس لیے کہ اس قسم کے خیالات مین پڑنا میرا شیوہ نہین ہے - طوفان کے جھنجھٹ مین کون اپنے آپ کو ڈالے - اور پھر فضول - اس سے زیادہ کارآمد کام تصنیف کے مجھے رہتے ہین

آپ کا خیر طلب
احمد علی شوق - قدوائی

---

(۲) عالیجناب شمس العلماء مولانا امداد امام صاحب کا
گرامی صحیفہ
جناب وصل بلگرامی کے نام

جسمین بوجوہ مصرع لگانے سے معذرت کا اظہار کیا ہے -
یہ تحریر بھی ایک معنی خیز تحریر تھی اسوجہ سے درج کردی گئی -

آبگلہ ڈاکخانہ ساد گنج - ضلع گیا - صوبہ بہار - معروضہ ۳۰ اگست ۱۹۲۲ء

جناب والا تسلیم - بصد تکریم - نوازش نامہ وارد ہوا - ذرہ نوازی کا شکریہ قبول ہو - عریضہ جواب کے ارسال مین کثرت مشاغل اور بھی کثرت افکار کے باعث کچھ دیر ہوگئی امید معافی ہون

حقیقت حال یہ ہے کہ دس برس سے نحیف کو شعر گوئی کی طرف میلان نہین رہا ہے - اس کے قبل کچھ موزون کر لیا کرتا تھا - اور فرط جہالت سے سمجھتا تھا کہ کچھ کہہ لیتا ہون - مگر دواوین میر تقی میر کو دیکھتے دیکھتے یہ بات سمجھ مین آگئی کہ واہب العطایا نے مجھے غزل سرائی کی صلاحیت نہین بخشی ہے ایسی حالت مین غزل سرائی کی مشغولیت کو قائم رکھنا اور اپنے کو اس فن شریف کا سزاوار سمجھتے رہنا بالیقین قرین ابلہی متصور ہے -

اس پابندی خیال پر اب کچھ نہین کہتا - اگر یہ انقلاب نحیف مین نہ پیدا ہوا ہوتا تو تعمیل ارشاد مین غفلت ورزی کو راہ نہین دے سکتا تھا - فقط والتسلیم -

کمترین - امداد امام عفی عنہ

---

(۳) شمس العلما جناب مولانا امداد امام صاحب کا دوسرا گرامی صحیفہ
جناب وصل بلگرامی کے نام
جس مین جناب ممدوح نے باوجود میلان طبیعت نہ ہونے کے اپنے لطف وکرم سے مصرع مرقومہ بالا پر مصرع لگا کر بھیجا ہے -

---

آبگلہ - ڈاکخانہ ساد گنج ضلع گیا - صوبہ بہار

۷ - ستمبر ۱۹۲۲ء

جناب والا تسلیم بصد تکریم - عنایت نامہ وارد ہوا ہر چند میلان طبیعت سخن ...... کی طرف مطلق نہین ہے - تاہم تعمیل ارشاد سے سرتابی کا موقع نہین پاتا ہون - ناچار ایک مصرع جو اسوقت خیال مین آیا ہے عرض کرتا ہون - ظاہر اچسپان نہین معلوم ہوتا ہے مگر کیا کرون عرض کرنا ایک مجبورانہ ہے - وہو ہذا

ہزار حیف کوئی نکتہ دان نہین ملتا
خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

ظاہر ہے کہ یہ مصرع لغو اور نامربوط ہے۔ مگر اتنا تو ہے کہ اس سے ارشاد کی تعمیل ہوگئی۔ بہرحال اذامرد باللغو مر واکراماً والعذر عند الکرام مقبول۔

ذرہ نوازی کا شکریہ قبول ہو۔ کاش لقائے صوری کی دولت مجھے نصیب ہوتی۔ آپ کی عنایت کرم فرمائی نے اس بہجت اندوزی کو بیحد قیمتی کردیا ہے۔ سایۂ عاطفت ممدود باد۔

والتسلیم

رہین منت۔ احقر الانام امداد امام عفی عنہ

---

(۴) جناب نواب سراج الدین احمد خان صاحب سائل دہلوی کا گرامی نامہ
جناب وصل بلگرامی کے نام

نمبر ۶۰ ۱۳۔

جناب سائل نواز زاد الطافہ۔ تسلیم مع الآن التکریم
اس مصرع کی شان نزول ایک روز قبل ورود کارڈ ہذا مجھے معلوم ہوچکی۔ پرسون ہی کا تذکرہ ہے۔ نواب عبد المجید خان بہادر رئیس حسن پور بغرض مداوائے برادر زادہ دہلی تشریف لائے ہوئے ہین۔ میرے برادر محترم کی کوٹھی مین فروکش ہین۔ انھون نے مجھسے اس مصرع کی تضمین کی فرمایش کی تھی۔ چنانچہ مین نے اُسی وقت اپنی لیاقت کے موافق مصرع موزون کرکے پیش کردیا تھا۔ اور وہ یہ ہے۔ ؎

پتا ارادے کا اُس گل کے ہان نہین ملتا
خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

پسند آنا نہ آنا۔ ارباب نظر کے مذاق طبع پر موقوف ہے مین نہ دعویدار کمال سخنوری۔ نہ واقعی کوئی شاعر۔ صرف صحبت احباب تک میری تک بندی کی ہستی ہے۔

ناسخ کو فوت ہوئے زمانہ گزر گیا۔ بیخود صاحب میرے بس کے نہین کہ میرے کہنے سے مصرع کہدین۔

مین آپ کی یادآوری کا ممنون ہون کہ میری قابلیت آپکے حسن ظن کے نزدیک نظر امتیاز سے دیکھی گئی ورنہ من آنم کہ من دانم زیادہ زیادہ۔

ابو المعظم سراج الدین احمد خان سائل
۲۴۔ اگست سنہ ۱۹۲۴ء روز چہارشنبہ

---

(۵) جناب شاد نظام الدین صاحب دلگیر اکبرآبادی کا کرمنامہ
جناب وصل بلگرامی کے نام

آگرہ - ۲۶ - اگست سنہ ۱۹۲۴ء

مخدومی السلام علیکم۔ عنایت نامہ شرف صدور لایا۔ ممنون توجہات فرمایا۔ مین بیمار ہون اور دل و دماغ ٹھکانے نہین تاہم فوری تعمیل ارشاد کرتا ہون۔ خبر نہین کہ ان مصرعون مین کچھ معنی بھی ہین یا نہین۔ اور وزن بھی درست ہے آپ ان کو دیکھ لیجیے گا۔ یا حضرت ریاض کو دیکھنے کے لیے بھیجدیجیے گا۔ اگر کسی قابل ہون تو شایع فرمایئے ورنہ قطعی نظرانداز کیجیے۔

(مصرعے آگے بہ ترتیب حروف تہجی نام کے ساتھ درج ہونگے ریاض)

---

(۶) جلیل القدر فصاحت جنگ جناب حافظ جلیل حسن صاحب جلیل مانکپوری جانشین جناب امیر مینائی مرحوم کا محبت نامہ خاکسار ریاض کے نام۔

جناب مخدوم اخوان دام مجدکم۔ سلام مسنون۔ اخلاص
مشحون والا نامہ پہونچا۔ دل سے شکر گزار ہون۔
حسب ارشاد چند مصرعے مرسل خدمت ہین جو پسند ہون اُنکو
رکھئے۔ باقی چھوڑ دیجئے۔
اصل مصرع کی ردیف بیڈھب اِس پر مصرع لگانا آسان
نہین ہے۔ آپ کے مصرع پہ جی لوٹ گیا۔ مضمون کی ندرت۔
الفاظ کی دلکشی آپکا حصہ ہے ؎

سخن طرازی جودت تو سبکو ملتی ہے
مگر ریاض کا حسنِ بیان نہین ملتا

باقی اور سب مصرعے بھی اچھے ہین جناب فاخر کا (مراد از جناب
مولانا مولوی شاہ محمد فاخر صاحب بیخود الٰہ آبادی) مصرع ردیف
کی مناسبت سے فرو ہے۔
مجبی صفدر کے متعلق آپکے شکریہ کا شکریہ عرض ہے۔
لطیف میان تسلیم گزار ہین۔ اور سب اطفال آداب
عرض کرتے ہین۔ والسلام

نیازمند جلیل حسن کان اللہ لہ
۵۔ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ حیدر آباد دکن

---

(۷) جناب محشر لکھنوی کا کرمنامہ
جناب وصل بلگرامی کے نام

۴۔ جولائی سنہ ۲۲ء مکرم بندہ زاد لطفہٗ۔ تسلیم ۱۱۔ جون کے
کارڈ کا آج جواب لکھ رہا ہون۔ معاف فرمایئے گا۔ بہت دیر
ہوئی مین نے سنا ہے کہ

خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

یہ مصرع شاید حضرت ریاض دام مجدکم کا ہے جب
اُن ایسے کہنہ مشق سے مصرع نہ ہوا۔ تو کسی سے نہ ہوگا۔
صاف صاف تو یہ ہے کہ مجھسے تو نہ ہوسکا۔ مصرع مذکور پر
اگر مصرع ہوگا تو مصنف سے۔ مصرعے تو لگائے اور خوب
آپ کی فرمایش کے کچھ فکر بھی کی ہے۔ مگر اپنی طبیعت نے
خود قبول نہ کیا۔ خیر یہ ایک مصرع حاضر ہے۔

چمن مین غنچے جو چٹکے پکار اُٹھی بلبل
خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

مگر اتنا کیجئے گا کہ میرا مصرع شایع نہ کیجئے گا۔ مین نے صرف
آپکی خوشی کردی (اب حضرت محشر نے اجازت شایع کرنے کی
دیدی ہے۔ ریاض) مین نے آپ کی خوشی کردی فقط نیازمند محشر عفی عنہ

اب ذیل مین وہ سب مصرعے درج کیے جاتے ہین جو
مجھے یا جناب وصل کو موصول ہوئے (بحساب حروف تہجی تخلص)
ملاحظہ ہون۔ **ریاض**

آرزو۔ جناب سید انور حسین صاحب لکھنوی جانشین جناب
جلال مرحوم

سوائے غنچۂ منقار عندلیب کہین
خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

اختر۔ جناب منشی لطیف احمد صاحب خلف حضرت امیر مینائی مرحوم

ملا ہے رنگِ اثر کو نوائے بلبل کو — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
نصیب صوت عنادل کسی کو ہو لیکن — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

اختر۔ جناب نذر محمد خان خیر آبادی ؎

کھلے ہوئے گل انجم یہ شب کو کہتے ہین — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

ابر۔ جناب منشی احمد علی صاحب قیصر وائی ارشد تلامذۂ جناب امیر مینائی مرحوم ؎

حسین تو ملتے ہین لطفِ زبان نہین ملتا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

آسی - جناب مولوی عبد الباری صاحب شارح دیوان غالب وغیرہ

چٹک میں غنچوں کے اک بات ہو مگر آسی　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

احسان - جناب مولوی احسان اللہ خان صاحب رئیس اعظم بہادر گڑھ ضلع میرٹھ

ہزار رکھدے کلیجا نکال کر بلبل　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

بتوں کی چپ میں وہ اک بات لاکھ باتوں کی ہو　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

امین جناب امین سلونوی سب اڈیٹر رسالہ "منظر" لکھنو

ادا طراز تو ہے نغمۂ ہزار مگر
خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

آہ - جناب منشی ممتاز علی صاحب آرشد تلامذۂ جناب امیر مینائی مرحوم
از ریاست ڈونگر گڑھ

حسین بت نے لطفِ زبان نہیں ملتا　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

ادریس - جناب ادریس احمد صاحب عباسی مینجر روزنامہ حقیقت لکھنو

ہزار سونگھے نسیم سحر گلِ عارض　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

ہزار دیکھے نسیم سحر فضائے چمن　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

اثر - جناب مولوی صدیق احمد صاحب فرزند ارجمند حضرت جلیل مانکپوری

ترانہ سنج تو ملتے ہیں اے صبا لیکن　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

زبانِ خار بھی حسرت سے سوکھی جاتی ہے　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

انیس - جناب مولوی انیس احمد صاحب - خلف حضرت جلیل مانکپوری

کئی زبانیں جو سوسن کو مل گئیں تو کیا　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

کسی زبان کو کسی نطق کو کسی لب کو　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

اصغر - جناب اصغر علی صاحب - خیر آبادی

کھلے ہوئے گل انجم یہ شب کو کہتے ہیں　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

اثیم - جناب منشی امیر احمد صاحب خلف اکبر جناب تسیم

زبانِ حال سے کہتی ہے روشِ صبح چمن　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

بیخود - عالیجناب مولانا مولوی حکیم شاہ محمد فاخر صاحب الہ آبادی

زبان گنگ ہوئی بلبلِ طبیعت کی　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

نسیم ڈھونڈھتی ہے طائروں کے نغموں میں　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

جناب باغ

نگہ کو ملتا ہے لطفِ زبان نہیں ملتا　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

ہر ایک برگ زبان ہے یہ کیا کہا غافل　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

زبان پہ بلبلِ ناشاد کی یہ شکوہ ہے　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

چٹک کے غنچے یہ بولے کہ کون کہتا ہے　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

تاب - جناب مولوی محمد مخدوم علی صاحب سہروردی - وکیل
گلبرگہ شریف ریاست حیدرآباد دکن

زمانہ لاکھ دکھائے زبان کے جوہر　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

دکھائے لاکھ زبان جوہر زبان دانی　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

ہزار بلبلیں رنگ بیان دکھائیں یہ　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

طیور بزم گلستاں میں چہچہائیں لاکھ　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

زبانِ حال سے یہ پتا پتا کہتا ہے　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

زبانِ حال سے ہر برگ باغ کہتا ہے　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

تری فصیح بیانی میں اے زبان آور　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

نشتر[سلہ] - جناب چودھری وزیر حسن صاحب سندیلوی ارشد تلامذۂ
حضرت آرزو لکھنوی

شگوفہ کاری قدرت کی شرح اور زبان　　خموش پھولوں کا حسن بیان نہیں ملتا

نوٹ - نشانات ذیل × تعلقات لفظی کی رعایت سے قائم کئے گئے ہیں ناچیز نشتر سندیلوی ۸ جون سنہ ۲۶ء

(سلہ یہاں سے جناب اثیم کے نام تک بے ترتیب سہواً درج ہو گیا)

نشتر - جناب بابو بشمبھر ناتھ صاحب تلمیذ حضرت نیرنگ کاکوری از جھالرا پاٹن راجپوتانہ

مزار پر کوئی غنچہ وہاں نہیں ملتا — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا
بہار خندۂ گل میں ادا ملیگی مگر — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا

ناطق - جناب عبد الغفار خان صاحب قائم گنجوی

وہ کیا ہے جو کہ تہ آسماں نہیں ملتا — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا
ہزار دفتر تخییل کے ورق لوٹے — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا
چٹک کے غنچے یہ کہتے ہیں باغ عالم میں — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا
زبان حال سے کہتی ہے بلبل نالاں — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا
دکھا کے عارض گلرنگ وہ یہ کہتے ہیں — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا
نرالے حسن حسینوں کے دیکھے دنیا میں — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا
سرود نغمۂ پنہاں کی طرح اے ناطق — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا

وزیر - جناب شیخ وزیر علی صاحب لکھنوی تلمیذ جناب حکیم مرحوم ابن جناب اسیر مغفور

زباں کا ایک کے منہ میں نشاں نہیں ملتا — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا
ٹپک رہے ہیں ابھی غم میں اشک شبنم کے — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا
تلاش کرتی ہے بلبل ہزار گلشن میں — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا
چمن کی سیر سے کیا ہو شگفتہ غنچۂ دل — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا

وزیر رستا کے گلستاں میں کیوں آ منہ سے بل
خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا

وسیم - جناب سید محمد عسکری صاحب شاگرد رشید جناب امیر مینائی

بیاں زباں سے کروں کیا مناظر قدرت
خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا

جلیل - جلیل القدر جناب حافظ جلیل حسن صاحب مانکپوری جانشین حضرت امیر مینائی مرحوم

ہزار نغمۂ بلبل سُنے کسی سے جلیل — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا
اگرچہ گرم زبان شمع ہے مگر اُس میں — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا
اسی طلب میں ہے مرغان باغ کی فریاد — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا
زباں بھی ملتی ہے بلبل ہے بھی ملتا ہے — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا

حیران - عالیجناب شمس العلما مولانا سید امداد امام صاحب رئیس عظیم آباد پٹنہ

ہزار حیف کوئی نکتہ داں نہیں ملتا — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا

حسرت - جناب مولوی عظمت علی صاحب لکھنوی شاگرد جناب تسلیم مرحوم لکھنوی

جنون شوق جتا کیا کروں میں نذر بہار — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا

حشمت - جناب حکیم حشمت علی صاحب از گولا ضلع کھیری

ہنسا کے غنچوں کو کہتی ہے باغباں سے صبا — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا
یہی گلشن ہے دل عندلیب میں حشمت — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا

حسرت - عالیجناب کنور محمد اعتماد علی خان صاحب رئیس اعظم سعد آباد - تلمیذ حضرت داغ مرحوم

نسیم شوق پریشاں ہے باغ عالم میں — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا
ازل سے واہ ہے یونہیں گوش شاہد معنیٰ — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا

حامد - جناب حامد علیخان صاحب ایلمدسب جج رائے بریلی

ہوں طائران چمن گو ہزار نغمہ سرا — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا
یہ سو زباں سے کرتے ہیں حمد رب قدیر — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا
زبان حال سے کہتی ہے یہ بہار چمن — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا

حافظ - جناب حافظ خلیل الدین حسن صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ

ہزار بلبل گویا بیان حسن سنائے — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا
صفت بیان خموشی کی ہو نہیں سکتی — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا
بیان حسن خموشی میں ناطقہ ہے بند — خموش پھولوں کا حسن بیاں نہیں ملتا

ترانہ بلبل شیدا کا دلفریب سہی — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
ہزار بات کا ناطق جواب اک چپ ہے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
ملی زبان بھی بلبل کو۔ خوش بیانی بھی — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
چٹک چٹک کے چمن مین کہتی ہین کلیان — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

دلگیر۔ جناب شاہ نظام الدین صاحب اکبر آبادی

ریاض کی سی شگفتہ زبان نہین ملتی — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
ہزار بار سنی نغمہ سنجی بلبل — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
مین اُس لطافت فطرت پہ مر مٹا دلگیر — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

خاکسار سید ریاض احمد ریاض

ہزار حسن سے لیتے ہین راز قدرت کے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
یہ صوفیانہ تکلم انہین کا حصہ ہے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

راز۔ جناب سید فیاض احمد صاحب برادر خاکسار ریاض

ہنسی کا غنچون کے چلتا تو ہے پتا لیکن — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

سائل۔ عالیجناب ابو المعظم نواب سراج الدین احمد خان صاحب دہلوی
خویش حضرت داغ مرحوم

پتا اڑے کا اس گل کے مکان نہین ملتا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

سعید۔ جناب سید سعید احمد صاحب برادر زادہ خاکسار ریاض
تلمیذ حضرت نسیم خیر آبادی

خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا — چمن مین کوئی مراہم زبان نہین ملتا
ٹپک رہا ہے چمن مین یہ شکل بلبل سے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
جگر کے داغ جو دیکھے تو ہنسکے فرمایا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
صبا کی چھیڑ ہے جو بلبلون سے کہتی ہے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
یہ لب پہ مہر ہین کس کم سخن کی الفت مین — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
سعید کیا کہین تصویر یار کی صورت
خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

شہیر۔ عالیجناب سید محمد نوح صاحب اسپشل مجسٹریٹ و رئیس
مچھلی شہر ضلع جونپور شاگرد رشید حضرت داغ مرحوم

چمن مین اسلئے کوئی ہمزبان نہین ملتا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
مزہ کلام کا اے باغبان نہین ملتا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
طلسم باغ بہار چمن کھلے کیونکر — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
نصیب گوش عنادل نہین ہے صوت چمن — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
ترانہ سنج ہون مرغ چمن ہزار مگر — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
سکوت ہی مین ہے رنگ سخن غلط ہے یہ — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
بتان غنچہ دہن کیون رہین نہ لب بستہ — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
بتون مین بے دہنی ہے مگر یہ بات کہان — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
بغیر گوش حقیقت نیوش اے گلچین — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
لب و دہن ہی مگر گو مگو کا نقشہ ہے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
کبھی کسی سے نہین کہتے اپنے دل کی شہیر — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

شوق جناب پنڈت جگموہن ناتھ رینہ صاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر

زبان درازی سوسن کی کچھ نہین چلتی — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
یہ اُن کا راز خموشی بھی اک معمہ ہے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
کوئی تو بات ہے ایسی کہ چپ ہے یہ کیوٹ — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
کسی نے اُن کو چمن مین بھی بولتے دیکھا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
چمن مین کانون پہ سوسن بھی ہاتھ دہرتی ہے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
تمام عمر یہ گلچین کو ہنسے کہتے سُنا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
صبا سے پوچھو تو کیا اُسنے کہدیا اُن سے — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

صفدر۔ جناب صفدر مرزا پوری ارشد تلامذہ حضرت جلیل مانکپوری

چمن مین اسکا کوئی ہمزبان نہین ملتا — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
ہزار بلبل خوش لہجہ جان دیتے ہین — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا
نسیم صبح مین چھیڑ کی بہت ہے ۔ مگر — خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

عظیم - عالیجناب مولانا مولوی سید محمد سبحان اللہ صاحب رئیس اعظم گورکھپور دام اقبالہٗ

ہو لاکھ طرح ترنم طراز بادِ بہار　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

ہزار طرزِ بیان ہو زبانِ بلبل مین　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

ہزار بلبل خوشگو زبان دراز کرے　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

عزیز - جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی

زبانین لاکھ ہین لطفِ زبان نہین ملتا　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

عشرت - جناب خواجہ عبدالرؤف صاحب لکھنوی شاگرد حضرت شاد مرحوم پیرو میسر

ہزار نالۂ دلدوز عندلیب کرے　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

اگرچہ شرح گلستان ہے اشکِ شبنم بھی　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

عارف - جناب مولوی انعام اللہ خان صاحب پنشنر مہتمم کمشنری لکھنؤ

چمن کی صبح مین اک بات ہی مگر پھر بھی　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

عتیق - جناب انور الدین صاحب تلمیذ حضرت جلیل مانکپوری

لبِ جراحت بلبل بھی اسکے قائل ہین　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

ہمارے داغِ جگر کے سوا کسی مین بھی　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

فرید - جناب فرید مانکپوری

صبا کے دوش پہ ہے بو نشان نہین ملتا　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

یکیا ہین کون ہین - رازِ بتان نہین ملتا　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

سراغِ شعلۂ رازِ نہان نہین ملتا　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

فرید بوسۂ روئے بتان نہین ملتا　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

قیصر - جناب قیصر بھوپالی

ہر ایک پنکھڑی گو ترجمان نکہت ہی　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

نسیم صبح نے کی جستجو بہت لیکن　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

ہزار غنچے چٹکتے رہین مگر اُن سے　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

کلیم - جناب مولوی عبدالرحیم صاحب لکھنوی (مرحوم)

یہ بات کیا ہی کوئی رازدان نہین ملتا　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

مجھے کسی کے دہن کا نشان نہین ملتا　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

سخن کا رنگ برنگ بیان نہین ملتا　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

یہ ناز کی ہے کہ لطفِ زبان نہین ملتا　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

ان ایسا اور کوئی گلفشان نہین ملتا　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

چمن مین اس لیے بلبل کو ہی پریشانی　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

ہزار غنچہ چٹکتے رہین لہو کا رنگ　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

بجا ہے شورِ عنادل یہ گریۂ شبنم　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

لکھین اگر تو قلمہائے باغ کو لکھین　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

صبا نے ہر ورقِ گل اُلٹ کے دیکھ لیا　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

کچھ ایسے بھولے ہین بلبل سبق گلستان کا　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

ہزار رنگ کی تانین ہزار منھ سے سنین　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

چمن مین دیدۂ نرگس ہے ہر طرف نگران　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

یہ شاہدانِ چمن کی سخن شناسی ہے　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

چمن کی مدح مین سوسن زبان کیا کھولے　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

چمن مین ہی یہ سرِ گل کا دعوی ای واعظ　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

سنا ہی باغِ جہان مین کلیم کا بھی کلام　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

مضطر - جناب مولوی کریم الدین صاحب نعمانی ردولوی

سکوت شرط ہی خالق جو دی ہزار زبان　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

محشر - جناب مرزا کاظم حسین صاحب لکھنوی

چمن مین غنچے جو چٹکے پکار اٹھی بلبل　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

ناطق - جناب ابوالعلا مولانا مولوی حکیم سید سعید احمد صاحب لکھنوی

زبان کیون نہ ہو شرمندۂ دل کے زخمون سے　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

زبانِ حال سے کہتی ہے عندلیب مقال　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

سخن طرازی بلبل ہزار ہو لیکن　　خموش پھولون کا حسن بیان نہین ملتا

تشنۂ الفت

(فسانہ)

(بہ سلسلۂ تراجم جناب سید فیعی اجمیری)

(۱)

مس سوسن - (قہرناک نظروں سے) پناہ بخدا لوسی! تم نے یہ ملبوس کہاں سے پایا؟ مین نے اپنی تمام عمر مین، ایسی ذلیل، غیر مہذب، کوئی چیز نہین دیکھی -

لوسی - (سہم کر) پھوپھی، کیا یہ آپ کو پسند نہین؟ یہ موجودہ فیشن کے مطابق ہے -

سوسن - (غصہ سے) اور بھی بہت سی فضولیات داخل فیشن ہین لیکن میرا سوال ہے کہ یہ تمھارے پاس آیا کہان سے؟

لوسی - اپنے مکان کے پاس جو لڑکی رہتی ہے، اس سے مین نے سوٹ کیس کے بدلے مین لیا ہے -

سوسن - بیوقوف! وہ سوٹ کیس اصلی چرم کا تھا -!

لوسی - (حسرتناک لہجہ مین) لیکن مین کبھی باہر نہین جاتی ہون اور مارنی کو اسکی چند سہیلیون نے ایک ہفتہ ساحل دریا پر تفریح و بازی مین گزارنے کے لیے مدعو کیا ہے -

سوسن - (چیخ کر) وہ تمھین بھی بگاڑنا چاہتی ہے - مین بالکل نہین چاہتی کہ تم اس آزاد طبع لڑکی سے زیادہ تعلقات بڑھاؤ - سمجھ گئین؟ وہ تمھاری صحبت کے قابل نہین ہے -

لوسی - مارنی، بہت اچھی لڑکی ہے -

لوسی نے ایک خواہش محسوس کی کہ آج وہ دو برس کے جبر و ضبط کو ختم کردے لیکن وہ سمجھتی تھی کہ ایسا کرنا بے سود ہوگا - اسکے لیے قرین مصلحت یہی تھا کہ وہ ان سختیون کو جو اسپر کی جاتی تھین اور ان پابندیون کو جو اسپر عائد تھین برداشت کرے اور رہے - جیسا کہ وہ اسوقت سے کرتی آئی تھی جب سے کہ اس کا پیارا نقاش باپ اس جہان فانی سے کوچ کر گیا اور اُسے مسرت و محبت کی دنیا کو چھوڑ کر اپنی روزافزون حسن و جوانی کو تباہ کرنے کے لیے مس سوسن کے گھر مین پر مشقت اور پرقیود زندگی بسر کرنے کے لیے آکر رہنا پڑا -

سوسن - اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم مین اتنی بے غیرتی پیدا ہو گئی ہے کہ تم شہر مین اسطرح آوارہ گردی کی خواہشمند ہوگی تو یہ میرا فرض تھا کہ مین آج اتنے گھنٹون کے واسطے تمھین تنہا چھوڑ کر باہر جانے کا قصد نہ کرتی لیکن مجھے امید ہے کہ تم راہ راست پر آجاؤ گی، یہ مس سوسن نے اس مجروح کن لہجہ مین کہا جو عموماً لوسی کو خوفزدہ کر دیتا تھا -

درحقیقت اس لڑکی مین فرمانبرداری اور تربیت پذیری کا کافی مادہ تھا، کیونکہ اسکے شیرین، بے غرض فطرت - ہر اس چیز سے متنفر تھی جسکا تعلق ہنگامۂ فساد سے ہو - لیکن اس کی موجودہ زندگی حد درجہ ناقابل برداشت اور غم انگیز تھی - اس نے تکلیف و غم کے دو طویل سال صرف ایک امید مبہم پر گزار دیے تھے - اس کا سن اسوقت اٹھارہ سال کا تھا، لیکن تاحال اسے یہ معلوم نہ ہوا تھا کہ اس کے مشہور نقاش باپ نے کوئی دولت اس کے لیے چھوڑی ہے!

اگر اس نے نہین چھوڑی تو پھر اس کی پھوپھی کسی مناسب ملازمت کی تلاش مین اس کی معاونت کرے گی - مگر جب کبھی اس کا تذکرہ مس سوسن سے ہوتا تو وہ کچھ سراسیمہ سی نظر آتی - وہ کہتی کہ -

"تم جیسی ناآزمودہ لڑکی کے لئے کوئی ملازمت ملنا آسان نہین ہے، جسکو بے پرواہ تربیت نے خودسر بنا دیا ہے اور جو معاملات دنیا سے قطعاً بے خبر ہے - جب تم یہان آئین تو تمھاری حالت ایک دیوانی سے کم نہ تھی - الجھے ہوئے بال، میلے کپڑے اور بیہودہ حرکتین! کوئی نہ کہہ سکتا تھا کہ یہ اسکول کی تعلیم یافتہ شانزدہ سالہ لڑکی ہے" اور پھر وہ ان فوائد و برکات کا اظہار کرتی جو لوسی کو وہان آنے سے حاصل ہوئے تھے - وہ کہتی "تمھین شکر کرنا چاہیے کہ تمھاری ایک رشتہ دار ہے جو تمھین آداب و تہذیب سکھانے کی زحمت گوارا کرتی ہے اور جو تمھین ایک ناقابل بود و باش مقام سے ایسی معقول جگہ لے آئی جو شہر کے باعزت حصہ مین واقع ہے"۔

اور لوسی کا جذبۂ "شکر" رات کے وقت اپنے ایام تنہائی و بیکسی پر خاموش آنسوؤن کی صورت اختیار کر لیتا !

سوسن - جاؤ اور یہ عیب لباس اوتارو - اور برائے خدا اب مجھے اسکے دیکھنے کا موقع نہ دینا - تمھارا بھورا گون ابھی خراب نہوا ہے"۔

مزید خفگی و ناراضگی سے مامون رہنے کے لیے، لوسی فوراً اپنے کمرہ مین آگئی اور ایک حسرتناک نظر آئینہ مین اپنے اوپر ڈالی "والد مجھے اس لباس مین دیکھکر پیار کرتے" اس نے آہ سرد کے ساتھ کہا۔

اور واقعی یہ شگفتہ رنگ و خوشنما لباس لوسی پر بیحد زیب دیتا تھا وہ مس سوسن کے حسب ہدایت، بال نہایت بدنما طریقہ پر پیچھے الٹ کر بنانے کے باوجود بہت حسین معلوم ہوتی تھی - اس کے چھوٹے چھوٹے کان بہت خوبصورت تھے جن کو بالون سے چھپانے کی ضرورت نہ تھی - اسکا رنگ سپید گلاب کے مانند تھا اور اس کے نازک ہونٹ ارغوانی - اس کی آنکھون مین حیرانی تھی -

یہ ایک لمحہ کے لیے تھا کہ اُسنے اپنے تازہ و پرشباب حسن کا عکس متالم نظرون سے آئینہ مین دیکھا - اور پھر اسنے "وجہ عتاب ناروا" گون کو اتار کر پھینکدیا اور وہی بھورا لباس پہن لیا -

لیکن یہ خیال اپنے دل سے وہ کسی طرح نکالنے مین کامیاب نہ ہو سکی کہ یہ لباس اسپر بہت ہی بھلا معلوم ہوتا تھا - !

وہ جانتی تھی کہ گلی مین لوگ اسکی طرف دیکھتے ہین اور بعض اوقات ان کا تبسم ہونا صرف اس بنا پر ہوتا ہے کہ وہ روش جدید سے اسقدر پیچھے ہے - اور ایک طوفان الم اسکے سینہ مین متلاطم ہو جاتا کہ کیون مارنی کی طرح اسے ملبوسات کے باب مین اجازت انتخاب نہین؟ کیون نہین اسے رقص و سرود کی محافل اور تصاویر متحرکہ کے تماشہ مین جانے کی آزادی دیجاتی؟ لیکن سوسن تصاویر متحرکہ کے تماشہ کو ناپسند کرتی - وہ کہا کرتی تھی کہ یہ تماشے لوسی جیسی طبیعت کی لڑکی کے لیے سخت برا اثر رکھنے والے ہین" وہ "مجھے بھی اپنی جیسی ایک سن رسیدہ عورت بنا لینا چاہتی ہین" لوسی سوچا کرتی" میرے لیے سوائے اس کے کوئی بہتری کی صورت نہین کہ مین یہان سے نجات پا جاؤن - مجھے ضرور کوئی ملازمت تلاش کرنی چاہیے - مجھے یقیناً یہان سے چلا جانا چاہیے اس سے قبل کہ امید و آرزو کا ہر ذرہ کچل دیا جائے" !

اور واقعتاً کوئی حیرت کی بات نہین، اگر لوسی کے خیالات یہ تھے کیونکہ مس سوسن کی سب ملنے والی عورتین، اسی کی طرح مسن اور غیر شادی شدہ تھین جو آکر فضول باتین کرتین اور لوسی کی محبوبیت کو مشتبہ نظرون سے دیکھتین" غریب سوسن پر بڑی ذمہ داری ہے - "وہ کہتین،، ایک نقاش کی بیٹی!" گویا نقاش ہونا مجرم پر آخری لفظ ہو؟

اور لوسی جو طبعاً خاموش و کم سخن واقع ہوئی تھی، دیکھتی اور سمجھتی کہ یہ عورتین اس سے کسقدر متنفر ہین صرف اس بنا پر کہ وہ حسین ہے اور جوان ہے !

وہ ایک محبت پسند دل رکھتی تھی - لیکن تاحال کوئی حریف محبت اسے دستیاب نہین ہوا تھا - اور ہو بھی کسطرح سکتا تھا - کیونکہ نوجوانان جوار ہمیشہ مس سوسن سے خائف رہتے تھے کہ اگر انھون نے لوسی کے

قریب بھی جانے کی کوشش کی تو مس سوسن انکے ساتھ بہت سختی سے پیش آئے گی۔

اور لوسی کا اندوہگین دل محبت کے لیے بیتاب تھا!

آج اسے ہمیشہ سے بھی زیادہ تنہا رہنا پڑیگا مس سوسن اپنی ایک لب گور دوست کو دیکھنے کے لیے طویل سفر پر جا رہی ہے۔ اس سے قبل وہ لوسی کو اکثر ساتھ لیجایا کرتی تھی۔ تاکہ اُس کی چھتری یا کمبل لیچلے، یا آگے بڑھکر دروازہ کھولے، غرض اپنی معیت کسی طرح سودمند ثابت کرے۔ لیکن اس دفعہ لوسی کو گھر پر ہی رہنا ہوگا۔

سوسن (کپڑے پہنتے ہوئے) مین مناسب نہین سمجھتی کہ تمھین اتنی دور ساتھ لیجاؤن لہذا تم یہین رہو۔ میری غریب سہیلی مسز ہارڈ ین قریب المرگ ہے مین حتی الامکان جلد آنے کی کوشش کرونگی۔ لیکن وہ آخری گاڑی ہوگی تم گھبراؤ گی نہین، مجھے یقین ہے۔

لوسی۔ نہین۔

لوسی نے ایسے اطمینان سے جواب دیا کہ مس سوسن نے اسے مشکوک نگاہون سے دیکھا "میری غیر موجودگی مین کہین مارنی کو نہ بلالینا اگر تمھارا دل گھبرائے تو مس ورینچ کو پکار لینا (بوڑھی مس ورینچ کی صحبت ایک اٹھارہ سال کی لڑکی کے لیے افسوسناک تھی)

لوسی۔ پھوپھی اگر آپ اجازت دے بھی دیتین تو بھی مین مارنی کو نہ بلاسکتی تھی کیونکہ سبھون کی طرح وہ بھی مجلس رقص مین جائیگی۔

سوسن۔ سبھون کی طرح! وہ سب کون ہین؟ مین نہین جا رہی ہون تم نہین جا رہی ہو مس ورینچ نہین جا رہی ہین۔

لوسی (ٹھنڈی سانس لیکر) اور دوسرے بہت ہین!

آخرکار مس سوسن نے اپنی "آرایش" ختم کی اور ایک پرانا ابدنما چمڑے کا ہینڈ بیگ اٹھالیا "تم رات کو بیٹھکر میرا انتظار مت کرنا میرے پاس کنجی ہے۔ کمرۂ طعام مین روشنی جلتی رہنے دینا۔ بہت دھیمی کرکے مین نہین چاہتی کہ گیس فضول ضایع ہو۔ کیونکہ مین ذرا دیر مین واپس ہونگی

لوسی۔ کچھ کھانا بھی آپ کے لیے رکھون؟

سوسن۔ صرف قہوہ کا ڈبہ اور چند بسکٹ میز پر رکھدینا۔ مین خود آکر تیار کرلونگی۔

لوسی۔ بہتر ہے۔

سوسن۔ اچھی طرح سے یاد کرکے عقبی دروازہ بند کرنا اور تمام کھڑکیون کو بھی۔ میرا زیور سب یہین ہے۔ مین نے آج صرف سادہ سادہ چیزین پہنی ہین۔ رخصت۔

لوسی کو ایسا محسوس ہوا گویا اسکے سر پر سے ایک بار اُترگیا اس نے اپنی نازک اونگلیان اپنے نفیس بالون پر پھیرین اور انھین کانون پر سے ہٹایا۔ اس کے چہرے پر مسرت کھیل رہی تھی۔ وہان سے وہ مطبخ مین گئی اور گانے والی کیتلی پر متبسم ہوئی۔

لیکن یہ جذبۂ انبساط محض آنی تھا۔ وہ آگ کے پاس اپنی کہنیان زانوؤن پر اور رخسار ہاتھون پر رکھکر بیٹھ گئی "کاش کوئی مجھ سے محبت کرتا" اس نے سوچا "کاش مین ان سب کی طرح جو اس گھر مین آتی ہین، مسن اور کاہل ہونے سے پہلے یہ جان سکون کہ محبت کیا چیز ہے؟ آہ! کاش قسمت مجھے ایک دن، ایک ساعت ایک لمحہ کے لیے موقع دے کہ مین کسی نوجوان سے ملون، اس سے گفتگو کرون، اسے اجازت دون کہ وہ میرا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لے۔" ایک حسرت آمیز مختصر ہنسی کے ساتھ اس نے اپنے خیالات پر غور کیا" پھوپھی سوسن کیا کہین اگر انھین معلوم ہو جائے کہ کہ باوجود ان کی تربیت کے مین ابتک اتنی انسان ہون کہ محبت کی خواہش کر رہی ہون" لیکن اس نے سوچا کہ ایسے فضول خیالون مین وقت ضایع کرنا بے سود ہے۔ جب تک وہ اس چھت کے نیچے ہے محبت سے متعلق کوئی واقعہ پیش نہین آسکتا!

دن ڈھلنا شروع ہوا' گھر بالکل سونا معلوم ہوتا تھا - کوئی کام بھی کرنے کو نہ تھا - چاے پینے کے بعد لوسی پائین باغ مین گئی' باڑھ کے اوپر چڑھی' اور قریب والے گھر کے غرفۂ مطبخ پر لکڑی سے آہستہ آہستہ کھٹکھٹایا - معاً ایک متبسم چہرہ' ہر چہار طرف حلقہ ہائے زلف سے آراستہ' نمودار ہوا -

"یہ تم ہو لوسی! اسپرسے کود آؤ - مین تمھین وہ پوشاک بتاؤن جو آج رات کو پہنکر جاؤنگی -

لوسی (کود کر) مارنی - اے کاش مین تمھارے ساتھ جا سکتی!

مارنی - تو پھر جا کیون نہین سکتین؟ مین نے تمھاری پھوپھی کو باہر جاتے ہوے دیکھا ہے -

لوسی - مگر مجھے گھر کی نگہداشت کے لئے چھوڑ گیا ہے -

اور مارنی کی کوئی کوشش' لوسی کو' چلنے پر آمادہ کرنے کے لیے کامیاب نہ ہو سکی -

لوسی - انھون نے مجھپر اعتماد کیا ہے اور مین انھین فریب نہین دیسکتی

مارنی (ہنسکر) تم عجیب و غریب لڑکی ہو!

لوسی (دفعتہً) او ہو! مین نے عقبی دروازہ بند نہین کیا ہے -

اور وہ بھاگی ہوئی آئی - لیکن ہر چیز اپنی حالت پر تھی - کوئی تبدیلی نہ ہوئی تھی شام ہوئی - لوسی نے چراغ روشن کیا - چونکہ اسے معلوم تھا کہ آج مارنی رقص مین جائے گی - اسلئے اور بھی تنہائی محسوس ہو رہی تھی واقعی گھر اسقدر سنسان اور خاموش ہو گیا تھا کہ لوسی نے قبل از وقت کھانے سے فراغت حاصل کرکے سونے کا ارادہ کر لیا -

لیکن پہلے اس نے مس سوسن کے قہوہ میز پر رکھا - پھر اسنے ایک جذبات خیز' پُراز تذکار محبت افسانہ پڑھا اور آخر کار سیڑھیون پر چڑھکر اپنے کمرہ مین پہونچی -

افسانہ جو اس نے پڑھا تھا' اس نے اسکے دل کی حرکت کو تیز کر دیا تھا - وہ اب ہمیشہ سے زیادہ اس پُر صعوبت حالت سے نجات پا جانے کی خواہش محسوس کر رہی تھی - اور دنیا مین جانا چاہتی تھی - ہان دنیا مین - جہان محبت اسکا انتظار کر رہی ہوگی!

محبت! آہ! وہ محبت کی کسدرجہ آرزومند تھی - کوئی جو اسکی پرواہ کرے - کوئی جو ہمیشہ اسکی خطاؤن اور فروگزاشتون کی گرفت نہ کیا کرے' ہمیشہ طعن و ملامت ہی سے پیش نہ آئے - کوئی طاقتور اور بہادر - جو اپنے گرم حلقۂ آغوش مین اسے لیلے -

"میرے والد کو علم نہ تھا کہ پھوپھی سوسن جوانون سے کسقدر متنفر ہین" اسنے سوچا" اور یہ کہ وہ کسطرح مجھے بھی ان سے شناسائی کرنے سے مانع ہونگی - مگر - مگر کہتے ہین کہ محبت ہزار موانع مین بھی اپنا راستہ تلاش کر لیتی ہے!

اسکی آنکھین اشکبار ہو گئین - اور اسنے اپنے سپید بستر کے پاس دوزانو ہوکر' خلوص کے ساتھ دعا مانگی "مہربان خدا! مجھے کوئی محبت کرنے والا دے!

(۲)

دعا کے بعد لوسی اٹھی اور یکبارگی اسے کمرۂ ملاقات کی کھڑکیون کا خیال آیا - اسے یاد نہ آسکا کہ آیا اس نے کھڑکیون کو بند کر دیا ہے یا نہین مس سوسن کی تاکید کے باوجود یہ غفلت نادرست تھی -

لوسی نے شمع اٹھائی اور دروازہ کھولکر نیچے اتری - ان مختلف اشیا کا عکس جنپر روشنی پڑ رہی تھی' دیوارون پر متحرک تھا اور اسے محسوس ہونے لگا کہ گویا تاریک اور خاموش روحین اس کا تعاقب کر رہی ہین -

کمرۂ ملاقات مین گھسنے پر اسے معلوم ہوا کہ وہ کھڑکیان بند کر چکی تھی - وہ اپنے کمرہ مین واپس جانا چاہتی تھی کہ اسنے سوچا کہ

کھانے کے کمرہ کو بھی دیکھتی چلے۔ شگاف میں سے روشنی چمک رہی تھی اور مس سوسن کی ہدایت کے مطابق بتی بھی بجھی کرنی تھی۔

اس نے دروازہ کھولا اور کھولتے ہی اس کے قلب پر ایک دھچکا لگا ایک لمحہ کے لیے اسے خیال گزرا کہ وہ خواب دیکھ رہی ہے یا پھر اسکا منظر کوئی بھوت کوئی روح ہے۔

شمع پورے طور پر روشن تھی۔ اور آتش دان کے پاس ایک نوجوان کھڑا تھا۔ ایک قوی بازو قبول صورت نوجوان، نہایت نفیس پوشاک زیب تن کیے ہوئے۔ وہ اپنا سر جھکائے ہوئے سگریٹ جلانا چاہتا تھا۔

اور وہ نوجوان تھا، حسین تھا۔ لوسی کی اس تخیل سے کہ ایک نوجوان شخص کیسا ہونا چاہیے، بہت زیادہ خوبصورت، بہت زیادہ دلکش!!

ہاں! اور وہ یہاں تھا۔ اسکی پھوپھی کے گھر میں بالکل اس اطمینان و سکون کے ساتھ گویا یہ خود اس کا گھر ہے!

لوسی کے منہ سے ایک دبی ہوئی مرتعش چیخ نکلی۔

اس نے اوپر گردن اٹھائی اور مع سگریٹ پھینک کر دونوں ہاتھ پھیلا کر اسکی جانب بڑھا "اسقدر خائف نظر نہ آؤ۔ تم واقعۃً ڈر نہ گئی ہو۔"

اس کی آواز دلکش اور خوش آیند تھی۔ اور اس کے لہجہ میں ایک قسم کی دلچسپ شیرینی!

لوسی جھجک کر پیچھے ہٹی۔ وہ اب تک خوفزدہ تھی۔ کیونکہ اس شخص کا قیافہ اسے مافوق الانسان نظر آرہا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ گویا وہ اسکی دعاؤں کے جواب میں بھیجا گیا ہے "اگر تم ایسی چیزوں کے لیے دعا کرو جو بہت زیادہ دنیوی ہیں تو اسکا جواب ملتا ہے مگر خدا کی طرف سے نہیں بلکہ دوسری جگہ سے اور سزا کے طور پر!" یہ الفاظ جو اس نے اسکول میں پڑھے تھے، اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔

یہ ایک ہیبت ناک خیال تھا۔ اسکی نیلگوں آنکھیں خوف سے دھندلی ہوگئیں اور اس کے سرخ ہونٹ مرتعش و گنگ۔ وہ اپنے چٹکی بھر کر دیکھنا چاہتی تھی۔ کہ آیا وہ جاگ رہی ہے۔ یہ غیر معمولی حسین نوجوان، اپنی چمکدار سیاہ آنکھوں، سفید دانت، اور طاقتور بازوؤں کے ساتھ ممکن ہے خود اسی کے تخیلات کا زائیدہ ہو۔ یکسر وہم و سراسر خیال!!

ابھی وہ انھیں خیالات میں غرق تھی کہ نوجوان آگے بڑھا اور اسے اپنی آغوش میں لیکر اپنے ہونٹ اسکے رخساروں پر لگا دیئے۔ بوسہ لے لیا۔

لوسی (برغضب ہوکر) تم نے یہ جسارت کس طرح کی! تمھیں کیونکر یہ جرأت ہوئی؟"

"تم یقیناً ڈر نہ گئی ہو!" اجنبی نے کہا اور سوائے ہاتھوں کے اسکو قید آغوش سے رہا کر کے، اس کے شرمگین، برغضب، شیریں، حیرت زدہ، اور قریب گریہ چہرہ کو غور سے دیکھنے لگا "تم بھی کیسی ایکٹرس ہو، لیکن تمام عورتیں ہی حد سے ایکٹرس ہوتی ہیں!"

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" آخرکار لوسی نے استفسار کیا۔ اسکا خوف و خطر بہت کچھ زائل ہو چکا تھا، یہ دیکھکر کہ باوجود غیر معمولی حسین ہونے کے، وہ بہر حال گوشت و خون ہی ہے۔ لیکن اس کے ہاتھ ابھی تک اس کے گرم ہاتھوں کے نیچے کانپ رہے تھے۔

اجنبی (مسکراکر) میں تم سے ملنے آیا ہوں"!

اور اس کا تبسم دلکش تھا۔ شرارت آب و طفلانہ!

لوسی کیا مارنی نے تمھیں بھیجا ہے؟

اجنبی۔ مارنی کون؟

لوسی۔ میری سہیلی۔

اجنبی - اخاہ تمھاری کوئی سہیلی بھی ہے ؟

"تم یہان کیون آئے ؟" لوسی جتنا وقار اپنے مین پیدا کرسکتی تھی پیدا کرکے پوچھا -

اجنبی - تم میری موجودگی سے یقیناً ناخوش نہین ہو" اس نے لوسی کی کمر مین ہاتھ ڈالدیا اور اسے کرسی تک لایا" او - یہ حیلہ کرنے کی کوشش نہ کرو کہ تم میرے آنے سے خائف ہوگئی ہو - یا متحیر رہی -

لوسی کا دم رکنے لگا - وہ نہ جان سکتی تھی کہ اسے کیا کرنا چاہئے وہ صرف یہ سوچ رہی تھی کہ یہ نوجوان اسکی دعاؤن کے جواب مین بھیجا گیا ہے تاکہ محبت کا ایک موقع اسے دیا جائے - اور اگر یہ بات صحیح تھی تو صد درجہ تعجب' بیحد حیرت کی بات ہے - ایسے واقعہ کا ظہور پزیر ہونا بالکل عقائد سابقہ کا ہمنوا تھا - لیکن وہ کھڑا ہوا تھا - طویل' توانا' اور تبسم کنان - حقیقت مین ؟ ہان حقیقت مین بلا کسی شک وشبہ کے !

کیسی جسارت کے ساتھ وہ پر راز طریقہ سے آیا اور اس یقین کے ساتھ گویا وہ اس کا خیر مقدم کرے گی - کسقدر جسارت کے ساتھ اس نے بوسہ لے لیا !

اس کے رخسار اب بھی اس بوسہ کی گرمی سے جل رہے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے بوسہ کی علامت ہمیشہ اس کے کنارا چشم پر دکھائی دیتی رہیگی - جہان کشاکش ومزاحمت کے باعث اجنبی کے ہونٹ جم گئے تھے -

اجنبی - اتنی خشن نظر نہ آؤ - تم واقعی بد دماغ تو نہوئی ہو - تمنے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ ناراض نہ ہوگی -

لوسی - مین نے ایک لفظ بھی نہین کہا ہے -

لوسی نے پہلی مرتبہ اسکی آنکھون مین آنکھین ڈال کر دیکھا اونکی آنکھین ملین اور قائم رہگئین - اور کوئی چیز اسکی آنکھون کے عمق مین تھی' جسنے لوسی کو اسپر اعتماد کرنے کے لیے امادہ کر دیا - ہان ان مین اعتماد سے زیادہ کچھ چیز تھی - وہ دفعتہً مطمئن ہوگئی - ایک لذیذ اشتعال اسکے تمام بدن پر طاری ہوگیا - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسکے خوابہائے محبت سچے ہوگئے ہین - وہ اب زیادہ دیر تک اپنے چہرہ کو غضب آلود نہ رکھنا چاہتی تھی - نہ وہ یہ جاننا چاہتی تھی کہ وہ کیون آیا ہے' کب آیا' کسطرح آیا' یا کچھ اور - وہ چاہتی تھی کہ وہ یہان ٹہرا رہے' اسکے قریب کھڑا رہے' اپنی خوش آیند آواز مین گفتگو کرے' اسے چھیڑے' محبت کی باتین کرے !

میرا یہ جاننے کا پہلا موقع ہے کہ محبت کیا چیز ہے" اسنے سوچا " اگر یہ بھی یہان ہوتین تو یہ ہرگز نہین آتا - اس سب معاملہ مین کوئی راز ہے - کوئی غلطی !"

لیکن اسکے ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی نہ چاہتی تھی کہ اس نوجوان کو یہ محسوس ہو کہ وہ ایک عاشق کے لیے اسقدر بیتاب ہے' منتظر ہے - اس نے بظاہر غصہ ہو کر پوچھا" مین فی الحقیقت یہ معلوم کرنا چاہتی ہون کہ تم یہان کس طرح آئے"

اجنبی - مین دروازہ کھلا پانے کا متوقع تھا -

لوسی - اور تم نے نہ پایا ہوگا -

اور پھر اسے خیال آیا کہ جب وہ مارنی کے پاس گئی تھی تو کس طرح دروازہ بے دیکھے چھوڑ گئی تھی - غالبًا یہ نوجوان جب وہ مارنی کے ہان تھی اسوقت آیا اور جب سے چھپا ہوا ہے - ممکن ہے یہ چور ہو - لیکن اسنے یہ خیال فوراً دور کر دیا - وہ نہ چور معلوم ہوتا تھا نہ اور کسی قسم کا بدقماش - اسکی آنکھین پرخلوص مردانگی کا آئینہ تھین - مخلوط بہ شرارت !

تاہم اسکی ان تمام خوش طبیعتون کی تہ مین وہ ایک گہری

کی جھلک معلوم کر رہی تھی - ایسا ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس گھر مین
کسی خاص غرض سے آیا ہے - اسکی آنکھین کمرے کے چارون
طرف گھوم رہی تھین، گویا کسی شئے مطلوب کی متلاشی ہین -
اجنبی - تم بہت حسین ہو - اس سے بہت زیادہ جتنا مین خیال
کرتا تھا -

لوسی - تم خیال ہی کسطرح کر سکتی تھی -
اجنبی (مسکراکر) غالباً میرے بھی دماغ ہے -

لوسی - میرا یہ مدعا نہین ہے - میرا یہ مطلب ہے کہ تم جان ہی
نہین سکتے تھے -

اجنبی - "تم بہت کم سن ہو" اسکی آواز مین شائبۂ ملال تھا"
اس سے بہت زیادہ مین سمجھتا تھا -

لوسی - میرا خیال ہے کہ تم محفل رقص مین سے سیدھے یہان
آرہے ہو کیا کسی نے تم سے کہا کہ مین تنہا ہون ؟" اور پھر اُسنے
اپنے ہونٹ چاب لیے کیونکہ اس نے خود اعتراف واقعہ کر لیا -
اجنبی - مجھے امید تھی کہ تم تنہا ہو گی -"

اجنبی نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر، اسکی انگلیون کو
غور سے دیکھا، اور پھر سر جھکا کر انھین چوم لیا -

"یہ نہ کرو" لوسی کی آنکھین اشک آلود ہو گئین" تمھین یہہ
نہ کرنا چاہیے -

اجنبی - تم مجھے شب گرد سمجھتی ہو" اس نے لوسی کے ہاتھ یکبارگی
چھوڑ دیے -

لوسی - (جلدی سے) نہین - نہین !

اجنبی (پھر پاس آکر اور اس کے قریب بیٹھکر) لیکن درحقیقت مین
ہون - بعض اوقات، ایک آدمی کو وہ ہونا پڑتا ہے، جو وہ ہوتا نہ
چاہے - تمھین معلوم ہے، پیاری، تم مجھ پر جادو کیے دے رہی ہو

لوسی نے اپنے منفعل رخسار چھپانے کے لئے سر نیچا کر لیا، اسکا
دل دھڑک رہا تھا - یہ سوچکر کہ مین اس اجنبی کے اوپر، جو اتنا حسین ہے،
اور نا معلوم طریقہ سے یہان آیا ہے، جادو کر دینے کی اہلیت ہے -
اجنبی - وہ تمھارے جیسی عورتین ہوتی ہین جنکو دیکھکر ایک آدمی
اپنے فرائض بھول جاتا ہے - پس پشت ڈالدیتا ہے - تم یہ کنیزان
کلیسا کی طرح سادہ لباس کیون پہنے ہوئے ہو ؟ اس نے تقریباً
وحشیانہ انداز مین پوچھا "کیون نہین تم نے زرین، خوشرنگ،
پوشاک پہنی ؟

لوسی - کیونکہ میرے پاس صرف ایک ہی ملبوس شام ہے،
جو کمرہ مین بند ہے -

"ایکٹرس ! ؟" اجنبی کا منہ سکڑا - اور اسکی تعجب آمیز
تکی ہوئی نظرین لوسی کے چہرہ پر گڑ گئین -

لوسی - اب تم اپنے متعلق مجھ سے سب کہو"

نوجوان نے اپنا ہاتھ لوسی کی کرسی پر رکھا اور وہان سے
اس کے کندھے پر" تم کانپ کیون رہی ہو ؟ تم مجھ سے خوف زدہ
تو نہین ہو ؟

لوسی - نہین اگرچہ اسکی کوئی وجہ نہین کہ مجھے تم سے کیون نہ ڈرنا
چاہیے - تمھارا کوئی کام یہان نہین - تم کس طرح گھر مین در آئے
اور میرا خیال ہے کہ جب تم تھک جاؤگے تو پھر رخصت ہو جاؤگے"

اجنبی اسکے بالون سے کھیلنے لگا -

لوسی (ہٹ کر) مت کرو -

تاہم وہ اپنے دل مین ناخوش نہ تھی - وہ لمحہ بہ لمحہ اسکی
طرف زیادہ کھنچتی جا رہی تھی - اسکی محبت مین مبتلا ہوتی جا رہی تھی
اجنبی - تم بہت ہی ذکی الحس ہو - دیکھو -

لوسی نے اسکی جیب مین لوہے کی تھنتھناہٹ سنی اور منہ

پھر کر ادھر دیکھا۔

لوسی۔ تعجب سے یہ کیا چیز ہے

اجنبی۔ کچھ چیز ہے جو مجھے اپنی جیب مین ملی۔

لوسی۔ عجیب مضحک بات ہے۔ کیا تم نے کپڑے مستعار لیے ہین۔

اجنبی (اپنی جیب مین سے کچھ چیز نکالکر میز پر رکھی) ہان!

اس نے پھر اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیے اور محبت سے دیکھنے لگا "تم یہ چوڑیان پہننا کیسے پسند کرو گی ؟

لوسی (خوف سے) یہ تو ہتکڑیان ہین

اجنبی۔ ہان۔ مگر تم انھین پہننا نہین چاہتین۔

لوسی۔ "سننا"! لوسی کو کسی کے قدمون کی چاپ معلوم ہوئی اور اسنے اپنی آواز کو سرگوشی مین بدل کر کہا "کوئی اور بھی گھر مین ہے۔ کیا کوئی تمھارے ساتھ آیا ہے ؟

لوسی نے اپنا سوال ختم ہی کیا تھا کہ دروازہ زور کے ساتھ کھلا اور ایک مکروہ صورت شخص، پستول کی نالی، لوسی اور نوجوان کی طرف "تان کر" دہلیز پر کھڑا ہوگیا۔

(۳)

لوسی نے ایک چیخ ماری اور دوڑ کر اجنبی کی پشت پر چلی گئی۔ چور نے، پستول کو نہایت احتیاط کے ساتھ اجنبی کی طرف رکھتے ہوئے دروازہ کی جانب پچھلے پاؤن ہٹنا شروع کیا "مین تمھین کوئی تکلیف نہین پہونچانی چاہتا" میرے عزیزو" اس نے شراب سے بھرائی ہوئی آواز مین کہا "لیکن اگر تمنے حرکت کرنے کا ارادہ کیا تو مین لبلبی دبا دون گا"

اجنبی نے کوئی جواب نہین دیا۔ وہ اسقدر خاموش و ساکت تھا کہ لوسی ایک لمحہ کے لیے سمجھی کہ وہ ڈر گیا۔ لیکن اجنبی۔ جیسے انداز و خصائل کے آدمی پر یہ شبہ کرنا کہ وہ ایک سیہ کار مجرم سے خوف کھا گیا، بعید از عقل معلوم ہوتا تھا

یہ صرف ایک لمحہ کے لیے تھا کہ اسنے اپنے پر راز ملاقاتی پر شک کیا۔ بدمعاش بڑے کمرہ مین واپس ہو رہا تھا جہان اس نے اپنا نیم پر شدہ تھیلا چھوڑا تھا۔ جیسے ہی وہ اسے اٹھانے کیلئے جھکا 'اجنبی' جس نے ایک منٹ کے لیئے بھی پستول کی نالی پر سے نظر نہ اٹھائی تھی نہایت سرعت کے ساتھ بدمعاش پر دوڑا اور لپک کر اسکی کلائی مضبوطی سے پکڑلی۔

دونون آپس مین گتھ گئے لوسی خوف کے مارے آواز بھی نہ نکال سکتی تھی۔ وہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ سینہ پر رکھے ہوئے اس ہولناک منظر کو دیکھ رہی تھی۔ وہ دعا کر رہی تھی۔ صمیم قلب کے ساتھ دعا مانگ رہی تھی کہ اجنبی مار نہ ڈالا جائے۔ اور یہی وہ لمحہ تھا جب اس نے جان لیا کہ وہ اسے چاہتی ہے۔ ہان یہ وہ کرب آخرین لمحہ تھا جب اسے محسوس ہونے لگا کہ جیسے وہ اجنبی کو ہمیشہ سے جانتی تھی۔ اور وہ واقعی اسکا عاشق تھا۔ اور اگر کوئی حادثہ اسپر گزرا تو پھر وہ زندہ رہنا نہ چاہے گی۔

ان دونون کی آویزش دیکھنا، بجاے خود خوفناک تھا دونون طاقتور تھے۔ لیکن چور نے ابھی تک اپنے ہاتھ سے پستول نہین چھوڑی تھی۔

لوسی نے اپنی سانس روک لی۔ بیم و رجا کی یہ کیفیت تھی کہ اُسے اپنے قلب کی ہر ضرب چاقو کا ایک زخم معلوم ہوتی تھی۔ اسنے اپنی تمام عمر مین بھری ہوئی پستول اپنے سے اتنی قریب نہ دیکھی تھی اسے یقین تھا کہ بہت جلد پستول چھوٹنے والی ہے۔ وہ صحیح تھی۔ دوسرے لمحہ مین پستول چھوٹی، شیشہ ٹوٹنے کی آواز آئی اور دونون آدمی ایک دوسرے سے لپٹے ہوے فرش پر پڑے تھے "خدایا" لوسی نے کانپتے ہوے کہا "کیا یہ دونون مر گئے"

اور تھوڑی دیر کے لیے وہ برق زدہ سی ہو کر رہ گئی - کسقدر خوفناک صورت حالات تھی - تنہا اور دو قاطبۃً اجنبی آدمی اس کے پاؤن کے پاس مرے پڑے ہوئے !

لوسی نے سوچا " جب پولیس آیگی تو مین کسطرح بیان کر سکتی ہون - اگر صحیح صحیح واقعہ بیان کرون تو کیا کوئی آدمی بھی میری بات کا یقین کرے گا "

وہ ابھی اسی انتظار مین تھی کہ ہمسایون مین سے کوئی پستول کی آواز سنکر آئیگا کہ اتنے مین دونون مین سے ایک نے حرکت کی - یہ چور تھا - وہ کھڑا ہوا - اسکی ڈراونی صورت سے لوسی لرزہ براندام ہو گئی - اس نے کھڑے ہوکر اجنبی کی طرف دیکھا اور مسکرایا - اگر اتنا مہیب خم لب اور دانتون کی بیہودہ نمایش مسکراہٹ کہی جا سکتی ہے تو ! پھر اجنبی کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے نفرت سے کہا " اپنے نفیس کپڑے خراب کیے - اور پھر اس نے چرائے ہوئے مال کو اٹھایا - لیکن ابھی وہ زیادہ دور چلنے نہ پایا تھا کہ اجنبی پھر اٹھا اور اسکے ہاتھ مین پستول تھی - چور کے لیے اتنا کافی تھا - اب اس مین زیادہ قوت اندفاع نہ تھی - اسنے تھیلا پھینکا اور بھاگ گیا -

اجنبی نے تعاقب کا ارادہ کیا - لیکن لڑکھڑاکر گر پڑا - بیہوش ہوگیا اسوقت لوسی نے دیکھا کہ وہ مجروح ہوگیا تھا -

لوسی نے فوری تدابیر کی ضرورت محسوس کی - اس نے ایک مقوی دوا الماری مین سے نکالی اور ایک منٹ مین اجنبی اس قابل ہوگیا کہ وہ اسے سہارا دیکر پھر کمرۂ طعام مین لے آئی -

دوسرا کام لوسی نے یہ کیا کہ ایک گرم پانی کا پیالہ اور پٹیان لائی اجنبی کی آستین اولٹ کر اس نے زخمی بازو کو برہنہ کیا - اسکے گرم عروق کا لمس اپنی انگلیون کے نیچے محسوس کرکے اس کے بدن مین ایک سنسناہٹ دوڑ رہی تھی نہایت احتیاط و نظافت سے اس نے زخم دھویا اور اسپر پٹی باندھی - اسکی آسمانی آنکھون مین آنسو تھے - اس نے کہا " تمھیں ڈاکٹر کے پاس جانا چاہیے کیونکہ گولی بازو مین موجود ہوگی اور اسے نکلوانا چاہیے "

اجنبی - نہین گولی تو کاٹ کر نکل گئی ہے میرے بازو پر سے چھلتی ہوگئی -

وہ لوسی کی تیمارداری کو تعجب آمیز ملائم آنکھون اور محبت آمیز دلچسپی و حیرت سے دیکھ رہا تھا -

" تم کون ہو " لوسی نے پوچھا کیونکہ اس نے محسوس کیا کہ وقت آگیا ہے کہ اس کے آنے کا مقصد معلوم کیا جائے - ان تمام فضولیات کو پس پشت ڈالکر خواہ وہ کتنی ہی دل خوش کن کیون نہ ہون واقعہ کا مقابلہ کرنا چاہیے - اس نے اسکی پھوپھی کا سامان لوٹ لیے جانے سے بچایا ہے اور صرف اس باب مین - اسکی موجودگی سودمند ثابت ہوئی ہے لیکن اپنے دل مین لوسی سمجھ رہی تھی کہ اس نے اور بھی بہت کچھ کیا ہے اسنے اسکی فطرت کی حقیقی خواہشات سے اسے واقف کر دیا ہے - پہلے سے زیادہ اب وہ آرزومند محبت تھی اس نے اسے پیار کیا ہے اور اس بوسہ نے اسے ایک عجیب لذت بخش بےچینی مین مبتلا کر دیا ہے آہ ! اسنے اپنی ویرانی حیات مین ایک ساعت محبت پائی اور اب وہ یک عمر محبت کی طلبگار تھی -

لوسی نے پھر ملائمت سے پوچھا " تم کون ہو ؟ "

اجنبی - کیملی ! یہ ظاہر کرنے کی کوشش نہ کرو کہ تم مجھے نہین جانتی ہو !

لوسی - (چونک کر) کیملی !!!

اچھا' تو پھر یہ کسی اور کے دھوکے مین لوسی کے پاس آگیا ہے

لوسی - (سنجیدگی سے) مین کیملی نہین ہون -

اجنبی - خدا کا شکر ہے - !

وہ متبسم ہوا اور اس کے تبسم اور آنکھون مین ایک نئی قسم کا خلوص تھا - لیکن لوسی جانتی تھی کہ اسے تکلیف ہے - اسکا منھ

پیلا ہو رہا تھا - اسے اندیشہ پیدا ہوا کہ شائد وہ پھر بیہوش ہو جائیگا

اجنبی - کیا تم نے پولیس کو ٹیلیفون کیا ؟

لوسی - نہین ہمارے گھر مین ٹیلیفون نہین ہے - میری پھوپھی اِن جدید چیزون کو پسند نہین کرتی ہین !

اس نے لوسی کے ہاتھ پکڑ کر چومے اور پوچھا "تم نے اتنی زحمت میرے لیے کیون گوارا کی ؟"

لوسی - مین .... مین - ایک کتے کے واسطے بھی ایسا ہی کرتی" اس کے ابتسام شیرین اور ضو ریزی چشم نے ان الفاظ کی سمیت کو زائل کر دیا -

اجنبی (سر جھکا کر) غالبًا میری موجودگی ناپسند کی جا رہی ہے - کیا میرا طرز عمل غیر شریفانہ رہا ہے ؟

لوسی (بات کا پہلو بدل کر) تم بہت بری طرح زخمی ہوے ہو - کیا ڈاکٹر کو بلا لاؤن -

اجنبی - نہین، نہین چاہتا کہ کوئی مجھے یہان دیکھے - وہ نہ سمجھ سکینگے اور .... اور .... مین کہتا ہون وہ دوا جو تم نے مجھے دی تھی بہت اچھی تھی

لوسی - کیا واقعی ؟ مجھے معلوم نہین - مین یہ اپنے والد کو دیا کرتی تھی (آہ سرد بھر کر) مدت گزری -

اجنبی - یہ نوم آور بھی معلوم ہوتی ہے - اگر مین چند منٹ آنکھین بند کر لون تو تم معاف کرو گی ؟ میری حالت بہت کچھ بہتر ہو جائیگی -

یہ کہتے کہتے وہ سو گیا -

لوسی نے جلدی سے ایک تکیہ لا کر اسکے سر کے نیچے رکھدیا - پھر آہستہ آہستہ پنجون کے بل چلکر اس نے تمام چیزون کو اٹھا کر اپنی جگہ رکھا مس سوسن کی تنبیہ و تاکید کی وجہ سے یہ صفائی کی عادت اُس کی طبیعت ثانیہ ہو گئی تھی -

وہ کام کرتی جاتی تھی اور سوچتی جاتی تھی کہ "بہت جلد پھوپھی سوسن مجھے اپنا جیسا بنا لینگی - ایک گوشہ نشین، محروم راحت بڑھیا! مگر نہین، اب محروم راحت نہین - کیونکہ اس پر لطف ساعت کی اس ساعت محبت کی یاد" دل مین ہمیشہ تازہ رہیگی -

وہ اجنبی کے پاس جا کر کھڑی ہوئی - اور اب جبکہ اسکی آنکھین بند تھین اسنے بیخوفی سے ایک طویل نظر اسپر ڈالی - اور یہ نگاہ جذبات سے معرا نہین تھی - اس نے اس کے ہونٹونکا لمس اپنے رخسار پر یاد کیا اور اسکا دل وحشیانہ طور پر دھڑکنے لگا - اسکی آنکھین چہرہ پر سے ہٹ کر اسکے قوی بازون پر پڑین اور ایک ارتعاش لطیف اس کی رگون پر طاری ہو گیا - "پیارے، طاقتور ہاتھ" اس نے سوچا "کسطرح یہ لڑے اور فتح پائی - یہ اگر میری حفاظت کے لیے یہان نہ ہوتے تو مین کیا کرتی ؟ وہ سو رہا تھا" اس لیے لوسی نے شمع دھیمی کی اور آہستہ آہستہ کمرہ کے باہر نکل آئی - اسے تعجب تھا کہ اتنی دیر گزر گئی اور ہمسایون مین سے کوئی پوچھنے نہ آیا - پھر اسے خیال آگیا کہ سب رقص دیکھنے گئے ہوئے ہین - اسنے سوچا کہ "ممکن ہے چور کو اسی وجہ سے آنے کی ہمت ہوئی - یا پھر ایسا ہو گا کہ جب مین مارتی کے ہان تھی اسوقت وہ گھس آیا اور چھپا بیٹھا رہا -" وہ اس خیال پر کانپ اٹھی کہ اتنی دیر تک وہ ایک چور کے ساتھ مکان مین رہی - "مین اب کبھی پھوپھی سوسن کو مجھے اکیلا چھوڑ کر نہ جانے دونگی -" لوسی نے چور کے تھیلے مین جو اشیا تھین وہ دیکھین - اسنے ابھی کچھ زیادہ نہ چرایا تھا کیونکہ تھیلے مین مس سوسن کے چند استعمالی ظروف کے سوا اور کچھ نہ تھا لوسی نے برتن نکال کر جگہ پر رکھے اور الماری مین سے ایک شیشہ نکال کر ٹوٹے ہوئے

شیشہ کی جگہ لگایا - اور جب وہ یہ سب کر چکی تو کوئی نہ کہہ سکتا تھا کہ وہاں کوئی حادثہ گزرا ہے" مین کبھی پھوپھی سے اس واقعہ کا تذکرہ نہ کرونگی کیونکہ اگر مین نے چور کا حال بیان کیا تو اجنبی کا بھی ذکر کرنا پڑیگا - اور وہ کبھی یقین نہ کرینگی کہ اس کا آنا اتفاقیہ تھا - لیکن کیا وہ حقیقۃً اتفاقیہ طور پر یہان آگیا ہے ؟ یہ مجھے خود بھی نہین معلوم ! مین نہ بتا سکونگی کیونکہ مین نہین جانتی کہ کیا کہنا چاہیے اور پھوپھی سوسن میری جانب سے مشکوک ہو جائینگی - وہ سمجھینگی کہ مین انھین دھوکا دے رہی ہون وہ مجھے کبھی نہین سمجھ سکتین میرے اور ان کے خیالات بالکل متبائن ہین - آہ ! کاش میری مان زندہ ہوتین، یا میرے والد ہی نہ مرتے وہ اس حادثہ سے میں کسقدر دلچسپی لیتے - اور ہم سب کسطرح بیارے اجنبی پر ہنستے - لیکن پھوپھی ....."

اسکے خیالات کی رو دفعۃً رک گئی - اسے کنجی تالے مین پھرنے کی آواز آرہی تھی - اسکی نظر گھنٹہ پر پڑی - دس بجنے والے تھے - مس سوسن نے ایسا معلوم ہوتا ہے، پہلی ٹرین پکڑی -

لوسی کا دل دھڑکنے لگا "کیسی خوفناک بات ہے، اگر پھوپھی کمرۂ طعام مین گیئن اور وہان اجنبی کو اپنی کرسی پر سوتا پایا"

"اف ! مین کیا کرون ؟" اسنے بدحواسانہ طور پر سوچا "مین انھین وہان جانے سے کیسے روک سکتی ہون ؟"

وہ دوڑی ہوئی بڑے کمرہ مین آئی مس سوسن چٹائی پر کھڑی ہوئی جوتا جھاڑ رہی تھی -

سوسن - مین نے کہا تھا کہ میرا انتظار مت کرنا - کیون تم نے تعمیل نہین کی ؟

لوسی اسقدر سراسیمہ تھی کہ اپنی پھوپھی کو جواب تک نہ دے سکی - وہ اپنی پشت کمرۂ طعام کی طرف کیئے ہوئے کہ کس تدبیر سے مس سوسن کو کمرۂ طعام مین جانے سے باز رکھے - دفعۃً اسکے دل مین خیال گزرا کہ مین جو کچھ سب گزرا ہے خواب تو نہین ہے - اور وہ ابھی بیدار ہوئی ہے - ممکن ہے مس سوسن کے ساتھ کمرۂ طعام مین جانے پر وہ سب کچھ حسب دستور پائے - لیکن سامنے والے دروازہ کا سفید شیشہ جو بجائے پیلے کے لگایا گیا تھا - صحت واقعہ کا شاہد تھا -

لوسی (خشک حلق سے) مطبخ مین کیتلی گرم ہو رہی ہے -

سوسن - اچھا تو تم اسے کمرۂ طعام مین لے آؤ -

لوسی - وہان آتش دان مین آگ سرد ہو گئی ہے -

سوسن - کوئی حرج نہین - مجھے زیادہ سردی نہین لگ رہی ہے صرف ایک قہوہ کا پیالہ پیونگی" اور قہوہ کا بکس کمرۂ طعام والی میز پر تھا -

لوسی (ڈوبتے ہوے دل کے ساتھ) کیا آپ چاے کو ترجیح نہ دینگی ؟

سوسن - یہان کیا کھڑی کھڑی باتین بنا رہی ہو - جاؤ کیتلی اور میری سلیپر لاؤ "

اب کوئی تدبیر کارگر نہین ہو سکتی تھی مس سوسن کمرۂ طعام مین جانے کے لیے تلی ہوئی تھی !

لوسی نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اپنے تئین آنے والے منظر کے لیے تیار کیا - دل کو ذرا قوی کیا اور مس سوسن کے نکلجانے کے لیے سامنے سے ہٹ گئی -

سوسن - میرے کہنے کے باوجود تم نے بتی نیچی نہین کی -

لوسی - ابھی ...... ابھی ...... مین سونے کے لیے نہین گئی تھی - وقت بھی تو زیادہ نہین ہوا ہے -

چراغ پوری روشنی کے ساتھ جل رہا تھا اور لوسی نے اپنی

سانس روک لی - وہ اس غصہ اور تعجب کی چیخ سننے کے واسطے، جو اجنبی کو دیکھ کر، مس سوسن کے منھ سے نکلیگی، بالکل تیار ہوگئی۔

لیکن کوئی آواز نہ آئی .... !

سوسن (کمرہ مین سے) تم نے ذرا آگ کو ابھار دیا ہوتا - اگر تھوڑی دیر مین اور نہ آتی تو آگ بالکل ٹھنڈی ہو جاتی اور میرے خیر مقدم کیلئے صرف سرد آتش دان رہجاتا -

لوسی - مین معذرت خواہ ہون -

اب اسنے کمرہ مین گھسنے کی جسارت کی -

اجنبی وہان موجود نہ تھا - !

لوسی نے اپنی آنکھین ملین - کرسی خالی پڑی تھی اجنبی کا کوئی پتہ نہ تھا وہ اسطرح غائب ہوگیا جیسے کوئی آسیب !

اس رات لوسی کی آنکھون مین نیند نہ تھی - وہ اپنی خوشگوار دنیائے تخیل مین پر راز ملاقاتی کے ساتھ بسر کر رہی تھی - چور کا آنا، اجنبی کا لڑنا اور پھر اپنی تیمار داری، ایک ایک کرکے اسے یہ سب واقعات یاد آرہے تھے - اور سب کے بعد اسکا اس طریق سے غائب ہوجانا -! اسکو ایک خوفناک اندیشہ نے گھیر لیا کہین وہ یہان سے جاکر مر نہ جائے زخم فی الجملہ شدید تھا -

اسکا دل کانپنے لگا اور اسکی آنکھون مین آنسو بھر آئے "یہ قدرت کا سخت ظلم ہوگا، اگر ایسا حادثہ ظہور پذیر ہوگیا - مین پھر کبھی بھی مسرور نہ ہونگی" اسنے سوچا -

اور آخر کار جب وہ سوگئی تو اجنبی خواب مین بھی اسکے ساتھ تھا!

صبح کے وقت اس گھنٹے کی آواز نے جو مس سوسن، لوسی کو بلانے کیلئے بجاتی تھی، اسے بیدار کر دیا - یہ مس سوسن کی عادت تھی کہ صبح کو اگرچہ وہ خود لوسی سے بہت پہلے اور بہت اچھی طرح جاگ جاتی تھی، لیکن جاے لوسی سے بستر ہی پر منگا کر پیتی تھی - وہ کہا کرتی تھی کہ جوان لوگ اسی لیے ہین کہ وہ بوڑھون کی خدمت کرین اور جب خود ضعیف ہوجائین تو جوانون سے خدمت کے متوقع ہون -

لوسی نے جلدی جلدی کپڑے بدلے اور نیچے اتری - وہ باوجود اس کے کہ رات کو بےچینی سے نیند آئی مسرور تھی - آہ ! اسے وہ رات ہمیشہ یاد رہے گی، وہ قیمتی ساعت محبت جب اس حسین نوجوان نے، اسکے لئے، اپنی جان کو خطرہ مین ڈالا تھا اور جب اسے ایک "زرین محبت" کا تجربہ ہوا تھا ! یقیناً اسے کیلی سے محبت ہے ؟" اس نے احساس تکلیف کے ساتھ سوچا" حالانکہ اگر ہے تو وہ مجھے کیلی کیونکر سمجھ سکتا تھا - تعجب ہے - کیلی کون ہے ؟"

اور تمام تر رومانی توقعات شباب کے ساتھ، لوسی نے سوچا کہ ایسا عجیب واقعہ، اسکی زندگی مین ناتمام رہنے کے لئے ظہور پذیر نہین ہوا ہے - اسے اس بات کا یقین تھا کہ وہ اور اجنبی پھر ملینگے قسمت نے سب معاملہ تیار کر لیا ہے اور اسے اسوقت تک انتظار کرنا چاہیے جبکہ قسمت خود ہی اسکو ظاہر کر دے -

اور پھر جب ناشتہ کے وقت مس سوسن نے ایک تار پڑھتے ہوئے یہ کہا کہ "آج وہ یہان آرہا ہے" تو لوسی کا دل وفور مسرت سے بالیدہ ہوگیا -

سوسن - مین چاہتی ہون کہ وہ کمرہ جو خالی پڑا ہوا ہے اسے تم اچھی طرح صاف کرکے آراستہ کردو -

لوسی بہت بہتر پیاری پھوپھی -

لوسی کی آنکھین چمک اٹھین - اسکے خیالات ملاقاتی شب کیطرف اسقدر منعطف تھی کہ اسے بالکل یقین ہوگیا کہ مس سوسن کا اسی کی طرف ہے - اسنے سوچا "یقیناً یہ ہوا ہوگا کہ وہ رات کو یہان اس امید پر آیا کہ پھوپھی سوسن یہین ملینگی - اور پھر جب اس نے دیکھا کہ یہان صرف مین ہون تو وہ چلا گیا اور شہر مین کہین قیام کرکے آج صبح تار دیا ، راقی آئندہ

غزلہائے مشاعرۂ انجمن معین الادب لکھنؤ

(بہ سلسلۂ ماسبق)

حسرت - جناب مولوی عظمت علی صاحب لکھنوی (مولوی فاضل)

ادنیٰ سے تصرف مین کیا کیا نظر آتا ہے
ہر ذرۂ خاکِ دل دنیا نظر آتا ہی

زنگ چمنِ ہستی بدلا نظر آتا ہے
کیا دیکھنا چاہا تھا اور کیا نظر آتا ہی

کچھ چھوٹ گئے خود ہی کچھ چھوٹ گئے ساتھی
میدانِ عمل مین دل تنہا نظر آتا ہی

مرکز ہے تجلی کا باطن مین حریم دوست
ظاہر مین تو پردا ہی پردا نظر آتا ہی

کس کس کی تلافی ہو ناکام محبت سے
دنیا کی نگاہون مین رسوا نظر آتا ہی

بیتابِ تمنا دل اور جلوۂ عالم سوز
یہ دیکھنا ہی ہمکو اب کیا نظر آتا ہی

افتادِ طبیعت تھین ہمجنس اثر آہین
تصویر کا جھو بھی اُترا نظر آتا ہی

عنوان سے وحشت کی بنیاد کو مین سمجھا
ہان دامنِ دلبر اک دھبا نظر آتا ہی

نیرنگ طبیعت بھی کیا شے ہی کہ دم بھر مین
بدلا ہوا دنیا کا نقشا نظر آتا ہی

مایوس کیا اتنا ہستی کی کشاکش نے
اب موت کا وعدہ بھی جھوٹا نظر آتا ہی

آتا ہی کوئی شاید موت آئی کہ وہ آئے
کیون دردِ مرے دل کا بڑھتا نظر آتا ہی

پروردۂ طوفان تھا کیا سیلِ سرشکِ غم
جو اشک ٹپکتا ہی دریا نظر آتا ہی

تم دلبر اگر رکھ لو سچ ہو کے رہے ورنہ
پیمانِ محبّت تو جھوٹا نظر آتا ہی

مانا کہ تحیر مین انجام سے غافل تھے
اب ہوش مین آئے ہین تو کیا نظر آتا ہی

اک نور کی چادر ہے تا حدِ نظر حسرت
پردا تو نہین لیکن پردا نظر آتا ہی

دانش - جناب حکیم مرزا فدا احمد صاحب لکھنوی

دیکھون مین ترا جلوہ کس جا نظر آتا ہی
آنکھ اُٹھتی ہی جس جانب پردا نظر آتا ہی

مین جرم محبت مین کیون قتل کیا جاتا
مجمع درِ جانان پر بیجا نظر آتا ہی

ہر شمع کہین گریان خندہ کسی جا گل ہین
رنگ آپکی محفل کا بگڑا نظر آتا ہی

اے اہل وطن تمنے دیوانہ بنایا ہے
قابل مرے رہنے کے صحرا نظر آتا ہی

ہے چرخِ کہن شاہد بیرحمی قاتل سے
ہر زخم جگر میرا آلا نظر آتا ہی

میخانے کا دروازہ کیون بند ہوا اے واعظ
ہر وقت درِ توبہ جب وا نظر آتا ہی

ہو نجم سحر طالع مشکل ہی شب فرقت
داغِ جگری میرا تارا نظر آتا ہی

زلفون کے تصور کو دیوانے نہ کم سمجھین
طے کرنے کو طولانی صحرا نظر آتا ہی

اے چشم حقیقت بین اس گلشنِ عالم مین
کیا کیا نہین دیکھا تھا کیا کیا نظر آتا ہی

آنکھیں گئین جس دن سے پیری کے زمانے مین
غم کا مجھے طوفانی دریا نظر آتا ہی

دل کا ہی لہو دیکھو آنکھون مین نہین آنسو
کیا تھا مرے سینے مین اب کیا نظر آتا ہی

بیہوش کیا جس نے دیدار کے طالب کو
مجھکو اُسی قاتل کا جلوا نظر آتا ہی

پہونچا جو گلستان مین دیکھا ورق گل کو
جون برگِ خزان دیدہ اُڑتا نظر آتا ہی

کیا دیکھین خدا جانے اللہ کے گھر جا کے
بتخانے سے جب ہم کو کعبہ نظر آتا ہی

انجامِ غزل گوئی اچھا نہین اے دانش
فردوسی طوسی کا قصا نظر آتا ہی

جناب ذہین لکھنوی

پردے پہ جب آنکھون کو دھوکا نظر آتا ہی
تو چشم تصور مین تنہا نظر آتا ہی

حشر آہ سے عاشق کی برپا نظر آتا ہی
کچھ اور ہی دنیا کا نقشا نظر آتا ہی

آہون مین اثر اپنی اتنا نظر آتا ہے
اٹھتا درِ خلوت کا پردا نظر آتا ہی

دردِ دلِ شیدا سے امید بر آئی ہے
جس وقت چمک اُٹھی جلوا نظر آتا ہی

مین عرض تمنا کو کس در پہ بھلا جاؤن
عالم مین کہان کوئی تجھسا نظر آتا ہی

وہ آج عیادت کو بیمار کی آتے ہین
انجام تپ فرقت اچھا نظر آتا ہی

ہر بات ہی امکان مین ہر چیز میسر ہے
اس مشقِ تصور سے کیا کیا نظر آتا ہی

آہِ دلِ مجنون کا لیلیٰ تک اثر پہونچا
اُڑتا ہوا محمل کا پردا نظر آتا ہی

زندان مین جنون میرا ویران کن عالم ہی
جس سمت نظر اُٹھی صحرا نظر آتا ہی

زلف اسکی کھلی شاید یا فصلِ بہار آئی
بڑھتا ہوا جو دل کا سودا نظر آتا ہے

ای زاہد تطاہر مین کعبے کی ہے کیا حاجت
بتخانے مین بھی اسکا جلوا نظر آتا ہے

جاری رہا کرتی ہے سیل اشکونکی فرقت مین
بہتا ہوا آنکھونسے دریا نظر آتا ہے

انجام قیامت کا معلوم ہے جو ہوگا
طرز آپ کی محفل سے ملتا نظر آتا ہے

ٹوٹی ہوئی یہ قبرین اک منظر عبرت ہین
بربادی عالم کا نقشا نظر آتا ہے

آنکھون مین ذہین اپنی بھر آئے جو اشک غم
غرقاب ہمین عالم سارا نظر آتا ہے

رضی - جناب سید ابرار حسین صاحب عرف للن صاحب لکھنوی
تلمیذ لسان القوم جناب مولانا صفی لکھنوی

جلوہ جو نگاہون کو جلوا نظر آتا ہے
دراصل وہ دھوکا ہی ہوکا نظر آتا ہے

وہ لاکھ حجابون مین تنہا نظر آتا ہے
جتنا نظر آتا تھا اُتنا نظر آتا ہے

گلشن مجھے ہم رنگِ صحرا نظر آتا ہے
جو پھول اٹھاتا ہون کانٹا نظر آتا ہے

کیا ذکر اکل تھا کچھ آپ کی محفل مین
ہر بزم مین میرا ہی چرچا نظر آتا ہے

جلوہ ہی ہر اک شے مین گو اسکا مگر پھر بھی
جس سمت نظر کیجے پردا نظر آتا ہے

حاصل ہے اسی دل کو کونین کی دولت بھی
جو تیری نگاہون کو اچھا نظر آتا ہے

ای روح جدا بھی ہو اب قالبِ خاکی سے
یہ جامۂ ہستی تو میلا نظر آتا ہے

ممتاز حقیقت مین ہے پیش خدا وہ دل
جو راہ محبت مین رسوا نظر آتا ہے

اک دل کے نہونے سے دیتا نہین وہ دنیا
عبرت کا صحیفہ بھی سادا نظر آتا ہے

پر کیف نگاہون کا ساقی کی اثر دیکھو
لبریز مجھے جام صہبا نظر آتا ہے

پنہان تھا ابھی کل تک جو چشم تمنا مین
وہ دل مین بھی اب جلوہ آرا نظر آتا ہے

دل دیکھے ہوئی حاصل محبوب کی خوشنودی
ان دامون تو یہ سودا سستا نظر آتا ہے

پھر کیون نہ بھرے یہ دل دم اسکی محبت کا
جب آپ ہی وہ اپنا شیدا نظر آتا ہے

ہنس ہنس کے بسر اے دل کیونہین شب فرقت
ہان غم ہی کے پردے مین خرما نظر آتا ہے

ہوتی ہے رضی وحشت کچھ اور سوا دل کی
جب خشک جراحت کا پھاہا نظر آتا ہے

رواں - جناب بابو جگت موہن لال صاحب ایم اے ایل ایل بی وکیل اناؤ

دھوکے کا تعین بھی دھوکا نظر آتا ہے
تصویر سمجھتا ہون پردا نظر آتا ہے

یہ نور جو پردون سے چھنتا نظر آتا ہے
حیران ہون مین کس کا جلوا نظر آتا ہے

رحمت تری بے حد ہے بخشش تری بے پایان
منصور کو ہر قطرہ دریا نظر آتا ہے

ہر قطرۂ بے جان ہے طوفان حیات افزا
ہر ذرے مین اک محشر برپا نظر آتا ہے

دنیا مین تغیر ہے اک دل کی جدائی سے
فطرت کا ہر اک منظر سونا نظر آتا ہے

سو طرح کے نقشے ہین سو رنگ کی تصویرین
پھر بھی ورق ہستی سادا نظر آتا ہے

تاریکی عصیان ہے عکس اپنی نگاہون کا
اندھے کو ہر آئینہ اندھا نظر آتا ہے

جو کچھ ہے غنیمت ہے جب تک ہے غنیمت ہے
کچھ رنگ ہی دنیا کا بدلا نظر آتا ہے

دشوار ہے دنیا مین انسان کا خوش رہنا
جو دل نظر آتا ہے چھالا نظر آتا ہے

کچھ تو نے کبھی سوچا دیوانۂ آب و گل
کیا تجھسے امیدین تھین کیا نظر آتا ہے

کچھ اصل حقیقت ہے اس گنبد گردون کی
یا محض نگاہون کا دھوکا نظر آتا ہے

تسبیح کے مین قربان زنار کے مین صدقے
دونون مین مگر مجھکو پھندا نظر آتا ہے

دنیا نے محبت کی پالاش کوئی دیکھی
منھ آج رواں تیرا اترا نظر آتا ہے

سراج - جناب سید سراج الحسن صاحب لکھنوی

سب نقش خیالی ہین دھوکا نظر آتا ہے
تنہا تھا جو اب بھی تنہا نظر آتا ہے

ہمکو تو فقط تیرا جلوا نظر آتا ہے
جو تیرے علاوہ ہے دھوکا نظر آتا ہے

آئینہ صفت تیرا جلوہ نظر آتا ہے
جیسی ہو نظر جسکی ویسا نظر آتا ہے

کچھ عشق کی یکرنگی کچھ حسن کی خودبینی
تھا قیس مگر ابتو لیلا نظر آتا ہے

کس رنگ پہ افسانہ موسی کی زبانی تھا
ابتو جو ورق اُلٹو سادا نظر آتا ہے

عالم ہے جوانی کا یہ چال جوانی کی
اک حشر ہے جب دیکھو برپا نظر آتا ہے

ہے شکل عدم پیدا آئینۂ ہستی مین
کچھ ہو تو نظر آئے دھوکا نظر آتا ہے

دیکھو اب بھی قناعت کر ای ہمت نظارہ
خالی ابھی جنبش مین پردا نظر آتا ہے

اک چاند سے چہرے کی مشتاق ہین یہ آنکھین
للہ کوئی کہدے وہ کیا نظر آتا ہے

بس دیکھنے سے تیرے جلوے کو تعلق ہی
یہ تاب بیان کسکو۔ کیسا نظر آتا ہی

اے اہل قفس دیکھو یہ میرا نشیمن ہے
تارا تو نہین لیکن تارا نظر آتا ہی

دیکھا ہی تجھے کس نے، ہان عقل سے پہچانا
کہنے کی سب باتین ہین جلوا نظر آتا ہی

کس خواب سحر کی ہے تعبیر بقاے دل
اک ڈوبتے تارے کا نقشا نظر آتا ہی

عاشق ہون مقرر ہے معیار نگاہون کا
جو سامنے آتا ہے تجھسا نظر آتا ہی

یہ آنکھ سراج اپنی اور جلوہ حقیقت کا
دیکھو بھی کیا کم ہے جلوہ نظر آتا ہے

شعلہ۔ جناب سید محمد سلطان صاحب لکھنوی

گو صاف نہین لیکن جہرا نظر آتا ہے
پہچان لیا تمکو اتنا نظر آتا ہی

ظاہر مین مقید ہے آزاد ہی باطن مین
دیوانے کو زندان مین کیا کیا نظر آتا ہی

اب کون ہی عالم مین پرسان ترے وحشی کا
غمخانۂ الفت مین تنہا نظر آتا ہی

کیا خوب خبر تمنے لی ہے دل زخمی کی
ٹوٹا ہوا اب اک اک ٹانکا نظر آتا ہی

بالین پہ تم آئے ہو کسطرح تمہین دیکھون
کمزور نگاہون سے اب کیا نظر آتا ہی

اک خون کے قطرے سے کس کس کی کرون خاطر
ہر خار بیابان کا پیاسا نظر آتا ہی

بیمار شب غم نے جھٹکے وہ اٹھائے ہین
ہر تار نفس اُس کا ٹوٹا نظر آتا ہی

پروانے کی خاکستر دیکھو تو زرا شعلہ
ہر ذرّے مین آنکھون کو شعلا نظر آتا ہی

شفیق۔ جناب سید احمد حسن صاحب عرف ننھو صاحب لکھنوی

عالم کا مجھے سارا نقشا نظر آتا ہے
اک مشق تصور سے کیا کیا نظر آتا ہی

فرضی ہین خدا، ان مین دھوکا نظر آتا ہی
تو اپنی ہی قوت کا تنہا نظر آتا ہی

یہ آنکھ ہے وہ چشمہ رو کے سے نہین رکتا
ہر اشک وہان مجھکو دریا نظر آتا ہی

کی میں نے جو ہین توبہ نظرون سے گرا میری
میخانے مین ہر ساغر ٹوٹا نظر آتا ہی

قاتل کے بگڑنے سے تھے تیر نظر ٹیڑھے
ہر زخم جگر مجھکو ترچھا نظر آتا ہی

یہ کسنے قدم رکھا اعجاز ہے یہ کس کا
بتخانے مین ہر بت کو سکتا نظر آتا ہی

ہون قید مین وحشی، ہے مشق تصور یہ
جو غور کیا دل مین صحرا نظر آتا ہی

ہے نور ترا ایسا جذبات ہین کچھ ایسے
ہر چیز مین تیرا ہی جلوا نظر آتا ہی

جب حد تصور تک پہونچی نہ نظر میری
پھر چشم حقیقت مین پردا نظر آتا ہی

مین عاشق گیسو ہون دیوانہ نہ ہو جاؤن
زلفون کی طرح دل بھی بگڑا نظر آتا ہی

مر مر کے جیے ہین سب عشاق بہت خوش ہین
محشر مین حسینون کا جلسا نظر آتا ہی

اگلے سے نہ وہ گل ہین پہلے سے نہ بلبل ہین
اب رنگ جہان مجھکو ہلکا نظر آتا ہی

کل مجھسے مسیحا نے کین ہنس کے بہت باتین
اب حال مجھے اچھا اپنا نظر آتا ہی

دکھلاتا ہون مین اسکو اک حسن کی تقریرین
جب دل کا کنول مجھکو ٹھنڈا نظر آتا ہی

ہاتھون کی لکیرین ہین مٹنے سے نہین مٹتین
ہر شعر شفیق ایسا پختا نظر آتا ہی

جناب شمس لکھنوی

سو داغ ہین اور سب مین جلوا نظر آتا ہے
دل تیرے تصور کی دنیا نظر آتا ہی

کہنے کو وہ دل مین ہی ہر جا نظر آتا ہی
جب دیکھئے پردا ہی پردا نظر آتا ہی

گلچین کو گلستان بھر اچھا نظر آتا ہے
اک میرا نشیمن ہی کانٹا نظر آتا ہی

موسیٰ ہین نہ موسیٰ کی تاثیر بھری نظرین
جنبش مین مگر اب تک دا نظر آتا ہی

زندان مین ہر اک جانب یون دوڑتا پھرتا ہی
جیسے ترے وحشی کو صحرا نظر آتا ہی

ہم زندہ جہان زندہ ہم مردہ جہان مردہ
ہوتی ہے نظر جیسی ویسا نظر آتا ہی

پوچھو نہ دم آخر کیا یاس کا عالم ہے
جو کچھ نظر آتا ہی اچھا نظر آتا ہی

چھٹ کر بھی اسیری کی تکلیف نہین بھولی
ابتک وہی زندان کا نقشا نظر آتا ہی

وہ پیار کی نظرین اب چھٹتی نہین پہلو سے
ایدل مجھے کچھ اسمین دھوکا نظر آتا ہی

امید سنبھالے ہے بیمار کی حالت کو
اچھا تو نہین لیکن اچھا نظر آتا ہی

محشر مین بھی تم ہین معشوق زمانے کے
تو آج بھی صورت مین یکتا نظر آتا ہی

ہی شمع بھی بستر بھی اپنے بھی پرائے بھی
بیمار نہین تو گھر سونا نظر آتا ہی

مٹ کر رہ الفت مین اب شمس ہین ہم ہین
ہر ذرّے مین اپنا ہی جلوا نظر آتا ہی

جناب شوکت تھانوی

اب گم شدہ دل کا جو ذرہ نظر آتا ہی　　مجھکو مری آنکھون کا تارا نظر آتا ہی

موسیٰ سے زرا پوچھو کیا کیا نظر آتا ہی　　کہنے کیلئے سب کو جلوا نظر آتا ہی

ہو محو سرافرازی یا عجز کا پتلا ہو　　بندہ تو بہر صورت بندا نظر آتا ہی

اک قطرۂ خون دل ہے لیکن عجب شئی ہی　　آنکھون سے ٹپکتے ہی دریا نظر آتا ہی

بیساختہ رہ رہ کر جو چیخ اٹھتے ہین دیوانے　　زندان مین بھی کیا ان کو صحرا نظر آتا ہی

اک سمت نظر پہونچی اور اشک نکل آئے　　یہ مین نے نہین سمجھا کیا کیا نظر آتا ہی

اب بھی جو چمکتی ہے تجلی سر طور دل　　بیہوشی موسیٰ کا نقشا نظر آتا ہی

آئینے سے سیکھی ہے عشاق کی بیقدری　　اب آپ ہی وہ اپنا شیدا نظر آتا ہی

جب وصل و جدائی کی تمیز نہین ہوتی　　تب جاکے کہین تیرا جلوا نظر آتا ہی

آئینہ زرا رکھکر بتلا دے مجھے خودبین　　اس حسن کے منظر مین کیا کیا نظر آتا ہی

تنکون پہ نشیمن کے عشرت کی بنا تھی سب　　اب رنگ چمن مجھکو پھیکا نظر آتا ہی

جس دل مین تھین امیدین اب آہین ہین یاس کی　　جب کیا نظر آتا تھا اب کیا نظر آتا ہی

ویرانے پہ مبنی ہے تعمیر جہان شوکت
ہر ایک گلستان مین صحرا نظر آتا ہی

صفی۔ لسان القوم جناب مولانا سید علی نقی صاحب لکھنوی

بستر پہ کوئی غش مین تنہا نظر آتا ہی　　دل خون تمنا مین ڈوبا نظر آتا ہی

شفاف اگر دل ہو چہرا نظر آتا ہی　　ورنہ یہی آئینہ دھندلا نظر آتا ہی

اٹھے بھی اگر پردہ تو کیا نظر آتا ہے　　اک اور پس پردہ پردا نظر آتا ہی

ہشیار زرا دل سے ای گرمی نظارہ　　سیماب کے پردے مین شعلا نظر آتا ہی

ہین کوے محبت مین ہنگامے پہ ہنگامے　　ہر گام پر اک محشر برپا نظر آتا ہی

گلشن دل خوش کن یہ منظر فرحت زا　　در اصل نہین ویسا جیسا نظر آتا ہی

خورشید سے ذرے تک گر چشم بصیرت ہو　　بربادی عالم کا نقشا نظر آتا ہی

جو چیز نہ ہو بس کی پھر اسکی شکایت کیا　　جو کچھ نظر آتا ہے اچھا نظر آتا ہی

کحل البصر دل ہی خواب اجل ای غافل　　جب بند ہوئین آنکھین کیا کیا نظر آتا ہی

خود غرق تحیر ہے آئینہ بکف کوئی　　خورشید کے پہلو مین سایا نظر آتا ہی

پتھر سے زیادہ ہی سختی پہ جب آجائے　　وہ دل جو نزاکت مین شیشا نظر آتا ہی

ہر اشک مسلسل ہے سر چشمہ بیتابی　　آغوش مین قطرے کے دریا نظر آتا ہی

لبریز تجلی ہے اشک گہری پیکر　　یا عرش محبت کا تارا نظر آتا ہی

محفل ہے حسینونکی حیران ہے آئینہ　　ہر فتنہ قدم آدم اونچا نظر آتا ہی

اب تیغ زبان پر بھی قدغن ہی صفی قدغن
گنجینۂ معنی پر پہرا نظر آتا ہے

جناب فرخ بنارسی

یہ دیکھنا ہی ہمکو اب کیا نظر آتا ہی　　اٹھتا ہوا آنکھون سے پردا نظر آتا ہی

بربادی وحشت کا نقشا نظر آتا ہی　　اب گھر مری آنکھون مین صحرا نظر آتا ہی

سرمست حقیقت کو کیا کیا نظر آتا ہی　　کونین کا ساغر مین جلوا نظر آتا ہی

دیدار کی مانع ہے جلوون کی [illegible]　　جو پردہ اٹھاتا ہون پردا نظر آتا ہی

شاید کہ بہار آئی رگ رگ مین لہو دوڑا　　کچھ چاک گریبان کا بڑھتا نظر آتا ہی

ایوان تجلی تک کس طرح نظر پہونچے　　جو کچھ نظر آتا ہے پردا نظر آتا ہی

طوفان حوادث مین کشتی کا خدا حافظ　　ساحل بھی نگاہون مین دریا نظر آتا ہی

اے حسن سر تو پھر تجدید تجلی کر　　اب نقش تصور بھی دھندلا نظر آتا ہی

رہتی ہے روان دل مین اک موج تبسم کی　　آغوش مین ساحل کے دریا نظر آتا ہی

پردہ ترا جلوہ ہی جلوہ ترا پردہ ہے　　کیا جانئے تو کیا ہے اور کیا نظر آتا ہی

جو نقش مجازی ہی عالم کے مرقع مین　　وہ حسن حقیقت کا پردا نظر آتا ہی

اک درس مکمل ہے نظارۂ گلشن بھی　　ہر پھول مین عبرت کا نقشا نظر آتا ہی

وسعت جو نظر مین ہو پھر قید مکان کیسی　　ہر ایک جگہ اُس کا جلوا نظر آتا ہی

اک نقش تخیل ہے ایجاد کا سرمایہ　　اعجاز تصور سے کیا کیا نظر آتا ہی

سرمایۂ ہستی ہے مائل بہ فنا فرخ
جو نقش ابھرتا ہے مٹتا نظر آتا ہے

جہان مرقع تصویر حسن اوست تمام — بہ حیرتم بہ کہ بندم دل از کہ بردارم

فہرست مضامین

قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک صہ
پانچ روپیہ

اکتوبر ۱۹۲۶ء

نمونے کا پرچہ ۸/
آٹھ آنے

تصحیح - (۱) ماہ ستمبر کے مرقع میں فہرست مضامین کے تحت میں نمبر ۳ پر بجائے عنوان "ذات باری کی نسبت حکمائے قدیم کے خیالات" کے اور نا لکھ گیا ہے -

(۲) اس ماہ کے مرقع میں کاتب کی غلطی سے صفحہ ۳۰ پر عنوان مضمون تشنۂ الفت (فسانہ) بسلسلہ ماہ ستمبر (از جناب قیسی اجمیری) درج ہونے سے رہ گیا اور اسی طرح دسمبر کے مرقع میں بھی اس فسانہ کا عنوان صفحہ ۴۱ پر نہیں لکھا جا سکا - (اڈیٹر)

رشحاتِ بسمل

(از جناب مولوی سید امین الحسن صاحب رضوی بسمل موہانی سشن جج حیدرآباد و ناظم ریاست عالیجناب سالار جنگ بہادر دام اقبالہ)

مین خود کہدون نہ کیون مجھکو ہوا کیا
دلِ نادان سے اب پردہ رہا کیا

نہین جب کوئی پہلو مین - تو ہمدم
مجھے بہلائے گی کالی گھٹا کیا

کسی کو دیکھکر ششدر ہوئے کیون
یہ تمکو حضرتِ ناصح ہوا کیا

نہین ہین بزم مین اورون پہ نظرین
ہمین ہم ہین ہمارا پوچھنا کیا

جب اُس کے ہو رہے پھر کیون خلش ہے
تغافل کیا- جفا کیسی- وفا کیا

تری مرضی بہشتِ اہل دل ہے
رضا جوئی ہوئی تو مدعا کیا

وہ خود نظرون سے دین پیغامِ الفت
نہین تو سوزِ الفت مین مزا کیا

فلک پر کیون چڑھی جاتی ہے دنیا
نتیجہ اس کا ہوگا اے خدا کیا

زمانے کو ہے کیون بسمل سے کاوش
محبت کا برا ہو اب رہا کیا

جلد ۱ — اکتوبر سنہ ۱۹۲۶ء — نمبر ۱

مرقع

بعکس روے تو ہمرنگ روحِ انسان است (۱۹۲۶ء) ز حسن و عشق مرصع مرقعِ جان است

لمعاتِ جلیل

(از نواب فصاحت جنگ جلیل القدر حضرت جلیل مانکپوری - جانشین حضرت امیر مینائی مرحوم -)

بنا دیا میکدہ چمن کو صبا کی مستی بھری ادا نے — اڑا دیے ہوش میکشون کے ہوا مین اڑتی ہوئی گھٹا نے

ہوا گلون مین وہ جوش پیدا - کہ پھاڑ کر رکھدیا گریبان — مگر کسی پر کھلا نہ عقدہ کہ کان مین کیا کہا صبا نے

شباب نے اُن کی سادگی کی - بساط ساری اُلٹ کے رکھدی — ادا پہ شوخی کا نقش بیٹھا - نگہ پہ قبضہ کیا حیا نے

وہ چاہتے ہین کہ اس گھڑی تک ترک ہو مشق جانستانی — قضا نہ جب تک پکار اٹھے کہ مار ڈالا اتری ادا نے

ہوا گلستان کی کھا کے دل کو قرار کچھ آ چلا تھا لیکن — کسی کی پھر یاد تازہ کر دی - گلون کا منہ چوم کر صبا نے

خضر جو روپوش ہین نظر سے نہین ہے شاید خجالت اسکی — کہ قدر آبِ حیات ساقی مٹا دی صہبائے جانفزا نے

چمن مین یہ کون جانتا تھا کہ خونِ عشاق اس سے ہوگا — نکالے خنجر کے ہاتھ کیا کیا ہو رچ کے اس ہاتھ مین حنا نے

خزان کی بو پا کے وہ چمن مین شگفتہ گل کا فسردہ ہونا — دکھا گیا ہو بہو یہ نقشہ کہ شمع کو چھو لیا ہوا نے

جدھر مین جاتا ہون روزِ محشر پکارتے ہین اُدھر فرشتے
جلیلِ عاصی یہی ہے جسکو بچا لیا رحمتِ خدا نے

افکارِ تازہ

جناب حسن احمد صاحب حسنؔ چھپروی

ہر شے مین مجھے اُس کا جلوا نظر آتا ہے ۔ اے حیرتِ نظارہ یہ کیا نظر آتا ہے
پھر رنگِ رخِ جانان بدلا نظر آتا ہے ۔ گل حسن کو سمجھا تھا کانٹا نظر آتا ہے
یہ داغ گنہ میرے شاید یقیناً دُھل جائین ۔ دریا تری رحمت کا امڈا نظر آتا ہے
کیا تاب کوئی لائے اُسکے رخِ روشن کی ۔ منظر شبِ مہ کا بھی دھندلا نظر آتا ہے
چلمن سے جو لگ کر وہ بیٹھے ہین شبِ وعدہ ۔ چھنتا ہوا پردے سے جلوا نظر آتا ہے
اس راہ کے اے ناصح یہ طرفہ کرشمے ہین ۔ بینا بھی محبت مین اندھا نظر آتا ہے

آئینۂ دل تیرا ہو پاک کدورت سے
پھر دیکھ حسنؔ تجھکو کیا کیا نظر آتا ہے

جناب طریقؔ جون پوری

جو نقش ہے دنیا کا مٹتا نظر آتا ہے ۔ ہر پیکرِ انسانی دھوکا نظر آتا ہے
ہے راہِ محبت مین وحشت کا عجب عالم ۔ اک ایک قدم دل کو صحرا نظر آتا ہے
برسات کا موسم ہے سب بزم ہی متوالی ۔ یہ ابرِ سیہ ہمکو مینا نظر آتا ہے
سودائے محبت نے بدلا ہی مزاج ایسا ۔ نقشہ مرا مجنون کا نقشا نظر آتا ہے
کیفیتین عالم کی رہتی ہین نگاہون مین! ۔ مین کیا کہون ساغر مین کیا کیا نظر آتا ہے
کھنچتا ہے جو دل خود ہی رنگینیٔ گلشن پر ۔ ہر پھول مین یہ کسکا جلوا نظر آتا ہے
رکھا ہے قدم کس نے یہ سرحدِ محشر مین ۔ جو ذرہ ہے وحشت کی دنیا نظر آتا ہے
ہنستی ہوئی کلیون کو پھر دیکھ ذرا اے دل ۔ کچھ اُسکے تبسم کا دھوکا نظر آتا ہے
سرتا بہ قدم وہ ہے تفسیرِ علیٰ نور ۔ کب اُس قدِ بالا کا سایا نظر آتا ہے
یہ انجمنِ ساقی یہ خندۂ پیمانہ ۔ بس ٹوٹتا زاہد کا تقوا نظر آتا ہے

ظاہر مین طریقؔ اُسکا جو عہد ہے وہ سچا
باطن مین مگر مجھکو دھوکا نظر آتا ہے

جناب شاکرؔ کان پوری

بتخانہ ہی کیا تنہا کعبا نظر آتا ہے ۔ آنکھین ہون تو ہر شے مین جلوا نظر آتا ہے
ہر رنگ مین پاتا ہون جلوہ صدرنگی ۔ حیران نگاہون کو کیا کیا نظر آتا ہے
پابند جنون جا کر ٹکرائے کہان سر کو ۔ ہر گوشۂ زندان مین صحرا نظر آتا ہے
حیرت ہے مجھے یارب اُس بت کو کہان ڈھونڈھون ۔ جس سمت مین جاتا ہون کعبا نظر آتا ہے
یہ مجمعِ محشر ہے اور جلوۂ عام اُس کا ۔ اللہ ان آنکھون کو یہ کیا نظر آتا ہے
اک بحرِ حقیقت ہے میرا دلِ خون گشتہ ۔ اس قطرہ کو دیکھو تو دریا نظر آتا ہے
یہ کہکے دمِ آخر بالین سے اُٹھا کوئی ۔ بیمارِ محبت اب اچھا نظر آتا ہے
بیکار نہ سمجھو تم اس زندگیٔ دل کو ۔ اک خون کے قطرے مین کیا کیا نظر آتا ہے
دیکھے تو ذرا کوئی افسردہ دلی میری ۔ اجڑی ہوئی محفل کا نقشا نظر آتا ہے
اک شمع تھی بالین پر سو وہ بھی ہے افسردہ ۔ دل سوز ہمین کوئی اپنا نظر آتا ہے
خورشید سے اے شاکرؔ کس طرح نظر ٹھہرے ۔ اس آئنے مین اُس کا جلوا نظر آتا ہے

جناب فقیر احمد حسن سلیمؔ کانپوری تلمیذ حضرت ناطقؔ لکھنوی

اُس بت کا مجھے جب سے جلوا نظر آتا ہے ۔ کچھ اور ہی اب دل کا نقشا نظر آتا ہے
اُس بت کے تصور مین اللہ ری محویت ۔ جب آنکھ اُٹھاتا ہون کعبا نظر آتا ہے
انجام خدا جانے اے شوقِ طلب تیرا ۔ آغاز تو الفت کا اچھا نظر آتا ہے
دیدار کی جو ضد تھی پوری تو ہوئی لیکن ۔ موسیٰ مجھے کچھ اسمین دھوکا نظر آتا ہے
اللہ رے اثر دل مین سوزِ غمِ فرقت کا ۔ ہر موئے تن اپنا شعلا نظر آتا ہے
شاید کہ قریب آئے دن اپنی رہائی کے ۔ ہر گوشۂ زندان مین صحرا نظر آتا ہے
ٹکڑا دلِ سوزان کا اشکون کی روانی مین ۔ ڈوبا ہوا دریا مین شعلا نظر آتا ہے
اس بت کو خدا جانے دیکھا تھا کن آنکھون سے ۔ ہر سو مجھے کعبہ ہی کعبا نظر آتا ہے
دل خون ہوا غم سے روتی ہین لہو آنکھین ۔ دشوار محبت مین جینا نظر آتا ہے
دل محوِ تصور ہے اے حسنِ ازل تیرا ۔ آنکھون کو وہی اب تک جلوا نظر آتا ہے
آنکھون مین سمائی ہے دنیا دلِ وحشی کی ۔ ہر سو مجھے اک عالم ہو کا نظر آتا ہے
کیفِ مئے الفت کا اللہ رے اثر ساقی ۔ چڑھتا ہوا مجھکو اک دریا نظر آتا ہے
دودِ دلِ سوزان کا عالم ہے سلیمؔ ایسا ۔ نقشہ مری ہستی کا دھندلا نظر آتا ہے

مقصدِ حیات

(از جناب ہوش بلگرامی)

ارادہ کی پختگی اور خیالات کی اُستواری انسانی زندگی کے مقصد کے لیے ضروری ہے، کسی کام کی ابتدا کر کے انتہا کو پہنچا دینا پختگی کا ثبوت ہے۔ زندہ قومین ترقی کی دوڑ مین زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتی ہین اور اپنی ان تھک کوششون سے اپنے مقصد حیات کو شرمندہ نہین ہونے دیتین، حیات کا مقصد جیسا ایک بادشاہ کا ہے ویسا ہی ایک فقیر کا؛ لیکن دونون مین بین فرق ایسا ہی ہے جیسا بادشاہ و گدا مین، مگر یہ فرق صرف زندگی تک محدود ہے، اور زمین دونون کو اپنی آغوش مین خاموش لوریان دے دیکر سُلا دیتی ہے اور اُسی یکسانیت کا برتاؤ کرتی ہے جس طرح مان اپنی تمام اولاد سے کرتی ہے۔

یون تو دُنیا مین ہر انسان کا مقصد حیات طبائع کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوا کرتا ہے لیکن مقصد جس سے عبارت ہے، اس مین غریب بھی جسارت کر سکتے ہین اور امیر بھی حصہ لے سکتے ہین "خیر الناس من ینفع الناس"، دولتمندون کی دولت اُن کے عیش و عشرت ہی کے لیے مخصوص نہین ہے بلکہ غربا و مساکین کا بھی اس مین عام حق ہے۔ گو ہر زمانہ کا رنگ ایک جداگانہ طرز رکھتا ہے اور زمانے والے وہی روش اختیار کرتے ہین جسکی زمانہ مین مانگ ہو، موجودہ زمانہ اور اُسکی ضرورتین وہ نہین ہین جو پچھلے زمانون مین تھین، انسانی جذبات بدستور موجزن ہین مگر اُن کی حالت بدلی ہوئی ہے خیالات مین تغیر اور تہذیب و معاشرت مین انقلاب عظیم ہو گیا ہے، لوگون کو اپنے اسلاف کی قائم کی ہوئی شاہراہ پر چلنا مشکل بلکہ ناممکن ہو گیا ہے اس لیے عقلمندون کے مسلمہ اصول کے موافق ہمکو بھی اپنا مقصدِ زندگی قرار دینا چاہیے، ہمین زندہ قومون کے اصول ترقی پر غور کرنا اور عملاً یہ ثابت کر دینا چاہیے کہ مشرق بھی اپنے حالات و ضروریات کے لحاظ سے اصلاح پذیر ہو سکتا ہے اور دنیوی ترقیون کی گتھیون کو اپنے ناخن تدبیر سے کھول سکتا ہے۔

ہندوستانی مُدت سے اپنے مقصد حیات کو بھولے ہوئے ہین اور اس بھولنے کا خمیازہ جیسا بُھگت رہے ہین، اُسکو کچھ دل ہی محسوس کر رہا ہے، اگر گزشتہ عالمگیر جنگ نے ہندوستانیون کو بیدار تو کر دیا ہے مگر بیداری صبح کی محبوب نیند سے کم نہین ہے کہ آنکھین کھول کھول کر بند کر لیتے ہین اور اُٹھتے اُسی وقت ہین جب پڑوسی منزل مقصود پر پہنچکر اور کاروبار مین مصروف ہو کر ہمسے آگے ہو جاتے ہین۔ گزشتہ جنگ نے یہ ثابت کر دیا کہ زندگی کا مقصد وحید قوم اور مُلک کا تحفظ ہے، ہم دیکھ رہے ہین کہ یورپین قومین اپنی حفاظت کے لیے تجارت سے دولت جمع کر رہی ہین، ملکی حفاظت کے لیے ہر روز جدید آلات حرب کا اضافہ کر رہی ہین، اپنی قوم کو زندہ رکھنے کے لیے ہر قسم کی دماغی تدبیرون سے کام لے رہی ہین، قوم و مُلک کو باقی رکھنے کے لیے میدان جنگ مین قیمتی جانون کا سودا سستے دامون مین کر رہی ہین، یہان تک کہ دوسرون کے جائز حقوق کی پامالی وہ اپنی "ڈپلومیسی" کی کامیابی سمجھتی ہین وعدہ وعید کی پابندی کو وہ ایک کھلونا سمجھتی ہین مسیحیت یا دہریت کے سوا ہر مذہب و ملت کو رقیبانہ نظرون سے دیکھتی ہین، غرضکہ اپنے ہر پہلو سے، اپنی زندگی کی ہر ادا سے، اپنے "مقصد حیات" کو پیش پیش رکھتی ہین اور بیداری ہو یا خواب ہر وقت مقصد حیات ہی کے نقشے پر متجسسانہ انگلیان پڑی رہتی ہین۔

زندگی اس سے عبارت نہین ہے کہ شب و روز آرام و آسائش اور نا و نوش مین مبتلا رہ کر صبح سے شام یا شام سے صبح کر دین، یا مغربی قومون کی طرح

ہوس کو اتنا بڑھا ئین کہ دنیا کی ساری دولت ہر ممکن تدبیر سے اپنے قابو مین لے آئین۔ برگزیدہ انسانون نے ایسی حریفانہ زندگی کی مذمت کی ہے، انسان قارون کا جانشین بنکر صحیح معنون مین نامور و ہر دلعزیز نہین ہوسکتا۔ ہر دلعزیزی کی جڑ اسی وقت مضبوط ہوسکتی ہے جب زندگی کے مقصد کو پہچان لیا جائے، جڑ کی مضبوطی ہی سے شاخین پھوٹ سکتی ہین اور درخت سرسبز رہ سکتا ہے، حیات کے مقصد کا پہچاننا جڑ ہی کی تو پائداری ہے، اور خدا کا پہچاننا عقل ہی کی پختگی کی علامت ہے، جب اسکی پختگی مین شبہہ نہ رہے گا تو مقصد حیات بھی قائم ہو جائیگا۔ پیدائش، موت کی خبر دیتی ہے، جسم فنا ہو جاتا ہے مگر اعمال باقی رہ جاتے ہین عادات و خصائل، دُنیا کے کارنامے صفحۂ روزگار پر باقی رہ جاتے ہین جنکو دنیا غور سے دیکھتی ہے اس لئے یہ فریضۂ انسانی ہے کہ وہ خود کو پہچانتے ہوئے اسکو بھی یاد رکھے کہ وہ کس لئے خلق کیا گیا ہے اور اُسے کیا کرکے اپنی مخلوقیت کی یادگار چھوڑنا ہے، اگر کوئی بہتر یادگار (اعمال حسنہ) نہین چھوڑی تو سمجھنا چاہئے کہ زندگی کا مقصد ہی پورا نہین ہوا۔

آج ہندوستان مغربی تہذیب کے زیر اثر ہے اور بہت کچھ اسکی وضع و معاشرت مین فرق آگیا ہے اور اب تو ہندوستانیون کا ظاہر مقصد حیات "اَلنَّاسُ عَلٰی دِینِ مُلُوکِہِم" پر قائم ہے اور اسی کو سب نے بلا غور و فکر زندگی کا کامیاب مقصد سمجھ لیا ہے تاکہ صرف وضع و معاشرت کی تبدیلی سے خطِ استوا کے باشندے بھی گورے یورپین معلوم ہونے لگین۔ جیسا کہ ہمارے آزاد خیال ترکون نے چھجے دار یورپین ٹوپیان زیب سر کرکے یہ سمجھ لیا ہے کہ اس تبدیل ہیئت و وضع مین مُلک و قوم کی فلاح ہے یہ مسلمانون کا وجود یا اُن کی ترقی نہ بھیس بدلنے سے ہوئی ہے اور نہ معاشرت کی تبدیلی سے، بلکہ مذہب کے میدان مین انھون نے اپنے اصیل گھوڑے دوڑائے ہین۔ جب تک اِن مین مذہبیت باقی رہی یہ دنیا مین بڑھتے رہے، اِن کے فتوحات سے تمام عالم لرزتا رہا۔ آنحضرتؐ اور اُن کے محترم

جانشینون نے نہ وضع بدلی اور نہ معاشرت، نہ عرب کا لباس چھوڑا اور نہ عرب کے خواص ترک کیے، وہی عرب کے رسم و رواج تھے، وہی عرب کی ہمدردی و محبت تھی، وہی عرب کی غیرت و خودداری تھی اور وہی عرب کی شجاعت و بہادری تھی۔ انھون نے اِسکو اپنے سامنے مرنیوالون، اور اپنے سر سے اُٹھنے والے بزرگون سے سیکھا تھا اور "قرآن مجید" نے بتلایا تھا۔ یا پیغمبرؐ اسلام کی زبان سے، نشست و برخاست سے، تحمل و برداشت سے، ایثار و قربانی سے، وعظ و پند سے، ہمت و استقلال سے غرضکہ اُنھین کے حرکات و سکنات سے سب کچھ سیکھا تھا اور اُسی تعلیم نے عرب و عجم، مصر و شام، ہند و افغانستان اور روم و ترکستان کو زیر نگین کر لیا تھا، جب تک ہماری وضع باقی رہی ہم بھی ممتاز رہے، جب تک ہمارا مذہب برقرار رہا، ہم بھی نہ جُنبش کرنیوالے کوہ ہمالیہ بنے رہے، جب سے یہ چھوٹا دُنیا نے بھی بے رُخی اختیار کر لی اور مقصد حیات بھی پہاڑون سے سر ٹکرانے لگا۔ مسلمانون کا مقصد حیات تو یہ ہے کہ وہ مذہب کے پابند رہ کر علمی و صنعتی ترقیان کرین، خیالات و جذبات مین اعتدال رکھا گیا، اسراف سے بچین، تعلیم مین بڑھین، فرائض کو یاد رکھین اپنی برادرانہ رسّی مین اپنے تمام بھائیون کو مضبوطی سے کس لین ایثار و رحمدلی کے دامن کو وسیع کرین، وطن محبت کا جامہ سر اقبال کے ہمنوا ہو کر اس طرح پہن لین کہ:-

چین و عرب ہمارا، ہندوستان ہمارا　　ہندی ہین ہم وطن ہین سارا جہان ہمارا

دُنیا کی قومین اُس وقت بنی ہین جب اُن کا مقصد حیات مقرر تھا اسوقت بگڑی ہین جب اُنھون نے مقصد حیات کو جہالت کے نذر کر دیا اور بے اصول زندگی پر جانورون کی طرح سانس لیکر زندگی کے غلط مفہوم کو سمجھنے لگے۔ مسلمانون کا جب مقصد حیات منضبط تھا تو وہ ترقیون پر ترقیان کر رہے تھے اور یورپین قومین جھاڑیون مین اُلجھ اُلجھ کر جہالت رہی تھین، مسلمانون کے مقصد حیات مین جب تزلزل واقع ہو گیا

تواب یہ یورپ کو حسرت سے دیکھنے لگے، یہ انقلاب ہماری غفلتون کا نتیجہ اور ہماری بے اصول زندگی کا خمیازہ ہے، جب تک ہم مذہبی رہ کر زمانہ کے موافق نہ بنینگے اور اُن باتون سے احتراز نہ کرینگے جو زندگی کو تلخ اور ناگوار بنادیتی ہین، اُن امراض کا علاج نہ کرینگے جن سے ہماری قومی صحت خراب ہورہی ہے، اُس وقت تک نہ ہم صحت سے ہمکنار ہوسکتے ہین اور نہ قعرِ مذلت سے اُبھر سکتے ہین، سعی وجد وجہد ہمین کامیابی کے دروازہ پر پہنچاسکتی ہے، تعلیمی ترقیان ہمین نمایان وممتاز بناسکتی ہین، انہین کنجیون سے مقصدِ حیات کا دروازہ کُھل سکتا ہے۔

نہ قومون کے پنپنے کا کوئی قانون ہے اور نہ ملکون کے سنورنے کا کوئی ضابطہ، قومون کا مدوجزر، ملکون کے انقلاب بتاتے ہین کہ چند روز اُدھر جو قومین آسمان پر حکومت کررہی تھین، اب اُن کو زمین پر حشرات الارض بھی مُنھ نہین لگاتے دنیا کی حالت ایک ہنڈولہ کی سی ہے، جھولنے والے اسکی گردش مین زیروبالا رہتے ہین، پچھلے انقلاب، گزشتہ واقعات ہمارے کانون مین اب بھی گونج رہے ہین اور صفحاتِ تاریخ مین باقی، اسکو جانتے اور سمجھتے ہوئے مقصدِ حیات کو بھلا دینا، اپنی زندگی کو خیرباد کہدینا ہے،

ترقیان دُنیاوی ہون یا روحانی بے بغیر استقلال وکوشش کے کسی سے بھی نہ حاصل ہوسکین، دنیاوی ترقیون کا میدان گُل ریز نہین ہوتا کہ انسان گُل چینی کرتا اور اسکی خوشبو سے دماغ معطر کرتا ہوا نکل جائے اور نہ روحانیت کی منزلین ایسی سہل وآسان ہین کہ انسان برسون کا راستہ مہینون مین، دنون کا راستہ گھنٹون مین طے کرکے منزلِ مقصود پر پہنچ جائے، ہم نے اُس میدان کی بھی گلچینی کی ہے اور اِن روحانی منزلون پر بھی ہمارے ہی بزرگون کے نشانات قدم اب تک اُبھرے ہوئے ہین، بزرگون کی یہ ریاضت اور مصائبِ زندگی کے مقاصد مین سے تھے جسکو اُنھون نے اسطرح برداشت کئے کہ آج دُنیا حیرت کرتی ہے۔

جو لوگ غافل ہین اور اصول ترقی سے ناواقف، اور اپنی زندگی کی غائت سے بھی ناآشنا، اُنکی زندگی جانورون کی زندگی ہے جس دل مین نہ جوش ہو اور نہ اُمنگ، جس قوم مین نہ استقلال ہو نہ صبر اور نہ مصائب برداشت کرنیکی ہمت، وہ اپنے مقصدِ حیات کو کیا سمجھ سکیگی عرب کے ریگستان مین پیغمبر اسلام کا پیام توحید سُنئے، کربلا کے بیابان مین حسینؑ کا مقصدِ حیات دیکھیے، اجمیر کے کفرستان مین خواجہؒ کو نماز مین مصروف پائیے، ایران کے بہارستان مین کوہکن کی شیرین پرستی کو یاد کیجئے، کولمبس کو نئی دنیا مین ڈھونڈھ لیجئے، نپولین کا فرانس مین شاہانہ اقتدار دیکھ لیجئے، یہ تھے مقصدِ حیات، جن پر قومین جتنا بھی ناز نہ کرین، تھوڑا ہے۔

منزلِ مقصود پر وہی پہنچتا ہے جو نہ پہاڑون کو دیکھتا ہے اور نہ صحراؤن کو، نہ درندون کا خوف ہوتا ہے اور نہ بھوت پریت کا خطرہ خدا پر تکیہ کیے ہوئے اپنی تدبیرون مین مصروف اور اپنی منزلون کے مسافت کا شمار کررہے ہین۔ وادیِ طلب کی رُکاوٹون کو دور کرنا، بیپچدار راستون مین نہ بھٹکنا اپنے مقصد کو پیش نظر رکھنا، نہ آندھی کا گرد وغبار آنکھون کو ملنے کی زحمت دے سکتا ہے، نہ بجلی کی چمک خیرگی پیدا کرسکتی ہے اور نہ بادل کی گرج دلون کو دہلا سکتا ہے، مصائب کا مقابلہ یون کیجیے کہ:-

سرِ شمع سان کٹائیے پر دم نہ ماریئے
منزل ہزار سخت ہو ہمت نہ ہاریئے
(آتش)

کام کو شروع کرنا اور مشکل سمجھکر ادھورا چھوڑ دینا، مقصدِ حیات کا بودا پن ہے، مشکلین جب ہی آسان ہوسکتی ہین جب اُن کا مستعدی سے مقابلہ کیا جائے، مہلک امراض اُسی وقت زائل ہوسکتے ہین جب اُنکا مسلسل اور صحیح تشخیص سے علاج کیا جائے، ایک ہی مرض کے دو مریض ایک اپنی بدپرہیزی سے مرجاتا ہے، دوسرا اپنی احتیاط سے بہلا چنگا ہوجاتا ہے

ایک مین مقصد حیات کا اصلی جوہر تھا، دوسرا صرف جوہر کی چمک کو زندگی کی روشنی سمجھ رہا تھا - اچھے ہونیوالے نے مصائب کا مقابلہ کر کے اپنے صبر واستقلال کی سکت دکھلادی، مرنیوالے نے آنکھیں بند کر کے اپنی شکست کا اعتراف کر لیا۔ مقصد حیات کوئی ہنسی کھیل بھی نہین ہے اور نہ کوئی معمولی سودا ہے جو بازار کی ہر دُکان سے مل سکے - علوم وفنون کی ڈگریان حاصل کرنے مین کیسی کیسی محنتین اُٹھانی پڑتی ہین، کیسے کیسے روح فرسا مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے - فتوحات مُلکی مین دانتون پسینہ آجاتا ہے، روپیہ کی بربادی اور جانون کی قربانی یہ تو اُس کا معمولی صدقہ ہے مگر کامیابی کے بعد جو مسرت ہوتی ہے وہی مقصد حیات کی حقیقی فتح ہے -

ہم بھی آجکل "سوراج" کے مقصد حیات کا دُنیا مین اعلان کر رہے ہین اور اس سیاسی پُل صراط سے گزر رہے ہین - بڑھ بڑھ کر ٹھہرتے ہین اور ٹھہر ٹھہر کر ٹھوکرین بھی کھاتے ہین - ٹھوکرین کھانا اور پھر سنبھلنا یہ عربی النسل گھوڑے کی فطرت ہے - اتحاد واتفاق کی لگام چونکہ ایک ڈھیلی ہے اسلیے ہر قدم پر ٹھوکرین کھانا ہمارے منصوبون کی اپٹھتی ہوئی شکست ہے - ہندی نثراد ٹٹو اپنے مقصد حیات کو سمجھتا ہوا اپنی منزلین کامیابی سے طے کرتا چلا جاتا ہے اس لیے کہ دانہ گھانس اُسکی پیٹھ پر لدا ہوا ہے - دُلکی، پوئی اور سرپٹ کی تعلیم وہ اپنے صدیون کے عربی النسل ساتھیون سے بہت پہلے سیکھ چکا ہے - اُسکو ناز ہے کہ مہاتما گاندھی اپنے چرخہ وکھدر کو اُسپر لادے ہوئے دنیا کے ہر گوشہ مین اپنے مقصد حیات کا ڈھنڈھورا پیٹتے پھرتے ہین، اُسکو فخر ہے کہ پنڈت مالویہ اُسکی پیٹھ پر بنارسی دو پٹون کی زین کستے اور سنکھ بجاتے ہوئے نماز مغرب کے وقت عربون کی مسجدون کے سامنے اُسکو ٹہلانا اور اُسکی تکان دور کرنا چاہتے ہین اور سنکھ کی مذہبی موسیقی اور ٹٹو کی فطری موسیقی (ہنہنانا) سے نمازیون کو وجد مین لانا چاہتے ہین -

بھولے مسلمان نمازین بھی پڑھتے ہین اور گاندھی جی کی روحانیت پر اعتقاد، شیر پنجاب کی زندہ دلی پر یقین اور دیوتاے بنارس کے جوتشی علم پر ایمان رکھتے ہین - اگر مسلمانون کا یہ مقصد حیات پختگی کی حد پر پہنچکر گنگا کی لہرون مین جذب ہو گیا تو وہ دن دور نہین کہ "سوراج" نہین بلکہ "ہندوراج" مین ہولی ودیوالی کے موقعون پر گایون کے بجاے ان کی بھینٹ (قربانی) چڑھا کرینگی اور ان کے ریگستانی خون کے قطرے تمازت آفتاب سے جم کر پیشانیون پر قشقہ کا کام دینگے یا عربی خون کا سیلاب "گنگا مائی" کو بڑھاپے مین عروسی غسل کرا دے گا -

لسان العصر اکبر نے بہت پہلے اسی مسئلہ پر حکیمانہ نظر ڈالی تھی اور مرنے سے پہلے کہہ گئے تھے کہ :-

گلے کا تو کچھ ٹھکانہ بھائی گاندھی نے کیا
شیخ جی کا اونٹ کس کل بیٹھتا ہے دیکھیے

شیخ جی کے اونٹ کو بغیر ایک کل پر بٹھائے ہوئے نہ زندگی کا مقصد پورا ہو سکتا ہے اور نہ بغیر اس کے شیخ جی کی زندگی صحیح معنون مین زندگی سمجھی جا سکتی ہے - جب شیخ جی کا کوئی مقصد حیات ہی نہین تو اُن کی زندگی افریقہ کے وحشیون سے بدتر اور اُن کی زندگی دنیا کے لیے باعث ننگ اور اُن کی آبائی ناقہ سواری پر افسوس ہے -

ہوش بلگرامی

از رام پور

انگلستان کی عظیم الشان درسگاہ

کیمبرج یونیورسٹی

(از جناب محمود بریلوی)

شہر کیمبرج (Cambridge) دریائے کیم Cam کے
جو دریائے ouse کی ایک شاخ یا اُس کا معاون دریا ہے، شرقی
ساحل پر واقع ہے - یہہ شہر سطح سمندر سے تقریبًا بتیس فٹ بلند ہے
اسکی آبادی کم و بیش چالیس ہزار ہے - بلند و پست پہاڑیوں کا
تواتر و تسلسل کیمبرج کو ہر چہار اطراف سے حلقہ کئے ہوئے ہے -
جانب جنوب گاگ میگاگ پہاڑیاں " Gog magog Hills "
ہین، شمال مین " کیسل " Castle Hills نامی پہاڑیان
ہین انھین کے عقب مین " کیسل مونڈ " Castle mound
نامی پہاڑی ہے، جس پر زمانہ ماسبق کے رومی نشانات گاہے
ماہے دستیاب ہوتے ہین!

شاہ ولیم William the Conqueror نے
۱۰۶۸ء مین اسی " کیسل ہل " پر ایک شاندار ایوان تعمیر کیا تھا
لیکن چودھوین صدی مین اس کا تمام کارآمد سامان اکھڑوا کر
کالجون کی تعمیر کے لیے اُٹھوا لیا گیا -

معبد (۱) کیمبرج مین بہت سے پُرانے معبد و عبادتگاہ ہین - (۱) سینٹ پیٹر St. Peter
کے گرجا کے متعلق، جو کیسل ہل " پر واقع ہے ایسا بیان
کیا جاتا ہے کہ وہ کسی رومی معبد کو منہدم کر کے تعمیر کیا گیا
ہے - کیونکہ اُسکی دیوارون مین رومی ساخت کی خشت لگی
ہے اور اُسکے قرب ہی مین رومی قربانگاہ کے نشانات
ملتے ہین -

(۲) سینٹ بینی ڈکٹ " St Benedict کا گرجا
جرمنون کا تعمیر کیا ہوا ہے -

(۳) سینٹ ایڈورڈ St Edward کے گرجا
کا معیار بارھوین صدی ۱۲۰۰ء کا تعمیر شدہ بتلایا جاتا ہے -
اسکی وسیع و منقش محرابین نہایت خوش وضع ہین -

(۴) راؤنڈ چرچ " Round Church جس مین پاک
مریم کی فرضی تربت ہے ۱۱۰۱ء مین تعمیر کیا گیا تھا - یہہ
انگلستان کے موجودہ ہر چہار مدور گرجاؤن Round Church
مین سب سے پُرانا ہے -

(۵) سینٹ میکائیل " St Michael کا گرجا ۱۳۲۴ء
مین تعمیر کیا گیا تھا - اس کے شمالی راستہ کے شرقی کونہ پر
شاہ چارلیس اول " کا قد آدم مجسمہ نصب ہے -

(۶) سینٹ میری St Mary یونیورسٹی کا گرجا ہے جو
۱۲۹۰ء مین آتش زدگی سے برباد ہو کر دوبارہ ۱۴۷۸ء مین
از سر نو تعمیر کیا گیا - اس کا ایک مینارہ ۱۳۱ فٹ بلند ہے
کیمبرج سے آکسفورڈ یونیورسٹی زیادہ پُرانی سمجھی جاتی ہے
اس لئے کہ اُس کا سب سے پہلا کالج " میرٹن کالج " ۱۲۶۴ء
مین قایم ہوا تھا، اور کیمبرج کا سب سے پہلا کالج پیٹر ہاؤس "
۱۲۸۴ء مین -

ب - **ایوانِ منتظمانِ یونیورسٹی** Senate House (سینیٹ ہاؤس) کارنتھین ساخت کی ایک خوش قطع عمارت ہے - روایت ہے کہ اس کے ستونون کے اوپر کی چوکیان اور عمارت کا اندرونی پلاسٹر کا کام بجنسہ روم کے عظیم الشان معبد جیوپیٹر اسٹیٹر Jupeter Stator کی نقل ہے - اسکی تعمیر مین تیرہ ہزار پونڈ صرف ہوئے تھے اور سنہ ۱۷۳۰ء مین مکمل ہو گئی تھی - منتظمانِ یونیورسٹی کے بعض اہم امتحانات اور خطابات کی بخشش اسی جگہ ہوتی ہے - اس کا بڑا اور مخصوص کمرہ سو فٹ طویل، تینتالیس فٹ عریض اور بتیس فٹ بلند ہے - اسکی لائبریری Library (کتب خانہ) ملک بھر مین سب سے زیادہ پرانی اور شاندار ہے جسکا افتتاح سنہ ۱۴۲۴ء مین ہوا تھا - اس مین پانچ لاکھ عمدہ کتب اور بہت سے قلمی نسخے ہین - اسکی پچھلی منزل مین "علم طبقات الارض" کا عجایب خانہ اور کمرۂ تقریر ہے !

ج - **عجائب خانہ** عجایب خانہ فٹز ولیم Fitz William Museum جس کا ڈیزائن (نقشہ) بیسوی Basevi (انجینیر) نے کیا تھا کارنتھین وضع اور عمدہ "پورٹ لینڈ" پتھر Portland Stone کی عمارت ہے - وسکاؤنٹ فٹز ولیم Fitz William Viscount نے سنہ ۱۸۱۶ء مین ایک رقم خطیر اسکی تعمیر کے لئے اور نہایت بیش بہا مجموعۂ کتب، تصاویر، دستی تصاویر و دیگر اشیا اسکی سجاوٹ اور آرایش کے لئے اپنی موت سے پیشتر وقف کر دی تھین جس سے یہہ عمارت تعمیر و مزین ہوئی - اسکی پہلی منزل مین کتب خانہ اور علمی و تاریخی خزانہ ہے جس مین نایاب و گران قدر کتب دیرینہ اور عہد عتیق کے کتبے اور نقش متحجر کی باکمال دستی تصاویر ہین - یہین وہ مشہور کتاب بھی ہے جو "ہنری ہشتم" King Henry VIII لیو دہم Leo X کو بھیجی تھی -

اوپر کی منزل مین عجایب خانہ اور تصویر خانہ ہے جس مین یورپ کے باکمال نقاشون اور مصورون کا منتخب شاہ کار ہے - یہان ایک معتدبہ تعداد یونانی اور دیگر پرانے اسکول کی اور ایک نادر ذخیرہ پرانے یونانی اور رومی خانقاہون اور قبور کے آئینہ جات کا ہے جو اس جگہ جزیرۂ قبرس Cyprus سے لائے گئے تھے - کچھ مصر قدیم کے لوحِ مزارات کے کتبے اور یونانِ قدیم کے مختلف النوع قابل دید ظروفِ گلی وغیرہ ہین -

د - **کالج** کیمبرج کے کالجون کا عقبی منظر اپنی دلکشی کے لئے ممیز و ممتاز ہے - خاص کالجون کی شاندار عمارتون کا منظر خود نہایت دلفریب و نظر افروز ہے - ان سب مین کنگس کالج Kings College نووارد کے لئے مخزنِ تحیر و معدنِ عجایب ہے - یہہ خوبصورت کالج سنہ ۱۴۴۱ء مین "شاہ ہنری ششم" کے ہاتھون افتتاح پذیر ہوا - اور "سنیٹ نکولس" Saint Nicholas کے متبرک نام سے معنون کیا گیا - اس کا صدر دروازہ نہایت شاندار ہے اور گرجا Chapel کی عمارت، عیسائی دنیائے تعمیر مین ایک نادر و بے نظیر شے ہے -

(۲) پیٹر ہاؤس کالج Peter House College کیمبرج مین سب سے دیرینہ ہے جسکی بنیاد سنہ ۱۲۸۴ء مین "بشپ آف الائی" Bishop of Ely نے ڈالی تھی - اسکی عمارت تین حصون مین منقسم ہے - ایک حصہ جو کیمبرج کے اندر کالج کی عمارات مین سب سے پرانا ہے سنہ ۱۳۰۷ء مین تعمیر ہوا تھا دوسرا حصہ سنہ ۱۳۸۰ء مین اور تیسرا حال ہی مین تعمیر ہوا ہے - مجموعی حیثیت سے یہہ ایک دلکش عمارت ہے -

(۳) کلیر کالج Clare College کی بنیاد سنہ ۱۳۲۶ء مین پڑی تھی یہہ کالج "کونٹس آف کلیر" Countess of Clare کے نام

سے موسوم کیا جاتا ہے مگر اصلی و حقیقی بانی کا پتہ نہیں ۔ ۱۵۲۱ء میں یہہ عمارت
آتش زدگی سے برباد ہو گئی تھی اس لئے ۱۶۷۰ء میں دوبارہ تعمیر ہوئی ۔
اسکا معبد Chapel اطالوی اور کارنتھین ساخت کا ہے جو ۱۶۶۳ء میں
تعمیر ہوا تھا ۔

(۴) پیم بروک کالج Pembroke College کی محرک و بانی
ارل آف پیم بروک Earl of Pembroke کی بیوی تھی ، یہہ بدقسمت
مگر صاحب ثروت عورت ایک ہی دن میں ، کنوارپن سے بیاہی اور سہاگن
سے بیوہ بھی ہو گئی ۔ اس کا خاوند رسومات شادی کے ایک رایج الوقت
بیہودہ و خطرناک کھیل میں ختم ہو گیا تھا ۔ اس کالج کا معبد Chapel
سر کرسٹوفر رین Sir Christopher Wren نے ۱۶۶۳ء میں بنوایا تھا
اسکے کتب خانہ میں بیس ہزار عمدہ کتب اور تین سو قلمی نسخہ جات ہیں

(۵) گان ویلے اور کینس کالج Gonville & Caius College
کو ایڈمنڈ گانولے Edmond Gonville نے ۱۳۴۸ء میں قائم
کیا تھا ۔ ۱۵۵۷ء میں ڈاکٹر جان کینس Dr Jhon Caius نے
ضروری ترمیم و تنسیخ کے بعد اس کا نام Caius College کینس کالج
رکھدیا ۔ ڈاکٹر مذکور نے اسکو بہت فروغ دیا ۔ اس نے ۱۵۶۵ء میں پڈوا
Padwa سے ایک عمدہ ڈیزائن (نقشہ) فراہم کرکے اس کا وسطی
حصہ تعمیر کرایا ۔ اس کالج کی لائبریری میں پندرہ ہزار کتب اور سات سو
دس قلمی نسخے ہیں ۔

(۶) سینٹ جانس کالج Saint Jhon's College لیڈی مارگریٹ بیوفورٹ
Lady Margret Beufort کے مال متروکہ سے تعمیر
کیا گیا ۔ اس کالج کی مالی حالت سب سے بہتر ہے ۔ کالج کا ہال (بڑا کمرہ)
ایکسو آٹھ فٹ طویل اور نہایت شاندار ہے اسکا عبادتخانہ Chapel
گلبرٹ اسکاٹ Gilbert Scott نے ۱۸۶۹ء میں تعمیر کرایا تھا جسمین
ساٹھ ہزار پونڈ صرف ہوئے تھے ۔ اس کے صدر دروازہ پر لیڈی
مارگریٹ ، اور بشپ فشمین Bishop Fitman کے
مجسمے نصب ہیں ۔ پشتون Bullress پر کیمبرج کے سرپرست بانیان
کالج کے مجسمے نصب ہیں ۔ کالج ہذا کی لائبریری میں پچاس ہزار کتب
اور چار سو قلمی نسخہ جات (غیر مطبوعہ کتب) ہیں ۔ بین جانسن
Ben Jhonson (مشہور ڈراماٹسٹ) ورڈز ورتھ wordsworth
اور لارڈ پامرسن Lord Palmerston اس کالج کے ممبر رہ چکے تھے !

(۷) ٹرینٹی کالج Trinity College کو شاہ ہنری ہشتم
Henry VIII نے تعمیر کرایا تھا جس کا مجسمہ کالج کے بیرونی دروازہ
پر نصب ہے ۔ اس مجسمے کے بازوؤں کے سایہ میں "شاہ ایڈورڈ
سوئم Edward III وغیرہ کی سنگی تصاویر آویزاں ہیں ۔ دروازہ
زیر بحث کے دوسری جانب "شاہ جیمس اول" James The first
اسکی ملکہ اور شاہزادہ چارلیس Charles کے مجسمے ہیں ۔ کالج
مذکور کا صحن Court انگلستان کی تمام یونیورسٹی اور کالجوں میں
سب سے زیادہ کشادہ و فراخ ہے ۔ یعنی ۳۴۴ فٹ طویل اور
۲۸۸ فٹ عریض ہے ، اسطرح سے گویا وہ نوے ہزار مربع فٹ ہے !
کالج کے شرقی حصہ میں گرجا Chapel ہے جو ملکہ میری Queen Mary
نے تعمیر کرانا شروع کیا تھا مگر اسکی موت کے بعد تکمیل ۱۵۶۴ء میں ملکہ الزبتھ
Alizabeth کے ہاتھوں ہوئی ۔ کالج ہذا کے غرب میں
ایک بڑا صدر دروازہ ہے جس میں شاہ ایڈورڈ سوم Edward III
کا مجسمہ ہے اس کے برابر کالج کی لائبریری ہے جو رین Wren
(انجینیر) کی زیر نگرانی ۱۶۷۶ء سے ۱۶۹۲ء تک تعمیر ہوئی تھی ۔ اس میں
نوے ہزار کتب اور ۱۹۰۰ غیر مطبوعہ کتب ہیں ۔ ان قلمی نسخوں میں
ایک منظوم کتاب ملٹن کی تصنیف اور خود اسی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی
موجود ہے ۔

(۸) ٹرینٹی ہال Trinity Hall کیمبرج کا قانونی کالج

سمجھا جاتا ہے اس کا سنگ بنیاد ۱۳۵۰ء مین بشپ آف نارو ک Bishop of Norwich نے رکھا تھا اور لائبریری ملکہ الزبتھ کے عہد مین تعمیر ہوئی - اس کالج کی اصلی عمارت ۱۷۳۰ء مین اطالوی وضع پر عمارت پذیر ہوئی تھی - اس کا شرقی حصہ ۱۸۵۲ء مین آتش زدگی کے باعث خاکستر و برباد ہو گیا تھا جسے "سالون" Salvin نے دوبارہ تعمیر کرایا -

(۹) عیسی کالج Jesus College جانب شہر "ٹرمپنگٹن اسٹریٹ" Trumpington street پر واقع ہے - اسے بشپ آف الائی نے قائم کیا تھا - اس کا گرجا ۱۶۳۲ء مین تعمیر ہو چکا تھا -

(۱۰) "درسگاہ مسیح" Christ College (کرائسٹ کالج) کی بنیاد ۱۴۳۹ء مین ڈالی گئی تھی - یہہ کالج لیڈی بیو فورٹ، کے نام سے مشہور ہے جس کا مجسمہ سڑک کے دوسری جانب کالج کی دیوار کے وسطی طاق مین ہے - ملٹن Milton (مشہور شاعر) اسی کالج کا رکن تھا -

(۱۱) کوئنس کالج Queens College کی بنیاد شاہ ہنری ہشتم اور ملکہ شاہ ایڈورڈ چہارم نے ۱۴۴۸ء مین رکھی تھی -

علاوہ ازین کیمبرج مین دیگر کالج بھی ہین، جن کے، بخوف طوالت ہم صرف نام مندرج کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہین - گو اس مخزن علم Seat of colleges شہر کیمبرج کے ہر گلی کوچے اور ہر چھوٹی بڑی عمارت پر جو سراپا تاریخ ہے، ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے مگر ہمین امید ہے کہ ناواقف ناظرین کے لیے یہہ مختصر مضمون بھی دلچسپی سے خالی نہوگا -

امید کہ مستقبل قریب مین اسکی ہم عصر و ہم پلہ Sister University آکسفورڈ یونیورسٹی اور شہر کے مجمل حالات بھی لکھکر ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے پیش کر سکون گا !

وہ کالج یہہ ہین -

(۱) کارپس کرسٹی" Corpus Christi (۲) "میگڈیلین" Magdalene (۳) "یونانوئیل" Emanuel (۴) "ڈاؤننگ" Downing اور (۵) "سڈنی سُیسکس" Sidney Sussex

محمود بریلوی، اوا ایس

ہندوستان کی عریان نویس خواتین

(از جناب مولانا مسعود الرحمٰن خان صاحب ندوی پلی بھیتی)

شوق تحریر مضامین مین گھلی جاتی ہے
بیٹھکر پردے مین بے پردہ ہوئی جاتی ہے

مندرجۂ بالاعنوان کے ماتحت سب سے پہلا جو نام ہمارے سامنے آتا ہے وہ ہندوستان کے ایک نامور ادیب کی محترم خاتون "نذر سجاد حیدر" کا ہے۔

نذر سجاد حیدر اپنی ذہینت کے اعتبار سے ہندوستان کی تعلیم یافتہ خواتین مین فرد ہین۔ آپ کے قلم سے آزادی نسوان کی نام نہاد حمایت مین ایسے ایسے مبتذل وعریان افسانے پنجاب کے اکثر رسالہ جات مین شائع ہوچکے ہین کہ انکو کوئی مذاق سلیم وادبی ذوق رکھنے والا شخص کبھی وقعت ودلچسپی کی نگاہون سے نہین دیکھ سکتا ملک مین یقیناً ابھی یہ دور نہین آیا ہے کہ اسقدر بیباک طرز نگارش آنکھون کو مرغوب ہو۔ نذر سجاد حیدر کی تحریرات کا جہان تک آزادی وترقی حقوق نسوان سے تعلق ہے وہ کبھی متین وسنجیدہ سوسائٹی مین پسند نہین کی جاسکتین پنجاب ویو۔ پی کے بعض شہرت پسند وآزاد رسائل نے نذر سجاد حیدر اور آپ جیسی بیباک ادبی مضامین نگار خواتین کی تحریرات شائع کرکے ملک مین عام ہیجان پیدا کردیا ہے' یو۔ پی کے رسائل مین آجکل سب سے زیادہ ممتاز بحیثیت کا نوزائدہ رسالۂ "حرم" ہے جسکو عالم وجود مین آئے ہوئے ابھی پوری ایک ششماہی بھی نہین ہوئی ہے۔

بعض رسائل کا ایک خوشگوار دستور یہ بھی ہے کہ اپنی شہرت وجلب زر کے لئے ایسی ایسی حرکات کرتے ہین کہ جو صحافت ادب اردو کے لئے باعث ننگ ہین۔

نذر سجاد حیدر کی مقبولیت ادبی دنیا مین ایک ایسا افترا ہے جسکی کوئی حقیقت نہین اس طرح کا متشددانہ طرز تحریر کبھی کسی پروپیگنڈے کے لیے کامیاب نہین ہوسکتا۔ نذر سجاد حیدر جس اصول کی اپنے افسانون کے ذریعہ اشاعت کرنا چاہتی ہین اس کے لئے اسدرجہ بیباکانہ عبارت آرائی کبھی مقصد کو کامیاب نہین بنا سکتی۔

"حرم" "مئی نمبر مین" "داماد کا انتخاب" اور جولائی واگست نمبر مین "شادی خانہ بربادی" آپ کے رشحات قلم کے نادر شاہکار ہین۔

"داماد کا انتخاب" چند خطوط پر مشتمل ہے جس کے متعلق محترمہ مدیرہ "حرم" نے اپنی طرف سے باریک حروف مین چند سطور بیگم صاحبہ کی ہمت افزائی کے لئے سپرد فرماتے ہوئے آپکو مصر کی آنسہ می اور ترکی کی خالدہ ادیب خانم سے نسبت دی ہے۔ کاش ہندوستان کی یہ آنسہ می وخالدہ اپنے عریانی خیالات کے علاوہ دیگر اصناف مین بھی اپنی ہردو معزز بہنون کی تقلید اپنے لئے ضروری سمجھتی تو اچھا تھا۔

آپکا دوسرا اصلاحی افسانہ "شادی خانہ بربادی" ہے جسکو رسالہ "حرم" نے ملک مین اپنی رفعت وبلندی کے لئے پھر شائع فرمایا ہے "شادی خانہ بربادی" ایک فسانہ ہے بے ربط پلاٹ کے اعتبار سے اس مین بے انتہا نقائص وخرابیان ہین افسانے مین مغربی رنگ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور یورپین ذہنیت کے ماتحت اسکی ترتیب عمل مین لائی گئی ہے جو ایک

ہندوستانی "سحر طراز ادیبہ و مصنفہ" کے ہرگز شایان شان نہین۔

"آہ! آہ! مرد کی ذات بیوفا، پیاری انوری۔

یہ امجد پانچ سال سے برابر مری خالہ زاد بہن لیلا دتی سے

محبت کر رہا تھا۔ محبت کیسی مررہا تھا"

یہ وہ الفاظ ہین جو انوری کی سہیلی سوشیلا نے کہے۔ اور سنئے انوری اپنی زبان سے ایک غنطلیمن عزیز مرد سے اپنے جذبات پنہانی کا اظہار یون کرتی ہین۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جس بیوفا کے لیے باپ سے عمر بھر کو بگاڑی وہ بھی نہ ملا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس طرح چوری چھپے ملنا مری توہین ہے۔

"حرم" صفحہ ۲۶ پر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

دیکھا سچے چاہنے والے ایسے ہوتے ہین۔

(انوری کی زبان سے)

"حرم" صفحہ ۲۹ پر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ان کے سالے صاحب کی شہید جفا ہے۔ (سوشیلا کی زبان سے)

یہان پر ہمنے ان عبارتون کو نقل کیا ہے جسکو ایک ۱۰ برس کی لڑکی بھی سرسری طور سے پڑھنے مین نظر انداز نہین کر سکتی۔ بظاہر فسانہ ایک ناکام اصلاحی جد و جہد کا کامیاب نمونہ کہا جا سکتا ہے جس مین آزادی خیال کے علاوہ جذبات حیا و عصمت شعاری کو کافی طور پر مجروح کیا گیا ہے۔ اگر "ہندوستان کی مشہور سحر طراز ادیبہ" کے قلم کے یہی جواہر پارے ہین تو وہ وقت دور نہین جب بہت سی کم سن بچیان اور کتنی ہی ناکتخدا نوجوان لڑکیان ایسے اصلاحی افسانون کا شکار ہون اور "سحر طراز ادیبہ" کے ساتھ ہی ساتھ محترمہ مدیرۂ "حرم" کی درخشان کامیابی پر ہم ان کو تحفہ مبارکباد پیش کرین۔ اپنے طبقہ اور خواتین کی اصلاح کے لئے اور بھی بہت سے طریقہ ہین جس پر گامزن ہو کر آپ فائدہ حاصل کر سکتی ہین!

گزشتہ پُر آشوب و پُر مصائب زمانہ نے جہان مشرقی اقوام کو میدان آزادی و استقلال کا مرد بنا دیا ہے وہان مشرق کی خواتین مین بھی بہت کچھ آثار بیداری پیدا ہو چکے ہین۔ زنان شرق خالدہ ادیب خانم، لطیفۂ کمال، عائشہ، فاطمہ، نگار و نزہت خانم دنیائے اسلام کی وہ درخشان ہستیان ہین کہ جن کے ہمت افزا اور ایثار و قربانی کے شجاعت آفرین مظاہرات دنیا کے سامنے ہین۔

تصویر کا دوسرا رخ یون ہے کہ ہندوستان کی خواتین نے اگر اپنی بیداری کی جانب کوئی عملی قدم بڑھایا ہے تو وہ غزلگوئی و افسانہ نگاری کی طرف جس کا مدعا صاف الفاظ مین یہ ہے کہ مردون کو "دعوت محبت" دی جائے اور اپنے کو "محبت انفعالی سے لذت یاب" ہونے کے مواقع بہم پہونچائے جائین افسوس۔ دنیا کی کوئی مہذب تاریخ کبھی ایسے حیا سوز خیالات کو تاریخ کا سرمایہ نہین بنا سکتی۔ آج ادب اردو کے پردے مین ہماری خواتین کی طرف سے جو نجس زہر آلود مواد فراہم کیا جا رہا ہے وہ کبھی بھی کام آنے والی چیز نہین۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

یو۔ پی کا ایک مشہور حامی نسوان رسالہ جو بعد کو پنجاب سے شائع ہوتا تھا اور اب افسوس ہے کہ ہم اسکو لفظ "مرحوم" سے یاد کرنے پر مجبور ہین) اس مین التزاماً خواتین کی نام نہاد ادبی تحریرات کو جگہ دی جاتی رہی۔ چند نمونے ملاحظہ ہون۔

"اختر" آئین۔ اس حالت مین کہ کائنات ارضی کی تمام "درخشندگیان" ان کے جلوہ مین تھین۔ آہ دنیا اس وقت کسقدر خوشگوار اور کسقدر حسین نظر آتی تھی۔ اور "وہ" "کسقدر زہرہ جان اور کسقدر مسرور نظر آتے تھے اختر کی "معیت جمیل" مین!

تبادلۂ خیالات ہوا۔ گرم جوشی کی باتین ہوئین انھون نے

اختر کے ادبی کارناموں پر مبسوط تقریر کی اسکی صہبائے کیف سے لبریز نظموں اور ہمہ شعریت وہمہ موسیقیت افسانوں کی بے انتہا تعریف کی۔جس کا اختر نے اپنی لوچدار مترنم آواز مین شکریہ ادا کیا۔

اختر اُس وقت جب ان کی نگاہین۔اس کے بوقع کے طواف مین مصروف تھین۔کمرہ مین سکوت تھا۔ آہستہ آہستہ اُٹھی۔۔۔۔اُٹھی اور اُنکی کرسی کے لمحہ بہ لمحہ نزدیک ہوتی گئی۔"اُن" کی نگاہون مین ارتعاش پیدا ہوا۔خون رگون مین تیزی سے حرکت کرنے لگا اور جب بالکل قریب ہوگئی تو اپنی "سیمین" کلائی برقع سے باہر نکال خطوط کے بنڈل کو جو اُس کے نرم و نازک انگلیون مین تھا "اُن کے" آگے رکھدیا۔

یہ تمھاری تحریرین مجھے نہایت عزیز ہین۔مگر آہ! پیارے اب ان جرعون سے میری پیاس نہین بجھ سکتی۔کیا یہ ممکن نہین ہوسکتا کہ مجھے اپنی محبت کے بے پایان سمندر مین ہمیشہ کے لئے ڈوب جانے دو!

یہ کہا اور اپنے آپ کو "اُن کی آغوش مین دیدیا! اُف! آغوش مین لے لیا!

- - - - - - - - - - - - - - - - - -

(ایک مختصر وقفہ کے بعد)

(اب حقیقت کی نقاب کشائی ہوچکی تھی) شکاری خود جال مین تھا۔اور صیاد خود زخمی! یعنی جسے وہ اختر سمجھے ہوئے تھے وہ اختر نہ تھی بلکہ ان کی "پیاری زہرہ" !!

وہ حیران تھے اس سانحۂ ہوش ربا پر اور مین اپنی شرارت پر ہنس رہی تھی وہ "ندامت آمیز" تبسم کے ساتھ اوٹھے اور "شوخ و چالاک شہرہ" کہکر ایک دفعہ پھر مجھے اپنی

مجھے ایک دفعہ پھر وہ رات یاد آگئی جب مین ان کے آگے شکست کھا چکی تھی۔اُس دن مین لجائی ہوئی تھی اور آج وہ شرمندہ اُس دن وہ کامیاب تھے اور آج مین فاتح۔"

خبر نہین ان کے لمس مین جادو تھا یا سحر، کہ جو تھی اُنکی نرم و نازک انگلیون نے مرے کمزور جسم کو مس کیا مین بیہوش تھی! مرے سارے منصوبے خاک مین مل گئے۔ مری تمام کوششین بے سود ثابت ہوئین یعنی جب مجھے ہوش آیا تو یہ معلوم کرکے کسقدر حیران تھی کہ میرا جسم ان کی آغوش مین تھا اور "اُن کے" بازو مری نڈھال گردن مین! ریشمی ساری الگ پڑی تھی شانہ و گردن عریان تھے بال پریشان تھے اور "وہ" شرارت آمیز مسکراہٹ سے مجھے شرمندہ کر رہے تھے! مین سخت نادم تھی اپنی اس کمزوری پر اور منفعل تھی اس انتہائی بزدلی پر!

(ایک عورت کے قلم سے)

صاحب غیرت افراد خود فیصلہ فرمادین کہ ہماری خواتین کا یہ طرز نگارش کہان تک اصلاحی کہا جاسکتا ہے اور اس مین وہ کیا راز پوشیدہ ہین جو ترقی نسوان کا باعث قرار دئے جاسکتے ہین کیا پردہ نشین تعلیم یافتہ خواتین پر ان الفاظ سے برے د نہایت گہرے اثرات مترتب ہونے کا اندیشہ نہین!

یہ تو ہماری ادیبہ خواتین بہنون کی نثر مین شاعری تھی اب "نظم کی شاعری" بھی ملاحظہ فرمائیے۔

تصویر ساغر دیکھکر

دوسرا رخ

(ایک خاتون کے قلم سے)

یہ لگاوٹین یہ شوخی یہ ادائے بیحجابی — کسی کنج گل مین جیسے ہو پڑا کوئی شرابی
یہ عذار بوس کاکل یہ نمائش پریشان — کہ شراب جیسے اڑکر بنے آتش گلستان
یہ کھلا ہوا گریبان یہ نمود جوش مستی — یہ خمار ریز آنکھین یہ شباب کی پرستی

تری مستیان وہ سمجھے جو خراب رنگ و بو ہو

"ارے او" جوان ساغر یہ جہان ہو اور تو ہو؟ (عزیز پروین)

"ارے او" ایک شریف پردہ نشین مسلم خاتون کے قلم و دہان سے نکلے ہوئے الفاظ کسقدر پر کیف ہین - اور سنئے -

خبر مری نہ لی برباد کرکے فتنہ گر تو نے — مین تکتی رہ گئی اور پھیر لی اپنی نظر تو نے

- -

سزا ملتی ہے لیکن بے وفا ایسی نہین ملتی — ہمارے جرم الفت پر ستایا عمر بھر تو نے

(عزیز پروین)

ابھی اور سنئے ــ نسائی جذبات کو غلط شاہراہ پر لے جانے والے اشعار

جاتے ہین وہ بگڑ کر لیکن یہ بات کیا ہے — پھر پھر کے دیکھتے ہین کیا جانے کیا ہے جی مین
اے ناوک نگاہ مست مئے ظلم — زخمی کیا جگر بھی کیون دل کی دشمنی مین
بن کر گدائے الفت مضراب عشق لیکر — جاؤن مین ان بہانے اس شوخ کی گلی مین

"مطربہ سے" (بلقیس جمال)

ہان اک نظر ادھر بھی حسن و شباب والی — آجام عشق بھر دے کافر شراب والی
انگڑائیون مین دیکھا جو کچھ وہ کیا بیان ہو — دل ہو رہا ہے بیخود لے پیچ و تاب والی

(میمونہ غزال)

پھر بہار آئی کیا پھولون نے سامان جنون — پتی پتی اب نظر آتی ہے عریان جنون
ہان ذرا وحشت غرور آنکھون کو کر تو وہ طلوع — آج کچھ بیکار بیٹھے ہین پریشان جنون
تم نظر بھر کر نہ دیکھو چشم یاس عشق کو — چھپ نہ جائے حسن کے سینے مین پیکان جنون

(رابعہ خاتون پنہان)

کسقدر مضحکہ خیز امر یہ ہے کہ آج "انشائے لطیف" کے پردے مین جذبات نسائی عصمت و شعاری کی دردناک و عبرت آگین عریان تصاویر پیش کرنیکا کام بڑی سرعت سے ہمارا جنس طبقہ لطیف انجام دے رہا ہے جس کسی کو آج تھوڑی بہت لکھنے پڑھنے کی آسانیان میسر ہین اسکو سب سے پہلے مضامین نگاری کا سودا ہوتا ہے اور مضامین فسانہ نگاری یا غزلگوئی کو سب پر فوقیت دی جاتی ہے جسکے نمونے آپنے ملاحظہ فرمائے ایک عورت کیلئے نثر مین عشقیہ افسانہ نگاری و غزلگوئی کبھی فعل مستحسن قرار نہین دیا جاسکتا!!

عورت کیلیے جذبات محبت کا چھپانا ہی در اصل ایک حسن و عصمت ہے جس سے اونکی قدر و منزلت مین اور چار چاند لگ جاتے ہین جن محترم خواتین کے مضامین کا ایک سلسلہ نا متناہی آجکل رسائل مین پھیلا ہوا ہے انہین بہت سی کنواری لڑکیان بھی ہین جنس لطیف کے ان نازک افراد سے اگر بادب دریافت کیا جائے کہ ان اشعار یا مضامین مین آپکا مخاطب کون ہوتا ہے تو اسکا جواب سوائے خاموشی کے اور کچھ نہ ہوگا - خواتین کی ان تحریرات کا آج ملک کے ایک مخصوص طبقہ پر جو اثر پڑ رہا ہے وہ سخت مہلک و برے نتائج کا حامل ہے مردون کی طرف سے جو لٹریچر ادب اردو کے پردے مین پیش کیا گیا ہے وہی پراگندگی جذبات کے لئے کیا کم تھا مگر یہ تو بقول شخصے انتہائی قباحت ہے کہ بعض جوان و ناکتخدا لڑکیان مردون کو بے تابانہ دعوت محبت دے رہی ہین - اب ہماری خدا سے دعا ہے کہ وہ زبان و ادب کی بھی خواہ خواتین کو چشم بصیرت عطا فرمائے تاکہ وہ جلد اس "تخریب نسوان" پالیسی سے باز آجائین اور اپنے طبقہ کی فلاح و بہبود کے لئے کوئی صحیح راہ عمل تلاش کرنے مین - کامیاب ہون - ورنہ پھر مجبوراً ہمین یہ مدعا کرنا پڑے گی۔

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنون

مسعود الرحمن خان
ندوی بہیلی بھیتی

حضرت اصغر اور اُنکی شاعری

انسان ہمیشہ ماضی کے کارناموں کو حال کے بڑے سے بڑے اختراعات و تبع تصور کرتا ہے۔ زمانہ کی وہ عظیم الشان خلیج جو حال و ماضی کے درمیان حائل ہے گزرے ہوئے واقعات کو غیر معمولی طور پر اہم بنا دیتی ہے۔ انسان کو فطرتاً ہر قدیم چیز سے عقیدت ہوتی ہے اور اس عقیدت سے تقدس کا تخیل کچھ اس طرح وابستہ ہوتا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ قوی ہو کر مذہبی اور اخلاقی عقیدت کا سا رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ بعض لوگ اپنی اس خصوصیت میں اس حد تک متجاوز ہو جاتے ہیں کہ وہ اپنے رسمی اور روایتی عقائد کے خلاف تنقیدی رائے کا ایک لفظ بھی سُننا گوارا نہیں کرتے۔

کسی نقاش کی صنعت، کسی مصنف کی تصنیف، کسی شاعر کا کلام، کسی مصلح کی تبلیغ خود اُسکی حیات میں کبھی اتنی شدید مقبولیت نہیں حاصل کرتی جتنا اس کی موت کے بعد۔ دُنیا کے مختلف مذاہب کی تاریخ اُٹھا کر دیکھئے خدا معلوم کتنے مبلغان دین ایسے گزرے ہیں جو اپنے زمانۂ حیات میں سالہا سال کی مسلسل دعوت و تبلیغ کے باوجود بھی اپنے گرد سچے پیروکاروں کو کوئی معقول مجمع پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے لیکن اس عالم عناصر کو چھوڑنے کے بعد اُنکے اقوال اُنکے خصائص جہاں تک کہ اُنکی کمزوریاں بھی حیرت انگیز طریقے سے روحانی سمجھی جانے لگیں اور وہی مذہب جسمیں بانی مذہب کی زندگی تک انسانوں کے لئے کوئی دلکشی نہ تھی، قبولیت اور ہر دلعزیزی کے زیور سے تجلی ہو گیا۔

فطرت انسانی کی اس عجیب خصوصیت کی بدولت ماضی کا ہر واقعہ اور ماضی کی ہر صنعت نے ناقابل اندازہ اہمیت حاصل کی ہے۔ ہمیں ہمیشہ زمانۂ رفتہ، حال سے زیادہ دلکش زرین اور درخشان نظر آتا ہے اور ہم عہد ماضی کے کارناموں کو خواہ وہ حقیقتاً کتنے ہی کمزور اور ناقابل اعتنا کیوں نہوں اس وقعت اور عظمت کا مستحق قرار دیتے ہیں جسکی بنا عموماً مذہبی جوش اور خلوص پر ہوتی ہے۔

انسان کی یہ کمزوری اگر صرف حیات کے زرین پہلوؤں تک وابستہ رہتی تو کوئی ہرج نہ تھا لیکن یہ مخلصانہ روائت پرستی جہاں ایک طرف ہمارے دل کو اسلاف کی محبت سے مملو کرتی ہے، وہاں دوسری طرف حقائق اشیاء کے متعلق ہمیں بڑی بڑی خطرناک غلط فہمیوں میں گرفتار کر دیتی ہے۔

اس جوش اور عقیدت کا نتیجہ عموماً یہ ہوتا ہے کہ ہم صحیح نتائج کبھی مترتب نہیں کر سکتے، ہم جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے عقیدہ کی آنکھوں سے، جو کچھ سوچتے ہیں اپنے متعصب اور متاثر دماغ سے، اور جو کچھ فیصلہ کرتے ہیں روائت پرستی کے جذبہ سے مغلوب ہو کر۔ یہاں تک کہ ہماری رائے کسی معاملہ میں قابل اعتماد نہیں رہتی۔

یوں تو انسانی فطرت کی یہ خصوصیت کم بیش دنیا کی تمام اقوام میں مشترک ہے لیکن ہندوستان کے باشندوں میں روائت پرستی کا مرض قریب قریب لاعلاج ہو گیا ہے عقل اور علم کی جد و جہد، تنقید و تبصرہ کی کاوشیں، اجتہاد و تحقیق کی آزاد بیانیاں، غرض کہ اس نوع کی کوئی دیانت دارانہ طریقہ، اُنکے پچھلے عقائد کے نقوش کو مٹانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ وہ جو کچھ فیصلہ کر چکے کر چکے اور اُنکی قوت امتیاز نے جن جن چیزوں پر پسندیدگی اور ناپسندیدگی کا حکم لگا دیا لگا دیا اب ہم سے اہم جہان میں اور بڑی سے بڑی تحقیق اُنکے ایمان کو متزلزل نہیں کر سکتی۔ اُن کے عقائد کے خلاف آزادانہ رائے کا اظہار ایک ناقابل عفو غداری ہے جسکی سزا پاتو یہ ہے کہ اُسکے جواب میں عامیانہ قسم

کی تلخ اور درشت بادہ گوئی سے ناقد کی اس طرح تواضع کی جائے کہ اُسے آئندہ کبھی بھول کر بھی مخلصانہ تنقید کی جرأت نہو اور یا یہ کہ اُسکی تمام معقول اور غیر معقول صداؤن کی طرف سے کان بالکل بند کر لئے جائین۔

یہ تھی وہ اسپرٹ جس نے ہندوستان مین کبھی تنقید عالیہ کا مذاق نہین پیدا ہونے دیا جسکا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارا ادب اس جلا اور پاکیزگی سے بالکل محروم رہ گیا جو ہمیشہ صحیح تنقید کے لازمی فیوض قرار دئے گئے ہین۔

اگر صرف اتنا ہی ہوتا تب بھی غنیمت تھا لیکن قیامت تو یہ ہے کہ اس کمی کی وجہ سے لوگون کے دماغون سے رکیک اور بلند لٹریچر کا امتیاز بالکل جاتا رہا۔ اُنکی تیرہ ذوقی برابر تقویت پاتی رہی اور وہ کبھی اس تاریک گمراہی سے نجات نہ حاصل کر سکے کہ ادبیات اُردو کے وہ حصے جنھین وہ متعصبانہ خلوص اور عقیدت پرستی کی بدولت زمانہ کے بہترین کارنامے تصور کرتے ہین حقیقت مین بہت معمولی اور غیر دقیع چیزین ہین۔

یہی وجہ ہے کہ قدیم اُردو شاعری نے ہمارے سامنے ادب کے جو نمونے پیش کئے ہین اُن مین معدودے چند کے علاوہ بیشتر حصہ صرف اس قابل ہے کہ عامیانہ ماحول مین زندگی بسر کرنے والے لوگون کے لئے ہلکی اور سطحی دماغی تفریح کا باعث ہو سکے۔ اگر دلّی کی سرزمین سے میر، درد، مومن اور غالب۔ اور لکھنؤ سے انیس ایسی ہستیان پیدا نہ ہوتین تو آج ادب اُردو کی تاریخ بالکل سادہ نظر آتی۔

اُردو لٹریچر کی اس پستی کی تنہا ذمہ دار خود ہندوستان کی وہ سوسائٹی ہے جسکی آغوش مین ہمارے یہان کی ادبیات نے پرورش حاصل کی۔ زمانہ کی کبھی نہ ختم ہونے والی رفتار کے ساتھ ہر ملک اور ہر قوم کی ادبیات کو بھی ارتقا کی وہ تمام منزلین طے کرنا پڑتی ہین جن کے تحت مین زبان کو انقلاب سے سابقہ پڑتا ہے۔ جس طرح ایک نادان بچے کے صلاحیت پذیر دماغ پر سوسائٹی اور ماحول کے مستقل نقوش اُن کے آئندہ کیرکٹر کے ذمہ دار ہوتے ہین بالکل اسی طرح ادبیات کی نشو و نما تمدن و معاشرت کے اس گہوارہ مین ہوتی ہے جہان زمانہ اور وقت کی ہلکی سے ہلکی کروٹ بھی لٹریچر کو متاثر کئے بغیر نہین رہتی۔ غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جن متعدد منازل سے ہندوستان کی سوسائٹی کو یکے بعد دیگرے گزرنا پڑا۔ اُنھین سے ادب اُردو کو بھی تدریجاً سابقہ پڑتا رہا۔

ہندوستان کی تن آسانیون اور عیش پروری نے اُنکی ذہنیت کو جس طرح برباد کر رکھا تھا اُسکے دردناک نتائج سے اُردو شاعری بھی جو اپنی کمسنی کے ابتدائی دَور مین سے گزر رہی تھی محفوظ نہ رہ سکی۔ تعلیم کا فقدان، اخلاق کی کمزوری، بیکار مشاغل کی کثرت، عیش و عشرت کی بزم آرائیان، دولت کی فراوانی، یہ تھین وہ چیزین جن کے ہاتھون اُردو شاعری حرص و آز کی ہنگامہ سازیون اور بوالہوسی کی رنگین بیانیون تک محدود ہو کر رہ گئی۔

ان بدمذاق شعرا نے اپنی زہرافشانیون سے ساری فضا کو آلودہ کر دیا۔ اِس خرابات سے جو اُٹھا وہ اسی بربادکن بادہ آشوب سے اپنے دل و دماغ کو تباہ کر کے اُٹھا اور سوسائٹی کی حیا سوز بے اعتدالیان ایک ایک کر کے شاعری کے آئینہ مین چمکنے لگین۔ یہ غیر ذمہ دار متوالے بادہ و شاہد کی رنگین محفلون مین "بقدر کام و دہن" جب عامیانہ جذبات اور سطحی تاثرات کے ہیجان سے بے قرار ہو کر شاعری کے لطیف پردے سے آواز دیتے تھے تو (شعر کی اِس فطری شگفتگی کی وجہ سے جو ہر غیر لطیف سے غیر لطیف جذبہ پر سفیدی پھیر دیتی ہے) اُن کے حیات کی اصل اسپرٹ بہت کچھ ہلکی ہو کر کانون تک پہنچتی تھی اور وہ لوگون کی غلط فہمی سے فائدہ اُٹھا کر شاعری کی آڑ مین ہر قسم کی بے اعتدالیون کو جائز بنا لیتے تھے۔

اس بے راہ روی کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاعر اپنے کو اخلاق و تہذیب کی تمام پابندیون سے بے نیاز سمجھنے لگا اور عوام کے نزدیک شاعری

نام رہ گیا۔ صرف غزل مین عاشقانہ خیالات کے ہوسناک اظہار کا۔

میرا یہ مطلب ہرگز نہین ہے کہ شاعری کے ساز کو عشق و محبت کے مضمون سے یکسر معرّا ہونا چاہئیے لیکن اہلِ ذوق کی نکتہ رس نظرون سے "لطیف محبت" اور "ہوسناک عشق" کا نمایان فرق بھی پوشیدہ نہین۔ محبت کا راگ الاپنے والے شاعر کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے حیات قلبی کی شگفتہ رنگینیون سے اور اپنے احساساتِ محبت کے پُراثر سوز و گداز سے سامع کے دل مین پاکیزگی اور لطافت کا طوفان موجزن کر دے، نہ یہ کہ حسن جسمانی کے خصوصیات کو غیر مہذب الفاظ مین بیان کر کر کے تصور کے سامنے ایک ایسا حیا سوز مجسمہ پیش کر دے جو براہ راست بہیمیت کو تحریک مین لے آئے۔

لیکن کیا کہئے ہماری بدقسمتی کو کہ وہی پاکیزہ آسمانی جذبہ جو حیاتِ انسانی کا بہترین جوہر تھا، دل کھول کر حرص و ہوس اور عامیانہ عشق و محبت کی ہرزہ سرائیون پر ضائع کیا گیا اور یہ مذاق اس قدر عام ہو گیا کہ اچھے خاصے سنجیدہ اور متین لوگ بھی اِس حمام مین برہنہ نظر آنے لگے۔

اُس زمانہ مین جس رنگ کی شاعری نے مقبولیت حاصل کی اسکے لئے نہ اسکی ضرورت تھی کہ شاعر کسی مدرسہ مین درس و تدریس کی تکمیل کرے، اور نہ یہ ضروری تھا کہ وہ حیاتِ انسانی اور اُس کے متعلقات کے متعلق کوئی وسیع نظر رکھتا ہو۔ ہر معمولی پڑھا لکھا آدمی جو ابجد کے ابتدائی مراحل سے گزر چکا ہو اور جو اُردو کا املا صحیح لکھ سکتا ہو، اس بات کا اہل سمجھ لیا جاتا تھا کہ وہ خم ٹھونک کر شاعری کے میدان مین اُتر آئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جہان جہان اُردو بولی اور سمجھی جاتی تھی، وہان کے گلی کوچون سے شعراء حشرات الارض کی طرح اُبل پڑے۔

اس زمانہ کی کامیاب ترین شاعری وہ سمجھی جاتی جس مین عشق و ہوس کے رکیک اور مبتذل جذبات کو اس طرح مزے لے لے کر بیان کیا گیا ہو کہ سننے والے کے مُنہ مین پانی بھر آئے۔

شعراء اُردو کی فہرست اُٹھا کر دیکھو کیا میر، درد، مومن، غالب اور انیس کے علاوہ تم کسی ایسے شاعر کا نام لے سکتے ہو جسکا کلام سنجیدہ مذاق کی توجہ کے قابل ہو۔

میر کا سوز و گداز، درد کا تصوف، مومن کی سادہ جذبات نگاری، غالب کی فلسفہ طرازی اور بلند خیالی، انیس کی سلاست اور زور بیان صرف لے دے کے یہی چند چیزین ہین جو اُردو شاعری کے لئے مایۂ ناز قرار دی جا سکتی ہین۔ اُردو شاعری مین سے اِن درخشان ستارون کی ضیا افشانیون کو نکال لو تو تمہین اپنے لٹریچر کی حیات یکسر تاریک نظر آئے گی۔

سوسائٹی کے روایات قدیمہ اور زمانہ کے رسوم بڑی سی بڑی شخصیت کو بھی متاثر کئے بغیر نہین رہتے۔ اگر ہندوستان مین غزل گوئی کے مذاق کو اس قدر شدید مقبولیت حاصل نہوئی ہوتی تو کون کہہ سکتا ہے کہ آج غالب اور میر کی مثال یورپ کے بڑے سے بڑے شاعر کے مقابلہ مین نہ پیش کی جا سکتی۔

فطرت کی یہ ستم ظریفی بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تعلیم کے اس عالمگیر فقدان کے باوجود ہندوستان کی فضا ہمیشہ شاعرون کی پیداوار کے لئے بہت مفید رہی ہے۔ ہندوستان کی آبادی کے لحاظ سے کسی ملک مین شعراء کی تعداد کا ایسا زبردست عنصر نہین پایا جاتا۔

اس کثرت کی تمامتر وجہ جیسا کہ بیان کیا گیا صرف یہ تھی کہ شاعر بننے کے لئے کسی معقول صلاحیت کی چندان ضرورت نہ تھی اس لئے کہ خود موضوع شاعری اس قدر پست تھا کہ ہر کس و ناکس کسی غیر معمولی مشقت اور ریاضت کے بغیر شاعری کی سند حاصل کر سکتا تھا۔ کس قدر حیرت انگیز ہے یہ امر کہ وہی جنس جو دوسرے ممالک مین برسون کی

محنت اور مجاہدہ کے بعد حاصل ہوتی ہو، ہندوستان کے بازارمین اسقدر سستی فروخت ہو۔

مغربی شعراء کا کلام دیکھو تو تمہین معلوم ہوگا کہ کس طرح ایک ایک نظم کی تکمیل کے لئے انہین تحقیق و تدقیق، تفحص و مطالعہ کی سیکڑون پُرپیچ وادیون سے گزرنا پڑتا تھا۔ مغربی شعرا اپنی زندگی کی زندگی مشاہدہ قدرت اور فطرت انسانی کے مطالعہ مین صرف کر دیتے تھے۔ سالہاسال کی متواتر تعلیم کے بعد انہین میدان شاعری مین قدم رکھنے کی جرأت ہوتی تھی۔ ملٹن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنی مشہور زمانہ نظم "فردوس گم شدہ" کی تکمیل کے لئے اپنی عزیز عمر کے متعدد سال سوسائٹی سے الگ لاتعداد کتابون کی معیت مین تنہائی کی نذر کر دیئے اس طرح کہ اس دور مین اُس نے اپنے اوپر دُنیا کی تمام دوسری دلچسپیون کا دروازہ بند رکھا۔

اب اس کے مقابلہ مین ہمارے شعراء کے جہل پر غور کرو جو اِس حقیقت سے بالکل بےخبر ہین کہ شاعری کی قلمرو بہت وسیع ہے۔ اگر ایک جگہ وہ فلسفہ و حکمت کی گتھیان سلجھاتا ہوا نظر آتا ہے تو دوسری طرف ہم اسے رنگین مناظر، ترنم زا آبشار اور شب ماہتاب کی روح افروز صباحتون پر سر دُھنتے ہوئے دیکھتے ہین کبھی وہ فطرت انسانی کے حیرت انگیز اسرار مخفیہ کے عقد ہاے دشوار کو حل کرنے کی فکر مین پرواز تخیل کی بلند ترین فضا مین گم ہو جاتا ہے تو کبھی اپنی ان ہی بلند بلندیون سے اُتر کر "کنار آب رکنا باد و گلگشت مصلی" کی سطحی لطافتون سے بھی دلچسپی کا اظہار کرتا ہوا نظر آتا ہے، غرضکہ اسکی حقیقت بین نگاہ کائنات کے ایک ایک ذرہ اور عالم موجودات کی ہر معمولی اور غیر معمولی چیز سے آشنا ہے۔

الغرض اُردو شعراء مین ایک آدھ کے علاوہ کسی نے غزل کے محدود دائرے سے باہر قدم نہین نکالا۔ اور اپنے دماغ کی صلاحیتون کو عامیانہ شاعری کی پستیون کے لئے وقف کر دیا۔

اُردو شاعری کا یہ حال تو اس طبقہ کے ہاتھون ہوا جو دلی اسکول کے رنگ سے متاثر تھا لیکن لکھنؤ اسکول کی ستم ظریفیون نے تو غریب شاعری کو بالکل ستیاناس کر دیا بعض خصوصیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ دلی کی شاعری باین ہمہ لکھنؤ کی شاعری پر ہمیشہ ترجیح کے قابل رہی۔ دلی اسکول کی ایک نمایان خصوصیت یہ تھی کہ اس اسکول کے شعرا کا رجحان زیادہ تر کامیاب جذبات نگاری کی طرف تھا۔ جذبات کتنے ہی عامیانہ سہی، لیکن اتنا ضرور تھا کہ اس اسکول سے تعلق رکھنے والے شعراء اپنے شدید احساسات اور واردات قلبی کو شاعرانہ انداز بیان سے نظم کرنے پر قادر تھے۔ داغ کے کلام کو دیکھا جائے تو شروع سے آخر تک عاشقانہ چھیڑ چھاڑ، رقیبانہ جلی کٹی، رشک و حسد، نوک جھونک، اور طعن و تشنیع کے مبتذل مضامین سے بھر پور ملے گا۔ ان تمام باتون کے باوجود اس حقیقت سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا کہ موضوع شاعری کتنا ہی پست سہی، لیکن جہان تک انداز بیان، طرز ادا اور الفاظ کے دروبست کا تعلق ہے۔ داغ کی شاعری جذبات اور حسیات کی (خواہ وہ کتنے ہی عامیانہ کیون نہ ہون) صحیح مصوری ہے۔ بہرحال دلی کی شاعری لکھنؤ کی شاعری سے بدرجہا بہتر ثابت ہوئی۔

لیکن لکھنؤ کے اسکول نے شاعری پر جو رنگ چڑھایا اسکے ہاتھون اُردو شاعری کو ایسا صدمہ پہنچا جو اپنے خطرناک اثرات کے لحاظ سے دلی کی بے اعتدالیون سے بھی بڑھ گیا۔

شروع شروع مین تو لکھنؤ والے اپنی دماغ کی صلاحیتون کو صنائع و بدائع اور رعایت لفظی کی شعبدہ گری پر ضائع کرتے رہے انیس کے بعد مرثیہ کے مذاق نے اس قدر مقبولیت حاصل کر لی کہ سوز و گداز کے فریب مین مبتلا ہو کر لوگ شمع لحد، چراغ زار، تربت

دم نزع' اور گو زعریبان ایسے مضامین کو شاعری کا حسن سمجھنے لگے۔ اُنھون نے بغیر محسوس کئے ہوئے غم و الم کے شدید تاثرات کو جنازہ اور میت وغیرہ الفاظ کے ذریعہ نظم کرنا شروع کر دیا۔ شاعری کا رنگین نغمہ، رنج و حرمان، مایوسی و ناامیدی، جوانان مرگی و خودکشی ایسے پست و رکیک موضوع کی لئے سے معمور ہوگیا۔ شاعر چیخین مار مار کر روتا لیکن نہ اُسکی آنکھ تر ہوتی نہ سُننے والے کا دل لرزتا۔ وہ پکار پکار کر مایوسی اور الم کے افسانے بیان کرتا لیکن سامع کے دل مین اثر کی خفیف کی جُھرجُھری بھی پیدا نہ ہوتی۔

اس مسلسل مشق کا نتیجہ یہ ہوا کہ لکھنؤ والون نے شاعری کی رہی سہی شگفتگی کو بھی برباد کر ڈالا اور اُن کا کلام حقیقی سوز و گداز سے یکسر معرّا، صرف ایک بے حقیقت نقالی ہو کر رہ گیا

مجھے خوف ہے کہ میری یہ صاف گوئی تلخ نوائی ادب اُردو کے عقیدتمند شیدائیون کی برہمی مزاج کا باعث نہو اس لئے اُردو شاعری کی تاریخ کے اُس دور کے متعلق بھی کچھ لکھنا چاہتا ہون جو اِس کے لئے عہد زرین ثابت ہوا۔

اُردو شاعری کا عہد زرین

ہماری شاعری آخر کب تک اِس تاریکی اور بربادی مین پڑی رہتی۔ اِس شب تاریک کی کوئی سحر بھی ہونا چاہئے تھی۔ تعلیم کے تدریجی رواج کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی جہالت بھی رفتہ رفتہ کم ہونے لگی۔ مختلف درسگاہون اسکولون اور کالجون نے لوگون کو غیر زبان کی ادبیات کے مطالعہ کی طرف متوجہ کیا اور اُنیسوین صدی کے اختتام اور بیسوین صدی کی ابتدا نے اُردو لٹریچر کے لئے (Renaissance) کے سامان پیدا کر دئے۔

یہ وہ عہد تھا جب ہندوستان مین ایک حد تک آزادی وسیع النظری اور رواداری کی لہر دوڑ چکی تھی اور لوگ دوسری زبان کے لٹریچر کو پیش نظر رکھ کے اپنے یہان کی ادبیات کو اِس قعر مذلت سے نکالنے کی کوشش کر رہے تھے جسمین اُردو شاعری بظاہر اپنی آخری سانسین توڑ رہی تھی۔

اب زمانہ کا اقتضا یہ تھا کہ ملک کی خوابیدہ حیات کو بیدار کیا جائے تمدنی اور معاشرتی نقائص کو دور کیا جائے اور ایک ایسی شاعری کی داغ بیل ڈالی جائے جو ہر طرح ایک متمدن اور باوقعت قوم کی شایان شان ہو سکتی ہے۔

سب سے پہلے مرحوم حالی کے درد بھرے دل نے اس مقصد کے لئے ہندوستان کی سوئی ہوئی فضا مین بیداری اور دعوت عمل کی صدائین بلند کین اور اُنھون نے مسلمانون کی بگڑی ہوئی حالت کو سُدھارنے کے لئے اپنے قلم اور دماغ کی ادبی جواہر ریزیون کو وقف کر دیا۔

حالی کی آواز جو اول اول بہت نحیف تھی آخر کار ملک کے مختلف گوشون سے صدائے بازگشت پیدا کرنے مین کامیاب ہوئی اور معقول لوگون کی ایک جماعت نے مفید اور سنجیدہ موضوع شاعری پر اپنی قوتون کو صرف کرنا شروع کیا۔ یہ حالی ہی کی شرر باریون کی دبی ہوئی چنگاریان تھین۔ جنھون نے اکبر اور اقبال کے سینون کو قومی درد کی سوزش بخشی اور اُنکے دلون کو ملت پرستی کے حرارت آفرین احساسات سے لبریز کر دیا۔

اکبر نے معاشرتی اصلاح کے لئے جو طریقہ و لہجہ اختیار کیا وہ بہت برمحل ثابت ہوا اور ہم دیکھتے ہین کہ فطرت انسانی کے اِس نبض شناس شاعر نے ہنسا ہنسا کر جو چٹکیان لی ہین وہ صدہا لمبے چوڑے پند و نصائح سے زیادہ پُر اثر ہین۔

لیکن افق ادب کے ان ضیا پاش ستارون کا نور ماند پڑ جاتا ہے۔ جب ہم آسمان شاعری کے درخشندہ آفتاب اقبال کی طرف نظر اُٹھاتے ہین۔ اقبال ملک و ملت کا درد آشنا ہے۔ احساسات

قوی کا صحیح ترجمان ہے۔ حیاتِ انسانی کا رازدان ہے اور وہ سب کچھ ہے جو ایک پُرعظمت اور حقیقت شناس شاعر کو ہونا چاہیئے۔

لٹریچر کے اِس نئے انقلاب نے جہان اُردو شاعری کے لئے اور سیکڑون فیوض کا دروازہ کھول دیا وہان ایک نہایت خوشگوار تبدیلی مذاق غزلگوئی مین پیدا ہوگئی اور اس میدان کے محدود ہونے کے باوجود شعرا نے اِس صنف مین سیکڑون نئی نئی راہین نکال لین

ادبی ارتقا کے اِس شاندار دَورِ جدید مین صنف غزل مین جو دل خوش کن تبدیلی پیدا ہوئی اُسکا سہرا اُن خوش مذاق شعرا کے سر ہے جنھون نے گل و بلبل، کنگھی چوٹی، خلوت جلوت، اور ہجر وصال کی فرسودگی کے بجائے اُردو شاعری کو فطرت انسانی کے حیرت انگیز رموز، حیات قلبی کی پاکیزہ لطافتون اور جذبات کی رُوح افروز رنگینیون سے لبریز کردیا۔ پست اور حیاسوز مضامین کے بجائے حقائق و معارف اور عامیانہ جذبات کی جگہ بلند اور شریفانہ احساسات کا اظہار جدید غزلگوئی کا طغرائے امتیاز بن گیا اور یہ عام غلط فہمی بھی رفع ہوگئی کہ غزل کا میدان صرف عشق و عاشقی کے جذبات کے لئے موزون ہے۔

عہد جدید کے وہ باکمال شعرا جنھون نے اِس رنگ کو کامیابی بخشی، حسرت موہانی، فانی بدایونی، جگر مرادآبادی اور آصغر گونڈوی ملک کے اُن مایۂ ناز شعرا میں جنکا نام اوپر لیا گیا حضرت اصغر

حضرت اصغر کی شاعری

کی شخصیت ایک نمایان اور درخشان حیثیت کی مالک ہے۔ اُن کے کلام کا مجموعہ "نشاط روح" اِس وقت میرے پیش نظر ہے، جس پر ایک سرسری ناقدانہ نگاہ ڈالنا چاہتا ہون۔

چار سال کا عرصہ ہوا کہ حضرت اصغر کی شاعری پر علیگڑھ میگزین مین مرزا احسان احمد صاحب کے قلم سے نکلا ہوا ایک مقابلانہ تبصرہ شایع ہوا تھا، خود اس مجموعہ مین مرزا صاحب اور جناب سہیل کے دو معرکۃ الآرا مقدمے شامل ہین جو ندرتِ بیان، وسعتِ نظر اور قوتِ انشاپردازی کے لحاظ سے فنِ تنقید کے بہترین نمونے ہین۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت آصغر کے متعلق اب تک جو کچھ لکھا گیا اور آیندہ جو کچھ بھی لکھا جائے وہ اس پسندیدگی کے مقابلہ مین کوئی اہمیت نہین رکھتا، جو اُنکے کلام کی حقیقی خوبیون کا جائز مطالبہ ہے۔

حضرت اصغر کے کلام سے عام اور ہمہ گیر مقبولیت کی توقع کرنا ایک زبردست اصولی غلطی ہے۔ بعض لوگون کا خیال ہے کہ آرٹ کا انتہائی کمال یہ ہے کہ اسکی سوسائٹی کے ہر طبقہ مین یکسان جوش اور خلوص کے ساتھ پزیرائی کی جائے۔ ممکن ہے یہ عقیدہ اس لٹریچر کے حق صحیح ہو جو ارتقا کے اعلیٰ مدارج مین سے گزر چکا ہو لیکن ہندوستان مین تعلیم کی کمی کی وجہ سے اُردو پڑھنے والون مین ذوق صحیح کی وہ یکسانیت مفقود ہے جسکی مثالین دنیا کی دوسری ترقی یافتہ قومون کے لٹریچر مین کثرت سے ملتی ہین۔ ہمارے یہان ذوق ادب کے لحاظ سے متعدد طبقے ہین جو ایک دوسرے سے بہت مختلف ہین اور بدقسمتی سے معدودے چند ہی ایسے ہین جنھین فطرت کی طرف سے وجدانِ صحیح ودیعت کیا گیا ہو اِس لئے کم از کم اُردو دان پبلک مین کسی اعلیٰ درجہ کے ادبی کارنامہ کا ہر جگہ یکسان مقبولیت اور پسندیدگی حاصل کرنا قریب قریب محال ہے۔

مین اعلیٰ درجہ کے آرٹ کا تنہا انعام یہی سمجھتا ہون کہ وہ ملک کے مخصوص منتخب اور صحیح المذاق طبقون مین مقبولیت حاصل کرلے۔ یہی اُسکا بہترین صلہ ہے جسکے مقابلے مین عامیانہ پسندیدگی ایک قابل نفرت چیز ہے اِس لئے اگر عوام کے لئے آصغر صاحب کی لطیف اور بلند شاعری مین کوئی دلکشی نہین تو یہ اس بات کی بدیہی دلیل ہے کہ اُنکی شاعری وہان سے شروع ہوتی ہے جہان عامیانہ پسندیدگی کی آخری سرحد ختم ہوجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود تلاش اُنکے کلام مین مغنیانہ

اور مبتذل مذاق کے لئے کہین سامان تفریح نہین ملتا۔

اُنہون نے جدید رنگ تغزل گوئی مین جو لطیف روح پھونکی ہے اُسکی نظیر دورِ حاضرہ کے دوسرے شعراء مین بھی کمیاب ہے۔ اُن کا نغمہ، اُنکے نغمہ کی اسپرٹ اور اُن کا لہجہ سب سے علیحدہ ہے۔ وہ تنہا اپنی اقلیم کے فرمانروا ہین جہان کسی دوسرے کی حکمرانی کے متعلق گنجائش نہین۔ اُنکے پہلو مین ایک پرسوز و پرحرارت دل ہے جو محسوس کرتا ہے اور تڑپ اُٹھتا ہے۔ اُنکی دقیقہ رس نگاہین فطرتِ انسانی کی انتہائی عمق اور حیات کے دشوار ترین اسرار و غوامض تک پہونچ جاتی ہین۔ گو اُنہون نے صرف تغزل کو اپنے احساسات کی زبان بنایا لیکن بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ موضوع کے تنوع اثر کی قوت اور شگفتگی کی لطافتون کے لحاظ سے اُنکی غزلیات دَورِ حاضرہ کی ادبی کاوشون کا بہترین سرمایہ ہے

وہ تمام ظاہری اور معنوی خوبیان جو اعلیٰ درجہ کی شاعری کے لئے لازمی ہین اُن کی غزلیات مین بدرجۂ اتم موجود ہین۔ اُنکی شاعری نہ صرف جذبات اور تخیل، تصور اور احساسات کی شاعری ہے بلکہ وہ تمام محاسن پر اس طرح حاوی ہے کہ کسی ایک خصوصیت کا امتیاز مشکل سے کیا جا سکتا ہے۔

حضرت اصغر کا کلام انسانی فکر کا وہ سطحی نتیجہ نہین ہے جو دماغ اور ذہن کی معمولی حالتون مین سپردِ قلم کیا گیا ہو۔ وہ داعی کاوشون کا لطیف ترین نچوڑ ہے جسے عالمِ وجود مین لانے کے لئے شاعر کو اپنے حُسنِ تخیل اور بیان اور ذہنی صلاحیتون کی پوری قوت صرف کرنا پڑتی ہے۔ غزل گوئی کا سابقہ ابتذال جس نے اُردو شاعری کے دامن پر ایک قابلِ افسوس بدنما داغ لگا دیا تھا، اُنکے بلیغ اور لطیف کلام کی خوبیون کی بدولت بالکل فنا ہو گیا اور خدا کا شکر ہے کہ اب اُردو تغزل پر وہ اعتراضات صحیح نہین رہے جو پرستاران ادب کے

جذبات عقیدت کے لئے حد درجہ دردناک تھے۔

اُنہون نے جو روش اختیار کی ہے وہ اُنکے پیشرو شعراء کے جادۂ راہ سے بالکل جداگانہ ہے اور ہمین دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ وہ دوسرون کے روندے ہوئے راستے سے اپنے قدمون کو بچانے مین کس قدر کامیاب ہوئے ہین۔

ابتک جو رنگ بیشتر شعرائے اُردو کے کلام مین نمایان رہا وہ افراط و تفریط کے آخری سرون پر تھا جسکی وجہ سے کہین تو اُردو شاعری راحت پرستی اور ہوسناکی کی ایک شرمناک داستان نظر آتی تھی، اور کہین رنج و حرمان مایوسی اور ناامیدی کا ایک دردبھرا افسانہ۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ آخر الذکر طرز مین بھی عمومیت اور فرسودگی کا رنگ غالب ہتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ دونون حالتین کس قدر ناقابلِ اعتماد تھین۔ اگر ایک طرف عشقیہ مضامین کا علم اخلاق اور تہذیب کے لئے انتہائی مضرت رسان ثابت ہوا تو دوسری طرف جذبات کی افسردگی، طبیعتون کا اضمحلال اور ہمتی کی پستی جسے عوام نے سوز و گداز کا نام دے رکھا تھا، انسانی جد و جہد کے لئے تباہی اور بربادی کا زہر بن گیا۔

یہ عجب تماشا ہے کہ یہ لوگ جگہ جگہ نالہ و شیون، فریاد و فغان، آہ سرد اور گریہ مسلسل کے مضامین باندھتے تھے، لیکن ان باتون کے باوجود سوز و گداز کے حقیقی معنویت سے ناآشنا تھے۔

حضرت اصغر کے کلام کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اُنکی شاعری نوحہ و ماتم کی شاعری نہین۔ پھر بھی اِس قدر تی سوز و اثر سے مملو ہے جو قلب انسانی کو تڑپائے بغیر نہین رہ سکتا۔ اُن کے مذہب مین غم کی نوعیت بالکل جداگانہ ہے۔ بقول سہیل صاحب "اُنکے یہان ڈوبی ہوئی نبضون، پتھرائی ہوئی آنکھون اور عالمِ نزع کی ہچکیون" سے کلام مین اثر پیدا کرنے کی کوشش نہین کیگئی ہے۔ وہ عوام کی طرح اس گمراہی مین مبتلا نہین ہین کہ سوز و گداز تاثرات

غم کی ظاہری اور سطحی کیفیتون کا نام ہے - وہ "غم" اور فلسفۂ غم" کی حقیقی معنویت سے واقف ہین - اُن کا عقیدہ ہے کہ روح انسانی کے لئے "غم" بھی بالکل اسی طرح سامان نشو و نما پیدا کرتا ہے جس طرح جذبات مسرت، لیکن یہ غم عامیانہ اور سطحی غم سے بالکل الگ و رنگین اور پرگداز جذبہ ہے جو انسانی حیات کی سب سے زیادہ صحیح اور پائدار حقیقت ہے -

مغرب کا خیرفانی آسکر وائلڈ جس نے اپنی ساری حیات شباب کی رعنائیون اور حُسن کی رنگینیون کی نذر کردی، جو تمام عمر اپنی تصانیف کے ذریعہ لوگون مین اپیکورین فلاسفی (Epicorion) کا زہر پھیلاتا رہا، جس نے اپنی خطرناک لیکن دلکش گفتگو، حسین لیکن غلط عقائد کی تبلیغ سے خدا معلوم کتنے نوجوانون کی معصوم زندگیون کو سیاہ کارانہ سرمستیون سے معمور کردیا ——— اسے بھی اپنی شام حیات کے آخری لمحون مین جب کہ اسکی زندگی مسرت کے ناپائدار تاثرات سے سیراب ہوچکی تھی "غم" کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑا اور آج اُسکے اصلاح شدہ عقائد کے کبھی نہ سُننے والے نقوش اسکی معرکۃ الآرا آخری تصنیف (De profundis) مین محفوظ ہین -

غرضکہ حقیقی غم وہ شی ہے جسکی عظمت سے کسی کو انکار نہین ہوسکتا - یہی وہ جذبہ ہے جو دلون مین نرمی و گداز پیدا کرتا ہے اور جذبات کو رقت اور سوز و گداز سے معمور کرکے انسانون کی نگاہون کے لئے بڑے بڑے حقائق کے چہرون سے نقاب اُٹھا دیتا ہے

سب تنگ لطافت ہے افتادگی غم مین | مین خاک ہون در مجھ مین سب راز گلستان ہے

المختصر جناب اصغر کا کلام اُردو شاعری کی تمام پچھلی بدعتون کا ایسا کفارہ ہے جو توازن کا کام پورا کرنے کے بعد بھی اپنے بوجھ سے پلے کو جھکائے رکھے -

ہرچند کہ اُنکے کلام سے جو ہمہ رنگینی اور ہمہ لطافت ہے اشعار کا انتخاب ایک دشوار کام ہے، تاہم مین کوشش کرونگا کہ اُنکے کلام کی معنوی اور ظاہری خصوصیات پر مختلف عنوانات کے تحت مین فرداً فرداً نظر ڈالون -

انداز بیان

صنعتِ شاعری مین جو چیز سب سے زیادہ قابل توجہ ہے وہ شاعر کا انداز بیان ہے - بڑی سے بڑی حقیقت اور لطیف سے لطیف احساس کا اظہار اگر غیر شاعرانہ انداز بیان مین کیا جائیگا شعر اور مضمون دونون کا خون ہو جائیگا شاعر کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے طرز ادا کی ندرت اور انداز بیان کی شگفتگی سے شعر مین انتہائی دلکشی اور رعنائی پیدا کردے -

جدید شاعری کے رنگ سے متاثر ہوکر بعض بے راہ رو حضرات اِس مغالطہ مین گرفتار ہوجاتے ہین کہ حقیقی شاعری نام ہے فلسفہ و حکمت کے اہم مسائل کو نظم کردینے کا، یا چند ٹھوس حقیقتون کا فلسفیانہ اور حکیمانہ انداز مین شعر کے ذریعہ اظہار کرنے کا - اہلِ ذوق سے یہ بات پنہان نہین ہے کہ اِس قسم کا منظوم فلسفہ پاکیزہ مذاق کے لئے کس قدر تکلیف دِہ سزا ہے -

جناب اصغر کے کلام پر شعریت اور لطافت کا رنگ اس قدر غالب رہتا ہے کہ اُسکی تہ مین چھپے ہوئے حقائق اور معارف کی گرانی کبھی ذوق سلیم پر بار نہین ہوتی - آپکا شعر تغزل کی انتہائی رنگینیون مین ڈوب کر سامع کے دماغ سے فلسفہ اور غیر فلسفہ کا امتیاز بالکل چھین لیتا ہے اور جو چیز شعر سُننے کے بعد دل پر ایک مستقل نقش بن کر رہ جاتی ہے وہ وہ ہلکی اور لطیف کھٹک ہوتی ہے جو محسوسات قلبی مین ایک نامعلوم سباک ارتعاش پیدا کردیتی ہے -

جس طرح محض سطحی تغزل اور رنگینی کوئی قابل قدر چیز نہین، اسی طرح خشک فلسفیانہ شاعری بھی ذوق صحیح کے لئے ایک ناگوار جراحت ہے - حقیقی شاعری اس درمیانی رنگ کا نام ہے جو فلسفہ اور تغزل کو

آمیز کرکے شعر کو "حکمتِ رنگین" بنادے اور یہی ہے وہ امتیاز رنگ جو اصغر صاحب کے کلام مین ہر جگہ نظر آتا ہے۔ اُنکی شگفتہ بیانی، رنگین، فارسی ترکیبون کے امتزاج سے شعر کے الفاظ مین ایک قسم کی ہم آہنگی پیدا کرکے اسے حد درجہ مترنم بنادیتی ہے اِس طرح کہ پڑھنے والے کے دماغ پر ایک مبہم اور غیر نمایان موسیقی کا ہلکا سا نشہ چھا جاتا ہے۔

ان تمام لطیف نکات کا تعلق صرف حس لطیف سے ہے اِس لئے مجھے افسوس ہے کہ ان دقیق لطافتون کا اظہار الفاظ کے ذریعے سے ناممکن ہے۔ مثال کے طریقہ پر مین "نشاط روح" سے چند اشعار کا انتخاب کرتا ہون، انہین غور سے پڑھو اور انصاف سے بتاؤ کہ کیا ایک ایک شعر اپنے انداز بیان کی ندرت اور شگفتگی کے لحاظ سے وجدان صحیح کے لئے مستقل سامان کیف و نشاط نہین؟!

مین کیا کہون کہان ہے محبت کہان نہین

رگ رگ مین دوڑی پھرتی ہے نشتر لئے ہوئے

محبت کے تاثرات جب اپنے ابتدائی منازل ختم کر چکتے ہین تو اُنکی وسعت ناقابل اندازہ ہو جاتی ہے۔ انسان کے دل و دماغ، اُسکے اعضائے جسمانی، اسکے عادات و حرکات، غرضکہ اِسکی ہر مادی اور غیر مادی چیز کو محبت اپنے وسیع دامن مین لپیٹ لیتی ہے اور اسے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا محبت کی کیفیت لطیف اسکی تمام ہستی پر طاری و ساری ہے۔ ایسی حالت مین اگر اس سے دریافت کیا جائے کہ اسکے وجود کی وہ کون سی چیز ہے جو محبت کی قوتون سے سب سے زیادہ متاثر ہوئی تو وہ اپنی انتہائی کوششون کے باوجود اس سوال کا جواب دینے سے قاصر رہیگا۔ مندرجہ بالا شعر مین اسی نازک نکتہ کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس شعر کو پڑھو، کیا قادر الکلامی اور لطافت بیان کی اس سے زیادہ نادر اور بہتر مثال تم پیش کرسکتے ہو۔

اک غنچۂ افسردہ "یہ دل کی حقیقت تھی

یہ موجزنی خون کی رنگینیِ پیکان ہے

اک "غنچۂ افسردہ" کے ٹکڑے کو مصرع کے بقیہ حصہ سے کس قدر اُکھڑا ہوا ہونا اہل ذوق محسوس کرسکتے ہین کہ جدت اسلوب کسقدر عجیب طریقہ ہے۔ یہ مختصر لیکن معنویت سے لبریز ٹکڑا "موجزنی خون" سے پہلے جو دل کی حالت تھی اسکی کسقدر مکمل اور صحیح تصویر پیش کرتا ہے۔ پہلا مصرع پڑھنے کے بعد ایک بے روح دل کی تصویر مین کسی اضافہ کی ضرورت باقی نہین رہتی لیکن دوسرا مصرع پڑھتے ہی نقش کی حالت مین تبدیلی شروع ہو جاتی ہے اور ہمارے سامنے ایک پر تموج ذی حس جذبات آفرین اور رنگین دل کا منظر کھل جاتا ہے دوسرے مصرع مین "رنگینیِ پیکان" کی ترکیب نے شعر کو کس قدر شگفتہ اور پرمعنی بنادیا ہے۔

تقدیر کس کے خرمنِ ہستی کی کھل گئی

طوفان بجلیون کا تمہاری نظر مین ہے

اِس سے پہلے بھی محبوب کی نگاہ کو شعرا نے بجلی سے تشبیہ دی ہے لیکن یہ برق نظر اُنکے یہان ہمیشہ برق بلا بن کر عشاق کے دلون پر گری ہے اب اِس شعر کے اچھوتے پن کو دیکھو، شاعر نے کسقدر لطیف بات پیدا کی ہے۔ محبوب کی نظرون مین بجلیون کا طوفان اس کے لئے کسی تازہ مصیبت کا پیش خیمہ نہین بلکہ اُسکے تاثرات محبت کے لئے ایک نئے اور مبارک اضافہ کی نوید ہے۔ وہ ہر معاملہ مین شگفتہ خیال ہے اور اِس لئے وہ عام Pessimist شعرا کی طرح اِس قسم کی چیزون پر واویلا نہین کرتا۔ جو باتین اوروں کے لئے اپنے اندر افسردگی اور الم کے سامان رکھتی ہین وہ اسکی روشن اور مرفہ محبت کے حقیقی جوہر ہین۔ وہ اس مضمون کو یون بھی ادا کرسکتا تھا کہ سوچیے

خدا معلوم یہ برق کس کے خرمن ہستی پر گرتی ہے"۔ وہ اس خیال کا یون بھی اظہار کر سکتا تھا "اب میری نگاہ کسی کے خرمن ہستی کو پھونک ڈالے گی" لیکن وہ اس نوع کے ہر عامیانہ انداز بیان سے بچ کر ایک مخصوص طریقے سے استفسار کرتا ہے کہ "تمہاری نظرون مین یہ جو بجلی کا طوفان موجزن ہے اسکی کیا وجہ ہے؟ آخر وہ کون سی خوش نصیب ہستی ہے جسکے خرمن دل کو ممنون نوازش بنانے کے لئے تمہاری آنکھون مین برق کوند رہی ہے"

تقدیر کس کے خرمن ہستی کی کھل گئی؟!

یہ مصرع حسن ادا اور شگفتگی بیان کا کس قدر نایاب نمونہ ہے!!!

ذرے ذرے کو ہے جنبش اُٹھی برقِ حسن ہے　　اُڑ نہ جائے ایک دن یہ خاکدانِ اضطراب

پہلے مصرع کی بندش اور دوسرے مصرع کا ترنم حد درجہ موثر ہے۔ "خاکدانِ اضطراب" نے شعر کی موسیقیت کو بالکل مکمل کر دیا کسی ایک لفظ کو اپنی جگہ سے ہٹا کر اسکی جگہ پر کسی دوسرے لفظ کو رکھنے کی کوشش کرو، ساری لطافت اور رقصیدگی برباد ہو جائیگی۔

فارسی کی شگفتہ اور رنگین ترکیبین اصغر صاحب کے کلام کا حسن خصوصی ہین۔ فارسی ترکیب کے استعمال مین سلیقہ کو ملحوظ رکھنا بہت دشوار کام ہے ذرا سی فروگذاشت مین شعر کی دلآویزی کا خون ہو سکتا ہے ثقیل اور کریہہ ترکیبون سے بچنے کے لئے انتہائی خوش مذاقی کی ضرورت ہے حضرت اصغر کے حسن انتخاب کا بہترین کمال یہ ہے کہ اُنکے یہان متعدد فارسی بندشون اور ترکیبون کے باوجود شعر کے تسلسل اور روانی مین فرق نہین آتا بلکہ ترکیب کی جامعیت اور اسکی لطافت و رنگینی کلام کی دلکشی مین نامحدود اضافہ کر دیتی ہے مثلاً اس شعر مین

بارِ الم اُٹھایا رنگِ نشاط دیکھا　　آئے نہین ہین یونہین انداز بیحسی کے

"بارِ الم" اور "رنگ نشاط" کی ترکیبین کسقدر پر معنی کیفیت آفرین اور شگفتہ ہین! مندرجہ ذیل اشعار مین فارسی کی خوبصورت ترکیبین حُسن سلیقہ اور شگفتگی ادا کی بہترین مثالین ہین۔

ہے عشق کہ محشر مین یون مست خرامان ہے　　دوزخ بگریبان ہے، فردوس بدامان ہے

اک راز ہے تبسمِ غمناک ہجر مین　　ہے اک طلسم گریۂ خندانِ آرزو

انتہا دید کی یہ ہے کہ نہ کچھ آئے نظر　　کیف بیرنگی حیرت ہے نظر کی معراج

لذتِ سجدہ ہائے شوق نہ پوچھ　　ہائے وہ اتصالِ راز و نیاز

دیکھ رعنائی حقیقت کو　　عشق نے بھر دیا ہے رنگِ مجاز

ہوا ہے دل کو مگر ننگ آرزو لاحق　　خروش گریہ و بیتابی دعا معلوم

اسلوب بیان کے لحاظ سے مختلف قسم کے اشعار قلب انسانی کو مختلف طریقون سے متاثر کرتے ہین اگر شعر سوز و گداز سے مملو ہے تو سُننے والے کے دل مین درد و اضطراب کی خلش پیدا ہوگی۔ اگر شاعر نے کسی بہت نہایت لطیف بات کا خوبصورت اور مناسب الفاظ مین اظہار کر دیا ہے۔ تو ہم پر سرور و کیف کا جذبہ طاری ہوگا۔ اگر شعر مین بلندی تخیل اور حسنِ تصور سے کام لیا گیا ہے تو ہمارے دل مین بلند و شریفانہ جذبات پیدا ہونگے۔

لیکن اپنی نوعیت کے لحاظ سے سب سے زیادہ وہ کیفیت لطیف ہوتی ہے جسمین شعر کو سُن کر خود انسان کا سامعہ وجد مین آجاتا ہے اور اُسکے دماغ پر کیف و نشاط کا ایک ہلکا سا نشہ چھا جاتا ہے۔

اشعار ذیل کو دیکھو۔ اسلوب بیان اور طرز ادا مین شگفتگی شادابی اور تازگی ہے، اسکی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا الفاظ خود رقص کر رہے ہین۔ ان اشعار کو پڑھ کر دل پر جن لطیف کیفیات کا غلبہ ہوتا ہے وہ صرف محسوس کرنے کی چیز ہے ؎

تم سامنے کیا آئے اک طرفہ بہار آئی　　آنکھون نے مری گویا فردوس نظر دیکھا

بکھری ہوئی ہو زلف بھی اُس چشم مست پر　　ہلکا سا ابر بھی سر میخانہ دیکھئے

یہ حسن کی موجین ہین یا برق تبسم ہے　　اُس شوخ کے ہونٹون پر اک برق سی لرزان ہے

عارضِ نازک پہ اُنکے رنگ سا کچھ آگیا　　اِن گلون کو چھیڑ کر ہم نے گلستان کر دیا

کیا مستیان چمن مین ہین جوشِ بہار سے　　ہر شاخ گل ہے ہاتھ مین ساغر لئے ہوئے

رخِ رنگین پہ موجین ہین تبسم ہائے پنہان کی　　شعاعین کیا پڑین نکہت نکھر آئی گلستان کی

ہان اے نگار خوبی واے جان دلبری　　تو نے حیات بخشی ہے صبحِ بہار کو

محبوب کو "نگار خوبی" اور "جان دلبری" کے رنگین شگفتہ اور رقصان الفاظ سے مخاطب کرنا اہل دل سمجھ سکتے ہین کہ احساس لطیف اور حُسن بیان کے کیسے نازک نکات ہین -

ہر چند کہ آصغر صاحب کی شاعری کے بہترین جواہر وہ ہین جسمین اُنھون نے محسوسات لطیف کی ترجمانی اور حقائق و معارف کے اظہار پر اپنی قوت و فکر کو صرف کیا ہے لیکن اُنکے مجموعۂ کلام مین ایسے اشعار بھی موجود ہین جو مصوری اور نقاشی کے عجیب و غریب نمونے ہین -

شاعرانہ مصوری کی حقیقی خوبی یہ ہے کہ شاعر الفاظ کی بندش، فقرون کی دروبست اور بیان کی قوت سے تخیل کے سامنے ایسا مکمل اور صحیح نقشہ پیش کر دے کہ شعر سُن کر سامع کا دل اُنہین تاثرات اور کیفیات سے لبریز ہو جائے جو اصل منظر کو دیکھ کر اُسکے دل مین پیدا ہوتے۔ کامیاب ترین نقاشی وہی ہے جو اِس مقصد کو پورا کر سکے -

ذیل کے شعر کو غور سے پڑھو، اِس مین شاعر نے ہمارے سامنے جو تصویر پیش کی ہے وہ مندرجۂ بالا خصوصیات کے لحاظ سے کس قدر صحیح اور مکمل ہے -

اُٹھے عجب انداز سے وہ جوشِ غضب مین چڑھتا ہوا اک حُسن کا دریا نظر آیا

اسی طرح اِس شعر مین

کیا مرے حال پہ سچ مچ اُنھین غم تھا قاصد تو نے دیکھا تھا ستارہ سرِ مژگان کوئی

آنسو کو "ستارۂ سرِ مژگان" کہنا قوت تخیل و حُسن مصوری کا حیرت انگیز کمال ہے -

حقائق و معارف

موجوداتِ عالم اور حیاتِ انسانی کے دقیق نکات تک جن شعرا کی نگاہ نہین پہونچتی، اُنکے کلام مین بلندی کا عنصر مفقود ہوتا ہے۔ فلسفہ و حکمت کا مطالعہ فکر انسانی کو تخیل و دانائی کے جمیل ترین زیورات سے آراستہ کر دیتا ہے۔ شاعر اپنے علم و تحقیق کے ذریعہ ایسے پُر اسرار حقائق کا انکشاف کرتا رہتا ہے جو معمولی انسانون کے فہم و دانش سے بالاتر ہین -

یہ چیز مدتون کی جانفشانی اور سالہا سال کی مشقت کے بعد پیدا ہوتی ہے اور بہت کم لوگ ایسے ہین جو اس قابلِ رشک خصوصیت کے مالک ہون - دنیا مین شعرا کافی تعداد مین موجود ہین - اسی طرح غور کیا جائے تو فلسفیون کی بھی کمی نہین لیکن ایسے لوگ بہت کم ہین جو شاعر بھی ہون اور فلسفہ دان بھی - حضرت اصغر اِس آخر الذکر گروہ سے تعلق رکھتے ہین - وہ جو کچھ دیکھتے ہین اپنی وسیع النظری کی بدولت عموماً صحیح دیکھتے ہین - اُنکے قائم کردہ نتائج کی بنیاد انسانی فطرت کے گہرے مطالعہ اور مشاہدۂ قدرت کے سبق آموز تجربات پر ہوتی ہے - جہان دوسرون کا ذہن اشیائے موجودات کے ظاہری پردون سے ٹکرا کر رہ جاتا ہے - وہان اصغر صاحب کا رسا دماغ اسرار و غوامض کی حیرت انگیز گہرائیون تک پہنچکر حقائق مخفیہ کے گران بہا موتیون کو سمیٹ لیتا ہے - اُنکے اشعار اُن تمام محاسن سے مملو ہین جو طالبعلمانہ اجتہاد و تحقیق اور عالمانہ علم و دانش کا لازمی ثمرہ ہین -

ذیل مین اُن متعدد اشعار مین سے چند بطور نمونہ پیش کرتا ہون جنہین پڑھ کر ہمین اُنکی وسیع النظری اور حقیقت شناسی کا قائل ہونا پڑتا ہے

سُنتا ہون بڑے غور سے افسانۂ ہستی کچھ خواب ہے کچھ اصل ہے کچھ طرزِ ادا ہے

فلسفہ و حکمت کی دقیق موشگافیون کے باوجود کائناتِ عالم کی اصل و حقیقت ہنوز انسان کے علم پر آج تک پوری طرح روشن نہ ہو سکا - مختلف گروہون نے فلسفۂ حیات کے متعلق مختلف عقائد پیش کئے - ایک گروہ نے کہا کہ یہ تلاش و تجسس بیکار ہے، ہماری انتہائی کوششون پر وجود یہ طلسم اسی طرح سربستہ رہیگا - دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ کائنات کی ہر چیز اپنے وجود کے لئے انسانی حس و ادراک کی رہین منت ہے - دُنیا مین کسی شے کے وجود کی بذات خود کوئی حقیقت نہین -

بعض لوگ غالب کے الفاظ مین اِس حقیقت کے قائل ہین کہ

"عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے"

غرضکہ ہر ایک نے اپنے اپنے نظریات کے مطابق اِس مسئلہ [illegible]

کی، لیکن بحث و اختلاف کے اس دار و گیر میں حکما کسی ایسے فیصلے پر نہیں پہنچ سکے جو ہر طرح قابلِ اطمینان ہو۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ موجوداتِ عالم کی حقیقت کو ہم کسی "مخصوص" نظریہ کی تحت میں نہیں سمجھ سکتے۔ بلکہ اگر ہم کائنات کے اس رنگین طلسم کا تجزیہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اسکی تعمیر میں ایسی مختلف النوع چیزوں کا امتزاج ہے جو اپنی نوعیت میں ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہیں۔

مثلاً بعض حقائق ایسے ہیں جنہیں ہم صرف بہت مبہم طریقے سے سمجھ سکتے ہیں۔ ان حقائق کا ایک ہلکا دھندلا سا نقش ہمارے ذہن پر قائم ہو جاتا ہے اور ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم انکی تہ تک پہنچنے میں پوری طرح کامیاب نہیں رہے ہیں اور جو کچھ ہمیں معلوم بھی ہوا ہے اسمیں اصلیت کا بہت خفیف شائبہ ہے۔ یہ وہ حالت ہے جس میں قوت امتیاز پر خواب کی سی کیفیت طاری رہتی ہے اور ہم کسی چیز کی صحیح توجیہ اور تاویل نہیں کر سکتے

And things are not what they seem

اسکے برعکس بعض حقیقتیں ایسی واضح اور روشن ہوتی ہیں کہ ہماری نگاہ آسانی سے اُنکے رموز کو پڑھ لیتی ہے، اور ہمیں یہ سمجھ لینے میں ذرا بھی دشواری نہیں ہوتی کہ یہ اصل حقیقت ہے۔

لیکن کچھ اسرار ایسے بھی ہیں جنکی واقعیت کا راز خود ہماری ذہنی اور دماغی صلاحیتوں سے وابستہ ہے۔ کارزارِ حیات کی گوناگوں رنگینیاں اور زندگی کی ہنگامہ آرائیاں مختلف ذہنوں کے لئے مختلف معنی رکھتی ہیں انسان ان چیزوں کو اپنی ذاتی صلاحیت کے ذریعہ دیکھتا سمجھتا اور اثر لیتا ہے اور اپنی اپنی سمجھ کے موافق تاویلیں قائم کرتا ہے۔ یہی وہ حالت ہے جسے اس شعر میں "طرزِ ادا" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

غور کرو کس قدر گہرے اور بلند مضمون کو اس شعر میں نظم کیا گیا ہے۔

واردات قلبی کے لحاظ سے انسان کی حیات بھی ایک عجیب و غریب چیز ہے اس پر ہر لحہ نئے نئے واقعات گزرتے ہیں اور اس سے اس کے محسوسات اور جذبات میں گھڑی گھڑی انقلاب ہوتا رہتا ہے۔ پھر چونکہ فطرت کے مناظر تمام تر انسانی تاثرات کے تحت میں ہیں اس لئے اگر وہ مغموم ہے تو اُسے دنیا کا ذرہ ذرہ مغموم و متالم نظر آتا ہے۔ اگر اسکے دل میں نشاط و شادمانی کی موجیں اٹھ رہی ہیں تو اُسے کائنات کی ہر چیز درخشاں اور زریں نظر آئے گی۔

لیکن ایک مستغنی شاعر ان تمام تاثرات سے بالاتر ہے۔ وہ نہ عام لوگوں کی طرح ہنسنے پر مجبور ہے اور نہ اُن کی طرح کسی عامیانہ واقعہ پر آنسو بہانے پر۔ اسے غم کی عمیق ترین گہرائیوں میں سے مسرت، اور انبساط و سرور کی انتہائی کشاکش میں سے رنج و الم کی لطافتیں پیدا کرنے پر قابو حاصل ہے۔

تو معلوم یہ ہوا کہ ایک قوی ارادے اور پرزور تخیل والا عالی حوصلہ انسان جس طرح اپنے جذبات پر قادر ہے اُسی طرح اُسے اُن مناظر پر بھی قدرت حاصل ہے جو جذبات انسانی سے وابستہ ہیں۔ اس نکتہ کو اصغر صاحب اس طرح نظم کرتے ہیں۔ ؎

چاہا جہاں سے منظرِ فطرت بدل دیا ہے کل جہان تابع فرمانِ آرزو

نفسیاتِ محبّت

گو شاعر کے لئے یہ چنداں ضروری نہیں کہ وہ نفسیات محبت کا رمزداں بھی ہو لیکن اگر دیگر محاسن کے ساتھ ساتھ وہ انسانی نفسیات کا حقیقت شناس بھی ہو تو اسکی شاعری سحر نگاری ہو جاتی ہے۔ جن لطیف نکات کا احساس ایک نفسیات داں شاعر کر سکتا ہے ان سے اُس شاعر کی نگاہ محروم رہ جاتی ہے جو ان اسرارِ مخفیہ کی کنہ و حقیقت سے بیگانہ ہے۔ حضرت اصغر کی کامیابی کا ایک بڑا راز یہ بھی ہے کہ جس طرح اُن کا دل ذوق محبت اور احساسات جمیلہ کی روح افزا لطافتوں سے آشنا ہے اسی طرح اُن کا دماغ بھی ان تمام نکات سے واقف ہے جو واردات محبت میں معمولی

ذہنیت والے انسانوں کے لئے معما اور چیستان بنکر رہ جاتے ہین اصغر صاحب کی شاعری دل کی بھی شاعری ہے اور دماغ کی بھی۔ اگر ایک طرف انہین محسوساتِ محبت کو دلکش ترین اندازِ بیان مین ظہار کرنے پر قابو حاصل ہے تو دوسری طرف وہ اِن جذبات کی تحلیل و تجزیہ پر بھی قادر ہین جو براہ راست عشق و محبت سے وابستہ ہین ۔

نفسیات محبت کے ان دقیق نکات کو جس طرح وہ شاعرانہ اسلوب بیان کی رنگینیون سے شگفتہ بنا دیتے ہین اسے دیکھکر ہمین نہ صرف اُن کے وجدانِ صحیح، ذوق شعر اور قادر الکلامی کا قائل ہونا پڑتا ہے بلکہ اُن کی نفسیات دانی اور حقیقت شناسی کا بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے ۔

انہین چونکہ فطرت کی طرف سے ایک دقیقہ رس دماغ ملا ہے اِس لئے اُنکے کلام مین نکات محبت کے متعلق ایسی حقیقتون کا انکشاف ہے جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے اُردو شاعری مین بالکل اچھوتی اور نئی چیزین ہین۔ مثلاً یہ غلط عقیدہ کس قدر عام ہے کہ "حسن" فطرتاً بے نیاز و مستغنی ہے ۔ متقدمین اور متاخرین کے کلام کا مطالعہ کرو تمہین ہر جگہ "عشق" "حسن" کے سامنے دو زانو نظر آئیگا لیکن نفسیات انسانی کے رمز دان سے یہ حقیقت پوشیدہ نہین ہے کہ جہان تک کشش اور اتصال کا تعلق ہے عشق اور حسن یکسان طور پر اپنا اپنا فعل انجام دیتے ہین حسن بھی فطرتاً عشق پرست ہے اور اُسے بارہا عشق کی عظمتون کے سامنے اپنی مصنوعی بے نیازی کا جامہ تار تار کر دینا پڑتا ہے، اصل مین استغنا اور لاپرواہی، بے نیازی و بے رخی تو ایک قسم کا آرٹ ہے جسکے پردہ مین حسن اپنی اصل فطرت کو چھپائے رکھتا ہے۔ اصغر صاحب اِس لطیف نکتہ کا اس شعر مین یون اظہار کرتے ہین ؎

کھنچتی ہی سہی حسن اگر جانِ آرزو ۔۔۔ خود حسن بھی ہے دست بدامانِ آرزو

حسن کا التفات کبھی کھلم کھلا نہین ہوتا۔ اس مین بھی فطرتِ مصلحت اندیش کا ایک اہم راز سربستہ ہے۔ حسن جب عشق پر مہربان ہوگا۔ جور و جفا ظلم و ستم کی نقاب چہرے پر ڈال کر اِس نوازش مین جو شعریت آفرین لطافتین ہین اُنکا احساس صرف اُس ہستی کو ہو سکتا ہے جو اِس نازک ربط کے لطیف نکتہ کا ذوق آشنا ہو۔

مجھی سے بگڑے رہتے ہین مجھی پر ہے عتاب اُنکا ۔۔۔ ادائین چھپ نہین سکتین نوازشہائے پنہان کی

لطفِ نہانِ یار کا مشکل ہے انتہا ۔۔۔ رنگت چڑھی ہوئی ستم برملا کی ہے

شاید مرے سوا کوئی اِسکو سمجھ سکے ۔۔۔ وہ ربط خاص رنجش بیجا کہین جسے

"حسن" "عشق" کی پزیرائی کے لئے بالکل اسی طرح بیچین و مضطر رہتا ہے جس طرح "عشق" سے وابستگی پیدا کرنے کے لئے یہ ایک ایسا لطیف نکتہ ہے جس سے بادۂ محبت کے لذت شناس بخوبی واقف ہین اُردو شعرا کی ایک کثیر تعداد نے اِس حقیقت سے بیخبر ہونے کی وجہ سے ہر جگہ حسن کو عشق سے گریزان دکھایا ہے۔ کہین وہ برق بلا بن کر عشاق کے خرمن دل کو جلاتا ہے تو کہین تیر و پیکان بنکر سینہ کو چھلنی کرتا ہے کہین شمع کے بھیس مین پروانے کو پھونک کر خاکستر بنا دیتا ہے تو کہین مقتل مین خنجر بکف اور تیغ در دست نظر آتا ہے لیکن دورِ حاضرہ کا حقیقت شناس شاعر حسن و عشق کے اس راز سربستہ سے آگاہ ہو کر کہتا ہے ؎

یہ دیکھتا ہون ترے زیرِ لب تبسم کو ۔۔۔ کہ بحرِ حسن کی اک موج بے قرار ہو

ادائے عشق کی تصویر کھنچ گئی گویا ۔۔۔ وفورِ جوش سے یون حسن بے قرار ہوا

چھیڑتی ہی کس لگاوٹ سے نگاہِ شوق کو ۔۔۔ خود بخود دبا کیف تیری جلوہ گاہ ناز سے

دوسرے شعر مین حسن کا متاثر ہو کر وفور جوش سے اس طرح بیقرار ہو جانا کہ خود عشق کی بیتابیون کی تصویر کھنچ جائے، فلسفۂ محبت کے ایک لطیف نکتہ کا اظہار کا کس قدر دلکش پیرایہ ہے ۔

حسن کی عظمت سے کسے انکار ہو سکتا ہے، لیکن ہمین کسی [illegible] (ایسا دین) مین عشق کا احترام نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔ شعرائے جن بلند آہنگی کے ابتدائی منازل ساتھ حسن کی برتری کے نغمہ چھیڑے ہین وہ اِس لحاظ سے عالی کا واپس آنا باوجود قابل توجہ ہین کہ مدح و ستائش کے اِس ہنگامہ مین عشق مین یکسر بے اختیار ہو جانا

پست ہوکر رہ گیا۔ وہ ہر جگہ حُسن کے سامنے عاجز اور سرنگون نظر آتا ہے اور اسکی ہر ادا مین فتادگی کے مظاہر نمایان ہین۔ لیکن "عشق و حسن" پر اِس نقطۂ نظر سے نگاہ ڈالنا ایک قابلِ نفرت Pessimism ہے۔ جذبۂ عشق کی بدولت ایک بلند خیال انسان محاسنِ انسانی کی تمام قابلِ رشک خصوصیتین حاصل کرسکتا ہے، وہ اسکی بدولت حیرت انگیز بلندیون تک پرواز کرکے اِس چیز کو بنی نوعِ انسان کے لئے مستقل طور پر مایۂ ناز بنا سکتا ہے۔

اصغر صاحب کا یہ شعر پڑھو۔ کیا عالی حوصلگی، بلند جذبات، علو ہمتی اور Optimism اسکے ایک ایک لفظ سے نمایان نہین؟

وہ عشق کی عظمت سے شاید نہین واقف ہین   سو حسن کرون پیدا اک ایک تمنا مین

اصغر صاحب کے یہان عشق صرف اُس محدود انسانی جذبہ کا نام نہین جسکے تار پر ہمارے یہان کے بیشتر شعراء نے اپنی شاعری کا راگ الاپا ہے۔ اصغر صاحب کے یہان محبت کی وسعتین بے پایان ہین۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ کائنات کی تمام کشاکش کا انحصار عشق پر ہے۔ اُنکا پُرشوق دل عالم کی ہر چھوٹی بڑی چیز کو اِس رشتہ مین منسلک دیکھتا ہے۔ یہی وہ ملکوتی اور آسمانی نعمت ہے جو بے نوا فقیر کے شکستہ جھونپڑے اور باجبروت بادشاہ کے محل مین یکسان طور پر پائی جاتی ہے۔ حقیر ترین انسان سے لیکر دنیا کی عظیم ترین شخصیت کا دل اِس عالمگیر جذبہ سے خالی نہین۔ کائنات کی ہر شے مین اسی کا پرتو ہے اور آج اگر اسکا وجود غائب ہوجائے تو نظام عالم بھی درہم و برہم ہوجائے۔ زندگی کی کل لطافتین، حیات کی تمام رنگینیان، اور موجودات کی کل ہنگامہ آرائیان اس جذبہ کے مظاہر ہین ؎

برق مین جوشِ اضطراب، ذرہ مین سوز و ساز عشق
کل یہ فضائے دہر ہے سینۂ پُرگداز عشق
بے مذاقِ شوق ہے   جس سے مین بیتاب ہون وہ مری آواز ہے

فلسفۂ حسن و عشق کے متعلق سُہیل نے اپنے مقدمہ مین جو چار نظریے پیش کئے ہین اور جس طرح ہر نظریہ کے مطابق حضرتِ اصغر کے کلام سے اشعار کا انتخاب کیا ہے وہ جناب اصغر کی نفسیات دانی اور حقیقت شناسی کا ایک روشن ثبوت ہے۔ مندرجۂ بالا شعر پہلے نظریہ کے تحت مین آتا ہے۔ حضرتِ اصغر نے اِس شعر مین حسن و عشق کے ربطِ باہمی کے متعلق ایک نہایت لطیف اور نازک نکتہ کا انکشاف کیا ہے جسے صرف وہی لوگ بخوبی سمجھ سکتے ہین جنہون نے بادۂ محبت کی جرعہ کشی کی ہو۔ اِس لئے حضرتِ اصغر نے اِس شعر مین نفسیاتِ محبت کے متعلق جس پائدار حقیقت کو آشکار کیا ہے ممکن ہے وہ اُن لوگون کی فہم و دانش سے بالاتر ہو جو عشق و محبت کی روحانی لذتون کا کوئی عملی تجربہ نہین رکھتے۔

عام طور پر لوگ اس غلط فہمی مین مبتلا ہین کہ محبت کوئی ایسی خارجی قوت ہے جو انسان کے دل و دماغ کو اپنے آہنی پنجہ سے بالکل بیکار بنا دیتی ہے۔ انسان عشق کے پہلے ہی وار مین اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے اور اُسے اپنے ارادون پر کوئی اختیار باقی نہین رہتا۔

اس قسم کی غلط فہمی مین عموماً وہ لوگ مبتلا ہوتے ہین جو اپنے شعور کی مدد سے اپنے مختلف النوع جذبات اور احساسات کا تجزیہ کرنا نہین جانتے۔ محبت کے لطیف نکات سے ہمارا دماغ اُس وقت تک آشنا نہین ہوسکتا جبتک ہمین وارداتِ عشق سے عملی سابقہ نہ پڑا ہو۔ ہم اپنی تمام قوتِ گویائی، خوش بیانی، اور منطقی استدلال کے باوجود کسی اندھے کو نہین سمجھا سکتے کہ سبز رنگ کیسا ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی ایسے شخص کے سامنے جسکی زبان تلخی سے ناآشنا ہے، ہم تلخ ذائقہ کی مکمل تشریح کے بعد بھی اسکے دماغ مین تلخی کا صحیح مفہوم پیدا کرنے مین ناکامیاب رہین گے۔ اسی لئے نفسیاتِ عشق کے جس اہم مسئلہ پر مندرجۂ ذیل سطور مین روشنی ڈالی گئی اُس کی صداقت مین مجھے افسوس ہے کہ مین کوئی منطقی دلیل پیش کرنے سے قاصر ہون۔ اس باب مین میرا روئے سخن صرف اُن صاحبانِ ذوق کی طرف ہے جو عشق کی لذت

اہتزازی سے بیگانہ نہیں ہین - محبت ایک ایسی چیز ہے جو صرف محسوس جا سکتی ہے' الفاظ کے ذریعہ سمجھائی نہین جا سکتی -

کیفیات محبت کے متعلق صحیح تجربہ ہم صرف ایسی صورت مین حاصل کرسکتے ہین کہ نشۂ عشق کے غلبہ کے باوجود ہم اپنے احساسات کی تدریجی تبدیلیون کا بالارادہ تجزیہ و تحلل کرتے رہین اور یہ بات بغیر Introspection کے حاصل نہین ہوسکتی -

جو شخص اپنی کیفیات عشق کی باقاعدہ تحلیل مین کامیاب ہا ہو اس سے یہ حقیقت پوشیدہ نہین کہ پہلی نظر کا عشق (Love in first sight) ایک ناقابل قیاس اور دور از فہم بات ہے جسکا سوائے انسانون کے اور کہین وجود نہین - اس حقیقت سے البتہ کسی کو انکار نہین ہوسکتا کہ محبت کے ابتدائی تاثرات بعض بعض حالتون مین غیر محسوس طریقہ پر نظر کے اولین تصادم ہی مین پیدا ہوجاتے ہین اور ایک ذی شعور شخص کے لئے یہ معلوم کرلینا کوئی دشوار مرحلہ نہین ہوتا کہ اس کے دل و دماغ محبت کے لطیف کیفیات سے متاثر ہو چلا ہے - یہ محبت کی ابتدائی منزل ہے جہان انسان کو اپنے تخیل پر پورا پورا اختیار رہتا ہے' اور اگر وہ چاہے تو نہایت آسانی سے محبت کے کانٹے کو اپنے دل سے نکال کر پھینک سکتا ہے -

اِس قسم کے واقعات انسان کی زندگی مین ہزارون مرتبہ پیش آتے ہین کہ وہ کسی دلکش اور نظر فریب چہرے کو پہلی مرتبہ دیکھکر شدت کے ساتھ متاثر ہوجائے لیکن اِسے ہر دلفریب صورت کے ساتھ پہلی ہی نظر مین مجنونانہ محبت مین ہوجاتی - وہ ہر دلکش چہرے کی عقیدتمندانہ پرستش کے لئے ایک محبت زدہ شیدائی کی طرح اپنا سر نیاز نہین جھکا دیتا ؟ اور نہ وہ پہلی ہی نظر مین اپنی شکست کا اعتراف کرکے آستانۂ حسن پر دوزانو ہوجاتا ہے - اگر ایسا ہوتا تو آج محبت سے سنجیدگی اور متانت کا عنصر بالکل مفقود ہوتا اور وہ ایک غیر مستقل' ناقابل اعتبار اور مضحکہ خیز چیز بن کر رہجاتی -

انسان محبت صرف چند بار کرتا ہے - ایسا صرف چند ہی بار ہوتا ہے کہ اُس پر عشق و محبت کی کیفیات اپنی انتہائی قوتون کے ساتھ غالب ہوجائین - اگر محبت کوئی ایسی چیز ہوتی جو مقدار کی قید مین آسکتی ہے تو یہ بات یون سمجھائی جا سکتی تھی کہ فرض کیجئے ایک شخص کو اپنی زندگی مین مختلف موقعون پر سو ایسی حسین و جمیل صورتون کے دیکھنے کا اتفاق ہوتا ہے جنکے نظر افروز حُسن سے اُن کا دل حد درجہ متاثر ہوجاتا ہے' لیکن ایسا صرف ایک ہی مرتبہ ہوتا ہے کہ ایسے کسی مخصوص شکل سے اِس قدر شدید دلچسپی پیدا ہوجائے کہ اسکی کیفیات پسندیدگی مستقل محبت کی صورت اختیار کرلین - ایسی حالت مین یہ کہا جائیگا کہ جہان تک کشش حُسن کا تعلق ہے وہ محبت (ہر چند کہ اس قسم کے جذبہ کو ابتدائی حالتون مین محبت نہین کہہ سکتے) جو پہلی نظر مین پیدا ہو کر غائب ہوگئی اور وہ محبت جس نے آگے بڑھ کر عشق کی صورت اختیار کرلی اپنی ابتدائی منزل مین "مقدار" کے لحاظ سے یکسان ہین - یہان قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر وہ کون سے اسباب ہین جو تاثرات کی ابتدائی حالت کو تقویت دینے کی کوشش کو محبت مین تبدیل کردیتے ہین

——— اصغر صاحب کا یہ فلسفیانہ شعر اِس سوال کا مطمئن کن جواب ہے -

بات یہ ہے کہ انسان محبت کے اس پودے کو جو ابھی نشو و نما کی بالکل ابتدائی حالت مین ہے خود اپنے ہاتھون سینچتا اور پرورش کرتا ہے حتیٰ کہ وہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ محبت کی خلش سے نجات پالینا ابھی بالکل اُسکے اختیار مین ہے پھر بھی وہ ارادتاً ایک معمولی خراش کو ناخن سے کھود کھود کر اچھا خاصہ زخم بنا لیتا ہے - کسی کے حسن سے متاثر ہونے کے بعد محبت کے انتہائی شدید تاثرات کا پیدا کرنا خود اُسکے اختیار مین ہوتا ہے - وہ اس لطیف خلش کو اپنے تخیل اور ارادہ (Will) کے ذریعہ برابر تقویت دیتا رہتا ہے یہان تک کہ وہ محبت کے ابتدائی منازل سے گزر کر اس مقام پر پہونچ جاتا ہے جہان سے کسی کا واپس آنا باوجود کوشش بھی حد درجہ دشوار ہے - ابتدائے محبت مین یکسر بے اختیار ہوجانا

بالکل بعید از قیاس بات ہے - بہت کم لوگ اس نازک حقیقت سے آشنا ہین - یہ صرف محبت کی آخری حالتین ہین جن مین انسان بالکل بے بس ہو جاتا ہے، ورنہ اِس جذبہ کے ابتدائی مراحل کی باگ خود محبت کرنے والے کے مضبوط ہاتھون مین ہوتی ہے -

تصوف و معرفت

یہ وہ منزل ہے جہان محسوسات مادی کی سرحد ختم ہو جاتی ہے اور وہ مرحلۂ روحانی شروع ہوتا ہے جسے صرف انسان کے عارفانہ ذوق سے تعلق ہے - اِس مقام پر پہنچنے کے لئے انسان کو اپنے قلب و دماغ سے مادی احساسات کے تمام پست عناصر کو خارج کر دینا پڑتا ہے -

ہر چند کہ یہ لذت صرف حسن لطیف سے وابستہ ہے لیکن حضرت اصغر کی شاعری کا یہ کمال دیکھو کہ وہ اُن پُر اہتزاز واردات قلبی کو جو اس منزل مین اُنکے ذوق شناس دل پر طاری ہوتے رہتے ہین - تغزل کی بہترین شگفتگی کے ذریعہ الفاظ کی قید مین لانے پر بھی قادر ہین - چونکہ وہ خود صہبائے معرفت کے حقیقی لذت شناس ہین اِس لئے کہ اس وضع پر وہ جو کچھ کہتے ہین لذتِ روحانی کے اہتزاز آفرین سوز و گداز مین ڈوبا ہوا ہوتا ہے -

سلوک و عرفان کی اِس کیفیت کے متعلق، جو معرفت کی اس منزل مین انسان پر طاری ہوتی ہے جس مین وہ اپنی خودی سے بیخبر ہو کر انوار الٰہی کے حیرت انگیز مظاہر مین گم ہو جاتا ہے - اصغر صاحب یون فرماتے ہین - ؎

اک عالم حیرت ہے فنا ہے نہ بقا ہے　　حیرت بھی یہ حیرت ہے کہ کیا جانیے کیا ہے

نہ کچھ فنا کی خبر ہے نہ ہے بقا معلوم　　بس ایک بیخبری ہے سو وہ بھی کیا معلوم

عالم کائنات مین ذات مطلق مختلف مظاہر اور مناظر کے پردون مین جلوہ آرا ہوتی ہے - وہ موجودات کی تمام وسعتون پر پھیلی ہوئی ہے جلوہ حقیقت مین ایک ہی ہے لیکن اُسکی صورتین مختلف ہین - اِس مضمون کو اصغر صاحب نے متعدد جگہ نظم کیا ہے ؎

تو شمع حقیقت کی اپنی ہی جگہ پر تھی　　فانوس کی گردش سے کیا کیا نظر آتا ہے،

بند ہوا آنکھ ہٹے منظر فطرت کا حجاب　　لاؤ اک شاہد مستور کو عریان کر دین

غرضکہ "نشاط روح" ہر طرح سے لطافت و رنگینی، شگفتگی اور رعنائی کا ایک غیر فانی مجموعہ ہے جس سے کسی خوش مذاق پرستار ادب کی لائبریری کو خالی نہین ہونا چاہئے -

مین جناب سہیل کی اِس تجویز سے لفظ بلفظ متفق ہون کہ "اِس مجموعہ کو یونیورسٹی کے اعلیٰ مدارج مین داخل نصاب کرنا چاہیئے"

"نشاط روح" جس پر اُردو شاعری نے اپنے حُسن کا دامن خالی کر دیا ہے یقیناً اِس قابل ہے کہ اُسے کسی ہندوستانی یونیورسٹی کے نصاب مین جگہ دی جائے - جو محاسن اس مجموعہ مین شروع سے آخر تک نمایان ہین - اُن مین سب سے زیادہ درخشان اس کی وہ اسپرٹ ہے جو اعلیٰ اور شریفانہ اخلاق سے لبریز ہے -

کسی یونیورسٹی کا نصاب مقرر کرتے وقت جو امر سب سے زیادہ قابل توجہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ صرف ایسی چیزین داخل نصاب کی جائین جو بلندی اخلاق اور حسن تہذیب کے معیار پر پوری اُترتی ہون "نشاط روح" جو واقعی "اُردو کی دنیائے نظم مین بہترین شاہکار ادب ہے" ایسی چیز نہین کہ اُس سے ہندوستانی یونیورسٹیون کے اُردو دان طلبا کو محروم رکھا جائے -

زمانہ اور وقت کا اقتضا یہ ہے کہ کالج کے مدارج مین ایسی ہی بلند اور مکمل چیزون کا درس دیا جائے - اور اِس لئے مین مسلم یونیورسٹی کے ارباب حل و عقد کو جہان اُردو نصاب مین داخل ہے خصوصیت کے ساتھ اِس تجویز کی طرف توجہ دلاتا ہون -

ذوقی

(جناب خواجہ مسعود علی صاحب ذوقی لکھنوی - بی - اے علیگ)

جواب

یہان کی اصل یہ ہان ۔ وہان کی اصل وہ ہان ہے

ہان ہندی ہین (جگہ) کے معنے پر آتا ہے جیسے کھر ہان بمعنے خرمن اور گوہان

بمعنے اطراف دِہ ۔ پس بدین دلیل یہان کے معنے اس جگہ اور وہان کے معنے

اوس جگہ ۔ اہل لکھنو کہتے ہین کہ انکی ہای ہوز کو مخلوطی لانا بھی جائز تھا اور ہے

جیسے آتش سہ ہر قدم پر ہے گمان یہان رہگیا وہان رہگیا * اور اس غلط کی دلیل

یہ ہے کہ ایک ہای ہوز دوسرے مین ادغام ہو کر یہ لہجہ ہو گیا ہے ۔ اہل دہلی کا قول ہے

کہ یہان کا مخفف یان اور وہان کا مخفف وان ہے ۔

ناسخ کے زمانے کے بعد انمین چھان ہوئی ۔ لکھنو والون مین بعضون نے

یہان وہان بحرکتین اوائل اور یھان وھان بہای مخلوطی دونون طرح

جائز رکھا اسکے پابند اسیر بھی ہین اور بعضون نے صرف بحرکتین اوائل

صحیح جانا اسکے مقلد اکثر تلامذہ ناسخ ہین جیسے برق و بحر و سحر و رشک ۔

اب رہی اہل دہلی وہ یہان وہان بحرکتین اوائل اور یان وان بالتخفیف

دونون طرح جائز سمجھتے ہین فقط ۔ راقم ذلیل انام قدر برائے نام

۱۶ محرم الحرام ۹۹ سنہ ۱۳ ہجری علیہ السلام

دورِ نشاط

(از جناب مولوی سید منیر آغا صاحب آشہر لکھنوی)

کچھ زمانے سے بعض جدید تعلیم یافتہ حضرات کے خیالات متعلق کیفیات شعر اکثر ادبی رسالون مین شائع ہو رہے - اور شاید آیندہ بھی ہون - اونکے نزدیک گزشتہ اساتذہ کے کلام قابل عزت ضرور ہین لیکن اُنکے تمام خیالات قابل تقلید نہین - ہان فرح آمیز و نشاط انگیز مضامین کی تقلید ہو سکتی ہے اور اگر کوئی شاعر اسکے خلاف عمل پیرا ہو تو گویا وہ موجودہ صدی کی شاعری سے بیگانہ ہے -

یہ مانا کہ زمانے کی لہر کے ساتھ دنیا کے ہر علم و فن - خصوصًا علم ادب مین نثراً و نظماً تغیرات پیدا ہوتے رہتے ہین مگر جہان تک انسانی جذبات کا تعلق ہے - اس امر سے انکار نہین ہو سکتا - کہ انسان تو انسان شاید خود فطرت کو بھی اُنہین تغیر و تبدل کی ضرورت ابھی تک تو محسوس ہوئی نہین - اور نہ آیندہ امید - میرا بحث اسوقت چونکہ صرف (تخیل شعر) ہے لہذا میرا قلم کسی دوسری سمت حرکت کرنے کو تیار نہین -

اثرات شعر کے متعلق علامہ ابن خلدون علیہ الرحمۃ نے اپنے "مقدمہ" مین لکھا ہے الشعر ما ینبسط او ینقبض شعر مین دو باتین ہونی چاہیئن - یا تو سننے والا خوش ہو یا رنجیدہ - اور یہ بہت پرانا قول ہے - غالبًا ہر ناظم اس سے باخبر ہوگا - میرا مقصد یہ ہے کہ صنف شعر کے تخیل کے لیے یہ دو ضروری اجزا فطرتًا بنائے گئے ہین - جن کا صحیح احساس کرکے علمائے فن نے داخل تعریف شعر کیا ہے -

اگر رنج و طرب سے انسان کسی وقت متجاوز ہونے کا خیال کرے یا اگر کوئی شخص اُن شعرا کو جو اپنے کلام پر یہی فطرتی رنگ چڑھاتے ہین - نظر استحسان سے نہ دیکھے تو غالبًا ایسا فرد بیگانہ جذبات کہے جانے کا مستحق ہے -

بہت سے شعرا ایسے اور گزر رہے ہین جنھون سے صرف ایک ہی کیفیت شعر سے اپنے کلام مین بحث کی ہے یعنی ان کے اشعار مین یا تو عنصر طرب قوی ہے یا عنصر الم زیادہ ہے - مثلاً میر تقی علیہ الرحمۃ نے جذبات الم انگیز کو شعر مین نظم کرکے دنیائے شاعری مین نشترون سے کام لیا - مرزا رفیع سودا نے "قصائد ہجویہ" مین مضحکات کا پہلو اختیار کیا - جس کی وجہ غالبًا یہ ہو کہ اول الذکر کی طبیعت فطرتًا نرم واقع ہوئی تھی جس پر جذبات الم کا اثر بہت جلد پڑ جاتا تھا - دوسرے کی فطرت انبساط آمیز مضامین کے مناسب تھی - لہذا ہر ایک نے جدا جدا صنف مین کمال حاصل کیا -

جسطرح عامۃ الناس جذبات پر قادر ہونے کی قدرت نہین رکھتے - اسی طرح شاعر بھی اپنے رنگ طبیعت کی مخالفت نہین کر سکتا - ہان اگر کسی شاعر کو فطرتًا ایک کیفیت سے لگاؤ نہین ہے اور وہ اپنی طبیعت کو اسکے مذاق کے خلاف مائل کرنا چاہتا ہے تو اسکو مشق کی ضرورت ہے جس کے ذریعہ سے ایک زمانے کے بعد اسی رنگ کی جھلک اپنے کلام مین پیدا کر سکتا ہے - مگر باوجود مشق وہ نقال ہی کہا جائیگا - اصلیت اس کے رنگ سے بہت دور رہیگی -

شاعری کیا ہے ؟ انسانی جذبات و معاملات کو خوبصورت الفاظ مین دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے - حقیقی شعر وہی ہے جو ایک گھاس کھودنے والے پر اسی قدر اثر کرے جتنا ایک بادشاہ پر - تمام بنی نوع انسان جذبات فطری کے ایک ہی دائرے مین آتے ہین عام اس سے کہ وہ زندگی کے کسی درجے پر ہون -

ایک سنگدل سپاہی جو ہمیشہ خونریز مناظر سے آشنا رہا ہو - وہ بھی

جذبات الم سے متاثر ہو جاتا ہے - اس قول کی تائید مین متعدد واقعات تاریخ کے ورقون مین مل سکتے ہین - عبارت کو طول دینے سے کیا حاصل

یونان مین دو فلسفی گزرے ہین - اونمین سے ایک ہر واقعے کا فرحناک رخ دیکھتا تھا اور مسکرا دیتا تھا - دوسرا ہر سانحے کو دائرۂ غم مین کھینچ لیتا تھا اور روتا تھا - دونون مین بجائے خود اپنا اپنا عقیدہ پختہ تھا -

دوسرے معاصرین فلسفیون نے اپنر صحیح اعتراض کیا کہ دونون فطرتی جذبات کو بے محل صرف کرتے ہین - غم کی جگہ غم - اور خوشی کی جگہہ خوشی ہونی چاہئے -

(SENECA) سینکا جو عقلاے یونان مین ایک مشہور فرد تھا وہ بھی اول الزکر فلسفی کا معتقد تھا - اتفاق سے اس کا لڑکا مر گیا اور بمقتضاے فطرت انسانی اس نے جزع وفزع کیا - لوگون نے سوال کیا "تم اپنے مفروضہ عقیدے سے کیون ہٹے" اس نے جواب دیا "یہان انسانی فطرت مجبور ہے"

بہرنہج اگر شعر مین مناسب موقع یا بہ مناسبت طبیعت کوئی شاعر جذبات غم انگیز یا جذبات طرب خیز سے بحث کرے تو عین مراد اور یہ گزشتہ شعرا ہی مین نہین بلکہ موجودہ اور آیندہ شعرا بھی اس سے خالی نہ ہونگے -

غالب مغفور جنکے کلام کو موجودہ صدی نے آیات شاعری قرار دیدیا ہے - اُن کا کلام اُٹھاکے دیکھئے - باوجود اس عجمیت خیال اور فارسیت الفاظ کے جذبات فرحت والم دونون پائے جاتے ہین

موجودہ شعرا جو جدید تعلیم یافتہ طبقے مین زیادہ تر مقبول ہین - اقبال - حسرت موہانی - شاد عظیم آبادی - اصغر گونڈوی - کیفی چڑیاکوٹی - باستثناے جناب شاد سب کی شاعری اس صدی کی جدید ہوا کی پرورش یافتہ ہے - مین نے یہان شعراے لکھنؤ سے عمداً بحث نہین کی ہے - ممکن ہے کہ ان مین سے بھی کوئی پسند کیا جاتا ہو - روش تحریر سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جدید دنیاے شعر مین اونکی کوئی اہمیت نہین - گو وہ درحقیقت نہین لیکن بوجوہ -

معلوم نہین کہ ایسے نشاط طلب افراد جنکو زندگی کے ایک ہی رخ (خوشی) سے سروکار ہے کس عالم مین نشو ونما پائے ہوئے ہین - کس فلسفیانہ اصول کے پابند ہین - اور انکو کس خاص شاعر کا رنگ سخن پسند ہے جسکو وہ اپنا (IDIAL) یا نمونہ فرض کرکے دنیاے شعر کے سامنے پیش کرسکتے ہین - قلم کو تھوڑی سی حرکت دیکے کچھ تحریر کردینا اور بات ہے - مگر اس کو عملی ثبوت کے ساتھ عوام مین پیش کرنا مستحسن تو ضرور ہے - مین تو اول اکثر شعرا کے رنگ سخن کو ایسا نہین پاتا جو جذبات انسانی کا ایک ہی رخ لیے ہون - یا انکے کلام مین صرف فرح انگیز واقعات ہون -

سب سے زیادہ اکبر مرحوم واقعات حاضرہ اور طبایع موجودہ کو مدنظر رکھتے ہوئے تفریح آمیز خیالات کو اپنے کلام نظم مین ادا کرتے تھے - مگر اُن کے دوسرے اشعار جو غزل سے تعلق رکھتے ہین اُس مین اُنکا قدم جادۂ مقررہ سے ہٹا ہوا نظر نہین آتا -

ابتک جو کچھ حوالۂ قلم ہوا اسپر یہ اعتراض ہو سکتا ہے - کہ جدید خیال حضرات صرف غزل گو حضرات سے بحث کرتے ہین - اور وہی معرض اعتراض مین ہین - قومی یا سیاسی نظم کہنے والے اس سے مبرا ہین - اس کا جواب مین یہ دونگا - کہ قومی نظم کی مہارت غزل گوئی ہی سے پیدا ہوسکتی ہے - ابتدا ہی سے اگر کوئی شاعر اچھی نظم کہنا چاہے تو دقتون سے خالی نہ ہوگا - رہا غزل مین غیر تغزل آمیز خیالات کا اظہار تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے صحیح معنون مین غزل نہین رہتی بلکہ اُسکو "مخلوط جدید" کہا جاے تو بہتر ہے -

ایک تیسرا رنگ شعرا اور ہے جسکی طرف زیادہ رجحان ہوتا جاتا ہے اور وہ "رنگ تصوف" ہے مگر وہ بھی جدید نہین قدیم ہے -

رہا قدرتی مناظر سے شعر کو آراستہ کرنا یہ بیشک جدید ترقی ہے جو اتباع مغرب سے حاصل ہوئی ہے۔

انگلینڈ کے دور آخر کے شعرا جنہون نے فطرتی شاعری مین روح پھونکی ہے (WORDSWORTH) ورڈ سورتھ (SHELLAY) شیلے (KEATS) کیٹس (COLERIDGE) کالیرج اور (TENNYSON) ٹینیسن ہین - ان حضرات نے پرانے خیالات شعر کی اصلاح کی اور نیا (اسکول) یا جادۂ شاعری قائم کیا مگر ان کے کلام مین بھی علاوہ مناظر فطرت کے درد و اثر کی مثالین بھی جھلکتی نظر آتی ہین - اگر رنگ جدید کے ہوا خواہون نے مغربی شاعری کے اتباع مین یہ خیال قائم کیا ہے تو ظاہر ہے کہ انکی نظر مغربی شعرا کے اُسی کلام تک محدود ہے جو مناظر قدرت کے متعلق ہین - یا اُن کے کلام الم انگیز سے واقف ہین تو عمداً نظر انداز کرتے ہین۔

مین ایک حد تک اس خیال کا زبردست حامی ہون کہ اب شاعری کا رخ زیادہ تر اصلاح قوم - برانگیختگی جذبات صحیحہ اور احساسات قومی کی طرف منعطف ہونا چاہیے - جسکی ضرورت موجودہ تمدن ہند کے لئے لازمی ہے - کم از کم جتنا زمانہ شعراے ہند نے تخیل قدیم مین صرف کیا ہے اُسی قدر اس مناسب وقت تخیل مین صرف کرنا چاہیے - وہ خوش قسمت افراد جنہون نے بے سود شاعری کی عزت افزائی کی اور اُس کو ہم تک پہونچا دیا قابل تعریف ہین - ورنہ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ اُردو دیوان جو ہمارے ادبی کتب خانون کی زینت ہین ہرگز نہ ہوتے۔

یہ ضرور ہے کہ غزل مین غم انگیز خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے مگر اسکا محرک صرف ایک واقعۂ عشق ہے یعنی "ہجر محبوب" جسکے دربار کی رائج شدہ ہزارون ترکیبین غزل مین استعمال کی جاتی ہین - اور یہ مرض غزل گو کے لئے لا دوا ہے - یہی آنکھون کا نور آلۂ انتظار سے کھینچ لیتا ہے - یہی دل و جگر مین درد پیدا کر دیتا ہے - یہی چہرے کی سرخی کو یرقانی رنگ سے بدل دیتا ہے - کبھی مرجھاے ہوئے چہرے مین آثار صحت پیدا کر دیتا ہے۔

بقول غالب -

اُنکے دیکھے سے جو آ جاتی ہے منھ پر رونق
وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہے۔

مگر یہ مرض آج عوام شعرا مین زیادہ ساری ہے - جن حضرات کی مشق شاعری دائرۂ معمولی سے کچھ آگے بڑھ چکی ہے وہ اِس امر کا خیال رکھتے ہین کہ ایسے غیر مانوس خیالات غزل مین نہ آنے پائین اور اگر آئین تو ایک حسن سے - اگر یہ کوشش کیجاے کہ ہر شاعر اس معاملے مین اعتدال سے کام لے تو یہ امر نہ معترض اصحاب کے اختیار مین نہ کسی ادیب زبان کے قبضے مین ہے۔

ہان! اس اصلاح کو ایک زمانہ درکار ہے اور وہ اس صورت سے کہ مسئلۂ ہجر وغیرہ کو مضامین شعر کی فہرست سے بالکل نکال دیا جاے - دیکھنا ہے کہ ارباب علیگڑھ اس مین کہانتک کامیاب ہوتے ہین - اگر کامیاب ہوئے تو فہو المراد - ورنہ کوشش بے سود - مگر اُن کی خدمت مین یہ عرض ہے کہ اُن سے دلی دور نہین ہے - جہان حضرات داغ کی شاعری کا اتباع غالباً اور ایک صدی تک ہوگا - آج اصلاح خیالات شعر کی وہان سخت ضرورت ہے - اور آزاد مرحوم تو اسقدر مان گئے کہ دہلی سے شاعری اوٹھ گئی - رہا لکھنؤ وہان پنجاب کیطرح مغربی شعرا کے خیالات کا اقتباس نہین کیا جاتا - گو یہان کے شعراء علوم جدیدہ سے بے خبر سہی مگر انکی شان شاعری کسی دوسری قوم کے شاعرانہ تخیل سے کبھی سہارا نہ لے گی - وہ اسکو ہزار درجہ

بہتر سمجھتے ہین کہ ایرانی شعرا کا کلام دیکھین اور اپنی نظر وسیع کرین۔ جس سے ہندوستان کی شاعری کا نشوونما ہوا اور جس سے ہندوستان کے شاعرانہ تخیل کو قیامت لگاؤ رہیگا۔ اور یہ اس سے بہتر ہے کہ پوپ کے (ESSAY ON MAN) سے مضامین کا اقتباس کیا جاے اور ایک عزیز کے مرثیۂ وفات مین وہ مضامین بعینہٖ صرف کردیے جائین۔ اور ملک نیا سمجھ کے داد دینے لگے۔

(آغا اشہر لکھنوی)

فلسفۂ زندگی

(از مولوی برکت علی صاحب عشق حیدرآباد دکن)

آج خاموشی ہے کیون حسرت نوازِ زندگی
غم کی موسیقی سے ہے لبریز سازِ زندگی

کونسی امید تھی ہنگامہ آراے نشاط
کونسی حسرت بنی عشرت نوازِ زندگی

ایک آہِ سرد مین پنہان ہے انجام حیات
یک سکون درد مین مضمر ہے رازِ زندگی

اضطرابِ درد ہے نشتر فروش آرزو
آرزوے درد ہے مہمان نوازِ زندگی

میری ناکامی حسرت ہے مجھے وجہ نشاط
نغمۂ خونی نوا سے پُر ہے سازِ زندگی

آدمی کی زندگی ہے مثل فانوس حباب
سایۂ دیوار ہے طول درازِ زندگی

ہست ہوکر بھی فنا رہتا ہون عنقا کیطرح
نیستی مین بھردیا ہے کس نے رازِ زندگی

شیشۂ بشکستہ کی جھنکار ہے دل کی صدا
تشنۂ مضراب غم رہتا ہے سازِ زندگی

گرہ

ہون شکستِ رونقِ بازارِ حسن و عشق مین
نازہے برکت مرا گویا نیازِ زندگی

سوسن - وہ بہت معزز نوجوان ہے اور مین چاہتی ہون کہ یہان کے دوران قیام مین اسے ہر ممکن آرام و مسرت ملے - تم جو کچھ اسکے لئے کرسکو کرنا - اچھے اچھے کھانے پکانا اور ہمیشہ خوش مزاج رہنا اور میرا خیال ہے کہ تم ایک نیا لباس بھی خرید لو - نمائشی اور نا مہذب نہین بلکہ ایسا جیسے ایک شریف آدمی اپنی بہنون اور بیویون کو پہنے دیکھ کر پسند کرے -

لوسی (تعجب سے) اچھا پھوپھی -

سوسن - وہ میری ہم جماعت سہیلی کا لڑکا ہے اور چونکہ وہ مرگئی ہے وہ تنہائی محسوس کرتا ہوگا - غالبًا وہ اسی لئے تھوڑے دن گزارنے کے واسطے یہان آنا چاہتا ہے اب مین زیادہ کچھ کہنا پسند نہین کیونکہ تم اپنا مستقبل خود پہچاننے کے قابل ہو -

لوسی - ہان پھوپھی -

سوسن - اسکا ارادہ شادی کرنے کا ہے اور اگر تم ہوشمند ہو تو تم کوشش کرکے اپنے تیئن دلکش ثابت کرو گی - تاکہ اسے اور کہین تلاش نہ کرنی پڑے -

لوسی - (شرماکر) پھوپھی "

سوسن - تم یقینًا شادی کرنا چاہتی ہو -

لوسی - میرا خیال تو ہے مگر ابھی سالہا سال تک نہین -

سوسن - (جلدی سے) اور کیون نہین - مین کوئی وجہ نہین دیکھتی کہ کیون نہین تم جلدی سے شادی کرکے مطمئن ہو جاؤ - بشرطیکہ تمھین کوئی سن رسیدہ آدمی ملے جو تمھاری نگہداشت اچھی طرح کرسکے "

لوسی نے شرماکر گردن جھکالی - فرط خوشی سے اس سے بولا نہین جاتا تھا -

" ضرور یہ وہی اجنبی ہے " وہ کمرہ صاف کرتے وقت سوچتی جاتی تھی " مین جانتی ہون یہ میرا اجنبی ہے - میرا خواب سچا ہونے والا ہے اور پھوپھی واقعی میری مدد کرنا چاہتی ہین - اف یہ بہت تعجب انگیز حیرت خیز بات ہے " وہ گاتی جارہی تھی اور اسی کوشش مین مصروف تھی کہ کمرہ کی ہر چیز صاف نظر آئے -

لوسی کی نظر مین کوئی دن اسقدر جلدی نہین گزرا - تین بجے تک لوسی کمرہ کو نہایت نفاست سے آراستہ و پیراستہ کرچکی تھی - اور مطبخ مین چاے تیار کررہی تھی -

چار بجے کے قریب ایک گاڑی دروازہ کے قریب آکر رکی لوسی کھڑکی کے پاس دوڑکر گئی - اسنے ایک خشن صورت، ادھیڑ عمر کے آدمی کو اسمین سے اترتے دیکھا -

"یہ غالبًا کوئی تاجر ہے" اسنے سوچا "کچھ بیچنے آیا ہوگا پھوپھی سے تذکرہ کی ضرورت نہین - مین خود ان کے حکم دائمی کے مطابق اسکے منہ پر دروازہ بند کردونگی"

اور فورًا ہی قبل اسکے کہ وہ شخص دروازہ کھٹکھٹائے وہان پہونچ گئی اور تھوڑا سا دروازہ کھولکر کہا "کسی چیز کی ضرورت نہین شکریہ" اور پھر دروازہ بند کرلیا -

آنے والا - سنو تو - ایک منٹ انتظار کرو - یہ میرا تھوڑا سا سامان ہے - کیا تم میری متوقع نہ تھین - کیا تمھین میرا تار نہ ملا ؟ اور یہ کہتے ہوے اس نے زور سے دھکا دیکر دروازہ کھولا -

اسوقت لوسی کو حد درجہ سخت صدمۂ قلب کے ساتھ اس حقیقت کا علم ہوا کہ وہ یہ تاریک، خیرہ چشم، بدصورت شخص تھا - جسکے لیے وہ تمام دن سے اتنی خلوص کے ساتھ تیاریان کررہی تھی

فورًا اسی وقت جب اسپر یہ رنج دہ انکشاف ہوا مس سوسن سیڑھیون پر نظر آئی اور بطور تعارف کہا "پیاری لوسی یہی رابرٹ ہارڈین ہے جسکے لیے مین تم سے کہہ رہی تھی - مجھے امید ہے کہ تم دونون اچھے دوست ثابت ہوگے !

روبرٹ ہارڈین کی چھوٹی چھوٹی پیلی آنکھین لوسی پر جمی ہوئی تھین!

رات کی واردات محبت نے اضافہ تحلی کے ساتھ لوسی مین ایک قسم کی دلنشین ربودگی بھی پیدا کر دی تھی - اسکے نازک رخسارون پر انفعال کا صدرجہ دلآویز رنگ تھا' اور اسکے باریک لبون کی سرخی' جوان گلاب کی طرح شاداب تھی - وہ وہی لباس پہنے ہوئے تھی جسنے اجنبی کو اسقدر موہ لیا تھا - اور پھر اسپر اسکے حریری باتون کی دلستان لسانیت .....!

روبرٹ - آپ دونون کو بغیر کسی مرد محافظ کے سخت تنہائی محسوس ہوتی ہوگی - مجھے امید ہے کہ آپ مجھے بار خاطر نہ پائینگی -

سوسن - بالکل نہین -

روبرٹ - (لوسی کی طرف دیکھتے ہوئے) میری مہمانی مین آپ کو زیادہ تکلیف نہ ہوگی مین کمخشک خانہ ہون - مین بس یہ چاہتا ہون کہ شام کو بیٹھکر پائپ پیون اور کوئی مجھسے بات کرنے والا ہو - یہ مین ہون!

سوسن - مجھے یقین ہے کہ تم ہمارے گھر کو بہت پسند کروگے لوسی بہت اچھی خانہ دار ہے - تم جانتے ہو مین ضعیف ہون اور لوسی ہی کو سب کام کرنا پڑتا ہے لوسی عجیب لڑکی ہے - مجھے حیرت ہے کہ اگر لوسی یہان نہ آتی تو مین ان آخری دو برسون مین کیا کرتی -

لوسی نے ٹھنڈی سانس لی - اسنے' اس سے پہلے اپنی تعریف کبھی مس سوسن کے منہ سے نہین سنی تھی - اسے یقین تھا کہ یہہ تعریف کسی غرض پر مبنی ہے -

روبرٹ (لوسی سے) مجھے امید ہے کہ ہم دونون مین اچھی طرح گزریگی - مجھ مین اور تم مین "

مگر لوسی نے محسوس کیا کہ وہ اسکو کبھی پسند نہین کر سکتی -

لوسی - (سرد مہری سے) مین نہین خیال کرتی کہ ہم ایک دوسرے کو اکثر دیکھ سکینگے - مین اتنی مشغول رہتی ہون کہ مجھے شام کو گفتگو کرنے کی فرصت نہین مل سکتی -

سوسن - دیکھا! مین نہ کہتی تھی کہ لوسی کسی خوش قسمت شخص کی کتنی بہتر زوجہ ثابت ہوگی -

لوسی - آپ نے کوئی ایسی لغویات نہ کہی - !

روبرٹ (ہنسکر) ناراض نہ ہو - مجھے یقین ہے کہ اس سے مقصد حملہ نہ تھا" اور اس نے شرارت آب نظرون سے مس سوسن کو دیکھا -

لوسی بیچینی محسوس کرنے لگی - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ دونون اسکے خلاف سازش مین ہین - وہ اپنی پھوپھی کے خلوص پر شبہہ کرنے سے نفرت کرتی تھی لیکن اسکا کیا علاج کہ اسکے طرز عمل مین فوری تبدیلی برملا تھی -

لوسی - مین جاکر چاے بناؤنگی -

اور اسنے شکر ادا کیا کہ وہ اس خوفناک منظر سے دور ہوئی اور اپنے خیالات مجتمع کرنے کا موقع ملا " مین کیسی احمق تھی جو مین نے یہ سمجھا کہ مین اپنے اجنبی سے پھر ملونگی - مجھے جاننا چاہیے تھا کہ بڑھی سوسن کبھی میرے لیے نوع انسانی مین سے ایسے دلچسپ وجود کا انتخاب نہ کریگی - یہ روبرٹ ہارڈ مین کیسا ناپسندیدہ شخص ہے - اور مین نہین سمجھ سکتی کہ مین اسکی موجودگی گھر مین کسطرح برداشت کر سکونگی - حتی الامکان مجھے جلد از جلد کوئی ملازمت تلاش کر لینی چاہیے "

اس نے فیصلہ کر لیا کہ چاے پلاتے وقت وہ اس موضوع پر گفتگو کرے گی - پانی گرم ہو چکا تھا' اس لیے اسے چاے تیار کرنے مین کچھ زیادہ دیر نہ لگی - واقعہ یہ ہے کہ وہ اتنی جلد چاے بنا لائی کہ مس سوسن اور روبرٹ دونون اسکے اتنی جلد آنے کے متوقع نہ تھے مس سوسن کھڑکی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور روبرٹ پشت دروازہ کی طرف کیے اسکے سامنے کھڑا تھا -

---

لوسی۔ انکی گفتگو کا کچھ حصہ سن لینے سے اپنے تئین باز نہ رکھ سکی
روپرٹ کہہ رہا تھا مس سوسن اگر بقول تمھارے یہ بہت زیادہ
ہے تو مین اسمین کچھ کم کرنے کے لیے تیار ہون۔
سوسن۔ مین چاہتی ہون کہ تم تمار بازون کی زبان نہ استعمال
کرو۔ ۲۰ فیصدی اس فائدہ کو دیکھتے ہوئے جو تمھین حاصل ہوگا
کچھ بھی نہین ہے۔
روپرٹ۔ مگر کون کہہ سکتا ہے کہ یہ فائدہ مجھے حاصل ہی ہوگا
ممکن ہے دیگر تدابیر کی طرح یہ بھی ناکامیاب رہے۔
سوسن۔ مگر مین تمھین موقع دے رہی ہون......"
پیالون کی آواز نے جنھین لوسی نے میز پر رکھا اس
گفتگو کو قطع کر دیا اور روپرٹ چونک کر پیچھے مڑا۔
روپرٹ۔ مس لوسی کب سے تم نے اپنے حسین وجود سے اس
کمرہ کو مفتخر کیا ہے۔
لوسی (پرغضب ہوکر) تمھین میرے ساتھ اس بیہودگی کی مشق کی
ضرورت نہین مین اسکی عادی نہین ہون۔
سوسن۔ لوسی! یہ ایک مہمان سے بولنے کا طریقہ نہین ہے۔
لوسی۔ مہمانون کے بھی درجات ہین۔
روپرٹ (انتقاماً)، مگر مین ایک لڑکی کو اپنے پاؤن پر کھڑا دیکھنا
پسند کرتا ہون۔
لوسی۔ مین خود اپنے پاؤن پر کھڑی ہونگی۔ مین اپنے آذوقۂ حیات
کے لیے خود کماؤن گی۔
سوسن (رنگ رُخ پریدہ ہوگیا) لوسی یہ تم کیا باتین کر رہی ہو؟
لوسی۔ (بیخوفی سے) اب وقت ہے کہ مین کچھ کہون۔ دو برس ہوگئے
جب سے مین یہان ہون اگر میرے والد نے کچھ روپیہ چھوڑا ہوتا
تو اسکی اطلاع مجھے ملجاتی۔۔۔"

سوسن (تلخ لہجہ مین) یقیناً ملجاتی۔
لوسی۔ آپ نے ان کے مختار سے کئی ملاقاتین کین، لیکن میرے واسطے
آپ کے پاس کوئی خبر نہ تھی۔ مین انتظار کرتے کرتے تھک گئی ہون۔
علاوہ ازین یہ مین دیکھتی ہون کہ اب انتظار سے کوئی فائدہ نہین۔ آپنے
مجھ سے ہمیشہ کہا ہے کہ والد بہت مصرف تھے اور انپر بہت سا قرض
باقی ہے۔ لہذا اب یہ بالکل صاف ہے کہ انھون نے کچھ نہ چھوڑا اور
یہ مناسب وقت ہے کہ مین کوئی ملازمت تلاش کرون۔
سوسن (سراسیمہ ہوکر) لیکن تم یہ نہین کرسکتین۔ اسیطرح اسوقت
جب تمھاری موجودگی بہت زیادہ ضروری ہے۔
لوسی۔ آپ میری بجاے کوئی اجیر رکھ سکتی ہین۔
سوسن (غصہ سے بیتاب ہوکر) یہ سخت بیحیائی اور گستاخی کی باتین ہین
روپرٹ۔ نہین۔ نہین۔ کم سے کم لوسی کو اسکا احساس ہے کہ دو برس
تم نے اسے اپنے پاس رکھا ہے۔
سوسن۔ قطعاً نہین۔ لوسی نہین سمجھتی کہ مین نے اسپر کوئی احسان کیا ہے۔
لوسی۔ بہرنوع، مین آزاد ہونا چاہتی ہون اور خود روپیہ کمانا زیادہ
پسند کرتی ہون۔
روپرٹ۔ لیکن تمھین اسکی ضرورت ہی نہ ہوگی، کیونکہ میری پیاری تم
اپنی سب دلکشیون سمیت بیاہی جاؤگی۔
لوسی (نفرت آمیز لہجہ مین) اسکا اس بات سے کوئی تعلق نہین ہے۔
روپرٹ (ہنسکر اور سوسن سے تبادلۂ نظر کرکے) میرا خیال ہے کہ اسکا
اس سے بہت کچھ تعلق ہے۔
سوسن۔ اور تم اپنے تئین کس ملازمت کا اہل سمجھتی ہو۔
لوسی دفتر۔ غالباً۔
روپرٹ تمھین اسمین بہت کچھ سیکھنے کی ضرورت ہے۔ مین تمھین
بخوشی سکھا سکتا ہون۔

لوسی - نہین - شکریہ -

سوسن - لوسی - تمھاری عادتین سخت محتاج تربیت ہین - تم اپنی وجہ سے مجھے شرمندہ کیے دیتی ہو -

روبرٹ (ہنسکر) مجھے خوف ہے کہ تربیت اخلاق مین مجھ کوئی دخل نہین، کیونکہ خود مین ایک ناتراشیدہ ہیرا ہون - لیکن مین بطیب خاطر حساب کا سبق دے سکتا ہون -

لوسی نے پھر سنجیدگی اور استقلال سے انکار کردیا - لوسی کو اسکا یقین کامل تھا کہ ان دونون کا مقصد ایک ہی ہے - یعنی وہ چاہتی ہین کہ وہ اس بدصورت شخص سے محبت کرے اور لوسی اپنے دل اور روح کی تمام قوتون کے ساتھ اس خیال کے خلاف بغاوت کرنے کو آمادہ تھی -

اسکے بعد جتنے دن گزرے وہ سب لوسی کے شبہات کو تقویت بخشنے والے تھے -

مس سوسن اب بہت کچھ لوسی پر مہربان ہوگئی تھی - اسے اب اپنے کپڑے انتخاب کرنے کی بھی اجازت تھی - اور روبرٹ اُسکے ہر لباس کی تعریف کیا کرتا -

"کوئی مبالغہ نہین اگر تمہین مجسمۂ حسن کہا جائے" اس نے ایک دن کہا "تم جس کسی کی بیوی ہوگی اسکے لیے دنیا بہشت برین ہوجائیگی"

اور پھر اسنے لوسی کے ہاتھ پکڑلیے اور لگاتار اس کے شانون اور کلائیون کو چومنا شروع کیا - لوسی اپنے تئین اسکی گرفت سے چھڑاکر مطبخ مین بھاگ آئی - اور مایوسانہ انداز مین سوچنے لگی -

"مجھے کس طرح آزادی مل سکتی ہے - یا بالفاظ دیگر مین کسطرح کام سیکھون؟ کبھو بھی کہتی ہین کہ دفتر کے لیے مجھے تربیت چاہیے اس تربیت کا معاوضہ مین کہان سے دے سکتی ہون؟ ایک ناتجربہ کار اور عسیر الحال لڑکی کو کیا کرنا چاہیے"؟

سوال بے جواب تھا اور وہ کھڑکی کے پاس اپنا سر ہاتھون مین دباکر ایک کرسی پر بیٹھ گئی -

شام کا خوشگوار اور بہارین وقت تھا - اور کھڑکی کھلی ہوئی تھی کہ دفعتہً اسکے دماغ مین پھولون کی خوشبو آئی - گہرے سرخ گلاب کی!

پائین باغ مین پھول نہ تھے، پھر یہ خوشبو کہان سے آئی؟

تھوڑی دیر کے لیے لوسی نے سمجھا کہ شاید یہ خیال ہو، لیکن جب لیکن جب اسنے اپنا ہاتھ گود مین رکھا تو اسے معلوم ہوا کہ وہ خیال نہ تھا - اسکی گود مین گلاب کے پھول پڑے ہوے تھے - اور اسی وقت اسنے ایک آواز سنی جسے سنکر لوسی کے ہر عضو پر ارتجاج طاری ہوگیا -

"لوسی"

اجنبی اسکا نام لیکر پکار رہا تھا!

اسکا مضبوط سنجیدہ چہرہ کھڑکی کے پاس نظر آرہا تھا!

(۵)

وہ یکایک کھڑی ہوگئی - پھول اسکے سینے سے لگے ہوئے تھے اسکی آنکھین چمک رہی تھین اور ہونٹ کانپ رہے تھے -

ایک لمحہ کے لیے وہ اسے نہ پہچان سکی کیونکہ آج وہ معمولی لباس مین تھا لیکن اپنے دل کی مجنونانہ جست وخیز سے وہ جان گئی کہ یہ اسکے نوجوان کا آدمی ہے -!

اجنبی نے پھر کہا "لوسی! مین تمھین ہر جگہ ڈھونڈھتا پھرا -

لوسی (ایک مختصر اور مسرور دلی قہقہہ کے ساتھ) کیون؟ کیا عجیب بات ہے کسی تلاش کی ضرورت نہ تھی، تم جانتے ہو جہان مین رہتی ہون -

اجنبی - لیکن یہی تو غلطی ہے - مین آج تک نہ سمجھ سکا کہ مین تم سے کسطرح ملا - مین نے اپنی غلطی تو اسی وقت محسوس کرلی کہ مین غلط مکان مین چلا آیا مگر باوجود تلاش بسیار، مین یہ نہ معلوم کرسکا کہ وہ کونسا مکان تھا -

لوسی - غلط مکان! تم غلط مکان مین کسطرح جا سکتے ہو -
اجنبی - یہان سب مکانات ایک ہی قسم کے ہین اس لیے
یہ خطا بالکل قابل معافی ہے میرے پاس مکان نمبر ۶ کی کنجی تھی
لوسی - اور اس مکان کا نمبر ۷ ہے -
اجنبی - رات اندھیری تھی اور گاڑی والے نے مجھے اس
مکان کے دروازہ پر اتار دیا - مین نے مکان کے
نمبر پر غور نہین کیا اور کنجی لگ گئی
لوسی - تم نے یہ اس رات مجھ سے کیون نہ کہا -
اجنبی - کیونکہ مین نے اپنی غلطی اسوقت تک محسوس نہ کی
جب تک کہ مین بیدار ہوا اور چند کاغذات طاق پر دیکھے
لوسی - (ملائمت کے لہجہ مین) اور پھر تم غائب ہو گئے -
اجنبی - لوسی یہ مین نے تمھاری عزیز خاطر سے کیا -
لوسی - کیا مین نے تمھین اپنا نام بتایا تھا -
اجنبی - نہین ایک دن مین تمھاری تلاش مین اس
پائین باغ کے اندر کھڑا تھا - کہ کسی نے تمھین پکارا -
اسی روز سے مجھے معلوم ہوا کہ تمھارا یہ مکان ہے - مین نے
دیوار کی آڑ مین سے تمھین دیکھا تھا -
مین کئی دنون سے تم سے ملنے کا موقع ڈھونڈھ
رہا ہون مگر ہمیشہ وہ ہمت شکن بوڑھی خاتون نظر
آجاتی ہے -
لوسی - میری پھوپھی -
اجنبی - اگر آج مین تم سے نہ مل سکتا تو لاچار پکارتا مگر
آخر اسکی توجیہ کیا کر سکتا تھا ؟
لوسی - تمھین پھوپھی سے کہنا چاہیے تھا کہ کس بہادری
کے ساتھ تم نے انھین لٹ جانے سے بچایا -

اجنبی - مین اب ایسا کرونگا -"
اُسنے اپنا ہاتھ چوکھٹ پر رکھا - جیسے جھکر اندر آنا چاہتا ہو
لوسی - تم - تم - بہتر ہوگا کہ ایسا نہ کرو - کیونکہ مین نے پھوپھی
سے تاحال تذکرہ نہین کیا ہے -
اجنبی (شریر آنکھون سے) ہم دونون کو ان پاس دست
بدست جانا چاہیے
لوسی - مین چاہتی تھی کہ یہ واقعہ انھین معلوم ہو جائے -
لیکن جب سے روپرٹ ہارڈین آیا ہے مجھے تخلیہ کا موقع
ہی نہ ملا -
اجنبی - ہارڈین کون ؟
لوسی (ہنسکر) وہ ایک قسم کا مہمان سعید ہے - جسے پھوپھی
سوسن نے مدعو کیا ہے -
اجنبی - مین اس سے متنفر ہون - مین ہمیشہ اس شخص سے
نفرت کرونگا جسے مجھ سے زیادہ تمھارے دیکھنے کا موقع میسر ہو
لوسی (مسکراکر) نفرت کرنا بری بات ہے -
اور ایک خوشگوار احتراق اسکی تمام عروق مین دوڑ گیا -
اجنبی - تو پھر تم مجھے اپنے آپکو محبت کرنا سکھانے دو!"
اس نے ہاتھ بڑھایا اور لوسی کا نازک ہاتھ اپنی مضبوط
گرفت مین لے لیا -
لوسی - مین - مین تمھارا نام تک بھی نہین جانتی ہون -
اس کا ہاتھ شدت برانگیختگی سے ایک خوف زدہ پرندکی
طرح اسکے ہاتھ کی تقید مین کانپ رہا تھا -
اجنبی - کلائی فورڈ گراہم - میرا خیال ہے مین نے تمھین
بتایا تھا -
لوسی - نہین - تمھارا حافظہ اچھا نہین معلوم ہوتا -

اجنبی۔ (گرفت کو تنگ کرکے) واقعی؟ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں وہ ساعت بھول سکتا ہوں جو میں نے تمھاری حسین صحبت میں گزاری۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ تم سے ملنے کے بعد میرا کوئی لمحہ بھی تمھارے خیال سے خالی گزرا ہے؟ میری پیاری! تم نے میری زندگی کا رخ قاطبۃً پلٹ دیا ہے ۔

لوسی۔ اف! پھوپھی آرہی ہیں ۔

اور واقعی درِ مطبخ کھلا اور مس سوسن داخل ہو کر انکی طرف بڑھ رہی تھی۔

جیسے ہی اس نے اس حسین نوجوان کو جو نہایت آرام و بے پروائی سے کھڑا تھا، دیکھا، وہ یکبارگی رُک گئی جیسے اسکے چوٹ لگی ہو اور اسکا چہرہ وفورِ تعجب و غصے سے پیلا ہو گیا

سوسن۔ لوسی! اسکے کیا معنی ہوتے ہیں!

لوسی (انضباط کی بیحد کوشش کرتے ہوئے) یہ کلائی فورڈ۔ مسٹر کلائی فورڈ گراہم ہیں۔ میں نے آپ سے نہیں کہا، لیکن پھوپھی، حسن اتفاق سے انھوں نے ہم دونوں کی حیرت خیز خدمت کی ہے ۔

سوسن۔ بالکل صحیح ہے! مگر میرا یہ سننے کا پہلا موقع ہے۔

لوسی۔ یہ اسدن کا مذکور ہے جسدن آپ باہر گئی ہوئی تھیں اور جب اور سب لوگ بھی رقص دیکھنے گئے ہوئے تھے۔ ایک چور مکان میں گھس آیا، لیکن خوش قسمتی سے اسی وقت مسٹر گراہم بجائے اپنے گھر نمبر ۶ کے جہاں یہ مقیم ہیں، غلطی سے یہاں چلے آئے اور اتفاق سے کنجی بھی لگ گئی ۔

سوسن۔ درحقیقت یہ قابل یقین کہانی ہے ۔

کلائی فورڈ۔ ہم میں معمولی سی کشمکش ہوئی اور دروازہ کا شیشہ گولی سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ۔

لوسی۔ تمھارا بازو بھی زخمی ہوا جسکو میں نے باندھا اور تم پھر بیہوش ہو گئے ۔

سوسن۔ پھر تم نے پولیس کو کیوں نہ بلایا؟ پولیس غالباً اسی کام کے لیے ہے ۔

لوسی۔ پھوپھی۔ کیا آپ مسٹر گراہم کا شکریہ نہ ادا کرینگی؟

سوسن۔ میں کسطرح سمجھ لوں کہ یہ سب غلط نہیں ہے عجب مضحکہ خیز بات ہے کہ ادہر میری پشت پھرتی ہے اور اُدھر ایسے غیر معمولی واقعات رونما ہو جاتے ہیں ۔

کلائی فورڈ۔ یہی وقت ہے، جب عام طور پر چور اپنے مامن سے نکلتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایسے کسی طرح معلوم ہو گیا کہ گھر خالی ہے۔ ادھر ہمسائے بھی رقص میں گئے ہوئے تھے ۔

وہ تبسم ہوا۔ وہ تبسم جو لوسی کے خیال میں، جگر سنگ کو بھی تحلیل کردے سکتا تھا، لیکن مس سوسن نے پیشانی پر بل ڈال لئے اور ہونٹ چبانے لگی۔ یہ ظاہر تھا کہ اسے اس جوان حسین پیکر کی مداخلت سخت ناگوار ہے ۔

سوسن۔ اور کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ تم عقبی دروازہ پر کیوں آئے۔ میرا مدعا کھڑکی سے ہے؟ اگر تم مکان نمبر ۶ میں مقیم ہو......

کلائی فورڈ۔ مگر میں نہیں ہوں ۔

سوسن۔ میرا خیال ہے کہ لوسی نے یہی کہا تھا۔

لوسی (گھبرا کر) تم نے مجھ سے کہا تھا کہ نمبر ۶ کی کنجی تمہارے پاس ہے ۔

سوسن۔ اور وہاں کی کنجی تمھارے پاس ہونا کوئی تدین و شرافت کی دلیل نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں، وہاں جیسے

جیسے لوگ رہتے ہین۔

کلائی فورڈ (اطمینان سے ٹک کر) ہان یہ خبر بہت دلچسپ ہے کیا آپ ان لوگون کے کچھ حالات بیان کرینگی۔

سوسن۔جس قسم کے لوگ وہان ہین، تم انکی ایک اچھی مثال ہو

لوسی۔پھوپھی!!!

کلائی فورڈ کیا مین اسے توصیف سمجھون ؟

سوسن۔نہین یہ امید نہ کرنی چاہیے کہ مین ایک ایسے شخص کے لیے کوئی اچھی راے رکھونگی جو چوری چھپے گھسکر آتا ہے اور کھڑکی مین سے، میری بھتیجی سے گفتگو کرنے کی آزادی حاصل کرتا ہے، اسکی آواز بلند ہوگئی اور غصہ تیز تر۔بہتر یہی ہے کہ تم فوراً چلے جاؤ ورنہ مجھے پولیس کو پکارنا پڑے گا۔بہرحال اب مین اسکی احتیاط رکھونگی کہ آئندہ سے گھر محفوظ رہے۔

کلائی فورڈ (وقار کے ساتھ) خاتون! تمھین یہ ڈرنے کی ضرورت نہین کہ مین تمھین کوئی نقصان پہونچاؤن گا۔یہ واقعی میری ناقابل معافی غلطی تھی کہ پیچھے سے آیا۔لیکن واقعہ یہ ہے کہ قسمت بعض اوقات مجھے عجیب حیثیت مین ڈالدیتی ہے

سوسن۔مجھے اسمین بالکل شبہہ نہین۔اور چور کے متعلق تمھارا افسانہ ثابت کرتا ہے کہ تم اپنے پیشہ کے لیے۔وہ جو کچھ بھی ہو۔بہت موزون ہو۔

کلائی فورڈ (مسکراکر) شکریہ! غالباً آپ کا خیال صحیح ہے۔ضبط وتحمل میرا خاصہ ہے۔مین اپنے متعلق سب کچھ بیان کرون گا کسی دن!

سوسن۔مجھے اسکی ضرورت نہین۔تمھارے لیے اسی مین بہتری ہے کہ تم فوراً چلے جاؤ، ورنہ مجھے مجبوراً روپرٹ کو بلانا پڑے گا۔

کلائی فورڈ۔کیا وہ مجھ سے بڑا آدمی ہے۔

سوسن۔بہر نوع تم سے بہتر ہے اور یہ دیکھکر کہ تم لوسی سے گفتگو کر رہے ہو، اسکی طاقت المضاعف ہوجایگی۔

کلائی فورڈ چونک اٹھا۔اسکے چہرہ کا رنگ بدلنے لگا اس نے ایک عجیب اور دیرپا نظر لوسی پر ڈالی۔

لوسی۔پھوپھی!!!

وہ چاہ رہی تھی کہ کلائی فورڈ کو یقین دلا دے کہ ہارڈمین کی طاقت یا حمایت اسکی نظر مین کوئی وقعت نہین رکھتی۔مگر اسکی فرصت نہ ملی۔اجنبی ایک الفاظ سے بہت زیادہ بڑھنی، افسوسناک جنبش سر کے ساتھ، جانے کے لیے مڑچکا تھا

سوسن۔یہ کھڑکی بند کردو۔ہم ایسے آوارہ گردون کو اندر آنے دینا نہین چاہتے!

(۶)

روپرٹ (مطبخ مین آکر) میرا خیال ہے کہ مین نے ایک مرد کی آواز سنی۔

سوسن۔ہان ایک شخص پائین باغ کی طرف سے لوسی سے ملنے آیا تھا۔

لوسی۔اور اُسنے مجھے یہ نذر کیے۔

وہ روپرٹ کو، پھول دکھلانے کی شرارت کو، نظرانداز نہ کرنا چاہتی تھی۔

روپرٹ۔اچھا تو پھر تم کوئی رفیق زندگی منتخب کرچکی ہو وہ کون ہے؟ لوسی تذبذب مین پڑگئی۔وہ یہ ظاہر کرنا نہین چاہتی تھی کہ وہ اسے نہین جانتی ہے، مگر جب سوچنے کا موقع آیا تو کلائی فورڈ اسکی معلومات کے لحاظ سے راز

مطلق تھا - اس نے آج سے پہلے اسکا نام بھی نہ سنا تھا -
تاہم وہ اس سے اسکی محبت مین گرفتار ہونے کی حدتک
واقف ہو چکی تھی -
سوسن - مجھے یقین ہے کہ وہ کسی اچھے ارادے سے نہین
آیا تھا - وہ ایسے ہی کوئی آوارہ گرد لوگون مین سے تھا -
بلکہ ممکن ہے کوئی چور یا نقب زن ہو -
لوسی - پھوپھی - یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو - وہ شریف آدمی ہے
وہ تمھارے سامان کی حفاظت مین مجروح ہوا -
سوسن - کخ کخ !! یہ سب بھولے پن اور بیوقوفی کی باتین
ہین یقیناً وہ اس چور کے ساتھ شریک سازش تھا -

لوسی کا رنگ بدلنے لگا - اسے اپنے دل مین اعتبار
واثق تھا کہ کلائی فورڈ صادق و شریف آدمی ہے' لیکن
اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ اس کی ہستی مجسم راز ہے -
سوسن - اسے کس طرح معلوم ہو گیا کہ گھر خالی ہے لیکن
اسنے تمھین جاگتا ہوا دیکھ کر اس چالاکی سے دھوکا دیا -
تم نے دیکھا نہین کہ کنجی کے معاملہ مین وہ کیسا حواس باختہ
ہو گیا - اس نے نمبر ۶ مین اقامت سے انکار کیا تو
اسکے پاس کنجی کہان سے آئی - بخدا اگر روپرٹ کا یہان
کچھ اور رہنے کا ارادہ نہ ہوتا تو مین فوراً پولیس مین جاتی -
روپرٹ - (حریص نگاہون سے دیکھ کر) مین تم دونون
کی حفاظت کرون گا - اسکی موجودگی نہ برداشت کرسکنے کی
وجہ سے لوسی اٹھ کر اپنے کمرہ مین چلی آئی -

لوسی کی زندگی بہت تکلیف سے گزرنے لگی اسنے سوچا
کہ اس سے تو وہ زمانہ بدرجہا غنیمت تھا جب صرف مس سوسن
ہی اس گھر مین تھی روپرٹ اپنی توجہ سے ہمیشہ اسے ستاتا
اور دق کرتا رہتا -

لیکن لوسی کا دل ایک خفیہ مسرت سے لبریز تھا اسے
کلائی فورڈ سے شدید محبت پیدا ہو گئی تھی اور یہ واقعہ
کہ کلائی فورڈ - ہارڈ مین کا نام سنتے ہی فوراً چلا گیا -
ظاہر کرتا تھا کہ وہ بھی اسپر فریفتہ ہے - اتنا کہ اس کے دل مین
رشک وحسد پیدا ہو سکتا ہے - یہ ایک عدنی مسرات پیدا
کر دینے والا خیال تھا - اسے یقین تھا کہ وہ بہت جلد پھر
باہم ملین گے - اس نے کلائی فورڈ کا ذکر مارنی تک سے
نہین کیا تھا -

یہ دونون لڑکیان اکثر باغ کی دیوار کے پاس کھڑے
ہو کر باتین کیا کرتی تھین - لیکن لوسی ہمیشہ یہ محسوس کیا کرتی تھی
کہ مارنی اسکی سست و ملول زندگی پر ترس کھایا کرتی ہے -
مارنی (ایک دن) اگر مین تمھاری جگہ ہوتی تو یقیناً کوئی
ملازمت تلاش کر لیتی علی الخصوص ایسے وقت مین جب
بقول تمھارے اس شخص نے تمھاری پھوپھی پر اتنا اثر ڈال
لیا ہے -
لوسی - اثر !! ان دونون مین بڑی یک جہتی ہے ہارڈ مین
پھوپھی کو خالہ کہتا ہے - اور میرا خیال ہے کہ وہ مشترکہ طور پر
کسی کام کے لیے کوشان ہین - مین نے اکثر انھین روپیہ کے
متعلق باتین کرتے سنا ہے -
مارنی - تو پھر غالباً وہ تمھین کوئی جگہ دلا سکتا ہے
لوسی - نہین نہین - مجھے تو اسمین کوئی راز معلوم ہوتا ہے
کیونکہ جب کبھی مین چلی جاتی ہون وہ باتین کرنا بند کر دیتے ہین -
مارنی - تو پھر مین تمھین اپنی ایک سہیلی سے ملا دونگی جسنے کچھ دنون دفتر مین کام کیا ہے
وہ غالباً کچھ بتا سکے - کیا آج سہ پہر کو تم ہمارے ساتھ چاے پینے کو آ سکتی ہو

(باقی آئندہ)

غزلہاے مشاعرۂ انجمن معین الادب لکھنؤ

منعقدۂ ۲۶ - جون ۱۹۲۶ء

(بہ سلسلۂ ماسبق)

قدیر جناب قدیر احمد خان صاحب لکھنوی از تلامذۂ حضرت رشید و جناب حمید مرحوم

پتھراتی ہین جب آنکھین تو کیا نظر آتا ہے
اک حشر سر بالین برپا نظر آتا ہے

ہنستا ہے کوئی - کوئی روتا نظر آتا ہے
دنیا ہے - ابھی دیکھو کیا کیا نظر آتا ہے

پامال کیا ایسا اک صاحب قدرت نے
ہر ذرہ مرے دل کا دنیا نظر آتا ہے

غش طور پہ موسیٰ ہین پوچھے تو کوئی اُنسے
یہ کونسا عالم ہے اب کیا نظر آتا ہے

مُنھ پھیر کے روتے ہو کیون چارہ گرو آخر
کیا میرے مقدر کا لکھا نظر آتا ہے

بیمار محبت کے ہونٹو نپہ ہنسی کیون ہے
کیا نزع کے عالم مین جلوا نظر آتا ہے

عبرت کے مرقع ہین نیرنگ زمانے کے
دو روز مین ہر گلشن صحرا نظر آتا ہے

اللہ ترقی دے درد دل عاشق مین
ہر تی شے چمک ایسی جلوا نظر آتا ہے

یہ کیسا کھلایا گل ناکامی قسمت نے
جس پھول کو چھوتا ہون کانٹا نظر آتا ہے

آنکھین مری تربت مین ہین منتظر جلوہ
اور حشر کے ہونے مین عرصا نظر آتا ہے

یہ آخری آنسو ہے خونِ دل عاشق کا
یا صبح شب غم کا تارا نظر آتا ہے

کچھ داغ ہین کچھ چھالے کچھ زخم ہین کچھ روزن
دل میرا مصائب کی دنیا نظر آتا ہے

جسوقت سے دیکھا ہے انجام حبابون کا
ہستی پہ مجھے اپنی دھوکا نظر آتا ہے

یہ شان کسی کے بھی جلوہ مین نہین دیکھی
تو ساری خدائی مین تنہا نظر آتا ہے

محشر مین قدیر اپنی مٹی مین کہون کس سے
جو ہے وہ مصیبت کا مارا نظر آتا ہے

جناب قمر لکھنوی

آغاز تو آنکھون کو اچھا نظر آتا ہے
انجام محبت مین دھوکا نظر آتا ہے

ویرانیِ دل تونے برباد کیا مجھکو
گھر بھی مجھے چھوٹا سا صحرا نظر آتا ہے

اے محو خود آرائی یہ نازش یکتائی
دیکھو آئینے مین کسکا چہرا نظر آتا ہے

لبریز خم مے ہین پیمانے چھلکتے ہین
ہم رندون کو میخانہ دریا نظر آتا ہے

فریاد و فغان سنکر دیوانون کی یہ بولے
در پر یہ مرے کیسا غوغا نظر آتا ہے

پھر سنگ در جانان پھرنے لگا آنکھون مین
پھر سر مین مجھے جوشِ سودا نظر آتا ہے

معمورۂ عالم مین اس جلوۂ رنگین پر
ہر قلب تمنائی شیدا نظر آتا ہے

رنگ آج نرالا ہے ہر اشک کے قطرون کا
دامن پہ کلیجے کا ٹکڑا نظر آتا ہے

عبرت کی نظر ڈالو سنگ سر تربت پر
گزری ہوئی ہستی کا نقشا نظر آتا ہے

اک چھوٹے سے قطرہ نے طوفان اٹھائے ہین
جو آنکھ کا آنسو ہے دریا نظر آتا ہے

خواب شبِ فرقت کی تعبیر قمر یہ ہے
انجام محبت کا اچھا نظر آتا ہے

جناب گوہر لکھنوی

کعبہ نظر آتا ہے جلوا نظر آتا ہے
اک آئینہ مین دلکے کیا کیا نظر آتا ہے

دل حسن و محبت کا مارا نظر آتا ہے
ہر داغ مین قاتل کا جلوا نظر آتا ہے

زنجیر کے حلقون سے وحشت نہین جائیگی
دیوانے کو صحرا ہی صحرا نظر آتا ہے

مین چپ ہون مگر خلقت شاکی ہے جفاؤنکی
قاتل سر محشر بھی تنہا نظر آتا ہے

اک برق سی کوندی تھی موسیٰ کی تمنا پر
ورنہ کہین قدرت کا جلوا نظر آتا ہے

اے دل تجھے لازم ہے دنیا سے گزر جانا
تو بھی نگاہون مین کانٹا نظر آتا ہے

صیاد نشیمن کی مین خیر مناتا ہون
جب اُڑتا ہوا کوئی تنکا نظر آتا ہے

اللہ کرے یونہین ہو جیسا ہی خیال اُنکا
بیمار کو کہتے ہین اچھا نظر آتا ہے

دنیاے محبت مین رکھے تو قدم ناصح
پھر دیکھئے راہون مین کیا کیا نظر آتا ہے

دنیاے عدم کیا ہے اک عالم عبرت ہے
جو ہے مری محفل مین تنہا نظر آتا ہے

لو اشک ندامت بھی کام آئے نہ محشر مین
اُترا ہوا قاتل کا چہرا نظر آتا ہے

دل لائے تھے پہلو مین اس سے بھی گہر چھوٹے
کیا سمجھے تھے دنیا کو اور کیا نظر آتا ہے

منتظر جناب سید جعفر حسین صاحب لکھنوی

جب زیر نقاب اُسکا چہرا نظر آتا ہے
عالم مری آنکھون مین دھندلا نظر آتا ہے

سر زانوِ جانان پر رکھا نظر آتا ہے
اب بزم مین بندہ ہی بندا نظر آتا ہے

رونے مین جو ہنستا ہون سکا نہ سبب پوچھو
کیا جانے تصور مین کیا کیا نظر آتا ہے

صیاد نشیمن کو دو تنکے سمجھتا تھا
اور مجھکو زمانہ بھر جلتا نظر آتا ہے

وہ اور جفا پیشہ وہ اور وفا دشمن
ناصح تری باتوں میں دھوکا نظر آتا ہے

دنیائے امید اپنی قائم ہے تصور پر
جو کچھ نظر آتا ہے اچھا نظر آتا ہے

بالین پہ عوض ان کے موت آئی عیادت کو
امید تھی کیا ہمکو اور کیا نظر آتا ہے

آنکھوں سے لگاتا ہوں خاک در جانانہ
ہر ذرہ مرے دل کا ٹکڑا نظر آتا ہے

وحشت میں بھی باقی ہے زندہ دلی عاشق
جب وہ نظر آتا ہے ہنستا نظر آتا ہے

تا قدر مرے دم تک ہے نقش وفا قائم
آگے ورق دنیا سادا نظر آتا ہے

کیا آج کسی سے پھر چار آنکھ ہوئی منظر
اک زخم ترے دل پر تازا نظر آتا ہے

مہدی - جناب حکیم سید مہدی حسین صاحب لکھنوی

سب کچھ نظر آتا ہے جلوا نظر آتا ہے
اک پردۂ قدرت میں کیا کیا نظر آتا ہے

جو دیکھتا ہے اسکو جلوا نظر آتا ہے
دنیا کے دکھانے کو پردا نظر آتا ہے

مشتاق شہادت کیوں پیاسا نظر آتا ہے
خنجر کی روانی میں دریا نظر آتا ہے

آلائش دنیا پر مغرور نہ ہو اے دل
ہمکو یہاں دھوکا ہی دھوکا نظر آتا ہے

گردش تو نہیں ہوتی آنکھوں کی طرح لیکن
ساغر میں مگر رنگ دنیا نظر آتا ہے

میں سمجھونگا کیا تیرے جلووں کی حقیقت کو
مجھکو فقط آنکھوں کا پردا نظر آتا ہے

کچھ اشک ہمارے ہیں کچھ شمع کے آنسو ہیں
جو رنگ ہے محفل کا پھیکا نظر آتا ہے

پہلے تو نہ تھا کوئی روزن بھی مرے دل میں
اے آہ اثر تیرا الٹا نظر آتا ہے

میں آئینۂ دل کو جب اشکوں سے دھوتا ہوں
دریا تو نہیں لیکن دریا نظر آتا ہے

آئینہ دکھاتا ہے دل جلوۂ باطن کا
یہ گوشۂ دنیا بھی دنیا نظر آتا ہے

اعجاز دکھاتا ہے آئینہ مرے دل کا
جب دیکھو تمہارا ہی نقشا نظر آتا ہے

بیدارات کے رونے سے دل خون ہوئے دیتا ہے
یا صبح کا گردوں پر تارا نظر آتا ہے

اک سادہ ورق دیکر قاصد سے کہا اس نے
تقدیر کا سب اس میں لکھا نظر آتا ہے

دنیا ہے نہ دنیا کا اب نام و نشاں باقی
جسکے یہ کرشمے تھے تنہا نظر آتا ہے

جب دل مرا جلتا ہے آنسو بھی رستے ہیں
آتش کے قرین مہدی دریا نظر آتا ہے

جناب وصی خلف لسان القوم جناب صفی لکھنوی

کثرت میں بھی وحدت کا جلوا نظر آتا ہے
بتخانہ کے پردے میں کعبا نظر آتا ہے

بگڑا ہوا دنیا کا نقشا نظر آتا ہے
ہر نقش ابھرتے ہی مٹتا نظر آتا ہے

ہاں کوئی ہے پردے میں اتنا نظر آتا ہے
تصویر کا باقی رخ سادا نظر آتا ہے

سورج کی شعاعیں ہوں یا چاند کا ہالا ہو
ہر نور میں تیرا ہی جلوا نظر آتا ہے

ڈالی ہے نظر تمنے پھر کر دل شیدا پر
پٹتا ہوا اب ہمکو سودا نظر آتا ہے

باز آئے ہم اے دنیا بستی کے بسانے سے
ہمکو تو یہاں رہنا جھگڑا نظر آتا ہے

پردے میں پڑے آنکھیں دیکھیں بھی تو کیا دیکھیں
جو نقش تصور ہے دھندلا نظر آتا ہے

کیا ضبط نے روکا ہے اشکوں کی روانی کو
ہر کونے میں بند ایک اک دریا نظر آتا ہے

بیمار شب غم ہوں ہیں تار نفس برہم
دل سینہ میں ٹوٹا سا تارا نظر آتا ہے

ہے خواب پریشاں اک ظلمتکدۂ ہستی
ہر نقش طلسم اسکا دھوکا نظر آتا ہے

دریائے معاصی میں ہیں غرق وصی ایسے
ہر موج میں تن لاغر ڈوبا نظر آتا ہے

ہشیار - جناب محمد رفیق صاحب تلمیذ جناب مولوی عبدالباری صاحب آسی

آتا ہے تو اسمیں ہی جلوا نظر آتا ہے
دل عرش معلی سے بالا نظر آتا ہے

ہر سمت مجھے تیرا جلوا نظر آتا ہے
اب دیر میں بھی اکثر کعبا نظر آتا ہے

ممکن نہیں پالینا تیرا دل حیراں میں
آئینے میں اپنا ہی چہرا نظر آتا ہے

ڈالا ہے مصیبت میں ہستی کی کشاکش نے
جامہ یہ مرے قد پر اوچھا نظر آتا ہے

شمع سر تربت بھی لے باد صبا گل کر
داماں مصیبت پر دھبا نظر آتا ہے

کچھ بھی نہیں یہ دنیا جو کچھ ہے مراد ہے
اس غنچہ میں گلشن کا نقشا نظر آتا ہے

دار آنکی نگاہوں کے ایسے تو نہ تھے لیکن
جو زخم ہے وہ دلبر گہرا نظر آتا ہے

مرنا بھی نہیں آساں جینا بھی نہیں ممکن
قسمت کا ورق مجھکو سادا نظر آتا ہے

طوفان مصیبت کی اللہ ری طغیانی
آنسو کا ہر اک قطرہ دریا نظر آتا ہے

یہ مشق ستم تجکو آسان سہی لیکن
دشوار مجھے اپنا جینا نظر آتا ہے

اے چارہ گرو اٹھو تدبیر کرو کوئی
پھر درد جگر مجھکو بڑھتا نظر آتا ہے

یہ راز کھلا آخر اس بزم تجلی کا
نظارہ وہان جاکر پردا نظر آتا ہے

پروردۂ عسرت ہی عشرت جسے کہتے ہین
آغوش مین ساحل کی دریا نظر آتا ہے

ارمان بھی ہین دل مین مایوسی و حرمان بھی
اک خون کے قطرے مین کیا کیا نظر آتا ہے

کس چیز پہ نازان ہے کس بات پہ خوش ہے تو
ہشیار یہ جلوہ تو دھوکا نظر آتا ہے

جناب ہلال لکھنوی

دل رنج و مصیبت کا پتلا نظر آتا ہے
جو غم ہے زمانے مین اپنا نظر آتا ہے

اتنا مرے رونے کا دنیا مین اثر پھیلا
جو اشک کا قطرہ ہے دریا نظر آتا ہے

ہے شادی و غم یکسان دنیائے محبت ہے
ہر چند یہ دل اپنا شیدا نظر آتا ہے

لے لیکے شرر کیونکر نکلین نہ مری آہین
دل سینۂ سوزان مین شعلا نظر آتا ہے

کیا کم تھا کہ مدت سے ہم قید قفس مین تھے
افسوس نشیمن اب جلتا نظر آتا ہے

ہوتی ہے نظر خیرہ یہ حسن کا عالم ہے
پردہ نہین لیکن اک پردا نظر آتا ہے

وحشت نے اثر اتنا آنکھون مین کیا پیدا
ہر سو مجھے صحرا ہی صحرا نظر آتا ہے

عشاق کی نظرون سے کسطرح ہو پوشیدہ
سو پردون سے بھی تیرا جلوا نظر آتا ہے

دنیا کے مصائب سے چھٹ گئے مرقد تک
اب چین کے ملنے کا گوشا نظر آتا ہے

اچھائی پہ بھی میری ہے دھیان برائی کا
اب رنگ زمانے کا الٹا نظر آتا ہے

بے وجہ یہ کب آنسو آنکھون سے نکلتے ہین
ناسور کلیجے کا رستا نظر آتا ہے

اندھیر زمانہ ہے گیسو کی محبت مین
دن بھی شب یلدا کا نقشا نظر آتا ہے

مرنے کی ہوس دلمین کسطرح نہ ہو پیدا
دیوار کا اب تیری سایا نظر آتا ہے

اک اشک ندامت پر جوش آگیا رحمت کو
اب اپنا سیہ نامہ سادا نظر آتا ہے

دل ایسا ہلال اپنا عالم کا مرقع ہے
دنیا کے حسینون کا نقشا نظر آتا ہے

[اس غزل پر کوئی تخلص یا نام درج نہین تھا - غالباً جناب نواب چھٹن صاحب قیصر لکھنوی کی یہ غزل ہے اسی وجہ سے بے ترتیب آخر مین درج ہے - دل]

سرکا اگر اس رخ سے پردا نظر آتا ہے
اللہ کی قدرت کا جلوا نظر آتا ہے

مجھکو تو مرا آنسو قطرا نظر آتا ہے
اور سب کی نگاہون مین دریا نظر آتا ہے

ظاہر مین تو اس در پر پردا نظر آتا ہے
اور سب کی نگاہون مین جلوا نظر آتا ہے

غنچے ہین گلستان کے آنکھون مین مری کانٹے
گلشن بھی بغیر ان کے صحرا نظر آتا ہے

حسرت مری کہتی ہے ہو قبر مین تیری
نقش کف پا ان کا جیسا نظر آتا ہے

بیجا جو گلستان مین دیکھا ورق گل کو
جون برگ خزان دیدۂ اڑتا نظر آتا ہے

اے واعظ بد باطن یہ ریش یہ بے دینی
پھندا ترے داموں کا دوہرا نظر آتا ہے

ہم نزع مین دم توڑین وہ ہنسکے یہ فرمائین
بیمار کا حال ابتو اچھا نظر آتا ہے

اے اہل وطن تمنے دیوانہ بنایا ہے
قابل مرے رہنے کے صحرا نظر آتا ہے

اے چارہ گرو گریان کیون دیکھکے ہوا تنا
کیا زخم مرے دلکا گہرا نظر آتا ہے

دنیا تہ و بالا ہے تم چال چلے ایسی
اک حشر زمانہ مین برپا نظر آتا ہے

دھو ڈالا ہے رحمت نے دفتر کو گناہون کے
دیکھا ورق عصیان سادا نظر آتا ہے

یہ بھی تو نہین کھلتا دنیا کے مرقع مین
کیا آنکھون سے پنہان ہے اور کیا نظر آتا ہے

میری یہ تمنا ہے مین دلمین چھپا رکھتا
جب قامت دلجو کا سایا نظر آتا ہے

التماس

خاکسار نے ۱۳۰۱ھ ہجری مین تاریخ بلگرام لکھنا شروع کی مگر بوجوہ چند نایابی اکثر تالیفات مولفین بلگرام قلم کی رفتار بہت سست بلکہ برسون بند رہی جسقدر رسالا بہم پہونچا اسکی مدد سے بہت کچھ لکھا لیکن اسکے دیکھنے سے ایک بڑی دقت یہ واقع ہوئی کہ خاص بات جو تاریخ کا جزو اعظم تھی یعنی "فتح بلگرام" اسکی بابت بہت بڑا اختلاف نظر آیا۔ اکثر خاندانی شیوخ عثمانی و فرشوری و سادات صغروی وغیرہ بخلاف یکدیگر اپنے اپنے جدا علاؤن کی نسبت فاتح بلگرام ہونے کے مدعی پائے گئے۔ لہذا اس اختلافی صورت مین ضرورت پڑی کہ ہر مدعی کا دعویٰ مع اسکے ثبوت و دلائل کے علیحدہ علیحدہ قلم بند کیا جائے تاکہ ناظرین با تمکین اسپر تمام نظر ڈال کر صحیح نتیجہ کو پہونچ سکین۔ اس بارے مین بہت کچھ لکھا گیا اور لکھا جا رہا ہے مگر بعض تالیفات بلگرام مثل رسالۂ شیخ عماد فرشوری۔ نسب نامۂ شیخ عبدالکافی فرشوری۔ نسب نامۂ نور محمد خطیب فرشوری۔ رسالہ انساب سید حسین دانشمند۔ نسبنامۂ منظومۂ میر عبدالواحد کلان۔ مرآۃ المبتدین مولفۂ سید شریف۔ نسب نامۂ منظومۂ سید مبارک محدث۔ تبصرۃ الناظرین مولفۂ سید محمد شاعر۔ بوستان الکرام مولفۂ سید ابوالحسن اور تذکرۃ الکرام مولفۂ میر نوازش علی رضوی وغیرہ مکمل اسوقت تک دستیاب نہین ہوئین۔ اسلئے جملہ باشندگان بلگرام باخصوص خاندانہائے مسطور یا اور جن خاندانون کے اصحاب فتح کے مدعی ہون سب کی خدمت مین دست بستہ التماس ہے کہ تاریخی حالات خاصکر فتح بلگرام کے متعلق جو کچھ تالیفات اور اسناد و سجلات قدیم وغیرہ جن حضرات کے پاس موجود ہون تھوڑے عرصے کے لئے مرحمت فرما کر مجھکو مرہون منت فرمائین تاکہ کسی مدعی کے دعوے کے ثبوت مین کوئی کمی کسی کے خیال کے مطابق باقی نہ رہجائے۔ اس وقت جملہ مدعیان فتح بلگرام کے ثبوتون کا زبردست معرکہ زیر تحریر ہے اگر خاموشی اختیار کی گئی اور بعد انطباع میری کتاب کے کسی ایک مدعی ثبوتون کے مقابلہ مین کسی دوسرے مدعی کو اپنے ثبوت کم زور معلوم ہونے پر تاؤ پیچ آیا اور پھر نئے ثبوت بہم پہونچانے کی کوشش کی گئی تو گستاخی معاف وہ ثبوت "مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلۂ خود باید زد" کے مصداق ہونگے اور دیگر مدعیان مخالف کو ان کے مصنوع اور مستحدث کہدینے کا کافی موقع ملے گا جو شاید بیجا نہ ہوگا۔ اس لئے مکرر گزارش ہے کہ فوراً اور جلد میری استدعا قبول فرمائی جائے اور اگر باوجود متواتر درخواستون کے بھی کوئی حربہ اس معرکہ مین استعمال کرنے سے چھوڑ دیا گیا تو مجبوری ہے پھر میری کتاب کو مجھ سے اگلے مولفین کی تالیفون کی طرح کوئی مخالف مدعی مورد اعتراض نہ ٹھہرائے۔ واضح ہو کہ اس مضمون کے کئی اشتہار مین ۱۳۰۹ھ ہجری سے اب تک بلگرام مین دیچکا ہون مگر پوری کامیابی نہ ہوئی۔ لہذا اب بذریعۂ اخبار و جرائد آخری استدعا ہے بعد اسکے معرکۂ مذکور کا خاتمہ کر دیا جائیگا فقط

ملتمسۂ ہیچمیرز محمد محمود احمد۔ بلگرام ضلع ہردوئی محلہ قاضی پورہ۔

جهان مرقع تصویر حسن او ست تمام | به حیرتم به که بندم دل از که بردارم

فہرست مضامین

قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک صہ؍
پانچ روپیہ

نومبر ۱۹۲۶ع

نمونے کا پرچہ ۸؍
آٹھ آنے

نوٹ - مجھے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ اس مہینہ مین بھی کاتب کی غلطی سے صفحہ ۴۱ پر عنوان مضمون تشنۂ الفت (فسانہ) بسلسلہ ماہ اکتوبر از جناب قیسی اجمیری صحیح ہونے سے رہگیا - جسکا ذکر اکتوبر کے مرقع مین بھی ہو چکا ہے - (اڈیٹر)

تبصرہ

(از لسان الہند حضرت عزیز لکھنوی)

مغرب نے اپنے مُردون کو زندہ کرنے کی کوشش کی اور کامیاب ہوا مشرق نے یہ سعی کی کہ اپنے زندہ افراد کو مردہ ثابت کرے - کوئی قوم ایسی غافل نہ ہوگی جیسے مسلمان اور مسلمانون مین مخصوص طبقۂ شیعان کے مساجد انکے امام باڑے اُن کے بزرگون کے مقابر اونکی تصنیفات و تالیفات انکے تبرکات سب ایسی حالت مین ہین جنکی طرف آنکھ اٹھا کے دیکھنے کو نہین جی چاہتا یہ ہین ہماری قوم کے کارنامے اور انکی سعادت کے آثار فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ ایسے ناشناس عہد مین اگر کوئی شخص اپنا گرانمایہ وقت صرف کرکے کسی بزرگ قوم کو زندہ رکھنے کی کوشش کرے تو میرے نزدیک وہ بڑی قدر و منزلت کا مستحق ہے -

دور حاضر کے شعرا مین جناب رشید مرحوم ایک ممتاز صنف مین تھے بیشک ان کے واقعات زندگی آیندہ نسلون کے لیے سبق آموز ہین مجھے جناب سید آغا محمد اشہر منشی فاضل کے سحر کار قلم نے یہ حق ادا کیا اور نہایت کوشش و جانفشانی سے جناب رشید کے حالات زندگی کو جمع کرکے کتابی صورت مین شائع کیا - اس کتاب کے خصوصیات حسب ذیل ہین - زبان اور واقعات کا انداز نہایت سادہ اور دلچسپ -

ایک مختصر مقدمہ کے بعد شاعری پر نہایت پر مغز مضمون لکھا ہے جسمین شاعری اور تاریخ مصوری و شاعری کا فرق دکھایا ہے - صحت خیال - قوت اظہار - تناسب الفاظ - اطلاع فن کے متعلق نہایت مفید باتین لکھی ہین اسکے بعد اصل کتاب سید ذوالفقار علی میرزا کے حالات سے شروع ہوتی ہے جو جناب رشید کے جد اعلیٰ تھے کشمیر سے دہلی آنا اور سلسلۂ اولاد سے لکھنؤ کا فیضیاب ہونا یہ باب تقریبًا دو جزو مین ہے جسمین رشید کے تمام بزرگون کے حالات اور نہایت دلچسپ واقعات ہین اسکے بعد حضرت رشید کے آخر عہد کا ایک عکس ہے اور سوانح عمری مین حسب ذیل عنوان ہین -

سال ولادت - وضع و لباس - استعداد علمی - اخلاق - اوقات ملاقات - زینت دنیوی سے احتراز - نازک مزاجی - مذہب - تقریر و تحریر - خودداری خاموشی - رشید اور اولاد - بجلی اور رشید - استغنا - رشید اور غزل - سلسلۂ تلمذ - لکھنؤ کے مشاعرے اور رشید - انصاف پسندی - رشید و شعرائے لکھنؤ - انتخاب غزلیات - رشید و مرثیہ - نفیس و رشید - رشید کی ترقی - بہار و ساقی نامہ - رشید و عارف - طرز مرثیہ خوانی - انتخاب مراثی - رشید اور قصیدہ - انتخاب قصائد - رباعیات و سلام رشید شیخ پورہ مین - رشید رامپور مین - رشید عظیم آباد مین - رشید حیدرآباد مین - رشید کلکتہ مین - رشید کانپور و سلیم پور مین - تلامذۂ رشید - وفات و مدفن -

ان عنوانون کے ضمن مین بہت سے دلچسپ واقعات ہین جنکا لطف مطالعۂ کتاب پر منحصر ہے - کتاب پر اگر انتقادی حیثیت سے نظر کیجائے تو ایک بڑا حصہ مولف نے تنقید کلام کا نظر انداز کر دیا ہے ایسی کتابون مین یہی ایک جزو ہوتا ہے جس سے مولف کی دماغی نشو و نما کا پتہ چلتا ہے لیکن میرا خیال ہے اور صحیح خیال ہے کہ شاید موجودہ طبائع کا رنگ اور یہانکی آب و ہوا کا اختلاف دیکھکر مولف نے اس پہلو کو بچا یا - اسکے علاوہ مولف کو خود بھی صاحب تذکرہ سے فخر تلمذ حاصل ہے

غرضکہ مجموعی حیثیت سے یہ سوانح عمری مولف کے زور قلم اور جناب رشید کے کمالات کی مدعی ہے کتاب کی مقبولیت کے واسطے یہ بات کافی ہے کہ اسکا انتخاب الہ آباد یونیورسٹی کے انٹرنس کورس مین بھی شامل ہوگیا ہے - قابل مولف نے اسکو اسقدر دلچسپ بنایا ہے کہ چند سطرین پڑھنے کے بعد صاحب ذوق کتاب کو آخر تک پڑھنے پر مجبور ہین یہ کتاب ۲۱۵ صفحہ پر ختم ہوئی ہے ٹائٹل نہایت عمدہ کتابت و طباعت دیدہ زیب سنہ ۱۹۲۲ء کا یہ نادر تحفہ پڑھیے اور ضرور پڑھیے - تذکرۃ الاولین مواعظ للآخرین ہے

(عزیز - لکھنوی)

ملنے کا پتہ :- ۱ - خواجہ عبدالرؤف عشرت چوک لکھنؤ - ۲ - دفتر اودھ پنچ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ - ۳ - بلگرامی بک ایجنسی نظیر آباد - لکھنؤ - قیمت فی جلد ایک روپیہ (عہ)
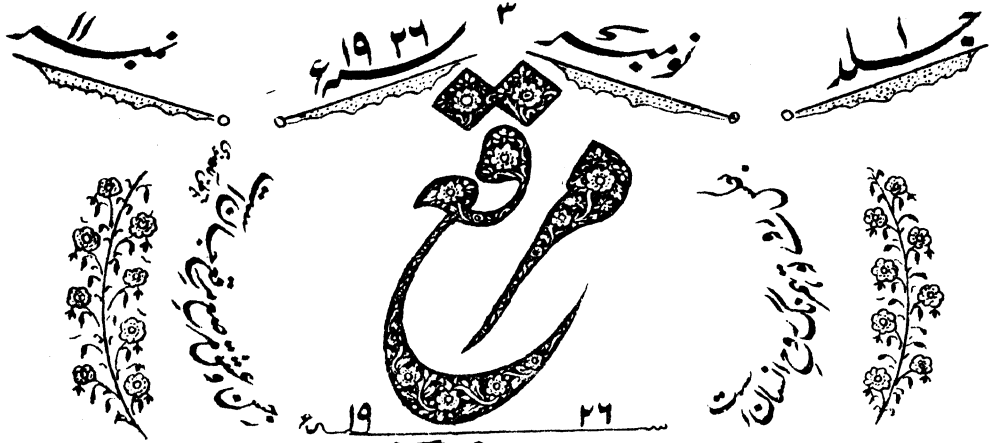
لمعات صفی

(از لسان القوم جناب مولانا صفی لکھنوی)

مشکل ہے پھر آزادی دلبستگی آسان ہے
غفلت کدۂ ہستی اک بھول بھلیان ہے

جب دل نہ پریشان ہو جمعیتِ سامان ہے
ہر غنچۂ نورس کی مٹھی مین گلستان ہے

دل سوزِ تپِ غم سے آتشکدہ سامان ہے
ہر آہِ شرر افشان اک سرو چراغان ہے

افسانۂ یوسف مین تصویر کے دو رخ ہین
اک دست بدامان ہے اک سر بگریبان ہے

زنجیرِ نظر چلتی پھرتی ہوئی تصویرین
محویتِ نظارہ دل کے لیے زندان ہے

جو بوند لہو کی ہے اک نوک ہے نشتر کی
منظورِ نظرِ غم کو تشریحِ رگِ جان ہے

ہر شعلۂ جوّالہ ہمرنگ گل و لالہ
قدمون سے مرے دوزخ فردوس بدامان ہے

اک اوجِ تقرب ہے پستی مین یہان حاصل
معراجِ سرِ عاشق سنگِ درِ جانان ہے

مایوس ہے ایفا سے اک منتظرِ وعدہ
مضمر خمِ گیسو مین طولِ شبِ ہجران ہے

تم وعدہ وفائی پر آمادہ سہی لیکن
انداز خود آرائی سنگ رہِ پیمان ہے

مجنون کی رگ و پے مین بجلی کا اثر دوڑا
ناقہ پہ خدا جانے یہ کون حدی خوان ہے

داغون کا ہجوم اُس پر یہ نوحہ گری دل کی
اک شمع تنک پرتو اور گورِ غریبان ہے

آکر جو نہین جاتی وہ ہے شبِ تنہائی
جا کر جو نہین آتی وہ عمر گریزان ہے

توبہ کے برابر ہے توبہ شکنی میری
اک ہاتھ مین پیمانہ اک ہاتھ مین قرآن ہے

باتون مین صفی دل کی زنہار نہ آنا تم
باطن مین یہ کافر ہے ظاہر مین مسلمان ہے

ادرنہ

(از جناب مولوی مسعود الرحمٰن خان صاحب ندوی)

اپنی گزشتہ یادگارون پر ایک سال مین ایک بار بھی ہم نظر ڈالتے رہین تو گئی ہوئی عزت و عروج کا صحیح احساس قلب مین موجود رہے۔ بہت سے خزینہ ہاے اقبال تھے جنکو ہم اپنی بدبختی سے کھوا اور برباد کر چکے ان ہی خزینۂ اقبال مین سے ایک **ادرنہ** ہے۔ یورپ مین یوروپین ٹرکی اور یوروپین ٹرکی مین "ادرنہ" اُن مقامات مین ہے جن کے لیے قدرت نے اپنے فیوض کے سرچشمے وارد کئے ہین۔ دامن ہاے کوہ لذیذ میوون عطر بیز پھولون اور خوش منظر درختون کے گنج اور نظرکش و باصرہ افزا مرغزارون سے معمور ہین۔ پہاڑون سے گرنے والے لطف انگیز و نغمہ طراز آبشارون کے علاوہ شیرین خوشگوار اور شفاف پانی کی لہرون کا ایک روپہلی جال ہے۔ جو تمام صوبے مین بچھا ہوا ہے۔ اور ہر ہر گوشے کو سیراب و شاداب کرتا رہتا ہے ہوا بھی معتدل مگر لطیف و خوشگوار رہے۔ مختصراً یہ کہ یہان کے مناظر طبعی بے حد صحت پرور فرحت انگیز' اور لطف آگین ہین۔

خاک **ادرنہ** جس طرح فرحت پرور اور نظر نواز ہے۔ اسی طرح مایۂ وزر خیز بھی ہے۔ نباتات مین روئی' افیون۔ بادام۔ فندق۔ سیب۔ ناشپاتی خربزہ۔ اور جمادات مین پشمینہ۔ لوہا۔ اور سنگ مرمر پیدا ہوتا ہے۔

صنعت و حرفت بھی اعلیٰ پیمانہ پر ہے۔ اصناف صنعت مین یہان پشمینہ و پنبہ بافی اور اسلحہ سازی زیادہ رائج ہین۔ تینون قسم کے کارخانون کی ایک تعداد وافر موجود ہے جو کامیابی کے ساتھ چل رہی ہے۔ یہان کے مصنوعات مین سے جانمازین پردے۔ اور عبائین اپنی گلکاری۔ خوش رنگی اور شانداری کیوجہ سے مشہور ہین۔ غرضکہ ادرنہ ایک شاداب و سرمایہ دار صوبہ ہے اسی لیے یوروپین ٹرکی مین قسطنطنیہ کے بعد اسی کا نمبر ہے یہ قسطنطنیہ سے شمال و مغرب ۱۳۰ میل دور ادرا دل سنگم پر واقع ہے جہان ٹرکی کی مشہور بہترین نہرین طبخہ اور واردا واقع ہین۔ یہ منظر ایسا دلکش اور حسین منظر ہے جس سے ایک نظارۂ باسطح آب پیدا ہوتی ہے تمام شہر دلکش باغون اسلامی وغیر اسلامی تاریخی عمارات سے معمور ہے جو زبان حال سے گزشتہ دورون کی داستان بیان کرتی ہین۔ ادرنہ مین چالیس سے زاید مساجد ہین جنمین ۹ خاص سلاطین عثمانیہ کی بنوائی ہوئی ہین یہین وہ بلند و عظیم الشان قصر بھی ہے جو عوام کی اصطلاح مین سراے سے تعبیر کیا جاتا ہے جہان سلاطین عثمان متمکن رہتے اور مسیحیت کے خلاف جہادی ارادون کی تکمیل فرماتے تھے۔ مساجد مین سب سے زیادہ قابل دید و ذکر "جامع سلیم" ہے۔ اسکا بانی سلطان سلیم ثانی تھا جو خاندان عثمانیہ کا گیارھوان تاجدار تھا اور ۹۷۴ھ سے ۹۸۲ ہجری تک حکمران رہا۔

اس مسجد کی رفعت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یہ جامع ایا صوفیا سے ۲۰ قدم بلند تر ہے اسمین ایک عظیم الشان گنبد ہے جو سنگ سماق کے دو کھمبون پر لگا ہوا ہے' چار مینارے ہین ہر منارے مین ایک زینہ ہے صحن کے تین گوشون مین قبے ہین جو مسجد کی عظمت و جلال کو افزون کرتے ہین۔

اپنی خوبصورتی۔ استحکام و مضبوطی کے لحاظ سے جامع سلیم کا شمار عثمانی فن تعمیر و تمدن کے بہترین نمونون مین ہے۔ ان مساجد کے علاوہ ۲ خوبصورت اور وسیع بازار ہین جنمین سے خوشنما اور بہتر بازار وہ ہے جو "علی پاشا" بازار کے نام سے موسوم ہے' یہ اسقدر طویل ہے کہ ایک متوسط رفتار آدمی ۱۵ منٹ سے کم مین پورے بازار کا چکر نہین لگا سکتا۔ ادرنہ مین بڑے فندق (ہوٹل) ۵۲ ہین نہر طبخہ پر ایک پل بھی ہے ان عمارتون کے علاوہ متعدد حمام مدارس۔ قہوہ خانے اور شفاخانے ہین۔ ایک مطبع بھی ہے۔ سرکاری پارچہ بافی کے متعدد کارخانے بھی ہین جسمین ریشمی و اونی کپڑے بنے جاتے ہین۔ زمین نہایت درجہ خوبصورت و زرخیز ہے۔ باغات کی یہ کثرت ہے کہ ادرنہ گلشن آباد معلوم ہوتا ہے صرف نہر مریع کے ساحل پر ۵۰۰ باغات ہین۔ ان مین کے اکثر باغات صرف گلاب کے ہین۔ یہان کا عطر روح گلاب تمام دنیا مین بہترین مانا جاتا ہے۔ ادرنہ کی آبادی ۱۵۰۰۰ ہے یہ ہے مختصر تاریخ ولایت ادرنہ کی جسکی چپہ چپہ زمین تاریخی اقبال و عروج کی حال اور مسلمانون کی گزشتہ عظمت و جلال کی سرمایہ دار ہے۔

(مسعود الرحمٰن خان ندوی۔ ساکن پیلی بھیت)

کارِ ثواب

(فسانہ)

(عطیۂ حضرت نیاز فتحپوری اڈیٹر "نگار" بھوپال)

(خاص مرقع کے لیے)

شیخ محمد حسین پُرانے تعلیم یافتہ بزرگ تھے اور اپنے اخلاق کے لحاظ سے ایک مرنجان مرنج انسان، کامل تیس سال تک بھی گورنمنٹ میں ناظر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں اور پنشن لیکر اپنے گاؤں محبت پور میں آگئے جہاں چند بیگھہ زمین موروثی شاہی زمانہ سے اُن کے خاندان میں چلی آتی تھی۔ انھوں نے جس خاموشی و سکون لیکن اسی کے ساتھ جس چلن کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی اس کا ثبوت یہ ہے کہ افسروں نے ہمیشہ انھیں عزت کی نگاہ سے دیکھا اور اس قلیل تنخواہ پر انھوں نے اپنے دو بیٹوں میں سے ایک کو ایل-ایل-بی اور دوسرے کو زراعتی کالج میں تعلیم دلا کر قانونگو کرا دیا۔

اِس وقت اِن کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہے لیکن قویٰ مضبوط ہیں جیسا کہ عام طور پر پُرانے لوگوں کے ہُوا کرتے ہیں اور اب بھی دن میں چھ گھنٹے کھیتوں پر بسر کرنا اور اِدھر اُدھر چل پھر کر ہرواہوں کی نگرانی کرنا ان کا معمول ہے۔ نماز روزہ کے ہمیشہ سے پابند تھے لیکن اب انحطاط عمر کی وجہ سے اس میں اور زیادہ شدت ہوگئی ہے، کوئی موسم ہو صبح صادق کے وقت اُٹھنا اور ضروریات سے فارغ ہو کر محلہ کی مسجد میں جا کر نماز پڑھنا، کلام مجید کی تلاوت کرنا اور سورج نکلتے نکلتے گھر واپس آکر کچھ ناشتہ کرنا اور پھر کھیتوں پر چلا جانا کبھی ناغہ نہ ہوتا تھا۔ دوپہر کو جب واپس آتے تھے اور کھانا کھا کر باہر کی نشستگاہ میں بیٹھتے تو محلہ کے کچھ لوگ جمع ہو جاتے اور مختلف باتوں میں وقت صرف کرتے یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت آجاتا اور یہ صحبت ختم ہو جاتی۔ شام کو نماز مغرب کے بعد پھر یہ صحبت قائم ہوتی تھی اور عشا کے وقت تک جاری رہتی تھی۔

شیخ صاحب کی ہمدردی اور آڑے وقت میں لوگوں کے کام آنا گاؤں بھر میں مشہور تھا اور جب کسی شخص کو ہندو ہو یا مسلمان کسی مشورہ یا امداد کی ضرورت ہوتی تو وہ ضرور شیخ صاحب کے پاس آتا اور اُنکے خلوص سے فائدہ اُٹھاتا۔

اِن کا چھوٹا بیٹا احمد حسن کانپور میں قانونگو تھا اور اپنی خاموش زندگی کے لحاظ سے صحیح معنی میں اپنے باپ کا بیٹا تھا، محنت و دیانت سے خدمت ملازمت کو انجام دینا اور شام کو امن و سکون کے ساتھ بیوی بچوں میں زندگی بسر کرنے کے سوا اُسے کچھ خبر نہ تھی کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ بڑا بیٹا محمد حسن جو الٰہ آباد میں وکالت کر رہا تھا البتہ ایک باخبر اور تیز انسان تھا، وہ قومی تحریکات میں بھی حصہ لیتا۔ تقریریں بھی کرتا، اور کونسل کی ممبری کا بھی امیدوار تھا، اس کا کام اس کی ذہانت کی وجہ سے اچھا چل رہا تھا۔ دونوں بیٹوں کا معمول تھا کہ [illegible] میں وطن آتے تھے اور محرم کرکے اپنی اپنی جگہ واپس جاتے تھے

چنانچہ جس سال کا یہ واقعہ ہے اس سال بھی یہ دونوں مع بیوی بچوں کے
بقرعید سے چار دن پہلے آ گئے تھے اور شیخ صاحب بھی کاشت وغیرہ
کے کاموں سے فارغ ہو کر اطمینان سے گھر میں بیٹھے تھے۔

شام کا وقت تھا اور شیخ صاحب نشستگاہ کے سامنے
چبوترہ پر مونڈھا بچھائے بیٹھے ہوئے حقہ پی رہے تھے سامنے ہی
چارپائی پر ان کے دونوں بیٹے اور ایک بنچ پر محلہ کے دو تین معمر
مسلمان بیٹھے ہوئے تھے۔ موضوع گفتگو یہ تھا کہ ہندو مسلمان
کی موجودہ کشمکش کا سبب کیا ہے اور اسے کیونکر دور کر سکتے ہیں؟
محمد حسن الہ آباد کی حالت بیان کر رہا تھا اور شیخ صاحب نہایت
غور سے سن رہے تھے۔ جب وہ اپنی تقریر ختم کر چکا تو شیخ صاحب نے کہا
"**میاں ممدو**" (وہ محمد حسن کو اس کے بچپنے کے نام سے اب بھی
پکارتے تھے) تم ماشاء اللہ تعلیم یافتہ ہو، ہم لوگوں سے زیادہ
سمجھ رکھتے ہو اور خیر سے چھوٹے موٹے لیڈروں میں بھی تمھارا شمار
ہوتا ہے مجھے یہ بتاؤ کہ اس سے قبل ہندو مسلمان کیوں اسقدر محبت
و احتیاط سے زندگی بسر کرتے تھے، اور اب وہ کون سی نئی بات پیدا
ہو گئی ہے جس نے اتنی تفریق پیدا کر دی ہے"؟

محمد حسن۔ اس کا فیصلہ بہت دشوار ہے، لیکن بظاہر اس کا
سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں میں اس امر کا احساس پیدا
ہو گیا ہے کہ ملک انکا ہے اور انھیں کا اقتدار یہاں قائم ہونا چاہیے
برخلاف اس کے مردم شماری سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی آبادی
گھٹ رہی ہے۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر آبادی کے گھٹنے بڑھنے کا بھی
یہی اوسط رہا تو ایک زمانہ آئیگا جب ہندوستان میں مسلمان ہی
مسلمان نظر آئیں گے اور ہندو بہت کم ہو جائیں گے۔ اس کا سبب
انھوں نے یہ سمجھا ہے کہ ہندو زیادہ تعداد میں مسلمان ہوتے جاتے
ہیں اور اسی لیے انھوں نے شدھی کے طریقہ کو رائج کیا تاکہ وہ
مسلمان ہو جانے والے ہندوؤں کو پھر اپنے مذہب میں لے آئیں
اور اسی کے ساتھ مسلمانوں کو بھی ہندو بنا سکیں جس طرح
مسلمان ہندوؤں کو مسلمان بنا لیتے ہیں۔

شیخ صاحب۔ خیر ملک ان کا ہو یا نہ ہو لیکن ان کی یہ خواہش
کہ انکا اقتدار قائم ہو ناجائز نہیں ہے، جب کسی ملک میں کوئی غیر قوم
حکمراں ہوگی تو محکوم قوموں میں سے ہر قوم کی یہی خواہش ہونی چاہیے
کہ اس کا اقتدار بڑھے۔ لیکن ان کی آبادی گھٹنے اور مسلمانوں کی
آبادی بڑھنے کا سبب میرے خیال میں وہ نہیں ہے جو انھوں نے سمجھا
ہے، اس سے قبل مسلمانوں کے دور حکومت میں جتنے مسلمان بھی ہو گئے
ہوں، ہو گئے ہوں، لیکن اب تو یہ بات ہرگز نہیں ہے۔ اگر سال میں
ہزار دو ہزار ہندو مسلمان بھی ہو گئے تو کیا، میرے خیال میں اسکا
بڑا سبب یہ ہے کہ ہندوؤں میں بیوہ کی شادی نہیں ہوتی اور مسلمانوں
میں ہوتی ہے، ہندو ایک سے زیادہ بیوی نہیں رکھتے اور مسلمان
چار چار رکھ سکتے ہیں اور اگر ہمارا رمضانی (دہروا ہا) سچ کہتا ہے
کہ اللہ مفلسی میں اولاد بھی زیادہ دیتا ہے تو تیسرا سبب اس کو بھی
قرار دے لو کیونکہ مسلمان خیر سے مفلسی میں بھی کافی ہیں۔

بہرحال سبب جو کچھ بھی ہو، میں ایک بات پوچھتا ہوں کہ جتنے
ہندو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے آتے ہیں کیا ان میں سے ہر شخص
اس حقیقت سے واقف ہے کہ مسلمانوں کی آبادی بڑھ رہی ہے
اس لیے ان کو مار کر کم کر دینا چاہیے؟

محمد حسن۔ ایسا تو نہیں ہے کیونکہ عوام تو خود خواص کے ہاتھ
میں ہیں اور بغیر سوچے سمجھے اُن کے احکام کی پیروی کرنے لگتے ہیں

شیخ صاحب۔ میرے نزدیک تم نے لفظ خواص صحیح استعمال
نہیں کیا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ عوام بعض شریر لوگوں کے کہنے میں
آ جاتے ہیں اور بغیر سوچے سمجھے لڑ بیٹھتے ہیں، حالانکہ اس سے پہلے
قربانی بھی ہوتی تھی، باراتیں بھی نکلتی تھیں، باجہ بھی بجتا تھا،
لیکن نہ کبھی ہندو مخالفت کرتے تھے اور نہ مسلمان برہم ہوتے تھے

جب سے یہ قومی تحریکیں شروع ہوئی ہیں اور تم سے ناتجربہ کار لوگ لیڈر بنے ہیں یہ مصیبتیں نازل ہونی شروع ہوئی ہیں ورنہ اس سے پہلے ہندو مسلمان جس خلوص سے باہم زندگی بسر کرتے تھے، وہ اب خود مسلمانوں میں باہم کر نظر نہیں آتا، اس لیے ضرورت ہے کہ ایسے شریر لوگوں کا علاج کیا جائے تاکہ فساد کا عنصر ہی مٹ جائے۔

احمد حسن (چھوٹا بیٹا) مگر مجھ سے شیخ تہوّر علی صاحب کہہ رہے تھے کہ ابکی بقرعید میں ہمارا گاؤں بھی فساد سے محفوظ نہ رہے گا۔ جب سے دھرم شالہ میں سوامی پرمانند اور پنڈت **مدن موہن جی** اور **گھسیٹا قصائی** کے ہاں اس کے پیر **بسم اللہ شاہ** آئے ہیں یہاں کے ہندو مسلمانوں میں بھی کشیدگی پیدا ہوگئی ہے۔ اُدھر سوامی جی اور پنڈت جی ٹھاکروں کو سکھا رہے ہیں کہ گئو ماتا کی قربانی نہ ہونے دینا۔ اِدھر بسم اللہ شاہ قصائیوں سے کہہ رہے ہیں کہ **گائے** کا جلوس ضرور نکالنا، اِدھر کی خبریں اُدھر اور اُدھر کی خبریں اِدھر پہونچتی ہیں اور برابر اشتعال بڑھتا جارہا ہے"

احمد خاں (شیخ سے) آپ صرف اشتعال کہہ رہے ہیں، وہاں تیاریاں بھی ہوچکیں، الہ آباد سے دو تین سو لاٹھیاں پرسوں ہی آئی ہیں اور چاروں طرف کے گاؤں میں یہ پیغام جاچکا ہے کہ بقرعید کی شام کو سب لوگ تیار ہوکر یہاں آجائیں۔ ادھر گائے کے جلوس کے ساتھ نکالنے کا سارا سامان ہوچکا ہے اور باجے والوں کو بیعانہ دیا جاچکا ہے"

شیخ صاحب - ہاں یہ باتیں میرے کان میں بھی پڑچکی ہیں اور میں فکر میں ہوں کہ کیونکر اس فتنہ کا انسداد کیا جائے کل شام کو ٹھاکر گھنشیام سنگھ مجھے ملے تھے اور میں نے ان سے ذکر کیا تھا، لیکن انھوں نے کہا کہ وہ خود فکرمند ہیں لیکن شریر لڑکے اور سوامی جی کے چیلے فساد پر آمادہ ہیں۔ بہرحال ابھی تین دن باقی ہیں اور کوئی تدبیر سوچنا چاہیے آج تک ہمارے ہاں یہ جھگڑا کبھی نہیں اُٹھا اور اگر ایک مرتبہ بھی اس کی بنیاد پڑگئی تو پھر ہمیشہ کیلیے یہ آگ مشتعل ہوجائیگی **ممدو میاں** تمہاری کیا رائے ہے۔

محمد حسن - میری سمجھ میں تو یہی آتا ہے کہ ایک جلسہ کرکے پنڈت جی سوامی جی اور بسم اللہ شاہ کو بلایا جائے اور انھیں کے ساتھ گاؤں کے تمام بڑے آدمیوں کو اکٹھا کرکے آپس میں فیصلہ کرلیا جائے مجھے تو یقین ہے کہ یہاں کے مسلمان آپ کے کہنے کو ٹالیں گے اور ہندوؤں پر بھی کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوگا"

تھوڑی دیر تک اور گفتگو ہوئی اور آخرکار دوسرے دن جلسہ کا انعقاد قرار پاگیا۔

(۲)

اس قسم کے جلسوں میں جو کچھ ہوا کرتا ہے، یہاں بھی ہوا تقریریں ہوئیں، لوگوں کو امن و سکون کے برکات سے آگاہ کیا گیا، اور اُس زمانہ کی یاد دلائی گئی جب ہندو مسلمان باہم نہایت محبت و خلوص سے زندگی بسر کرتے تھے، سوامی جی اور پنڈت جی نے بھی ہاں میں ہاں ملائی، بسم اللہ شاہ نے بھی اتفاق کیا، لیکن شام کو جب اپنے اپنے گھروں میں پہونچے، تو شیطان بدستور سروں پر سوار تھا اور یہ امن شکن درندے اسی طرح اپنی خونخوارانہ تدابیر میں مصروف تھے،

جلسہ میں یہ امر قرار پایا تھا کہ نہ مسلمان گائے کا جلوس نکالیں اور نہ ہندو اُن قربانیوں کو روکیں جو ہمیشہ سے ہوتی چلی آرہی ہیں لیکن نہ بسم اللہ شاہ نے اسپر عمل کیا اور نہ ہندوؤں نے، خفیہ تیاریاں جاری رکھیں اور بقرعید سے ایک دن پہلے دونوں جانب سے وہ تمام انتظام مکمل ہوگیا جو دو فوجوں کے مقابلہ کے لیے کیا جاتا ہے، شیخ صاحب کو بھی اس کی خبریں معلوم ہوئیں اور ان کی فکریں بہت بڑھ گئیں، اُن کے لیے ممکن تھا کہ وہ دو چار دن کے لیے گاؤں چھوڑ کر کسی اور جگہ چلے جاتے، لیکن اسے ان کی

غیرت نے گوارا نہ کیا اور ہر چند وہ گائے کی قربانی کرنے والے نہ تھے، لیکن وہ سمجھتے تھے کہ گاؤں کا سربرآوردہ شخص ہونے کی حیثیت سے ان پر بھی ضرور الزام آئیگا اور ممکن ہے کہ اس ہنگامہ میں انکو کوئی ضرر بھی پہونچ جائے - آخر کار انھوں نے مجبور ہو کر متعلقہ تھانہ کو تمام حالات سے اطلاع دی اور چونکہ الہ آباد بھی چند میل کے فاصلہ پر تھا اس لیے مفصل تحریر کلکٹر ضلع کے پاس اپنے چھوٹے بیٹے کے ذریعہ سے بھیجدیا تھانہ دار نے تو خیر زیادہ توجہ نہیں کی اور وہ دوسرے دن بہت دیر میں پہونچا لیکن کلکٹر نے رات ہی رات مسلح پولیس کا ایک دستہ وہاں بھیجدیا اور افسر متعینہ کو حکم دیا کہ سوامی جی، پنڈت جی اور بسم اللہ شاہ کو جا کر فوراً گرفتار کر لیا جائے، لیکن یہ بہت زیادہ ہوشیار تھے اور پولیس کی آمد سے پہلے ہی سارا انتظام کر کے چلدیے تھے اس لیے وہ تو گرفتار نہ ہو سکے، البتہ گاؤں والے ضرور ڈر گئے اور بقرعید بغیر کسی غیر معمولی واقعہ کے خیریت سے گزر گئی، گائے کا جلوس بھی نہ نکل سکا اور نہ کسی ہندو نے گائے کی قربانی کی مخالفت کی

(۳)

بقرعید کو گزرے ہوئے ایک ہفتہ ہو چکا ہے اور گاؤں میں بظاہر امن وسکون ہے، لیکن اندرونی خلشیں بہت بڑھ گئی ہیں اور محرم کے زمانہ میں فساد کا ہونا یقینی صورت اختیار کرتا جاتا ہے - پنڈت جی اور سوامی جی بھی واپس آگئے ہیں اور بسم اللہ شاہ تشریف لے آئے ہیں - تعزیہ نکلنے کے راستہ میں مندر کا چبوترہ بڑھا دیا گیا ہے اور تعزیہ نسبتاً زیادہ بلند بنایا جا رہا ہے تاکہ مندر کے سامنے پیپل کی شاخیں اس کو روکیں اور اس طرح فساد کی ابتدا ہو

شیخ صاحب مع اپنے دونوں بیٹوں اور چند مسلمانوں کے اپنے مکان میں بیٹھے ہیں اور اسی مسئلہ کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے

شیخ صاحب "ممکن ہے کہ محرم میں بھی حکومت کی مدد سے امن قائم رہے لیکن آخر یہ کب تک سلسلہ جاری رہ سکتا ہے جب دلوں کا یہ حال ہے تو یوں بھی کسی دن فساد ہو جائیگا محرم اور بقرعید پر کیا منحصر ہے، علاوہ اسکے کس قدر شرمناک بات ہے کہ ہمکو بار بار حکومت سے مدد لینے کی ضرورت پڑتی ہے اور ہم خود اپاہجوں کی طرح بیٹھے ہوئے ہیں - میاں محمود بولو، تم کو کافی تجربہ ہے، کیا کرنا چاہیے"

محمد حسن - یہ بالکل صحیح ہے کہ جب ہمارے دلوں میں خلش پیدا ہو گئی ہے تو حکومت اسکا انسداد کب تک کر سکتی ہے، لیکن یہ خلش اُس وقت تک نہیں مٹ سکتی، جب تک دونوں طرف کے دعویٰ کرنے والوں کو ہموار نہ کیا جائے"

شیخ صاحب "وہ کیونکر ہموار ہو سکتے ہیں"

محمد حسن "اُن کو پھر بلائیے اور سمجھائیے، شاید مان جائیں، ہم زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتے ہیں"

شیخ صاحب کو اوّل تو کسی بات پر غصہ نہ آتا تھا، لیکن جب آجاتا تھا تو بے پناہ ہوتا تھا، محمد حسن کا یہ جواب سنکر انکا چہرہ سُرخ ہو گیا اور وہ انتہائی برہمی کے ساتھ بولے کہ "محمود میاں" میں سمجھتا تھا کہ تعلیم حاصل کر کے تمھیں کچھ عقل کا حصہ بھی ملا ہوگا، لیکن اسوقت مجھے یقین آگیا کہ تم سے زیادہ احمق کوئی نہیں ہو سکتا - بلانے اور سمجھانے کا نتیجہ کیا ایک دفعہ تم دیکھ چکے ہو اور تمھارے اس مشورہ پر عمل کر کے میں اپنی توہین پہلے بھی کرا چکا ہوں، کیا دوبارہ تم مجھے ذلیل کرانا چاہتے ہو - ناممکن ہے - اور ہاں یہ تم نے کیا کہا کہ "ہم زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتے ہیں" مہربانی کر کے آپ لوگ جائیں، میں بتادونگا کہ زیادہ سے زیادہ کیا کیا جا سکتا ہے اور یہ کہ فتنہ فرو کرنے کے لیے، اپنی عزت قائم رکھنے کے لیے اور امن وسکون پیدا کرنے کے لیے اس وقت ملک کو جس تدبیر کی ضرورت ہے وہ کیا ہو سکتی ہے"

دوسرے دن آدھی رات کا وقت ہے، سارے گاؤں میں

سناٹا چھایا ہوا ہے اور ہر شخص مصروف خواب ہے، لیکن شیخ صاحب باہر نشستگاہ میں چاروں طرف کا دروازہ بند کیے ہوئے بیٹھے ہیں اور ان کے قریب ہی انکا چھوٹا بیٹا احمد حسن اور رمضانی ہرواہا بھی موجود ہے - نہایت آہستہ آہستہ گفتگو ہو رہی ہے اور کبھی کبھی خاموش ہو کر آہٹ لے لی جاتی ہے کہ کوئی شخص باہر کھڑا ہوا سن تو نہیں رہا ہے -

شیخ صاحب " احمد حسن " تم اگرچہ خاموش انسان ہو لیکن بزدل و نامرد نہیں ہو اس کا مجھے ہمیشہ سے یقین ہے، میں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اپنے گاؤں سے فساد کے خطرہ کو ہمیشہ کے لیے مٹا دوں - اور یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے میں اپنی جان تک دینے کی پرواہ نہیں کروں گا، اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ تم بھی میرا ساتھ نہ دو "

احمد حسن " آپ کو یہی یقین کرنا چاہیے، بلکہ میں تو یہ عرض کرونگا کہ آپ حکم دیجیے میں تعمیل کرونگا، آپ خود کیوں کسی بات کی تکلیف اٹھائیں "

شیخ صاحب " نہیں جب تک میں تمھارے ساتھ نہ ہونگا مجھے کیونکر یقین آئے گا کہ تم میری خواہش کے مطابق کام کروگے (رمضانی سے مخاطب ہو کر) کیوں رمضانی، وہ وقت یاد ہے کہ جب ہم تم دونوں ساتھ کھیلا کرتے تھے، پھر کیا ہم تم دونوں ایک ساتھ مرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتے "

رمضانی " شیخ جی " یہ کیا کہتے ہو، کوئی حکم دیکے دیکھو، جان دینے سے زیادہ کوئی بات ہو تو وہ بھی کہہ ڈالو - عذر کروں تو مسلمان نہیں -

شیخ صاحب " مجھے تم سے یہی امید ہے، اچھا تو پھر کل رات کو ٹھیک ۱۱ بجے میرے پاس آجانا اور یہ سمجھ کے آنا کہ شاید صبح دیکھنا نصیب نہ ہو گی -

(۴)

رات کا پچھلا پہر ہے، سرد ہوا نے سب کو افسون خواب میں مبتلا کر رکھا ہے اور ہر شخص غافل نیند سو رہا ہے، پنڈت جی اور سوامی جی بھی دھرم شالہ میں جو آبادی سے ذرا فاصلہ پر واقع ہے، صحن میں سو رہے ہیں کہ دو آدمی چار دیواری پھاند کر اندر آتے ہیں اور آہستہ آہستہ ان کے پلنگوں کے پاس پہونچکر منہ سے چادر ہٹاتے ہیں، ایسے وقت میں فوری خیال ہمیشہ چور کا ہوا کرتا ہے اور اس خیال کے ساتھ ہی آدمی چیخ اٹھتا ہے، لیکن جب قبل اس کے کہ ان کی آواز منہ سے نکلے دو ہاتھ دونوں کے گلے پر تھے - جب ذرا حواس درست ہوئے، آنکھوں اور کانوں نے دیکھنے اور سننے کی قوت مجتمع کر لی تو ان حملہ کرنے والوں میں سے ایک شخص نے جو معمر تھا کہا کہ پنڈت جی، سوامی جی شور کی کوشش نہ کرنا ورنہ (چھری دکھا کر) فوراً یہ تمھارے حلق کے اندر ہو گی، اس لیے ہم لوگ تمھارا گلا چھوڑے دیتے ہیں، آہستہ سے اٹھو اور دو باتیں ہماری سن لو "

یہ کہکر انھوں نے اپنے اپنے ہاتھ ہٹا لیے اور پنڈت جی اور سوامی جی کو ایک ہی چارپائی پر بٹھلا کر اور خود ان کے سامنے ہو کر ایک شخص بولا " تم کو معلوم ہے کہ ہم یہاں کیوں آئے ہیں ؟ اگر نہیں معلوم تو ہم بتاتے ہیں کہ اس گاؤں سے فتنہ و فساد کو ہمیشہ کے لیے دور کرنے آئے ہیں - یہ بالکل ممکن تھا کہ ہم سوتے میں تمھیں ہلاک کر ڈالتے، لیکن مردی کے خلاف تھا اس لیے اس کو گوارا نہ کیا - چونکہ تم لوگ سنگھٹن کے طرفدار ہو اور خود بھی فن سپہ گری کے ماہر ہو گئے، اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ غریب گاؤں کے لوگ آپس میں لڑیں، تم ہم آپس میں فیصلہ کر لیں - تم بھی دو ہو اور ہم بھی دو ہیں، اگر تمھارے پاس کوئی ہتھیار نہ ہو، تو یہ دو تلواریں لو اور ہمارے مقابلہ میں آجاؤ "

یہ سنکر پنڈت جی اور سوامی جی کے حواس خراب ہو گئے "

تھر تھر کانپنے لگے اور ہاتھ جوڑ کر بولے کہ آپ جو چاہیں کہیں، لیکن فساد کا الزام ہم پر نہ رکھیئے، اگر آپ کہیے تو ہم اسوقت گاؤں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور قسم کھا کر وعدہ کرتے ہیں کہ پھر کبھی اس طرف کا رُخ نہ کریں گے"

حملہ آور (ہنسکر) "اے نامردو، تھیں اتنا بھی نہیں معلوم کہ کہ جو شخص اس حد تک پہونچ جاتا ہے، پھر اس کے لیے دو ہی صورتیں ہوتی ہیں، اپنی جان دیدے، یا دوسرے کی لے لے، اس لیے عذر و معذرت کا وقت تو گزر گیا، بقرعید کے موقع پر میں نے تمھیں سمجھایا تھا کہ خدا کے لیے ہمارے گاؤں میں فساد کی آگ مشتعل نہ کرو، لیکن تم نے پرواہ نہ کی - اب میں دوبارہ تجربہ کرکے گاؤں کو ہلاکت میں ڈالنا نہیں چاہتا، اُٹھو جلد اُٹھو وقت کم ہے، ڈرتے کیوں ہو، تم لوگ ہم سے زیادہ قوی ہو، کثرت کرتے ہو، تلوار کی مشق ہے، پھر کیا اندیشہ - اس سے بہتر موقع تمھارے لیے اور کیا ہوگا دو مسلمانوں کی جان لو اور ہماری آبادی کم کرو"

اس شخص کے تیور ایسے نہ تھے کہ بہادر سا بہادر انسان بھی دیکھ ایک مرتبہ سہم نہ جاتا، چہ جائیکہ پنڈت جی اور سوامی جی جنھوں نے شاید کسی معرکہ میں دور سے بھی حصہ نہ لیا تھا - دونوں ہاتھ جوڑ کر قدموں پر گر پڑے اور اپنے قصور کی معافی چاہی - لیکن حملہ آور ہٹ گیا اور بولا کہ اب میں آخری مرتبہ پھر کہتا ہوں اگر تم نے اسکے جواب میں ہمارا مقابلہ نہ کیا تو تمھاری جان ہمارے لیے حلال ہو جائیگی یہ سنتے ہی دونوں پھر بدحواس ہوکر گر پڑے لیکن یہ گر پڑنا پھر اُٹھنے کے لیے نہ تھا، کیونکہ اس کے بعد ہی دو تلواریں ان دونوں کے سینوں میں پیوست ہو گئیں اور وہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے

. . . .

یہ دونوں حملہ آور یہاں سے واپس ہوکر جس وقت گاؤں کے تالاب کے کنارے پہونچے تو سامنے سے ایک آدمی اور آتا ہوا نظر آیا یہ اُسکو دیکھ کر رُک گئے اور جب وہ قریب پہونچا تو انھوں نے پوچھا کہ "کیا ہوا" اس نے اس کے جواب میں اپنی تلوار میان سے نکالکر کہا کہ "اُس نے کوئی مقابلہ نہیں کیا اور نہایت خاموشی کے ساتھ جان دیدی"

یہ سُنکر تینوں نے اپنی تلواریں تالاب میں نہایت اطمینان سے دھوئیں، کپڑے صاف کیے اور پھر گاؤں میں داخل ہو گئے"

(۵)

صبح ہوئی تو چوبے پور میں برہمی کی آگ لگی ہوئی تھی اور ہندو سیکڑوں کی تعداد میں اپنے رہبروں کے قتل سے متأثر ہو کر مسلمانوں پر حملہ کرنیکی تیاریاں کر رہے تھے لیکن جب انھیں معلوم ہوا کہ بسم اللہ شاہ بھی رات کو اسی طرح قتل ہو چکے ہیں، تو اُنکا جذبۂ انتقام کچھ سرد ہوا اور یہ دیکھکر کہ مسلمان بھی اپنے پیر کے واقعۂ قتل سے کم متأثر نہیں ہیں، دونوں فریق اپنی اپنی جگہ خاموش ہو گئے"

پولیس کو اطلاع ہوئی اور شام تک ایک کافی تعداد سپاہیوں اور پولیس افسروں کی وہاں جمع ہو گئی تفتیش شروع ہوئی لوگوں کے بیانات قلمبند ہونے لگے، قدموں کے نشانات کا سراغ لگایا جانے لگا، لیکن پتہ نہ چلا کہ یہ حرکت کس کی ہے - اس کے بعد انسپکٹر پولیس، سپرنٹنڈنٹ، کلکٹر، خفیہ پولیس کے لوگ سبھی نے آ آکر کوششیں کیں کہ کسی طرح قاتلوں کا پتہ چلے لیکن کامیابی نہ ہوئی - اور نہ اس واقعہ کے بعد کسی اور لیڈر نے یہاں آنے کی جرأت کی

اسکے بعد ضلع کے اکثر مقامات میں فساد ہوا، مسلمان ہندوؤں میں جنگ ہوئی، لیکن چوبے پور میں پھر کبھی فتنہ نہ اُٹھا اور وہاں کے ہندو مسلمانوں میں وہی رشتۂ اخوت قائم ہو گیا جو پہلے کبھی پایا جاتا تھا - شیخ صاحب کی صحبت میں جب کبھی اس واقعہ کا ذکر آتا ہے تو وہ اظہار خیریت کے ساتھ یہ ضرور کہتے ہیں کہ :-

" یہ جرم کیسا ہی سنگین کیوں نہ ہو لیکن اسمیں شک نہیں کہ اس سے زیادہ کار ثواب اور کوئی نہیں ہو سکتا"

نیاز فتحپوری

محبت کے عریان جذبات

(از جناب مولوی عبد الحمید صاحب نعمانی ناظم دائرۂ ادبیہ مالیگاؤن)

امیرہ ایملیا کا مکتوب جنرل فتز روی کے نام

امیرہ ایملیا جارج ثالث شاہ انگلستان کی اولاد مین سب سے چھوٹی تھی، اور اپنے بلند اوصاف اور دلکش جمال کی بنا پر مشہور ہو چکی تھی، جارج موصوف سلطنت کے افکار اور کثرت مشاغل سے پریشان رہتا، اور چونکہ اس کے کل شہزادے عوام کی لڑکیون سے منسوب تھے اس لئے امیرہ ایملیا بادشاہ کی عنایتون اور شفقتون کا مرکز بن گئی، جارج کو اس سے شدید محبت تھی، مگر اس کا دل جنرل فتز روی کی محبت کا شکار ہو چکا تھا، جو جارج کے مقرب مصاحبون مین تھا، بادشاہ کا تقرب اور اس کے ساتھ اخلاص وصداقت نے جنرل موصوف کو لب کشائی سے مجبور رکھا، ورنہ "دونون طرف تھی آگ برابر لگی ہوئی"۔
آخر جنرل کی خاموشی نے امیرہ کو بیمار کر دیا، اور وہ گھلتے گھلتے بستر علالت سے آغوش قبر مین جا پہونچی، امیرہ نے ایسرہ ماری کو وصیت کی تھی کہ وہ جنرل کو اس کا آخری سلام پہونچا دے، موصوفہ کا ایک خط ملاحظہ ہو۔

جے بی شارل!

کل کی شب مین بہت بے چینی رہی، فرش پر کسی کروٹ قرار نہ آتا اور نہ آنکھین سکون کے ساتھ بند ہوتین ہین ہر چند چاہتی تھی کہ آنکھین بند کر لون لیکن آپ کے آخری خطوط میرے اضطراب مین اضافہ کرتے رہے، اور نیند مجھسے بھگاتے رہے، اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ ان خطوط کا مجھ پر کیا اثر ہوگا، تو یقیناً ایک حرف بھی تحریر نہ فرماتے،
کاش آج آپ میرے پاس ہوتے، اور دیکھتے کہ آپ کی محبت نے میرے پہلو مین ایک پگھلنے والے دل اور مایوسی کی برداشت نکرنے والے جگر کے سوا کیا باقی رکھا ہے! اب بھی اگر آپ کے دل مین شکوک وشبہات کی تاریک لکیرین موجود ہین، تو کیون مجھے ایسی محبت کے پردے مین دھوکہ دیتے ہین، جسکی ہستی موسم سرما کے بادلون سے زیادہ وقیع نہین کہ ابھی فضا کو محیط ہے اور ابھی پاش پاش ہے، کیون مجھے ایسی حالت مین رکھتے ہین کہ مین غلط امیدون سے اپنا دل بہلاؤن! کیا مین نے اپنا دل چیر کر نہین بتا دیا ہے کہ اس مین محبت ہے اور امیدین، پھر کیون آپ مجھسے اپنا مافی الضمیر چھپاتے ہین؟
آپ کے ہاتھون مین عذاب مین ہون، اگر یہ عذاب میری محبت کی جزا ہے تو یہ بہترین جزا ہے مین اس جزا مین فراق کے سوا کل عذاب برداشت کر سکتی ہون، اگر عذاب مفارقت کا حکم بھی نافذ ہو چکا ہے تو میرے دلکی بدبختی کی جو محبت کے بوجھون سے دبا ہوا ہے انتہا ہو چکی،
آج میری تسلی اسی مین ہے کہ ماضی کی یاد سے لطف اندوز رہون، چنانچہ فرصت کے اوقات ہین آپ کے گزشتہ خطوط کے پڑھنے مین صرف کرتی ہون، حتی کہ بعض خطوط کثرت تلاوت کی بنا پر ۱۰۰ سے قریب ہو چکے ہین، اور یہ سب اس سے کہ میرا دل تشنہ ہے، اسے محبت کی تکلیفون سے بے خبر! میرا دل تشنہ ہے،
مین آپ کو یاد کرتی ہون اور آپ مجھسے روپوش ہین، آپ نے اپنے کان بند کر لئے ہین، اس لئے میرے دل کی دھڑک نہین سن سکتے اور میری لاغری اور نقاہت کی طرف توجہ نہین فرما سکتے، کیا یہ حرام نہین کہ آپ پہلے ایک خالی دل کو کمند الفت مین گرفتار کرین اور

پھر اس سے اعراض فرمائین خدا کے حوالے وہ شخص جسکو مین ہر وقت یاد کرتی ہون اور جو میرا محبوب ہے،

میرے سامنے آپ کا بھیجا ہوا فوٹو ہے، جب مین اسے دیکھتی ہون اندر سے میرے جذبات ہیجان مین آتے ہین، اور مین آپ کی طرف بہنے لگتی ہون، آپنے مجھے عادی بنا دیا تھا کہ خود کو آپ کے پہلو مین ڈالدون، آج مین اس عادت کی تکمیل کس پہلو مین کرون، کاش ابدیت (فنا) کا منہ کھلا ہوتا اور مین اس مین کود پڑتی، اور اس زندگی سے جو سراپا شقاوت ہے نجات پا جاتی،

کس قدر روکھا پھیکا ہوتا اگر عالم کائنات کا دسترخوان محبت کے نمک سے خالی ہوتا، ابدیت کی طویل مدت محبت ہی کے ہاتھون مختصر ہو جاتی ہے، محبت در حقیقت آسمان پر رہنے والون کے لئے فرشتون کا سلام ہے، کیا آفتاب کی کرنون اور محبت کی شعاعون سے قلوب روشن نہین ہین، اور کیا ان دونون کا سرچشمہ معبودون کا تبسم نہین؟ اگر انسان پر معبودون کی عبادت فرض ہے تو اسکی یہی وجہ ہے کہ عبادت محبت کا چشمہ ہے عبادت اور محبت دونون مین نفس ایک ایسے معبود کے آگے جھکتا ہے، جس کا ادراک نہین ہو سکتا، دونون حالتون مین ایک نفس دوسرے نفس سے مخاطب اور سرگوشی کرتا ہے، اور دونون حالتون مین خاموشی گفتگو سے زیادہ بلاغت رکھتی ہے،

بہت کچھ قابل ذکر خبرین ہین، اور جی چاہتا ہے کہ لکھون، لیکن غم والم لکھنے نہین دیتا اور پھر آج آپکو میرے متعلق خبرون کی اہمیت کیون! جب کہ ماضی کی داستان آپنے بھلا دی، اور گزشتہ واقعات کی یاد آپکے قلب سے محو ہو چکی، کیا مردون کی محبت بنفشہ کے دنون سے بھی کم ہوتی ہے، کیا اس قدر جلد یہ روحانی شعلہ سرد ہو جاتا ہے اور دل کو ظلمت کی گہرائیون مین چھوڑ جاتا ہے۔

آج صبح مین باغ مین گئی، اور جس درخت کے سایے مین ہم آخری مرتبہ جمع ہوئے تھے، اسی کے نیچے پتھر پر بیٹھی، پتھر پر ایک گہری نظر ڈالتے ہی میرے جذبات مین ہیجان پیدا ہوا اور دل کی حرکت نہایت سرعت کے ساتھ بڑھنے لگی، اس لئے کہ مجھے ماضی کا مبارک وقت یاد آگیا، کیا آپ کو یاد ہے کہ وہ موسم بہار کا تھا، نسیم بیمار تھی، اور فطرت کی ہر چیز مصروف تبسم نظر آتی تھی، آہ اس بہار اور اس خزان کی یہ پامالی شکستہ دلون پر کس قدر شدید ہے اس منظر سے گلستان زندگی کا وہ دور خزان یاد آتا ہے، جب کہ محبت کے پھول افسردہ ہو چکے ہون، دل کی بیتابانہ دھڑک سکون پذیر ہو رہی ہو، محبت کا ترنم جو ملائکہ کا نغمہ ہے خاموش ہو چکا ہو،

آپ غمگین اور دلگیر کیون ہین؟ اگر غم والم ضروری ہے تو اسکی اولین مستحق مین ہون آپ کیون شاکی ہین، اور اس زندگی مین آپ کے لئے وجہ ملال کیا ہے؟

ایام شباب، حسن و جمال، علم و عقل اور ہر وہ چیز جسکی ایک انسان اس عالم مین تمنا کر سکتا ہے کیا خدا نے آپ کو عطا نہین کی، مجد و بزرگی کا میدان آپ کے قدمون کے سامنے وسیع، اور ہر عورت کا دل آپ پر نثار ہے پس آپ کو خوش ہونا چاہئے، اس لئے کہ زندگی کے دن پھول سے بھی کم ہوتے ہین، اس لئے کہ آپ کی ترشروئی اس دنیا کی تاریکیون مین ترقی کر رہی ہے، اس لئے کہ تبسم کی شعاع ملال کے بادلون کو چھانٹ سکتی ہے، اس لئے کہ مری احد تسلی اسی مین ہے کہ مین آپکو اس زندگی مین خوش بخت دیکھون - آپکو سوستے دل، اور پگھلتے پہلو کا سلام، زخمی جگر اور خونین آنکھونکا سلام، شاید آپکو یہ میرا آخری نیازنامہ ہے اس سے کہ ڈاکٹرون نے مجھے سخت تاکید کی ہے کہ مین ان مناظر اور مشاغل سے دور رہون جنسے مجھے آپ کی اور گزشتہ ایام کی یاد آتی ہو۔

اور ہر حال مین آپ کی محبت پر مستقل طور پر ثابت قدم ہون اور قسم کھا چکی ہون کہ آپ کو نہ بھولونگی،

"امیلیا"

عورت ہندوستان مین

(از جناب محمد صادق حسین صاحب - بی اے علیگ)

عورت کیا ہے اور دنیا مین کیون آئی؟

اِس کا مختصر اور جامع جواب شاید یہ ہوسکتا ہے کہ "عورت محبت کی چیز ہے اور دنیا مین محض اسی لئے آئی"، عام اِس سے کہ وہ محبت براہ راست ذات سے تعلق رکھتی ہو یا افزایش نسل انسانی سے۔

زرا اور وسعت نظر سے کام لیا جا ے تو معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا وجود۔ وجود ذاتی نہین بلکہ محض اضافی ہے۔ یعنی مقصد تخلیق مرد ہے نہ کہ عورت۔

اگر مرد ایک ہستی مطلق ہے تو عورت ایک وجود مختصر ، مگر تکمیل فطرت کے لیے عورت کا ہونا لازمی ہے! بلکہ

"عورت"، شیکسپیر کے الفاظ مین "مجسم عشوہ گری ہے اور بے فوج کی سلطنت صرف اِسی کا حصّہ ہے"

"عورت"، اسلامی نکتۂ خیال سے "رفیق زندگی اور نازک آبگینہ ہے" اور فضلا ے مسیح کے زاویۂ نظر سے فساد کی جڑ۔ عیوب کا سرچشمہ اور جہنّم کا دروازہ ہے"

عورت مرد کے مقابلہ مین زیادہ پُر کیف ہوتی ہے۔

عورت بلا چاہنے وا ے کے زندہ نہین رہ سکتی۔

عورت کا حسن اور بالخصوص شباب جسقدر زیادہ نمایان - نظر فریب اور دل آویز ہے، اسیقدر زیادہ عارضی سریع الزوال اور چشمک برق۔

جہانتک قدرتِ منصف مزاج کا دائرۂ عمل متعلق ہے۔ متذکرۂ صدر اصول - آب وہوا اور رنگ وروپ کے بلا لحاظ ہر زمانہ اور ہر طبقہ مین جاری وساری ہین۔

کچھ مثالین ہین اور ضرور ہین جہان انسان قدرت سے دست وگریبان نظر آتا ہے۔ کھلّم کھلّا اسکی مخالفت کرتا ہے اور اُس کے مقررہ قوانین کے خلاف عمل پیرا ہے اور تاج فتح بھی اسی کے سر ہے۔ گو مجھے بذات خود اِس طبقۂ خیال سے مطلق اتفاق نہین۔ لیکن صنفِ نازک کے تعلقات باہمی ہین اگر اسی اصول کو روا رکھا جاتا ہے تو نتائج نہایت مذموم - مضرت رسان اور ناقابل تلافی پائے جاتے ہین۔

لقاے نسل کے لیے دنیاے حیوانات مین نر ومادہ کا اتصال ایک خاص وقت اور زمانہ کا پابند ہے۔ اور اشرف المخلوقات کے علاوہ کوئی حیوان زمانۂ مقررہ کے خلاف اِس فعل اتصال کے جرم کا ارتکاب کبھی نہین کرتا۔ انسان ہی صرف ایک ایسا ناقص العقل حیوان ہے جو اپنے تعلق مستقل یا اتصال باہمی کے نازک اور اہم معاملہ مین عمرِ موزون اور سنِ مناسب کا لحاظ اکثر نہین کرتا۔

جس طرح ہندوستان علوم موجودہ سے ناواقفیت۔ تہی دستی اور طوق غلامی کو طوق زرین سمجھنے مین دُنیا کی کسی قوم وملّت سے پیچھے نہین اسی طرح وہ اِس غفلت۔ کورانہ روش اور اصولاً اور عقلاً ناپسندیدہ عمل درآمد مین بھی سب کے آگے ہے۔ نا اتفاقی۔ ہماری ایک ممتاز صفت ہے۔ اگر اہل ہنود کی روش عموماً یہ ہے کہ وہ اپنی کنیاؤن کا گٹھ بندھن مناسب وقت سے کہین پیشتر کرتے ہین تو اہل اسلام کا رویّہ یہ ہے کہ وہ اکثر اپنی لڑکیونکو بالغ ہونیکے بہت بعد زوجیت مین دیتے ہین۔ یہ دونون ملک عام اِس سے کہ ان مین سے کس پر کون گروہ عامل ہے اور ہو۔ جس قدر زیادہ تلخ بکام ہین۔ اُسیقدر زیادہ عام!

قبل از وقت شادی

۱- عالم امکان کی کوئی شے ہو اور کوئی ہستی اگر وہ مناسب وقت اور موزون زمانہ سے پہلے استعمال کیجائے تو اُسکی قبل از وقت خستگی لازمی ہے اور یقینی - عورت کا حُسن و شباب جو فی الحقیقت اُسکی تخلیق مقصد کی کامیابی کا اگر مطلقًا نہین تو بہت بڑا ذریعہ ہے - اس قبل از وقت استعمال سے اپنی فطرتی نکھار اور لطافت کو ہرگز نہین پہنچ سکتا - اور یہہ ایک ایسی پائمالی ہے جسکی مثال مادّیات مین قریب قریب ناممکن اور محال !!

نیا دانہ اور نیا پانی اپنے گرد و پیش اور اُنکے اثرات ؟ حفظ مراتب اور امور خانہ داری کی قابل تحسین انجام دہی ! ساس نندون کے دلخراش طعنے سسرال کے بچہ بچہ کی نکتہ چینی - آئے گئے کی پھبتیان اور ان پر خاموشی ! والدین اور اعزا کی مفارقت اور اسکا رنج !! یہ سب کچھ اور ایک ناسمجھ - ناتجربہ کار اور کم سن لڑکی !!!

ماہران اخلاق چشم حقیقت سے ملاحظہ فرمائین کہ ان امور کی انجام دہی اور بوجہ احسن انجام دہی کا بار عظیم ایک مختصر سن و سال لڑکی کس حد تک اُٹھا سکتی ہے اور پھر اس یقینی ناکامیابی کے ناگزیر تلخ نتائج کا اثر ماحول متعلقہ پر کیا ہوگا -

شوہر اگر جوان ہونے کے علاوہ انسان بھی ہے تو وہ ایک مذاق صحیح لطف صحبت اور مخصوص دلچسپی کا بھی متلاشی ہوگا ! کیا ایک کم سن بچی اس تلاش کو پورا کر سکتی ہے ؟

یہی نہین - اُسے شوہر کا مزاج دان ہونا چاہئے اور اُسکا غمگسار - لیکن افسوس وہ ابھی کمسن ہے اور بہت کم سن اور اس مین طفلانہ حرکات موجود ہین - اور کیون نہون ابھی اسکا عالم طفولیت ہے - ابھی اس کے کھیلنے کھانے کے دن ہین نہ کہ بیوی بننے کے -

اس رسم قبیح کے اثرات اگر غور سے دیکھا جائے تو متعدی دیرپا بلکہ مستقل ہین -

۲- فرض کیجئے آج کی سیر گلشن مین ایک قسم کے بظاہر ہم عمر تین پودون کی نرم اور نازک پتیون کو آپ نے نوچا اور اُنکے نرم اور کمزور ڈنٹھلون کو لاپروائی اور بیدردی سے توڑا مروڑا "زندگی تجربات اور مشاہدات کا مجموعہ ہے" آپ نے اپنی اُس شام کی شوخیِ طبع کے کرشمہ ملاحظہ فرمائے ! قدرت بہ زبان بیزبانی کیا معنی خیز سبق دیتی ہے اور کیسے عبرت انگیز اصول بتاتی ہے" !سب سے کنارہ والا پودہ باوجود آپکی دست درازی کے ہرا بھرا اور سرسبز و شاداب موجود ہے - اسکے بعد والا یعنی درمیانی پودہ جو آپ کے تصرف سے آزاد رہا تھا تر و تازہ - فضائے بسیط مین انگڑائیان لے رہا ہے - تیسرا یا آخری پودہ آپکی دست برد کے نظر ہو گیا - نہ اُس مین وہ تری ہے نہ وہ تازگی اور نہ وہ قوت نمو جو پہلے اور درمیانی یعنی اول الذکر اور ثانی الذکر پودے مین - وہ زندہ تو ہے مگر حقیقتًا مردہ اور مقابلتًا زندہ درگور - آیئے غور کرین کہ اثرات مین اختلاف اور تفریق کس پوشیدہ قوت کی کارفرمائی ہے اور کن اصول کا کرشمہ !!

پہلا پودہ تیسرے پودہ کے مقابلہ مین ایسے سن و سال کو پہنچ چکا تھا اور اُسکے رگ و ریشہ - شاخ اور پتہ اسقدر قوی ہو چکے تھے کہ آپ کی شوخی و شرارت اس پر کوئی اثر بد مرتب نکر سکی - وہ اگر دوسرے پودے کے مقابلہ مین جو آپ کی جولانی طبع کا شکار نہین ہوا تھا - پیش نہ لیجا سکا اور اُس سے بہتر ہاتھ پیر نہ نکال سکا تاہم اُسکی ہمسری اور برابری کا دعویٰ کر سکتا ہے - تیسرے یا آخری پودے کی تو مٹی ہی برباد ہوئی - آپ نے اُسے اُس شادابی اور تازگی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا جو اُسکی جوانی کے وقت اور شباب صحیح کے وقت انکا لازمی اور فطری حصہ تھی یا جو چڑھتی جوانی مین جوبن کے نکھار پر اس درخت کی قسمت ہو گی جو آپ کے دستِ تطاول سے محفوظ رہگیا - یہی نہین بلکہ اب تو خدا ہی مالک کہ اسکا شباب شباب صحیح کہا جا سکے اور اُنکی جوانی واقعی جوانی کہے جانیکے لایق بھی ہو سکے - اس خرابی و تباہی مین یہہ راز

مضمر ہے کہ اسے قبل از وقت استعمال کیا گیا۔ اور مناسب ماہ وسال سے پہلے استعمال کیا گیا۔ اس کے بچے اور شاخین تمام عمر اس ناعاقبت بین دست درازی کا نوحہ پڑھین گی اور اسکی مظلومیت تمام عمر اس کی بدقسمتی کا ماتم کریگی۔

دوسرے الفاظ مین قبل از وقت شادی عورت کو اُس حُسنِ شباب پر اُس آب و تاب کے ساتھ جو اُنکا لازمی اور فطری جوہر تھا نہین پہنچنے دیتی اور کبھی ہرگز نہین پہنچنے دیتی۔ وہ اُس کے رنگ و روپ کو تباہ کردیتی ہے اور مستقل طور پر تباہ کردیتی ہے اور اُس مین وہ کیفیت اور لذّت نہین آنے دیتی جو خزانۂ قدرت سے اُسکا حصہ تھی۔ آپ اسکی ترقی حُسن کو اور روز افزون ترقی حُسن کو محض روک ہی نہین دیتے بلکہ کچل دیتے ہین اور ملیامیٹ کردیتے ہین۔

۳۔ اس سے پھر بس نہین بلکہ عورت کی تندرستی خراب ہوجاتی ہے اور اُسکی صحت مین گھُن لگ جاتا ہے! اس کے اعضاے نسائی غیر معمولی طور پر متاثر اور کمزور ہوجاتے ہین اور اُسکے اعضا و جوارح مین طبعی نمو تک پہنچنے سے پہلے ہی انحطاط شروع ہوجاتا ہے۔ کتنے جنین زمانۂ حمل کی تکمیل سے پہلے ہی ضایع ہوجاتے ہین۔ کتنی کمسن مائین نبتے نبتے دنیا کو خیرباد کہدیتی ہین۔ اور کتنی ایک نوزائیدہ نحیف و نزار معصوم کو سوسائٹی کی کج فہمی، ناعاقبت اندیشی اور اپنی نامراد موت کی یادگار چھوڑ جاتی ہین کتنے ہی واقعات ایسے ہین جن مین ماں اور ماں کی آغوش کا متمنی دونون پیوندِ خاک کرنا پڑتے ہین۔ ماں کی جسمانی اور دماغی کمزوری کا اثر اولاد پر منتقل ہوتا ہے۔ بچے دُبلے پتلے کمزور و ضعیف۔ ابتدا ہی سے مختلف امراض کا شکار رہتے ہین جسم و دماغ کا انحطاط اور عمر کا اختصار ہماری نسلون کی آبائی میراث بن جاتا ہے۔

بعد از وقت شادی جس طرح یہ عقل و فطرت کے مترادف ہے کہ عورت مناسب سن و سال سے پہلے "بیوی" بنا دیجاے اُسی طرح یہ بھی صریحی ظلم ہے کہ اُسکو مناسب اور مقررہ عمر کے بعد تزویج کیا جائے۔

۱۔ شباب اور چڑھتا ہوا شباب عورت کی عمر کا وہ حصہ ہے جس پر اُسکو خود خواہ وہ کسی طبقہ کی ہو۔ ناز ہوتا ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جب اُسکی کامرانی اور فتوحات کا دائرہ۔ اگر آپ مبالغہ نہ سمجھین۔ غیر محدود ہوتا ہے۔ اور یہی وہ ممتاز وقت ہے جب وہ اپنی تخلیق کی غرض بدرجۂ احسن بلکہ بدرجۂ اتم پوری کرسکتی ہے۔ اِس زمانہ مین اُسے گھر بٹھائے رکھنا۔ اور زینتِ پہلو ہونیکے بجاے ناکتخدا رکھنا قدرت کی منشا اور اُسکی مقصد خلقت کے کس درجہ برعکس ہے! یہ ایک ایسا ناقابل تلافی ظلم ہے جس کے لئے عورت آپکی کثرت غفلت اور صریحی جہالت کی شکار عورت۔ تمام عمر کفِ افسوس ملتی ہے۔ اور سواے حسرتِ حاصل اُسے کچھ حاصل نہین ہوتا۔ اسکی عمر کے بہترین حصہ کو اسکی تکمیل مقصد کے بغیر سپرد گردش لیل و نہار کردینا عورت کے ساتھ عورت کے محسوسات کے ساتھ اور عورت کی نسائیت کے ساتھ ایک ایسا دوامی اور عظیم احسان ہے جس کے لئے اسے تمام عمر منفعل اور محجوب ہونا پڑیگا۔ صرف اپنی ہی نظرون مین نہین بلکہ اپنے شوہر کی امیدوار نظرون مین بھی اور پھر بھی وہ اِس احسان سے عہدہ برآ نہین ہوسکتی۔

وہ سوچتی ہوگی اور ضرور سوچتی ہوگی کہ اسکی دولتِ حسن بیٹھے بٹھائے لٹ گئی۔ اُسکی جوانی رائیگان گئی اور اُسکا شباب بیکار گزر گیا۔ وہ محسوس کرتی ہے۔ قدم قدم پھر محسوس کرتی ہے اور ناقابل بیان رنج و تاسف کے ساتھ محسوس کرتی ہے کہ اُسکی قدر و قیمت گھٹ گئی اُسکے حُسن کی گرم بازاری کافور ہوگئی۔ اور اُسکی مقناطیسی کشش اسکا ساتھ چھوڑ گئی۔ چھوڑ گئی اور ایسے وقت مین چھوڑ گئی جب اُسکی ضرورت بدرجۂ اولیٰ ہے۔ وہ اپنی اس بیرنگی اور بے قیمتی پر کڑھتی ہے اور خون کے آنسو روتی ہے۔

اُسکی ناقدری و بے قیمتی کا عذاب۔ اُسکے غم و الم کا بار اُسکے حسن و شباب
کا خون۔ یاد رکھئے۔ آپ کی گردن پر ہے اور صرف آپکی گردن پر!!!

۲۔ اِس فعل ناپسندیدہ کے اثرات بھی لازمی نہین بلکہ متعدی
ہین۔ اگر چشم حقیقت نگر سے دیکھا جائے تو صاف نظر آئیگا کہ عورت
کو اُسکی مقررہ عمر کے بعد منسلک کرنیکے نتائج عورت کی ذات سے
متجاوز ہوکر شوہر تک پہنچتے ہین۔ اور جب عورت اور مرد دونون کا
علیٰ قدر کیف متاثر ہونا لازم تو دونون کے تعلقات کا اثر پزیر ہونا
مستقلاً اثر پزیر ہونا لازم تر۔ شوہر شریف اور عقیل شوہر جس مین جذبۂ
حیوانیت کی بجلی موجود ہے۔ عورت کی بیرنگی و بے قیمتی سے متاثر نہو۔
ناممکن اور محال!! عورت کچھ ہی کرے وہ اُس جذب و کیف کو نہین
پیدا کرسکتی جو قدرتی اور فطرتی تھی۔ شوہر کی مایوسی۔ ابتدائی مایوسی
اور ایک حد تک دوامی مایوسی ظاہر ہے کہ عورت کی قدر۔ قسمت
اور قیمت کے ساتھ کیا کریگی!!!

اکثر مثالین ایسی ہین جہان عورت کے حسن کی تارون بھری
چاندنی سفیدی سحر سے مبدل ہوجاتی ہے اور اس کے حسن و شباب
اور جذب و کیف کا سویرا ہوچکتا ہے۔ مرد مین قوت و قابلیت
کی موجودگی اور عورت مین اُنکی قلت یا عدم موجودگی!!! صورت
واقعات کیا ہوگی اور کیا ہوتی ہے!!!

۳۔ فضلائے طب کی تحقیق ہے کہ بلوغ کے بعد قدرت عورت
مین حمل کی قابلیت پیدا کردیتی ہے۔ اور اِس قابلیت یا کیفیت
کی ابتدا اور انتہا کے لیے کچھ واضح نشانات اور علامات! عورت
ایک خاص اور مقررہ عمر تک حاملہ ہوسکتی ہے۔ اور اِس قابلیت
اور ناقابلیت کا وجود و عدم اُن علامات کی موجودگی اور غیر موجودگی
پر کلیتہً منحصر اور مبنی! اگر مقررہ عمر کے اندر وہ حاملہ نہو تو یہہ علامات
غائب اور مفقود ہوجاتی ہین اور اُنکی مفقودگی کے اثرات عورت
کے جسم اور جسم کی ساخت پر تمام تر مرتب ہوتے ہین۔ اِس تحقیقات
سے بادی النظر مین اور واضح نتائج مرتب ہوتے ہین۔ اول تو یہہ
کہ قدرت نے عورت کے حاملہ ہونے کے لیے ایک زمانہ متعین اور
مخصوص کیا ہے۔ اور اِس مقررہ زمانہ کو غالبًا ہماری سہولت
کے لیے کچھ واضح علامات سے ظاہر کردیا ہے!

دوسرے یہہ کہ ان علامات کے غائب ہوجانیکے بعد استقرار
حمل کی امید عبث۔ اولاد کی تمنا بیکار۔ اور قیام النسل کی آرزو۔
خیال!! عورت کو ایسی عمر تک۔ ناکتخدا رکھنا کہ اُسکی قبول حمل کی
قابلیت یا اُسکی تکمیل آفرینش۔ معرض خطر مین آجائے یا بلکہ
کالعدم ہوجائے۔ ایسا گناہ عظیم ہے کہ اُسکا کفارہ نہ دنیا مین
ممکن نہ عقبیٰ مین!!

تجربات کا خزانہ۔ (بیوقوفی کا پوٹ) اور عقل کا مجسمہ (پیر نابالغ)
ہونے کے باوجود عقل اور آنکھون پر جہالت۔ غفلت اور حق
فراموشی کے موٹے موٹے پردے! جوان۔ جذبات صحیح سے سرسبز اور
فطرتی احساسات سے مکلف لڑکی کو گھر بٹھائے رکھنا! اپنے کو اِس
عظیم ترین حق و بار سے مستغنی اور آزاد سمجھنا اور پدر مشفق کے بھیس
مین جذبات کشی اور دختر کشی کی ظالمانہ۔ جاہلانہ اور کورانہ روش
اپنی نوع انسان کے ساتھ سب سے بڑا اور وحشیانہ ظلم اور آخرت کا
ناقابل عفو گناہ ہے۔ مظلوم اور مجبور لڑکی کی ہر آنے جانیوالی سانس
تو آپ کے لیے آہ مظلوم کا کام کریگی مگر یاد رہے کہ قدرت منصف مزاج
(خواہ آپ کسی ملت و مذہب کے ہون) اِس صریحی غفلت اور
فرائض و حقوق کے عدم تکمیل کے لیے ممکن سختی اور شدت کے ساتھ
آپ سے پرسش فرمائیگی۔

نظر حقیقت بین اور حق پسند کے لیے ہولناک سبق آموز ہین
وہ وجود اور متنفر انگیز اور عبرت خیز ہین وہ افراد جو گھرون کی

چار دیواری مین اپنی جوان لڑکیون کو زندہ درگور کے دنیا ے دون کے مہملات اور لغویات مین مستغرق - اِس نازک اور اہم ترین حق اور فرض سے غافل ہین -

مجھے اقرار ہے کہ میرے الفاظ قبل از وقت شادی اور بعد از وقت شادی کی قبیح - تلخ اور مضر رسم کی مکمل تصویر نہین پیش کرسکے "انشاے عریان" کے خوف کی وجہہ سے یا بعض مطالب پر تو مطلق نظر ھی نہین کیجا سکی اور یا اشارے اور کنایہ سے کام لینا پڑا مین محسوس کرتا ہون کہ ایک ایسی خشک بحث جو "ادب لطیف" تو درکنار ادب کی چاشنی سے بھی عاری ہے کسقدر دلچسپی اور توجہ کے ساتھ پڑھی جائیگی -

از ہردوئی

محمد صادق حسین علیگ
بی - اے -

نغمۂ شہید

(از جناب مولانا مولوی محمد صبغۃ اللہ صاحب شہید انصاری فرنگی محلی لکھنوی)

فکر دارین سوا سب سے ہے دیوانے کو
وہ بقا موت کو، گھر کہتا ہے ویرانے کو

اُٹھتے ہی ابر بہاری نے بڑھایا یہ جوش
گھر سے صحرا نظر آنے لگا دیوانے کو

ختم ہونے کے قریب آگئی رودادِ حیات
آپ اب آئے ہین سننے مرے افسانے کو

دیدے تلچھٹ ہی مجھے بھیک سمجھکر ساقی
بھر دے پھولون سے خدا اس ترے میخانے کو

فکر امروز ہے اس کو نہ غم فردا ہے
لوگ دیوانہ نہ سمجھین ترے دیوانے کو

دوستون کے نہ کرم ہین نہ ستم دشمن کے
شام غربت نے کیا ختم اس افسانے کو

اب نہ ہے شکر و شکایت نہ وہ ذکر من و تو
آگیا لیجئے ہوش آپ کے دیوانے کو

وہ بھلا دے دیے اُن کی نگہ شوخ نے آج
پھر سے دُھرانے لگا مین اسی افسانے کو

جس کے پرتو سے ضیا پاش ہوئے شمس و قمر
کاش روشن وہ کرے میرے سیہ خانے کو

دن بہ دن ناز سے بڑھتی ہی رہی شان نیاز
دیدیا طول تمھین نے مرے افسانے کو

آیئے چل کے بسین کوچۂ جانان مین شہید
موڑیے کعبہ سے منہ، چھوڑیے بتخانے کو

شعر اور علم

(از جناب مولانا شاہ محمد فاخر صاحب بیخود ۔ الہ آبادی مدظلہ)

شعرگوئی ۔اگر محض خیالات ۔ واردات ۔ مناظر ۔اور باصطلاح حاضر ۔ جذبات کی تفسیر کا نام ہے ۔ تو زیادہ علم کی محتاجی سے آزاد ہے ۔ اور اگر ۔ حقائق ۔ معارف ۔ حِکَم ۔ اسرار ۔ فلسفۂ درد ۔ تاثیرِ جمال کیفِ عشق کے بیان صحیح کو بھی کہتے ہین تو یقیناً ۔ وسعت علم ۔اور قوت اظہار مقصد واقفیت زبان پر موقوف ہے ۔

جس طرح حروف کی ترکیب سے الفاظ اور الفاظ کی ترتیب و ترکیب سے جملے بنتے ہین ۔ جملون کی تنظیم و تہذیب سے شعر بنتا ہے حروف کے تنافر سے الفاظ کا پاک ہونا فصاحت لفظ ہے ۔اور الفاظ کے تنافر سے خالی ہونا شعر کو فصیح بنا دیتا ہے ۔ غیر مانوس الفاظ ۔ قلیل الاستعمال تراکیب سے کلام بلیغ نہین ہو جاتا ۔ جو لغات زبانون پر زیادہ چڑھے نہین ۔ انھین اگر کسی شعر مین آجکل لوگ دیکھ لیتے ہین تو بلیغ ۔ بلیغ ہے ۔ کے غل سے آسمان سر پر اٹھا لیتے ہین ۔ جس طرح پر کلام بلیغ فصیح ہوتا ہے ۔ فصاحت مین بھی بلاغت سے لچک اور چمک پیدا ہو جاتی ہے ۔

دنیا کی تمام زبانین حاجتمند وسعت ہین ۔ عربی باوجود بے حد وسیع ہونے کے اب بھی دوسری زبانون سے امداد پاتی جاتی ہے ۔ پھر ہماری اُردو کا کیا کہنا ہے ۔ جس کا وجود ہی تمام زبانون کی آمیزش اور اعانت و شرکت سے ہوا ۔ یہان ایک انوکھی بات اور کہنے کو جی چاہتا ہے ۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام اشیاے موجودہ و آیندہ کے اسما سکھاے گئے تھے ۔ اور آنکا ہبوط ہندوستان مین ہوا ۔ فلسفہ کا قول ہے ۔ ہر چیز اپنے خیر کو جاتی ہے ۔ اگر ہندوستان مین ہمہ گیری ۔ ہمہ دانی کا مادہ فطرتاً نہ ہوتا تو حضرت آدم کسی اور جگہ اوترتے ۔ اس لئے ۔ ایک عرب ۔ ایک انگریز ۔ ایک ترک ۔ ایک افغانی ۔ ایک چینی ایک جاپانی ۔ ایک فرنچ ایک روسی ۔ اُردو نہ صحیح بول سکتا ہے ۔ نہ صحیح و فصیح لکھ سکتا ہے ۔ مگر ہندوستانی عربون کی طرح عربی ۔ انگریزون کے مانند انگریزی ۔ ترکون جیسی ترکی ۔ افغانیون کے برابر افغانی ۔ چینیون کے مشابہ چینی ۔ جاپانیون کے مثل جاپانی ۔ ایک فرانسیسی سے کلہ بکلہ فرنچ ۔ روس والون سے صحیح روسی بولتے ہین ۔ بلکہ اہل زبان کو اپنی زباندانی ۔ گویائی ۔ عبور محاورات چکر مین ڈالدیتے ہین ۔

زبان اظہار مافی الضمیر اور بیان مقصد کا ذریعہ ہے اشارون کے بعد صوت کا نمبر آتا ہے ۔ صوت سے حروف کی خلقت ہوتی ہے ۔ مختلف مواقع کیلیے ۔ تنوع اصوات الفاظ پیدا کرتا ہے ۔ ضرورت الفاظ سے جملے ۔ عبارتین بناتی ہے ۔ جب اپنے ملک کے الفاظ ۔ لغات ۔ محاورات ۔ بیان مدعا مین کافی نہین ہوتے ۔ دوسرے ممالک سے عاریت لی جاتی ہے ۔ مستعار کے بعد قرض ۔ قرض کے بعد خریداری کی نوبت آتی ہے ۔ یا غصب و زبردستی کی جاتی ہے ۔ اس طرح روزانہ بڑھتی پھیلتی اور وسیع الذیل ہو جاتی ہے ۔ اُردو جیسے ایجاو کے زمانہ مین مہمان نواز تھی ۔ آج بھی الفاظ کو اپنے کنار عاطفت مین لیتی ہے ۔ اور انھین اپنا بناتی جاتی ہے ۔ یہ مشکل البتہ پیدا ہو گئی ہے کہ اکثر لوگ بے ضرورت بھی دوسری زبانون سے الفاظ صدقہ لے کر اُردو کے دامن کو کشکول گدا بنا رہے ہین ۔

جس کا سبب اکثر اپنی زبان سے عدم واقفیت ۔ اور اپنے

الفاظ پر عدم عبور ہے - روزمرہ کی بول چال الگ رہی - نفیس نثر مین عمدہ شعر مین - غیر مانوس الفاظ - نامستعمل تراکیب سے اطلس مین ٹاٹ کا پیوند جڑنا خدا جانے کیونکر پسند طبع ہے - ہان الفاظ کی نامونسیت کا اعتراض بیشتر بے علمی اور جہل سے بھی ہوتا ہے - اس لیے نظم ونثر لکھنے والے کو علم اللسان - ترکیب الفاظ - اصول بدیع - قواعد بیان پر ایسا عبور ہونا چاہیے کہ غیر مانوس بھی مانوس بنجائے جیسے امام الشعرا حضرت شیخ ناسخ کو تھا مثلاً اُن کے اس شعر مین ؎

طمع ہے انصاف دوستان سے کہ اتنا فرمائین زبان سے
کیا ہے ناسخ نے آسمان سے بلند تر رتبہ اس زمین کا

لفظ طمع - ثقیل ہے - لیکن دوسرا کوئی لفظ اس وزن کا طمع سے زیادہ لطیف - شعر کے مناسب مل نہین سکتا - اس صنف خاص مین غالب کو قدرت نے خاص سلیقہ مرحمت فرمایا تھا -

لغات کو صحیح معنی مین استعمال کرنا - حضرت رشک اور اکثر تلامذۂ خاندان ناسخ کا تمغۂ امتیاز ہے - ذیل کے دو شعر جناب رشک کے ملاحظہ ہون ؎

وقتِ حساب کثرت اغیار وصل مین کہتے ہین بات ٹال کے گنتی غلت ہوئی
سودا ہے حاسبانِ قیامت کا آپ کو تعداد جرم اہل معاصی غلت ہوئی

لفظ "غلت" کو تاے قرشت کے ساتھ استعمال فرماکر مقطع ترتیب دیتے ہین ؎

پروا ہے حرف گیری اہل سخن نہین
اے رشک مستند جو کتاب لغت ہوئی

اصل یون ہے کہ جس طرح کثرت حروف کثرت معنی پر دلیل ہے - تغیر حروف - تغیر معنی پر دلالت کرتا ہے - "غلط" طاے حطی سے عام غلطی کلام مین مستعمل ہے - اور "غلت" تاے قرشت سے حساب مین غلطی کے لیے آتا ہے - متنبی نے کہا ہے ؎

غلت الذی حسب العشور بآیۃ
ترتیلک السورات من آیاتھا

مدت ہوئی - ریاض الاخبار گورکھپور مین لفظ "ایجاد" کی تذکیر وتانیث پر بحث کرتے ہوئے مضمون نگار نے ان دونون شعرون کو لکھکر تحریر فرمایا تھا کہ صاحب زبان کو اختیار ہوتا ہے جو لفظ چاہے اور جس طرح چاہے لکھ جاے - اس پر ایک اور صاحب نے جواباً تحریر کیا تھا کہ یہ "غلت" "غلط" کا ہم معنی نہین - بلکہ "غلو" سے نکلا ہے - اس سے بڑھکر کمال یہ کیا کہ "صراح" کا حوالہ بھی دیدیا مجھے بیحد حیرت ہوئی کہ "غلو" سے "غلت" کیونکر بن گیا - "عِدَۃ - زِنۃ" "وعد" اور "وزن" سے نہین ہین - اگر "وغل" ہوتا تو "غلت" بنجاتا - متنبی کا شعر یاد آگیا - پھر مقطع مین "کتاب لغت" کا لفظ دیکھکر اوراق گردانی کی صاف نکلا - "غلت" اور "غلط" ہم معنی ہین - عندالجمہور - بعض کے نزدیک "غلت" حساب کی غلطی - اور "غلط" کلام کی غلطی مین مستعمل ہے -

آج کل ایک گروہ پیدا ہو گیا ہے - جو شاعر جذبات ہونے کا مدعی ہے - اس جماعت مین چند پڑھے لکھے لوگ بھی ہین - مین اپنے قصور فہم کا اقراری مجرم بنکر - جذبات کی شاعری کے سمجھنے سے مجبور ہون -

واصلان کبریا کے دو گروہ تھے - ایک مجذوب ایک سالک - یا سالک مجذوب - یا مجذوب سالک - جذبات کون سا صیغہ ہے اسکا وزن کیا ہے - اس کا ترجمہ کیا ہے اسکا معنی کیا ہے - جس جگہ لوگ اسے استعمال کرتے ہین وہ کس معنی مین مستعمل ہوتا ہے - قاعدہ صرفی سے کیا قرار پاتا ہے - حرکات حرفیہ کیا ہین - ارباب لغت نے

کیا تحقیق کی ہے - ایک ایک لفظ کے لئے کم سے کم اتنی باتین دریافت طلب ہوتی ہین -

ملک کی بدقسمتی سے جہل مذہبی کا اتنا شیوع ہوگیا ہے کہ ہر شخص تفسیر قرانی - توضیح احادیث - استخراج مسائل کی قابلیت کا مدعی ہے عبارۃ النص - دلالۃ النص - اشارۃ النص - اقتضاء النص - کلام کے سیاق - سباق - مقتضاے حال - ناسخ منسوخ - مجمل مفصل محکم - متشابہ - تاریخ شان نزول - فلسفہ لغت - محاورات عرب - معانی - بیان بدیع - اسالیب کلام - اصول فقہ - اصول حدیث - اصول تفسیر - اسماے رجال - کلام جاہلیت پر عبور - قلت واسطہ جات روایت - تقوی - زہد - تاریخ لغت - عرب العربا کے طرز ادا - عطیات خداوندی - سیرت نبوی کا علم اتم - فہم صحابہ کا ادراک کامل - عمل اہلبیت کا وقوف صحیح - ذہن ثاقب - راے صائب - تجربۂ عالم - آگاہی کائنات علم الحیوان - جغرافیہ وغیرہ وغیرہ ہزارون باتین ہین - جنکے جاننے والے علٰحدہ علٰحدہ تو ملتے نہین - نہ کہ کسی ایک شخص مین اتنا کمال اور قوت اجتہاد کا اعلان - اسی طرح - چند الفاظ کے الٹ پھیر - تغیر ترکیب کا نام شاعری ہے - جدت مضامین تو کہان - جدت ادا الفاظ نوی کا ملنا محال ہے

علی حزین نے - میر افضل ثابت الہ آبادی کے ایک شعر کو سرقہ کہا تھا - میر فاضل ثبات نے حزین کے پانسو اشعار سرقہ کے نکال کر رکھدیئے حزین سے کوئی جواب بن نہ آیا - عادت کے خلاف ساکت رہنے پر مجبور ہوے -

بہرحال شاعری کو جن لوگون نے کھیل سمجھ لیا ہے اُن سے گزارش ہے - کسی اور طرف توجہ فرمائین - اس غریب کو اپنے توجہات سے محروم ہی رہنے دین - یا تحقیق الفاظ - تدقیق معانی مین سعی ہونے سے دریغ نہ کرین - اساتذہ کے کلام پر استفادہ کے لیے نظر رکھین - علوم ضروریہ ضرور یہ صرف و نحو - معنی بیان بدیع - اسالیب ادا مین مہارت پیدا کرین - یہ مانا کہ قواعد و عروض - ایجاد زبان کے بعد بنے - مگر اب تو پابندی لازم ہوگئی ہے - کسی شاعر کو اسکا حق نہین کہ منضبط قواعد اور مسلمہ اصول سے انحراف کرکے - من مانی ترکیبون سے شعر کہے اور اُسے مجمع کملا مین مقبولیت کی بھی طمع ہو -

فقیر سید محمد فاخر بجّود محمدی اجملی
الہ آبادی عفی عنہ

ہندوستان کی عریان نویس خواتین

(مرقومۂ جناب کنیز فاطمہ علی احمد صاحبہ از کلاؤ ٹھی)

بیبیانہ مضامین پہ صلواتین ہین
شدّت پردہ کی پرسے چلے جاتے ہین

بناب اڈیٹر صاحب۔ تسلیم۔ مندرجۂ بالا عنوان سے آپکے مقتدر رسالہ "مرقع" مین چند لکھنے والی مسلمان خواتین پر لعنت کی بوچھار میری نظر سے بھی گزری۔ مین اس پر اپنے خیالات مرسل خدمت کرتی ہون۔ امید ہے جب ایک مضمون آپنے شایع فرمایا ہے تو اسکو بھی نومبر نمبر "مرقع" مین جگہ دے کر مشکور کرین گے۔

جناب مولانا مسعود الرحمٰن خان صاحب ندوی کا بیش بہا عطیۂ خیالات جو اُنھون نے اپنی ہندی پردہ نشین مسلمان خواتین کو عنایت کیا ہے، ہماری صنف کے لئے بہت کچھ باعث مشکوری ہے اگر کسی کام مین زمانہ مخالفت نہ کرے تو کام کرنے والون کی ہمتین دوبڑھین۔ اور مولانا صاحب نے کوئی نرالی مخالفت بھی نہین کی صرف "آزاد نویس بے شرم خواتین" کو زرا نصیحت فرمائی ہے کہ آیندہ ایسا نہ کرین۔ یہ ہر ایک کو حق حاصل ہے کہ اپنا اپنا خیال ظاہر کرے کوئی معترض نہین ہو سکتا۔ مجھے اس وقت جو عرض کرنا ہے وہ یہ ہے کہ غصّے مین مولانا مدظلہ نے بعض ایسے الفاظ لکھدئے ہین جو نہ چاہیئے تھے اور یہ کہ نذر سجاد حیدر صاحبہ کی طرف سے مولانا ممدوح کو غلط فہمی بھی ہوئی ہو۔ ورنہ نذر سجاد حیدر صاحبہ کا کوئی لفظ اُن ہر دو مضامین مین قابل اعتراض یا حیا سوز نہین ہے۔ مین نے بھی "حرم" کے وہ دونون مضمون پڑھے ہین۔ بیشک موجودہ سخت پردے کے خلاف وہ ضرور ہین اور غالباً یہی امر مولاناؤن کو کھٹکتا ہے۔ اب سے کئی برس پہلے ایک اور ندوی مولانا مدظلہ نے نذر سجاد حیدر صاحبہ کے ایک مضمون پر "معارف" مین بہت کچھ تنبیہ کی تھی یہ کوئی نیا عطیہ نہین ہے۔ اِس فرقے سے ہمیشہ آزاد خیال لوگون کو ایسا ہی انعام ملا کرتا ہے۔ اِس وقت بھی مولانا موصوف کو اُنکی آزاد خیالی پردہ شکنی کا اظہار بذریعۂ افسانہ ناگوار گزرا ہے۔ اسی کو "بے شرمی حیا سوزی" لکھکر ظاہر کیا ہے۔ ورنہ اُنکے افسانون مین کبھی ایسا ایک لفظ بھی نہین ہوتا، جو قابل اعتراض ہو۔ ہان وہ پردے کے خلاف ہین۔ اور پردے کو مانع ترقی و تعلیم نسوان خیال کرتی ہین سو یہ اپنا اپنا خیال ہے ہر ایک مختار ہے مگر ایک عرصۂ دراز سے مین اُنکے مضامین دیکھ رہی ہون، جب مین بھی لڑکی تھی اور اُنکی بھی شادی نہین ہوئی تھی، گو اُس وقت وہ آزادانہ نہین لکھتی تھین مگر بعد شادی انکو شوہر بھی آزاد خیال ملا جس نے اُن کا وہ پہلا شدید پردہ بھی نہ رکھا۔ اسی پر مجھکو خیال آیا ہے کہ آپکا یہ شعر کہ "بیٹھکر پردے مین بے پردہ ہوئی جاتی ہین"

مسز سجاد حیدر کے لئے صحیح نہین ہے وہ پردے
مین نہین ہین کبھی کی بے پردہ ہین - رہی" عریان نویسی" - اسکی بابت
ایک مین نہین، سیکڑون ہزارون اُنکے مضامین اور افسانے
پڑھنے والے اس امر کی تردید کرسکتے ہین - وہ یورپین طرز معاشرت
اور یورپین تربیت کے نمونے دکھاتی ہین، جیسے کہ فی زمانہ
پانچ فیصدی ترقی یافتہ مسلمان گھر موجود ہین مگر بے شرمی، حیا
سوزی کبھی کسی لفظ سے ظاہر نہین ہوتی ہے - اُنکے مضامین
کی اردو دنیا مین مقبولیت اعتراسھی، مگر اتنا تو مین بھی جانتی
ہون کہ صرف ایک مضمون کے لئے اڈیٹر لوگ برسون اپنے اپنے
اخبار دیتے ہین اور زنانہ رسائل اُنکا نام مقبول نام اپنے جرائد کے
سرورق پر لکھنے کے متمنی رہتے ہین - یہ اور بات ہے کہ وہ
رسائل کوئی علمی مذہبی پرچے نہین ہین نہ اُنکی اڈیٹر بیبیان
ہی عالمہ فاضلہ ندوی - جس پایہ کے اڈیٹر ہین اسی قابلیت
کی نذر سجاد حیدر ہین - سو ندوی صاحب کے خیال مین
وہی کب قابل ستایش ہین - بیچاری اڈیٹر صاحبہ "حرم" کو
بھی لے ڈالا ہے، حالانکہ وہ بہت ہی سمجھدار محتاط بی بی ہین اور
باوجود ڈاکٹر ہونے کے سُنا جاتا ہے کہ پردہ نشین ہین - مگر چونکہ
نذر سجاد حیدر صاحبہ کا مضمون شایع کردیا، گناہگار ہوگئین -
بیشک نذر سجاد حیدر صاحبہ کو آنسہ مصری دخالدہ ٹرکی
لکھنا اُنکی قدردانی تھی ورنہ وہ اس قابل نہین - وہ کیا ہندوستان
بھر مین سوا ایک ہندو خاتون مسز نائیڈو کے کوئی بھی خالدہ خانم
کے ہم پلہ نہین ہے - مگر ہم بخوبی جانتے ہین کہ انہین وجوہ سے ان
مولاناؤن کو خالدہ ہی کب پسند ہین - انکے لکھے ہوئے آزادانہ افسانے
ہمارے مُلا صاحبان دیکھین تو کانپ اُٹھین - ہم نے کسی کسی افسانہ کا
ترجمہ مرحوم نواب صاحب اسمٰعیل آگرہ کے یہان دیکھا تھا - کون پسند

کرسکتا ہے کہ شریف باعزت خاتون ایسا کھلا کھلا اظہار جذبات کرے
رہا یہ کہ خالدہ خانم علاوہ اس ناپسندیدہ ونقصان دہ کام یعنی
"عریان نویسی" کے اور قومی کام تو اچھے کررہی ہین - اسکا جواب
یہ ہے کہ انکو موقع دیا گیا ہے، تعلیم دی گئی ہے - آزادی دی گئی
ہے - اگر ایسی ہی تعلیم اور اسی قدر آزادی ہم ہندی پردہ نشینون کو بھی
دیجائے تو ہم بھی یہی کچھ کردکھائین - ایک جاہل بی بی وزیر تعلیم
نہین ہوسکتی اور پھر پردہ نشین - ایک جاہل عورت فوج کی کمان
نہین کرسکتی برقع پہن کر -

اب ہادیان دین ! پہلے اِس قدر آزادی تو جائز کردین
کہ خالدہ خانم کی طرح بے پردہ ہوکر دوسرے ممالک مین جاکر تعلیم
تو حاصل کرائین، پھر اُن سے اُنکے کامون کے متوقع ہون - فی الحال
ذرا سی اُردو سیکھی ہے اسی مین اپنے اپنے خیالات کے موافق اناپ
شناپ لکھ دیتی ہین -

اِس فرقے نے ہمیشہ بُرا کہا اور کہے گا - مگر زمانہ کی رفتار اور
ہی چیز ہے - اسے کوئی نہین روک سکتا - پردہ اب دُنیا سے نابود ہو
رہا ہے اور انشاء اللہ ہوکر رہیگا - تب ہی ہمارے دن پھرین گے
اور ہم بھی مصری ٹرکی بہنون کی طرح ترقی کرین گے - اسی ہندوستانی
پردے نے تباہ کردیا، ہمین انسان سے حیوان بنادیا - اور ایک
فرقہ ہے کہ بجاے رہنمائی کے ہمین اور اندھیرے کنوئین مین
ڈھکیل رہا ہے، مگر انشاء اللہ جیت ہماری ہوگی - ٹرکی مصری
خواتین کو بھی رُکاوٹین ایسی ہی ہوئی تھین - مگر وہ شاہراہ ترقی پر
پہنچ کر رہین - یہان مردون کی ہمتین پست ہین - مین اپنی ہی کیون
نہ کہون - میرے وارث اب آزاد ہین - پردے کے مخالف ہین
مگر بُرا کہنے والون سے ڈرتے ہین - یہان تک پست ہمت ہین
کہ مجھکو تعلیم کے لئے گھر سے باہر نہ بھیج سکے - مگر وہ دن دور نہین

کہ سب مراحل طے ہو جائیں گے - ہاں وہ یہ بھول گئی جلے دل کے پھپھولے پھوڑتے ہیں - یہ لکھنا یاد نہ رہا کہ مولانا موصوف نے نذر سجاد حیدر صاحبہ کے بعد جب چند عریاں مضامین نثر و نظم کا نمونہ دکھایا ہے - ہم اُن سے سوال کرتے ہیں کہ مولانا کو اس کے زنانہ ہونے کا کیونکر یقین ہوا ؟ کیا ثبوت ہے ؟ ہم نے سُنا ہے کہ اسی قسم کے بیباکانہ تحریریں چند مخالف تعلیم نسوان لکھ لکھ کر مستورات پر لعن طعن کرا کے خوش ہوتے ہیں - اسکے سوا کچھ حقیقت نہیں ہے - ممکن ہے یہ غلط ہو - مگر سُنا یہی ہے - پہلے تحقیق کر لینی چاہئے - کہ واقعی ایسے بیباکانہ الفاظ زنانہ قلم سے نکلے ہیں ؟ یا یہ سب خواتین رسالہ "نقاد" کی مضمون نگاری بھی قمر الزمانی صاحبہ (چند مردوں کی ایک کمیٹی تھی دہلی میں) کے مصداق ہیں پہلے اسکی تحقیق کر لی جائے پھر تنبیہ کی ضرورت ہے -

خاکسار

کنیز فاطمہ علی احمد" از گلاؤٹھی -

گلاب کا پھول

(از جناب عزیز بلگرامی)

چمن میں ہر طرف آیا نظر گلاب کا پھول — ادھر گلاب کا پھول اور ادھر گلاب کا پھول
یہ بلبلیں ہیں دمِ صبح چہچہا اٹھیں — کہ مل کے کرتی ہوئی ذکر کبریا اٹھیں
شگفتہ ہو گیا میں دیکھکر گلاب کا پھول — کچھ ایسا کر گیا دل پر اثر گلاب کا پھول
ذرا سی چھیڑ میں کلیاں بھی مسکرا اٹھیں — جو گدگدایا صبا نے تو کھلکھلا اٹھیں
میں کہہ اٹھا کہ ہے رشکِ قمر گلاب کا پھول — نہ کیوں چمن میں ہو نورِ نظر گلاب کا پھول

جو پنکھڑی ہے بظاہر زبانِ ناطق ہے — مگر خموش ہے یہ بھی تو شانِ خالق ہے
عجب سماں ہے تبسم کی طرفہ حالت ہے — کہ دیکھتی جسے نرگس ہے چشمِ حیرت سے
ہزار جان سے بلبل فدا ہے عاشق ہے — چمن کی ایسی کچھ آب و ہوا موافق ہے
ہیں پھول پتوں میں یا حق نے اپنی رحمت سے — جڑے عقیق زمرد پہ دستِ قدرت سے
کہ ہی ہر ایک کو نورِ نظر گلاب کا پھول — نہ سب گلوں میں ہو کیوں خوب تر گلاب کا پھول

ہزاروں رنگ کے گو آئیں پھول محفل میں — نہ ہو گا اسکے مگر ایک بھی مقابل میں
وہ ہلکی ہلکی سی رنگت وہ بھینی بھینی بو — نہ یاسمن ہے کوئی شے نہ کچھ گُل خوشبو
عجب ہے کیا نہ رہے تابِ جانِ بسمل میں — سمجھ کے دارو غم رکھ لے شیشۂ دل میں
بہت ہی اسکی حسینوں میں چاہ ہے ہر سو — کہیں ہے سینے کی زینت کہیں ہے زیبِ گلو
ذرا بھی دیکھ لے بلبل اگر گلاب کا پھول — بنا ہوا ہے ہر اک سیم بر گلاب کا پھول

یہ رنگ روپ بھی اک شانِ کبریائی ہے — ہزار جان سے جس پر فدا خدائی ہے
گلوں سے دیکھ کے باہم گلوں کو پیوستہ — ہے آرزو کہ یہ آ جائے ہاتھ گلدستہ
تمام پھولوں پہ فوقیت اُسنے پائی ہے — ادا ہر ایک کو اسکی پسند آئی ہے
دبے ہے قدم کوئی کس طرح بند ہے رستہ — کھڑے ہیں سرو در باغ پہ کمر بستہ
لئے ہے ہاتھ میں ہر سیم بر گلاب کا پھول — بنا ہے بادشہ حسن ہر گلاب کا پھول

یہی تو باعثِ آہ و فغانِ بلبل ہے — یہی تو ہر پہر میں وردِ زبانِ بلبل ہے
نہ کس طرح یہ زمانے کو ہوئے دل سے پسند — کہ قند میں بھی ہے ہمرا گُل کے بنگیا گلقند
بہار میں تو یہی میہمانِ بلبل ہے — یہی حیات دو روزہ میں جانِ بلبل ہے
ہر ایک گل سے نہ کیوں مرتبہ ہو اسکا بلند — دلِ حزیں کو بھی کرتی ہے اسکی بو خرسند
غرض ہے مرہم زخم جگر گلاب کا پھول — دوائے دل میں ہے شیر و شکر گلاب کا پھول

عزیز وقت سحر اک ہے نور کا عالم — ہیں گل پہ گوہر نایاب قطرۂ شبنم
چمن میں بلبلوں کو دیکھ کر خوش و خرم — ہوا نہ ضبط تو فوراً پکار اٹھے ہم

[illegible]

گمراہ رہبر

(از جناب مرزا جعفر علی خان صاحب بی اے اثر لکھنوی ڈپٹی کلکٹر)

جناب اصغر کے دیوان "روح نشاط" کے شایع ہوتے ہی میرے خیال مین سب سے پہلے اگر کسی رسالہ مین تبصرہ شایع ہوا تو وہ "مرقع" ہے اور سب سے پہلے جس نے تبصرہ کیا وہ جناب مرزا جعفر علی خان صاحب اثر بی اے لکھنوی (ڈپٹی کلکٹر) ہین۔

جناب اثر سے جو لوگ پورے طور سے واقف ہین وہ کہہ سکتے ہین کہ آپ کی طبیعت بالکل مرنج و مرنجان واقع ہوئی ہے۔ آپ کو کبھی ذاتیات سے تعلق نہین رہا۔ آپ مین انکسار و اخلاق اس حد تک بڑھا ہوا ہے کہ اگر آپ کو سراپا انکسار و اخلاق کہا جائے تو بیجا نہین آپ کو کسی قسم کا دعوی۔ خیال وجاہت و امارت، یا اپنی لیاقت و شاعری و نقادی پر کوئی گھمنڈ نہین۔ جن اصحاب نے آپ کے نقادانہ مضامین پڑھے ہین وہ کہہ سکتے ہین کہ جناب اثر کی وہ ذات ہے کہ جس پر اخلاق و تہذیب ادب و طرز تبصرہ نویسی کو ناز ہو سکتا ہے،

مرقع کا مسلک شروع ہی سے ایسا رہا (اور انشاء اللہ ہمیشہ رہے گا) کہ ذاتیات سے اس نے کبھی کوئی تعلق رکھا نہ اس مین اس قسم کی بحثین شایع ہوئین جن مین کسی کی ذات پر حملہ ہو یا اُن سے کسی کو رنج پہونچے۔

روح نشاط پر مدیر مرقع نے اپنی کوئی رائے ابتک ظاہر نہ کی نہ جناب اثر کے نقد و تبصرہ پر کوئی اظہار خیال کیا۔ جناب اثر نے روح نشاط کے متعلق دو مضمون لکھے ہین ایک مین جناب اصغر کے کلام کے تمام محاسن اور خوبیان دکھائی ہین اور اُنکی انتہائی داد دی ہے اور یہ کہنا ہرگز بیجا نہ ہوگا کہ اس سے زیادہ پورے دیوان پر مکمل داد۔ دوسرا شاید ہی کوئی دے سکا ہو۔

دوسرے رخ مین اُنھون نے صرف اپنے خیال کی بنا پر جس کے وہ بذات خود ذمہ دار ہین جو خامیان نظر آئین۔ ظاہر کین۔ اور ان خامیون کو اپنی ذاتی رائے پر جا بجا تبدیل بھی کیا۔ جس مین بجز نیک نیتی اور کس چیز کو دخل ہو سکتا ہے کیونکہ وہ شخص جو جناب اصغر کے کلام کی اس قدر داد دے چکا ہو جو اس سے پہلے اور کسی سے شاید نہین ملی وہ کبھی بدنیتی سے اس پر اعتراض نہین کر سکتا۔ نہ جو تبدیلیان اُس نے کی ہین اُن کو اُسنے اصلاح سمجھکر تبدیل کیا ہے نہ اُس کو یہ دعوی ہے کہ اس سے بہتر تغیر و تبدل غیر ممکن ہے۔ یہ ترمیم اُس کا صرف خیال ہے خواہ وہ صحیح ہو یا غلط اور جو خامیان اُس نے دکھائی ہین ممکن ہے وہ بھی کم و بیش نادرست ہون۔

"خود جناب اثر کے قلم سے "روح نشاط پر ایک نظر" کے تحت مین اختتام مضمون پر محاسن کلام سے متاثر اور خوبیون سے لذت یاب ہو کر بیساختہ یہ الفاظ نکل جاتے ہین۔

"بہت کچھ لکھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ کچھ نہین لکھا۔ مجبوراً اس مضمون کو ختم کرتا ہون لیکن اُسکے قبل یہ کہنا چاہتا ہون کہ مجھے حضرت اصغر کے کلام مین لغزشین بھی نظر آئین گو اُنکی وقعت اس سے زیادہ نہین جیسے شاہدان رعنا کے جُھرمٹ مین بعض کے رخسار پر کوئی بدنما خال ہو مین نے ایسے معشوقون کی طرف سے منھ پھیر کر دوسرون کے جمال بے مثال سے آنکھین سینکین۔

لوگون کو تنقید کی طرف سے رغبت ہو چلی ہے۔ ذیل مین ڈرائڈن کی ایک عبارت کا ترجمہ حاضر ہے جو غالبًا مفید اور دلچسپ ثابت ہو۔

"وہ لوگ تنقید کی حقیقت ہی نہین سمجھتے جن کا یہ خیال ہے کہ اس کا خاص منصب خوردہ گیری ہے۔ تنقید کا موجد ارسطو ہے اُسکا یہ مقصد تھا کہ کلام کی خوبیان ذہن نشین کرنے کا ایک معیار قائم ہو جائے جسکا فرض اولین یہ ہو کہ کلام کے محاسن، پڑھنے والے کی سمجھ مین آجائین اور موجب انبساط ہون۔ اگر کسی نظم کی ترتیب تخئیل اور انداز بیان اچھا ہے جو ایک حقیقی شاعر کے طغراے امتیاز ہین تو نقاد کو چاہئے کہ مصنف کے موافق راے قائم کرے معمولی الفاظ پر ناک بھون چڑھانا خباثت نفس اور نامردی کی دلیل ہے کیونکہ ایسے تسامحات سے درجل کا کلام بھی پاک نہین ہارس تسلیم کرتا ہے کہ مستعد اور کیل کانٹے سے لیس ہومر بھی بعض وقت اونگھ جاتا ہے اُسکی نظم کی ہر سطر خوبیون سے بسر نہین ہے تاہم ہارس ہومر کے کلام کو کمال شاعری کا مستقل نمونہ بتاتا ہے لانگینس جو ارسطو کے بعد یونانیون مین عظیم ترین نقاد ہوا اُس گرانپایہ شاعری کو جس مین لغزشین ہون اُس خنک یا معتدل شاعری پر ترجیح دیتا ہے جس مین غلطیان تو نہین ہین مگر ترفع بھی نہین قسم اول کو اُس نے ایک ایسے شخص سے مشابہ کیا ہے جسکی دولت کثیر ہے جسکو اتنی فرصت نہین کہ چھوٹے چھوٹے مصارف کی نگرانی کرے اُسکے واسطے جزئیات کی نگہداشت کسرشان ہے اسکی کفایت شعاری کے بہترین نمونے فروعات مین نہین مل سکتے بلکہ ان مین اکثر اسراف پایا جاتا ہے مگر وہ اپنی مجموعی دولت کی محافظت مین کوئی دقیقہ نہین اٹھا رکھتا۔ برخلاف اسکے وہ شاعری جو جادۂ اعتدال سے آگے قدم نہین بڑھاتی اُسکی مثال ایسے شخص کی ہے جو اپنا اندوختہ نہایت احتیاط بلکہ بخل سے صرف کرتا ہے اور اس خوف سے کہ مبادا اسراف کا مرتکب ہو شاندار زندگی کبھی نہین بسر کرتا۔ ایسا شخص صحیح عبارت ضرور لکھتا ہے۔ صرف ونحو سے چاق چوبند، متروکات کا ماہر، ممنوعات سے واقف اور بال کی کھال کھینچنے والا ہوتا ہے کوئی اس سے بہتر نہین جانتا کہ کیا نہ لکھنا چاہیے وہ کبھی اتنا دوڑ کر نہین چلتا کہ گر پڑے بلکہ پھونک پھونک کے قدم رکھتا ہے اور جیسا کہ ایک سنجیدہ شخص کے شایان ہے پہلے عصا ٹیکتا ہے پھر پاؤن جاتا ہے۔ غرضکہ وہ اپنے کام مین بہت منہمک رہتا اور حیرت انگیز احتیاط برتتا ہے ایسے شخص کی نہ تو کوئی تعریف کرتا ہے نہ مذمت۔ لانگینس کہتا ہے کہ مجھے ہومر مین معمولی غلطیان مل سکتی ہین لیکن انصاف سے دیکھو تو یہ غلطیان محض انسانی کمزوری کی نشانیان ہین۔ ادنی فروگزاشتین ہین جو جوش تحریر مین نظر انداز ہو گئین مگر اسکی روح کی عظمت باوجود ان تسامحات کے مجھپر غالب آجاتی ہے اور اگرچہ اور مصنفین کا کلام نسبتًا غلطیون سے پاک ہے۔ مگر شاید ہی کوئی شخص ایسا کج فہم ہو جو مثلاً اپولونیس یا تھیاکرٹیز کو ہومر پر ترجیح دے۔

مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مندرجہ بالا اقوال مبسوط مسلسل نظم کے بارے مین ہین۔ غزل کا ہر شعر اپنی جگہ مکمل ہوتا ہے لہذا اس کے معائب بھی زیادہ نمایان ہوتے ہین اور زیادہ کھٹکتے ہین۔ ان امور کا لحاظ رکھتے ہوئے شاید راکمؔ کی راے زیادہ مفید ہو گی۔

"کوئی صناع ہیرے کو جلا نہ کرے اگر اُسے خیال ہو کہ اُس کے سوا جرم پر کسی کی نظر نہ پڑیگی۔ اسی طرح شاعر بے پروا ہو جائین اگر نقاد خوردہ گیری پر نہ تلے رہین"

رہگیا وہ مضمون جو "روح نشاط کا دوسرا رخ" کے عنوان سے شایع ہوا ہے اور جس مین خامیان دکھائی گئی ہین اور کچھ ترمیم بھی ہوئی اس کے متعلق جناب اثر اُسی مضمون کی ابتدا مین وجہ تحریر مضمون یہ تحریر فرماتے ہین کہ:-

"مین ہرگز آمادہ نہ ہوتا اگر یہ امید نہ ہوتی کہ مضمون مفید ثابت ہوگا۔ جو ترمیم جہان سمجھ مین آئی درج کر دی گئی حاشا اسکا مقصود اصلاح دینا نہین ہے۔ - - - - - - - - - - مگر مین پھر نہایت آزادی اور سچے دل سے کہتا ہون کہ اگر وہ تمام معائب جو روحِ نشاط مین مجھے نظر آئے معائب مان لئے جائین تو بھی مصنف کے کمال مین فرق نہین آتا۔

• حضرت اصغر نے بکثرت ایسے اشعار کہے ہین۔ جن کے مثل کوئی دوسرا دس ہیں بھی کہہ لے تو کوس لمن الملک الیوم بجانے کا مستحق ہو جائے۔ لتسامحات سے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اصغر انسان ہیں۔ فرشتہ نہین"

جناب اثر کے اس دوسرے مضمون کے شائع ہوتے ہی ہمارے خاص کرمفرما جناب صفدر مرزاپوری کو افسوس ہوا کہ مین نے جناب اصغر کے کلام پر اصلاح کیون نہین دی دوسرے کو ترمیم پیش کرنے کا کیا حق تھا۔

آپ جناب اثر کے اس مضمون کے خلاف ایک مضمون لکھ کر میرے پاس لائے مضمون کو پڑھکر مین نے محبت و خلوص سے کہا کہ اسکو رہنے دیجیے۔ اس کے شائع کرانے سے آپ کو کوئی خاص فائدہ نہین۔ نہ جناب اصغر سے آپ کو خراج تحسین مل سکتا ہے اور نہ جناب اثر ہی کے دل پر آپ اپنی نقادی کا سکہ بٹھا سکتے ہین۔ اگر آپ نے جناب اصغر کے دیوان کو اول سے آخر تک بغور پڑھا ہوتا اور اُن مطالب پر عبور حاصل کرلیا ہوتا جن کو وہ اپنے اشعار مین ادا کرتے ہین اُسوقت آپ کو اسپر کچھ لکھنے کا حق حاصل تھا۔ لیکن سطحی طور پر صرف وہ اشعار جن کو جناب اثر نے دوسرے رخ مین درج کیا ہے پڑھکر ترمیم پر ترمیم کرنا مناسب نہین ہان اگر جناب اثر سے کسی کسی جگہ کوئی کمی رہگئی ہو تو اسکو دوستانہ پیرایہ مین عمدہ الفاظ مین ظاہر کر دیجیے تو مضایقہ نہین۔ لیکن آپنے تو اس مضمون مین ایک طول طویل تمہید لکھکر اپنی شان استادی دکھاتے ہوئے اصلاح مزید دی ہے۔ بہت جگہ نامناسب پیرایہ مین تخاطب کیا ہے اور جناب اثر کے استاذ المعظم لسان الہند جناب عزیز کے کلام پر بھی نکتہ چینی کی اور اصلاح دی ہے جن کے ہمیشہ آپ رہین منت رہے ہین۔

جناب صفدر اس مضمون کو واپس لیگئے۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد صلائے عام دہلی کے جون۔ جولائی نمبر مین جناب ممدوح کا ایک مضمون "روح نشاط کے دوسرے رخ پر ایک نظر" نظر پڑا۔ اس مضمون مین پہلے مضمون سے بہت کچھ اضافہ پایا۔ اپنی نسبت بھی کچھ گلفشانیان دیکھین۔ مرقع کی نسبت بھی کچھ پیشین گوئی نظر آئی۔ اور سب سے زیادہ طرفہ تماشا یہ نظر آیا کہ آخر مین مخدومی و محترمی جناب مولانا مولوی محمد عبدالحلیم شرر لکھنوی مدظلہ کی ایک تحریر سنداً اُس مضمون کی تائید مین درج تھی۔

مجھے جناب صفدر کی اس تحریر پر کوئی خیال ہی نہین ہوا۔ کیونکہ جو شخص جناب صفدر سے واقف ہے وہ ایسی باتین اکثر دیکھ چکا اور سن چکا ہوگا۔ جو امر کسی کی عادت مین داخل ہو جاتا ہے۔ وہ اس سے مجبور ہے اور اُسکی شکایت بیکار۔ ہان جو کچھ خیال اور تعجب ہوا وہ حضرت شرر مدظلہ کی تحریر سے ہوا کیونکہ ایسے مسلم الثبوت نقاد و ادیب کے قلم سے وہ خیالات جنکا کوئی وجود نہ ہو نکل جاتا۔ اور پھر جن سے دوسرون کو رنج و افسوس ہو۔ نہایت حیرت کی بات ہے اور مجھے زمانہ دراز سے حضرت شرر مدظلہ سے خصوصیت کے ساتھ شرف نیاز

حاصل ہے۔ اور مین اون کی طبیعت اور مزاج سے واقف ہون اور یہ بھی معلوم ہے کہ جناب آشرؔ اور مولانا سے کوئی ملاقات بھی نہین جو باعث رنج ہوتا پھر خواہ مخواہ ایسی تحریر لکھدینا تعجب نہین تو کیا ہے۔

مین نے اپنے ایک دوست کے ذریعے سے جناب آشرؔ سے اس امر کی حقیقت دریافت کی تو معلوم ہوا کہ جناب صفدر کی یہ کارگزاری تھی اُسکے بعد جناب مولانا ممدوح نے میرے پاس ایک تحریر بھیجی جس مین حقیقت حال کو ظاہر کیا ہے۔ اور حضرت عزیزؔ اور جناب اشرؔ سے معذرت کی ہے۔

یہ تحریر مین نے حضرت عزیزؔ اور جناب اشرؔ کو دکھادی ہے اور یہانتک نہین بلکہ جناب صفدر کو بھی اسکا مضمون سنا دیا۔ یہ تحریر میرے پاس محفوظ ہے۔ اس تحریر کے شایع کرنے کی کوئی خاص ضرورت معلوم نہین ہوتی۔ اس تحریر مین جناب مولانا نے جس ایثار سے کام لیا ہے وہ انہین کا حصہ ہے۔ اس کے بعد اب مولانا کی نسبت کسی قسم کی شکایت کا شائبہ بھی دل مین لانا ناقابل معافی جرم ہے۔

جناب صفدر کے مضمون کے جواب مین جو کچھ جناب اشرؔ نے تحریر فرمایا ہے۔ میرے خیال مین جناب مولانا اشرؔ کی اس تحریر کے بعد اسکی بھی ضرورت نہ تھی لیکن جناب ڈیٹر صاحب صلاے عام دہلی اور دیگر حضرات کو اس حقیقت سے آگاہ ہونا ضروری تھا اس لئے اگر میرا نوٹ اور جناب اشرؔ کا جواب شایع ہوجاے تو مضائقہ نہین۔

جناب صفدر نہایت نیک نہایت سیدھے۔ ایک خاص خیال ایک خاص مزاج کے آدمی ہین اور اسقدر بھولے جسکا بیان ناممکن ہے۔ اُنکی کسی تحریر کا جواب لکھنا بیکار۔ اُن سے کسی قسم کی شکایت فضول جو مضمون انہون نے لکھا ہے اگر اُسکی بنا ناظرین مرقع اور بالخصوص جناب ایڈیٹر صاحب صلاے عام دہلی ملاحظہ فرمائین گے تو اُنکے بھولے پن کا سب کو یقین آجائیگا اور اسکی حقیقت سب پر واضح ہوجاے گی۔

صلاے عام مین مضمون دیکھنے کے بعد سب سے پہلے مینے جناب صفدر سے پوچھا کہ مین نے اور مرقع نے کیا قصور کیا تھا جو آپنے عنایت فرمائی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ میری کوئی غزل مرقع مین آجتک درج نہین ہوئی اسلئے مینے مرقع اور مدیر مرقع کا نام لکھدیا۔

دوسرے موقع پر جناب اشرؔ نے میرے یہان جناب صفدر سے پوچھا کہ آخر اس مضمون کے لکھنے سے آپکی غایت کیا تھی۔ فرمایا اور قسم کھاکر فرمایا کہ مین نے اس رنج مین یہ مضمون لکھدیا کہ آپ نے ایک دفعہ میرے سامنے کئی آدمیون کو اپنا دیوان اشرستان دیا اور نہ دیا تو مجھکو۔

جناب عزیزؔ نے دریافت کیا کہ اورون کی خطائین تو معلوم ہوگئین مجھے بھی تو اپنا قصور معلوم ہوجاے۔ جواب ملا۔ کہ میرا ایک راز آپنے جناب محشرؔ لکھنوی سے کہدیا تھا اس رنج مین مینے آپکو بھی نہین چھوڑا۔

جناب صفدر کے مضمون کی یہہ بنا اور یہ حقیقت ہے۔

جس طرح مینے جناب صفدر کے اصل جواب کے متعلق ابتک کوئی اظہار راے نہین کیا جناب آشرؔ کے اس مضمون کے متعلق بھی کچھ عرض کرنا نہین چاہتا۔ ناظرین خود فیصلہ کرلین۔ اور جناب صفدر مجھے بے تعلق سمجھین۔ اور جو کچھ مین نے اُن کی نسبت لکھا وہ محبت اور خلوص سے لکھا کسی بدنیتی یا برائی سے نہین۔ صرف حقیقت حال کے اظہار کی وجہ سے اُنسے کہکر لکھا اور مجبوراً لکھا

اس پر بھی اگر جناب صفدر کو کوئی صدمہ ہوا ہو تو معاف فرمائین۔

وصل بلگرامی

روح نشاط پر میری تنقید مارچ اور مئی کے مرقع مین شایع ہوئی
ہم لوگون نے تنقید کو ہوا بنا رکھا ہے اور بدمذاقی کا یہہ عالم ہے کہ
نقاد چاہے جسقدر نیک نیتی اور صداقت کے ساتھ نکتہ چینی کرے
ذاتی عناد و مخاصمت پر محمول کیا جاتا ہے۔یہی حشر میرے مضمون
کا ہوا "صلاے عام" کے مشترکہ نمبر بابت جون و جولائی مین
حضرت صفدر مرزاپوری نے اُسکا جواب تحریر فرمایا ہے
جس کے آخری حصہ مین ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

"سچ ہے جوش انتقام بڑے بڑے عقلا کی آنکھین بند
کر دیتا ہے مرزا صاحب بیچارے تو مفت مین مورد
الزام ہو رہے ہین مین خوب سمجھتا ہون۔ ع
کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری مین

اس کے علاوہ اور دو ایک جگہہ حضرت صفدر نے کہا ہے
کہ مینے جو کچھ لکھا وہ محض حضرت اصغر کی دل آزاری کے
واسطے لکھا۔سب سے زیادہ حیرت اُس وقت ہوئی جب مینے
مولانا عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی کا نوٹ پڑھا جس مین وہ
تحریر فرماتے ہین کہ:۔

"مینے اس مضمون کو اول سے آخر تک دیکھا اور جناب
صفدر صاحب کے اس خیال کو بالکل صحیح پایا کہ
اصغر صاحب کے کلام پر اصلاح زبان کے مقصد سے
نہین بلکہ محض اعتراض کرنے کے شوق مین نکتہ چینی
کی گئی ہے"

میرے مضمون مین جسکی طرف حضرت صفدر و مولانا
شرر نے اشارہ کیا ہے کوئی صاحب ایک لفظ ایسا نہ پائین گے
جس مین ذاتیات پر حملہ ہو۔ صرف کلام کا نقد و تبصرہ ہے۔
ایسی صورت مین اگر یہہ شک بھی تھا کہ میرے اعتراضات
نیک نیتی پر مبنی نہین ہین بلکہ انکا محرک ذاتی بغض یا جذبۂ
انتقام ہے تو بھی اخلاق اسکا مقتضی تھا کہ اس خیال کا اظہار
نہ کیا جاتا بلکہ میرے اعتراضات کو غلط و بے بنیاد ثابت کرنے
کی کوشش کیجاتی۔اظہار رائے کا ہر شخص کو اختیار ہے اور
اختلاف طبائع کے ساتھ ساتھ اختلاف آراء ناگزیر ہے۔البتہ
اگر تنقید کی عبارت یا حضرت اصغر کے اور میرے تعلقات
ایسے ہوتے جن سے یہہ باور کرنے کی وجہہ ہوتی کہ تنقید کے پردے
مین دل کا بخار نکالا گیا ہے تو مین بیشک قابل نفرین و ملامت
ہوتا۔جو حضرات مجھسے واقف ہین وہ خوب جانتے ہین کہ
کسی کی بیجا طرفداری یا مخالفت میرے مشرب مین کفر ہے۔اگر
بدنیتی کو دخل ہوتا تو پہلے مضمون مین حضرت اصغر کو اتنا
آسمان پر نہ چڑھاتا۔مین نے اون کی جتنی تعریف کی
ہے آج تک کسی نے صحیح تعریف اسقدر نہ کی ہوگی تو کیا وہ یا
اونکے بہی خواہ یہہ امید رکھتے تھے کہ "ان کا دیوان آسمانی کتابونکی
طرح بے عیب نکلے گا اور اگر کوئی عیب ہوگا تو ایسی عام اور
وسیع عقیدتمندی اوس پر دامی پردہ ڈالدیگی جیسی خدا کے
معتقدون مین بھی موجود نہین ہے"۔ تنقید لکھتے وقت میرا
"مطمح نظر محض اشعار تھے اور اُن کو بلا رو و رعایت پرکھنا نہ کہ
شاعر یا اُسکی شخصیت پر حملہ کرنا۔جو شعر پسند آیا اُسکی تعریف

کی جس مین کوئی عیب نظر آیا اُس کے اصلاح کی کوشش کی۔

حضرت صفدر نے مجھے انتقام کا توالزام دیدیا مگر یہہ نہین تحقیق فرمایا کہ مجھسے اور حضرت اصغر سے دشمنی کیا ہے۔ صرف دو مرتبہ جناب وصل کے یہان سرسری ملاقات ہوئی اُنکا کلام سنا جو شعر پسند آیا دل کھول کر داد دی اس کے علاوہ نہ مین اُن سے واقف اور نہ وہ مجھسے۔ نہ کوئی واسطہ نہ غرض۔

روح نشاط پر مین نے جو کچھ لکھا بغیر کسی کی مشورت یا عندیہ کے لکھا اور میرے سوا کوئی اُس تحریر کا ذمہ دار نہین۔ یہہ بھی صفدر صاحب کا افترا ہے کہ مین نے حضرت اصغر کے مخالفین کی تحریک سے تنقید لکھی۔ مجھے یہہ بھی علم نہین کہ اُنکا دوست کون ہے اور دشمن کون ہے۔ تنقید لکھنے کا منشا صرف اسقدر تھا کہ پڑھنے والون کو اصغر صاحب کے کلام کا صحیح اندازہ ہوجاے اور اُسی کے ساتھ تنقید نگاری کی طرف توجہ ہو۔ اس خیال کی جو عام طور پر پھیلا ہوا ہے اصلاح ہو کہ شعر مین تخیل سب کچھ ہے زبان کوئی چیز نہین۔ لوگون کو معلوم ہو کہ ایک لفظ کے اُلٹ پھیر مین شعر کیا سے کیا ہو جاتا ہے۔ اگر نظام لفظی درست نہو تو مافی الضمیر ادا ہونا صرف غیر ممکن ہی نہین ہے بلکہ دماغ مین اوس کا تخیل ہی محال ہے۔ اسی کے خلاف جو عامیانہ خیال ہے اُسکی اصلاح کے لیے ادبیات کے حسن و قبح کا اظہار کرتا ہون۔

ممکن ہے کہ حضرت اصغر کی شاعری کے متعلق جو راے مین نے قائم کی غلط ہو۔ خطا و نسیان انسان کے خمیر مین ہے۔ مگر جس شخص نے میری تردید کا بیڑا اٹھایا ہے اُس نے یقیناً غلط راستہ اختیار کیا۔ جس بات کو وہ اپنی قوت سمجھتا ہے وہی اُسکی کمزوری ہے۔ اپنے جواب پر مولانا شرر سے نوٹ لکھوانا زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ حضرت صفدر کو اس امر کا احساس تھا کہ بغیر کسی سربرآوردہ شخص کی حمایت کے اُن کے جواب کی وقعت نہو گی۔ مگر یہہ نہ سوچے کہ ایسے مضمون کی کیا قدر ہو گی جو دوسرون کے سہارے کا محتاج ہو۔ مولانا شرر کو اس قسم کا نوٹ لکھنا چاہئے تھا یا نہین مجھے اس سے بحث نہین مگر جو نتائج خود اس نوٹ سے اخذ ہوتے ہین آگے چل کر دکھاؤنگا اس کا اتنا اثر ضرور ہوا کہ مین حضرت صفدر کے مضمون کا جواب لکھنے پر آمادہ ہوگیا مین اپنا وقت رائگان نہ کرتا اگر حضرت شرر کی تقریظ سے وہ مستجل نہ ہوتا۔

سب سے پہلی بات یہہ ہے کہ مین نے اصغر صاحب کے چھپن اشعار پر اعتراض کئے تھے۔ ان مین سے صفدر صاحب نے صرف چوبیس کا جواب دیا ہے باقی اعتراضات کو صحیح مانا ہے۔ اُنکی عبارت یہہ ہے۔

> "اس سے مجھے یا کسی سخن فہم کو انکار نہین ہو سکتا کہ بعض بعض اعتراضات شاعرانہ اصول کی بنا پر حق بجانب ہین جن کا کوئی جواب نہین ہو سکتا۔ جناب اثر نے جابجا اشعار پر اصلاحین بھی دین ہین جن مین اکثر اصلاحین خوب سمجھکر دی ہین جن کی داد نہ دینا انصاف کا خون کرنا ہے۔ قسمتی سے مجھے تنقید کے بعض ٹکڑون سے اختلاف ہے"۔....
>
> "مین صرف وہی اشعار جن پر بیجا اعتراضات کئے گئے یا جن پر اصلاحین ناقص دی گئین دکھاؤنگا"

اس عبارت سے یہہ واضح ہوتا ہے کہ ان ۲۴ اشعار مین بعض ایسے بھی ہین جن پر جو اعتراض ہے وہ تسلیم ہے مگر اصلاح پسند نہین۔ مین نے ایسے اشعار کا بھی انتخاب کیا تو شمار مین سات ہوئے۔ لہذا وہ اشعار جن پر حضرت صفدر کے نزدیک مین نے بیجا اعتراضات کئے ہین

صرف سترہ رہ گئے۔ اور صحیح طور پر قابل اعتراض اشعار کی تعداد منجملہ ۵۰ کے انتالیس ہوئی۔

تاہم مضمون کے آخری حصہ مین وہ تحریر فرماتے ہین کہ

"جناب نے صحیح اعتراضات تو دو چار ہی کئے ہین مگر غلط اعتراضات سے مرقع کے کئی صفحے سیاہ کئے گئے۔"!

حضرت صفدر کے مضمون مین دو قسم کی اصلاحین ہین۔ ایک حضرت اصغر اور دوسرے اُستادی حضرت عزیز کے کلام پر۔ یہہ اصلاحین صفدر صاحب کے فہم و فراست کا آئینہ ہین۔ اصغر صاحب کو اصلاح دے کر اُنھون نے اپنے تمام جوابون کو خود ہی رد کر دیا۔ اور یہہ بات ثابت ہوگئی کہ اصغر صاحب کے کلام مین اصلاح کی گنجائش ہے۔ مجھے تو جذبۂ انتقام نے اندھا کر دیا تھا مگر صفدر صاحب کو کیا ہو گیا تھا حضرت عزیز کو اصلاح دینے سے اُن پر یہہ مثل صادق آئی۔ کھسیانی بلی کھمبا نوچے" موخر الذکر اصلاحون کا مقصد سوا اس کے کچھ نہین ہو سکتا کہ میرے اور حضرت عزیز کے جذبات کو صدمہ پہونچایا جائے۔ جب صفدر صاحب مین خود نیش عقرب کی صلاحیت موجود ہے تو انہین دوسرون کو الزام دل آزاری دینے کا کوئی حق نہین۔ خودش فضیحت دیگران را نصیحت!

اب مین کچھ اُن جوابون کے متعلق لکھنا چاہتا ہون جو حضرت صفدر نے میری تنقید کی رد مین تحریر فرمائے ہین۔

نمبر ۱۔ حضرت اصغر کا شعر تھا ؎

اگر خموش ہو نہین تو تو ہی سب کچھ ہے ۔ جو کچھ کہا کہ ترا حسن ہو گیا محدود

مین نے مرقع کے نمبرون مین جناب اصغر کی خوبیون کو کس قدر تفصیل سے اور عیوب کو ذرا اجمال کے ساتھ دکھایا تھا کیونکہ مین عام نفسیات کی ان کمزوریون سے واقف ہون کہ لوگ زیادہ تحسین کا اثر کم لیتے ہین اور قلیل نکتہ چینی کا زیادہ، مگر اب جبکہ صفدر صاحب کو منظور یہی ہے کہ اپنی شہرت کے لئے خواہ اصغر صاحب کے شہرۂ اُستادی مین کتنا ہی خلل کیون نہ آئے مجھے مجبوراً یہہ اعلان کرنا پڑا کہ ادبی قابلیت کی کمی نے اکثر جگہ اصغر صاحب کو اپنا مفہوم ادا کرنے سے معذور رکھا ہے، یہ شعر بھی انھین اشعار مین سے ہے۔

اگر خموش رہو نہین تو تو ہی سب کچھ ہے ۔ جو کچھ کہا کہ ترا حسن ہو گیا محدود

اس شعر کی ادبی کمزوریون مین شاعر کا مفہوم بدلکر ہجو کو ذم سے آلودہ کر دیا ہے ع

اگر خموش رہو نہین تو تو ہی سب کچھ ہے

پہلا یہہ نکلتا ہے کہ اگر خموش نہ رہون تو تو کچھ بھی نہین ہے، یا کم سے کم یہہ کہ "تو سب کچھ نہین ہے بلکہ کچھ ہے کیونکہ شرط و مشروط کا خلاصہ معانی و بیان مین بھی یہی ہے۔ اور یہی روزمرہ بولا جاتا ہے۔ الفاظ نامناسب دراسلوب بیان بیقاعدہ ہونیکی وجہ سے اس مصرع کا مطلب یہہ پیدا ہوتا ہے کہ تیرا سب کچھ ہونا میری خاموشی پر مشروط ہے اگر وہ الفاظ کی اہمیت کا علم رکھتے تو سمجھ جاتے کہ یہہ مضمون کسی جملۂ شرطیہ کے پیکر مین نہین آ سکتا مین اگر اس مضمون کو خود نظم کرتا تو یون لکھتا ؎

رہون خموش کہ ہے تیری ذات مین سب کچھ ۔ کہون جو کچھ بھی تو تیرے صفات ہون محدود

اصغر صاحب کے پہلے مصرع مین لفظ "اگر" نے معنوی فساد پیدا کر دیا اور "تو تو ہی" نے تو لٹیا ہی ڈبو دی۔ دوسرے مصرع مین ایک در تیسرا تو تشریف لا رہا تھا مگر زبردستی اسکی گردن مین ہاتھ دیا گیا اسکے بجائے کاف بیانیہ لایا گیا۔ ع

جو کچھ کہا کہ ترا حسن ہو گیا محدود ۔ ایک بچہ بھی سمجھنا چاہے تو سمجھ سکتا ہے کہ اس جگہ کہ بالکل بے محل ہے اصل جگہ تو مصرع جزا کی ہے یعنی تو کی

مگر "دو عدد" تو پہلے مصرع مین آچکے ہین، اب تیسرا تو آتا تو تو تو تو کا ایک طومار ہوجاتا، مکمل اصلاح کے لئے ضرورت تھی کہ مصرع اولیٰ کا اسلوب بالکل بدلدیا جاے یہہ بھی ایک طول امل تھا اس لئے مین نے اسی پر اکتفا کی تھی کہ جناب اصغر کو اشارۃً یہہ مطلع کردون کہ (بھی) (کہ) سے بہتر ہے اسی سے وہ اندازہ بقیہ الفاظ کا کرلین گے مگر خدا بھلا کرے جناب صفدر کا کہ اونھون نے ناسور کے اصل خزانہ کی طرف توجہ دلانے کیلئے پہلے مصرع پر بھی اصلاح دیدی اور شعر کے اس زخم کو چھیڑ دیا مگر ایک عجیب لطیفہ یہہ ہے کہ مین نے بھی کی خوبی اس موقع پر یہہ ظاہر کردی تھی کہ انگریزی مین بھی ایک صنعت ہے جسکو سیزورا کہتے ہین اوس مین (بھی) کے بعد قدرے توقف لازم ہے جس سے حسن کے محدود ہوجانیکی تصویر کھنچ جاتی ہے" حضرت صفدر نے یہہ پوری عبارت نقل تو کی مگر تنقید کے وقت الفاظ خط کشیدہ سے کوئی مطلب ہی نہین رکھا اور فرمایا کہ

"کہ کے بجاے "بھی" کی ترمیم کی مگر خود ہی تامل ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ لفظ بھی ایسی جگہہ واقع ہوا ہے کہ اس کے بعد قدرے توقف لازم ہے۔ اصلاح کے معنی تو یہہ ہین کہ جس شعر پر اصلاح دیجاے پھر اس مین کوئی بات ایسی باقی نہ رہے کہ گنجائش کلام رہے"

مین نے جس توقف کو خوبی قرار دیا حضرت صفدر اُس کے یہہ معنی لگاتے ہین کہ مجھے ترمیم مین تامل ہے۔ اس سمجھ کے قربان!

مین نے مصرع اولیٰ پر کوئی اعتراض نہین کیا تھا مگر صفدر صاحب نے اپنی طرف سے اضافہ کردیا اور پورے شعر کو یون اصلاح سے مزین فرمایا ؎

اگر خموش ہون مین تو آپ سمجھے ہین　　جو کچھ کہا تو ہوا حسن آپکا محدود

اصلاح کا فرق اہل بصیرت خود سمجھ لین گے۔ اول تو آپ کی تکرار مخل فصاحت دوسرے "جو کچھ کہا" کی سامعہ خراشی اُسی طرح موجود ہے۔ اور ممدوح کی منقصت جو رہگئی اوس سے جو کچھ واسطہ ہی نہین (واضح رہے کہ مین نے ترمیمی مصرع مین کہا جو کچھ بھی لکھا تھا مگر صفدر صاحب نے جو کچھ کہا نقل کیا ہے۔ عمداً یا سہواً وہ ہی بتا سکتے ہین)۔

بہر نوع خدا جانے اس اصلاح کا شکریہ حضرت اصغر کو ادا کرنا چاہئے یا مجھے۔

اصلاح دیگر حضرت صفدر پر غالباً ایک وجد کی کیفیت طاری ہوئی اور یہہ الفاظ "خامۂ رنگین نگار" سے صفحۂ قرطاس پر ٹپک پڑے:

"گو آپ ایسے نقاد فن کے بنائے ہوئے شعر پر حرف رکھنا بے ادبی ہے مگر امر حق کہنے پر مجبور ہون۔ آپ یا اڈیٹر صاحب مرقع مجھے جو چاہین کہین مگر وہ نگاہین جو بحر سخن کے عمق تک پہونچ کر موتی نکال لاتی ہین میری بالغ النظری کی داد آنکھون سے دینگی"

یہہ آنکھون کی قید آپ نے بہت سخت لگادی ورنہ سب سے پہلے مین آپ کی بالغ نظری کا قصیدہ پڑھتا۔ (آنکھون سے داد دینا کیا معنی، اگر محاورہ ہے تو "سر آنکھون سے" ہونا چاہئے) لیکن اسکی تعریف کئے بغیر نہین رہ سکتا کہ آپ خودستائی کو امر حق کا اظہار سمجھتے ہین۔ اسی مضمون مین آپکا ایک اور فقرہ بھی کسقدر مضحکہ خیز ہے۔

"میرے احباب سمجھتے ہین کہ مین کچھ نہین جانتا"

نمبر ۲

زاہد نے مرا حاصل ایمان نہین دیکھا　　رخ پر تری زلفونکو پریشان نہین دیکھا

مین نے پہلے مصرع مین "مرا" کی جگہہ "ابھی" بدل دیا تھا حضرت صفدر اصلاح کو غلط قرار دیتے اور آخر مین ارشاد فرماتے ہین کہ۔

"زاہد بحیثیت زاہد و مفہوم زاہد کبھی بھی حاصل ایمان کو نہین
دیکھ سکتا۔ شاعر کو ساری دنیا سے کیا غرض وہ حرف زاہد
سے مخاطب ہے اور کہتا ہے کہ تو نے مرا حاصل ایمان نہین
دیکھا"

مین اقرار کرتا ہون کہ میری نظر شعر کی اس باریکی پر نہین پڑی تھی۔ اب معلوم ہوا کہ اسکا مخاطب زاہد ہے۔ جناب صفدر کو اسس "بالغ النظری" (بالغ نظری) پر مبارکباد دیتا ہون۔ مگر ایک بات اور بتا دیجیے شعر مین دو ضمیرین ہین "مرا" اور "تری"۔ اس مین زاہد کی طرف کون پھرتی ہے؟"

ایک جواب حضرت صفدر کا یہ بھی ہے کہ
"مرا" کے خلاف "ابھی" مین صرف زاہد پر طعن ہے شاعر
جو چشم حال سے ایمان کو دیکھ رہا ہے محروم رہا جاتا ہے۔
پھر یہ مشکل کہ ابھی نہین دیکھا نہ لفظ ابھی مقتضی اسکا
ہے کہ کبھی دیکھ سکے"

مین نے بہت کوشش کی مگر حضرت صفدر کا مطلب سمجھنے سے عاجز رہا۔

"شاعر جو چشم حال سے ایمان کو دیکھ رہا ہے محروم رہا جاتا ہے"!
کس چیز سے محروم رہا جاتا ہے
ایمان سے! یہ صحیح نہین کیونکہ خود فرماتے ہین کہ چشم حال سے دیکھ رہا ہے۔

دوسرا لفظ طعن ہے۔ شاعر طعن سے محروم رہا جاتا ہے یہ ایک مہمل جملہ ہوگا کیونکہ طعن کرنے والا خود شاعر ہے۔ ایسی صورت مین زاہد کے سوا اور کسی پر طعن کا موقع ہی نہین۔ لفظ ابھی سے اس امر کا بالفرض مشتبہ رہنا کہ زاہد کبھی حاصل ایمان دیکھے گا شعر مین نقص نہین پیدا کرتا۔

وہ اگر حاصل ایمان یعنی معشوق کے رخ پر زلفون کو پریشان نہ دیکھے گا تو نہ سہی۔

لفظ "مرا" مین تخصیص ہے نہ خصوصیت صرف قائل کی طرف منسوب ہے "ابھی" مین طنز اور تعمیم ہے اور اس کی بلاغت کا لطف شاعر سمجھ سکتا ہے۔

نمبر ۳

نہ میرے ذوق طلب کو ہی مدعا سے غرض ۔ نہ گام شوق کو پروا ہے منزل مقصود

مین نے اس شعر کو بالکل بدل دیا تھا اس طرح ؎

نہ میرے شوق کو ہے عرض مدعا سے غرض ۔ نہ میرے ذوق کو پروا ہے منزل مقصود

جو خاص اعتراض تھا اُسے حضرت صفدر نے پس پشت ڈال دیا یعنی طلب کسی چیز کی ہوتی ہے اگر طلب ہوگی تو مدعا ضرور ہوگا البتہ یہ ممکن ہے کہ عرض مدعا سے غرض نہو۔

دوسرا اعتراض یہ کہ لفظ نہ کا ادغام لفظ گام سے کانون کو ناگوار ہے حضرت صفدر نے قلق کی مثنوی کا ایک شعر نقل فرمایا اور مجھے سرزنش کی ہے کہ یہی شعر کاش دیکھ لیا ہوتا ؎

نہ مجال سخن نہ تاب نگاہ ۔ ضبط درد جگر نہ رخصت آہ

میرا اعتراض لفظ گام کے ساتھ نہ کے اتصال کا تھا حضرت صفدر لفظ مجال وغیرہ سے سند پیش کرتے ہین یہ عجیب منطق ہے کہ اگر کوئی لفظ ایک لفظ کے ساتھ برا معلوم ہو تو دوسرے کے ساتھ بھی کانون کو گران گزرے۔ اگر میرا یہ مقصود ہوتا تو حضرت صفدر کے اسی شعر کے پہلے مصرع مین لفظ نہ موجود تھا (نہ میرے شوق الخ) اس پر بھی گرفت کرتا۔

نمبر ۴

اسیران بلا نے آہ کھینچی درد سے کھینچی ۔ نگہبان چیخ اٹھے ہل گئی دیوار زندان کی

میرا اعتراض لفظ چیخ پر تھا اور اسکی جگہ "کانپ اٹھے" تجویز کیا تھا۔

حضرت صفدر کانپ جانا اور ہل جانا کو ہم معنی قرار دیتے ہین حالانکہ دونون کے محل استعمال مین بین فرق ہے ورنہ دیوار کانپ اٹھی اور نگہبان ہل اٹھے کہہ سکتے۔

حضرت صفدر چیخنے سے منع کرنے پر اسقدر برافروختہ ہوئے کہ خواہ مخواہ حضرت عزیز پر بجلی اُتارا اور اُنکا ایک شعر لکھکر جہت اصلاح دیدی۔ شعر یہہ ہے ؎

آئے ہین اس روش سے تری جلوہ زار مین　　بجلی چمک رہی ہے دل بے قرار مین

فرماتے ہین یون پڑھیئے ؎

ہم آئے ہین روش سے تری جلوہ زار مین　　بجلی تڑپ رہی ہے دل بیقرار مین

سبحان اللہ! کیا کہنا! ذرا نشتر کیجئے اور گریبان مین منہ ڈالئے۔ مصرع اولی مین اس وجہہ سے کہ مصرع ثانی مین صیغۂ حال ہے لفظ آئے کے بعد "ہین" ضروری ہے۔ ہم اس روش سے تیری جلوہ زار مین آئے ہین (کہ) دل بیقرار مین بجلی تڑپ رہی ہے۔ اس کے علاوہ اگر آپ مین غور کا مادہ ہوتا تو معلوم ہوتا کہ آپ نے لفظ ہم سے شعر کی معنویت کا خون کردیا تعمیم سے جو ایک لطیف اشارہ حضرت موسی کی طرف ہوتا تھا اُسکی جگہہ فرعونیت نے لے لی (ہم آئے الخ)

نمبر ۵

پڑے ہے ہر بُن مو اب لہو نہ نکلے　　کچھ ایسے زور پہ ہے آج کاوش جگری

مین نے "لہو نہ دے نکلے" کو غیر فصیح قرار دیکر "لہو نہ دیدے" کو ترجیح دی تھی۔ کیونکہ بن مو کے لیے لہو دے نکلنا ایک حد تک صرف بے محل ہے بجائے اسکے رگ دل یا موئے تن کے لیے یہہ محاورہ انسب تھا مین اب بھی اپنے قول پر قائم ہون۔ آپ سند مین جو شعر پیش کرتے ہین اُس سے یہہ اندازہ مشکل ہے کہ لہو دے نکلا ردیف و قافیہ کی قید سے مجبوراً نظم ہوا یا فی الحقیقت فصیح تصور کیا گیا۔

لطف یہہ ہے کہ حضرت صفدر نے خود لہو نہ دے نکلے کو زیادہ پسند نہین فرمایا ہے۔ اُن کے الفاظ ملاحظہ ہون۔

"بفرض محال اگر لہو نہ دے نکلے آپ کے طبع نازک پر گران تھا تو مصرع یون بھی ترمیم ہو سکتا تھا ع

یہہ ڈر ہے ہر بن مو اب لہو نہ دیجائے

اس محاورے کی فصاحت پر آپ صاد کرین مین تو صرف لہو دینے کو فصیح سمجھتا ہون۔ اس کے بعد صفدر صاحب فرماتے ہین کہ

"افسوس اثر صاحب نے دوسرے مصرع پر غور نہین فرمایا ورنہ جواب دینا مشکل ہوتا"

حضرت صفدر کے الفاظ پر معنی ضرور ہین اور ماشاء اللہ طبیعت زورون پر ہے مجھے امید ہے کہ آئندہ مضمون مین وہ اس علمی وادی کی جواہر پارہ کو شائقین کے سامنے پیش کرینگے۔

نمبر ۶

اسیران بلا کی حسرتون کو آہ کیا کہئے　　تڑپ کے ساتھ اونچی ہوگئی دیوار زندان کی

مین نے دوسرا مصرع یون بدل دیا تھا ع

ادہر تڑپے اُدہر اونچی ہوئی دیوار زندان کی

حضرت صفدر فرماتے ہین کہ۔

"اس طرح یہہ معنی بھی ہو سکتے ہین کہ اسیران بلا جدہر تڑپے اُدہر دیوار اونچی نہ تھی۔ یہہ اُنکی اُپج ہے مصرع سے ہرگز یہہ معنی پیدا نہین ہوتے۔"

حضرت صفدر نے اپنے دست خاص سے مصرع کو یون بدلا ہے۔

تڑپنا تھا کہ اونچی ہوگئی دیوار زندان کی

خوب اور بہت خوب اگر اس صلاح در اصلاح مین حضرت اصغر کا کیا حشر ہوگا۔ مجھے تو آپ دل آزاری کا الزام دیتے ہین اور خود (قصور معاف) کٹے پر نمک چھڑک رہے ہین (جس مین بہر تھی لال مرچین بھی شامل ہین) یہہ اصلاحی مصرعے یا تو حضرت اصغر

کے مصرعون سے بلند ہین یا پست، اگر بلند ہین تو میرا مطلب حاصل ہوگیا اگر پست ہین تو آپ نے فضول علم استادی بلند کیا۔

نمبر ۷

بہار آتے ہی وہ یکبارگی پر اُترپ جانا — وہ جا پڑنا قفس کا آپ سے آپ ہم کو گلشن مین

مین نے ترپ جانا پر ترپ اٹھنا کو ترجیح دی تھی جس مین قوت و بیاختگی زیادہ ہے۔ حضرت صفدر کو اصلاح نامنظور ہے۔ اُنکی خوشی۔

نمبر ۸

کچھ غنیمت ہوگیے یہہ پردہاے آب ورنگ — حسن کو یون کون رہ سکتا تھا عریان دیکھکر

حضرت صفدر فرماتے ہین کہ مین نے حسن کو محض بازاری حسن سمجھ رکھا ہے حالانکہ میرے الفاظ یہہ تھے "شاعر اپنے نزدیک عرش کے تارے توڑ لایا" بدقسمتی سے ایک نہایت رکیک مضمون "شعر کے الفاظ سے پیدا ہوتا ہے"۔ ظاہر ہے کہ میرا مقصد یہہ نہین تھا کہ شاعر نے عمداً وہی مضمون باندھا ہے بلکہ الفاظ کی ترکیب ایسی واقع ہوئی ہے کہ ذم کا پہلو بھی نکلتا ہے۔ کیا کوئی ماہر فن انکار کرے گا کہ شعر مین یہہ عیب نہین ہے اس سلسلے مین حضرت صفدر نے ایک عجیب و غریب طریقۂ استدلال سے کام لیا ہے کہ آتش و غالب و داغ و عزیز کے بعض اشعار پیش کئے ہین جن مین انکے نزدیک ابتذال ہے

نمبر ۹

ایک مشت خاک کا کیا ہو بیان اضطراب — ذرے ذرے مین نہان ہے اک جہان اضطراب

میرا اعتراض یہہ تھا کہ پہلا مصرع فصاحت سے گرا ہوا ہے بیان کی اضافت غلط ہے اسکی نثر یون ہوگی۔

ایک مشت خاک کا اضطراب کیا بیان ہو

جس مین اضافت کو دخل نہین۔ میرا مطلب یہہ تھا کہ بیان کی اضافت کو دخل نہین حضرت صفدر یہہ سمجھے کہ مین کہتا ہون پورے مصرع مین اضافت کو دخل نہین یہہ اُنکی ذہانت ہے۔ ہندی کی چندی کرنے کے لیے اول مجھے مصرع کی نثر وہی کرنا چاہیے تھی جو حضرت صفدر نے کی یعنی ایک مشت خاک کے اضطراب کا کیا بیان ہو اور اُس کے بعد یہہ لکھنا چاہیے تھا کہ "ایک مشت خاک کا اضطراب کیا بیان ہو صحیح ہے نہ کہ "ایک مشت خاک کے اضطراب کا کیا بیان ہو۔ اس قدر طوالت و تفصیل کی ضرورت جبھی ہو سکتی تھی کہ مین اپنا مخاطب حضرت صفدر کو سمجھتا ادس کی طرہ یہہ ہے کہ اصغر صاحب کے مصرع ثانی کو جوکہ مصرع اولی سے بھی زیادہ صاف ہے جناب صفدر بالکل ہی نہین سمجھے کیونکہ اوسکی نثر ان الفاظ مین کرتے ہین۔

ذرے ذرے مین ایک جہان کا اضطراب نہان ہے

حالانکہ اصغر یہہ کہہ رہے ہین کہ "ذرے ذرے مین ایک جہان اضطراب کا نہان ہے" یعنی اضطراب مفرط جس طرح دنیاے اضطراب کہتے ہین۔ اس کے بعد حضرت صفدر نے ایک لطیفہ نقل کیا ہے جو اُنکی خوش مذاقی پر دال ہے:۔

"مسٹر بیلی رزیڈنٹ اودہ نے جنہین اپنی فارسی دانی پر بہت غرہ تھا نواب سعادت علی خان خلد اللہ ملکہ کے دربار مین ایک دن گلستان کے اس مصرع کو شاید کہ پلنگ خفتہ باشد" کے بجاے "شاید کہ پلنگ خفیہ باشد" قرار دے کر یہہ معنی بتاے کہ جنگل مین شیر چھپا ہوتا ہے اور چھپ کر شکار کرتا ہے حسن اتفاق سے انشاء اللہ خان بھی موجود تھے۔ نواب نے انکی طرف اشارہ کیا انہون نے مسکرا کر فرمایا کہ جی ہان انہین قوافی مین دو مصرع مجھے اور یاد آئے۔

تا مرد سخن نگفتہ باشد — عیب و ہنرش نہفتہ باشد

یہہ سن کے رزیڈنٹ دل مین نادم ہو کر خاموش ہو رہے"

حضرت صفدر نے تو یہہ لطیفہ صرف پڑھا ہے مین نے بھانڈون کو اسکی نقل کرتے دیکھا ہے۔ مگر مین سچ کہتا ہون کہ اُن کا تمام مسخراپن مع بیلی صاحب کے خفیہ اور انشا اللہ خان کے گفیہ و نہفیہ کے ایک طرف اور آپ کا یہہ فقرہ ایک طرف "سعادت علی خان خلد اللہ ملکہ" ظرافت کا یہہ گرما گرم فقرہ حضرت صفدر کو لافانی بنا دیگا مگر قسمت نے ستم ظریفی سے کام لیا ہے کیونکہ سعادت علی خان خلد اللہ ملکہ کے ساتھ ہی ساتھ لوگون کو یہہ شعر بھی یاد آئیگا ؎

تا مرد سخن نہ گفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد

یہہ فقرہ اردو ادب مین ایک بیش بہا اضافہ ہے۔ مردہ و زندہ کی قید اُٹھ گئی۔ زندہ بادشاہون کے نام کے ساتھ نور اللہ مرقدہ یا طاب ثراہ وغیرہ اور مرے ہوؤن کو جنکی نسل مین بھی سلطنت نہین رہی خلد اللہ ملکہ کہنا جائز ہو گیا۔

نمبر ۱۰

آج خون گشتہ تمنائین مجھے یاد آگئین ہر طرف ہنگامۂ جوش بہاران دیکھکر

مین نے آج کی جگہ لفظ "اپنی" رکھدیا تھا حضرت صفدر پسند نہین فرماتے نہ سہی۔ مگر میرا خیال تھا اور ہے کہ ترمیم نے شعر کو ایک سر تیز نشتر بنا دیا۔ اس لفظ سے تمناؤن کی دلکشی اُنکا محبوب ہونا اور اُنکے خون ہونے سے جو دل پر گزری۔ ان تمام کیفیات کی تصویر آنکھون مین پھر جاتی ہے۔

نمبر ۱۱

پھر گئی آنکھون کے نیچے وہ اداے برق حسن چیخ اٹھے سب مرا چاک گریبان دیکھکر

مین نے چیخ کا لفظ بدل کر یہان بھی کانپ اٹھے تجویز کیا تھا حضرت صفدر نے یہہ مصرع تجویز کیا ع۔

دم بخود ہین سب مرا چاک گریبان دیکھکر

گیا برق حسن کا صرف یہی اثر ہونا چاہیے کہ دم بخود ہو کر لوگ رہ جائین اس خاموش تاثیر سے خود اصغر صاحب کا چیخنا ہی بہتر تھا۔ مگر کانپ اُٹھا مین میں لرزش برق حسن سے جو مناسبت پیدا ہوتی ہے اُس پر آپنے غور نہین فرمایا۔ افسوس اصغر صاحب کی زبان پر یہہ مصرع جاری ہوگا ع۔

بیگنہ دوست نے مارا مجھے دشمن بنکر

اور اس کے مخاطب آپ ہونگے۔

نمبر ۱۲

گر پڑی خود روح قید عنصری مین ٹوٹکر لذت ذوق فنا ہر سو فراوان دیکھکر

مین نے ٹوٹ کر گر پڑی پر اعتراض کیا تھا حضرت صفدر کے نزدیک یہہ "گر پڑی" روح کے لیے درست ہے۔ مجبوری!

نمبر ۱۳

ہائے وہ دن گزر گئے جوشش اضطراب کے نیند قفس مین آگئی اب غم بال و پر کہان

قفس مین نیند آجانیکا محل قبل از وقت تھا پہلے مصائب قید کی طرف سے مساوات ہونی چاہیے پھر نیند آئیگی۔ لہذا مین نے نیند کی جگہ چین تجویز کیا تھا حضرت صفدر کو اختلاف ہے اور ایک نازک گوشہ نکالا ہے یعنی یہان نیند کے معنی شاعر نازک خیال نے موت کے لئے ہین۔ دلیل مین اکثر اساتذہ کے مصرعے نقل فرمائے ایڑی چوٹی کا زور اس مسئلۂ دقیق کے حل کرنے مین صرف کر دیا ہے نیند کے معنی موت کے ہو سکتے ہین مجکو بھی ایک خواب سا یاد ہے کہ نیند سے لوگون نے موت کا استعارہ کیا ہے مگر یہہ یاد نتھا کہ خواہ سیاق و سباق دلالت کرے یا نہ کرے شعر زیر بحث مین یہہ مفہوم ہرگز نہین ہو سکتا یا شاید مجھ مین "بالغ النظری" نہین ہے اور مضمون شعر دقیق ہے کیونکہ قائل شعر (خدا نخواستہ) مر بھی گیا اور افسوس بکر رہا ہے کہ ہائے جوشش اضطراب کے دن گزر گئے اب تڑپنا پھڑکنا کیسا اس کا بھی غم نہین رہا کہ رہائی کی سعی بے حاصل مین بال و

گھس گئے یا شکستہ ہو گئے۔ خوب اس موت کی نیند نے شعر کی مٹی پلید کی

نمبر ۱۴

مرے اک سوز تو مجھ میں ہے مگر ساز نہیں
مین فقط درد ہون جس مین کوئی آواز نہین

درد مین آواز کا امکان نہ تھا اہل درد کی آواز تو بار ہا سنی ہے اس لیئے مین نے دوسرا مصرع یون بدل دیا تھا ع۔

مین وہ نغمہ ہون کہ جس مین کوئی آواز نہین

حضرت صفدر نے اصلاح کا مضحکہ اڑایا ہے۔ اُنکے نزدیک نغمہ بالذات آواز ہے پھر اس مین آواز نہونا کیا معنی۔ مجھے ایک مصرع یاد آ گیا عامیانہ ہے مگر اس موقع کے لیے نہایت موزون ع حالانکہ بے سُری ہی مگو چٹختی تو ہے۔ اگر نغمہ بالذات آواز ہو تو ہر آواز ہر چیخ پکار نغمہ ہو سنیئے نغمہ بالعرض آواز ہے بالذات نہین۔ نغمہ کی حقیقت کا صرف اظہار آواز کے ذریعہ سے ہوتا ہے یہہ ایک مشکل فلسفیانہ مسئلہ ہے آپ کے لیے صرف یہ اشارہ کافی ہے کہ غالب کا شعر سمجھ لیجیے ؎

پُر ہون مین شکوے سے یون راگ سے جیسے باجا
اک ذرا چھیڑیئے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے

یعنی غالب نغمہ سے معمور تھا حالانکہ چھیڑا نہ گیا تھا آواز نہ تھی اور نغمہ تھا بعض وقت افسوس کرنا پڑتا ہے کہ شعر کے لیے صرف شعر کہہ لینا یا کچھ لکھ دینا کافی نہین ہوتا بلکہ چند در چند علوم کی ضرورت ہوتی ہے اب میری اصلاح کا مفہوم دیکھیے۔ میری زندگی کو عشق نے سوز سے لبریز کر دیا ہے لیکن پھر بھی اپنے مرکز سے جدا و بیگانہ ہون (ساز نہین) لہذا میری زندگی ایک نغمۂ شہر ین ہے مگر خاموش۔ بکمل اُسوقت ہو گی۔ جب سوز کے ساتھ ساز بھی پیدا ہو جائے گا اور منصور کا ہم آہنگ ہو جاؤن گا۔

نمبر ۱۵

موج نسیم صبح کے قربان جایئے
آئی ہے بوے زلف معنبر لئے ہوے

مین نے دوسرا مصرع لفظ "ہے" نکالنے کو اس طرح بدل دیا تھا۔ ع
آئی شمیم زلف معنبر لئے ہوئے۔ خاص اعتراض یہہ تھا کہ لفظ ہے کے سبب سے شعر کی تاثیر کم ہو گئی۔ ترمیم سے نسیم و شمیم کی ترصیع کے علاوہ کیف پیدا ہو گیا شوق و اضطراب کا اظہار ہونے لگا۔ مگر یہہ بات اُسکی سمجھ مین نہین آسکتی جس کے کان سدھے ہوئے اور ذوق شعر نا بینا ہو۔

نمبر ۱۶

نالون سے مینے آگ لگا دی جہان مین
صیاد جانتا تھا فقط مشت پر مجھے

مینے پہلا مصرع یون بدل دیا تھا ع نالون نے میرے آگ لگا دی جہان مین اسکا مقصود یہہ تھا کہ حضرت اصغر نے جس طرح مصرع نظم کیا اس مین آگ لگانے کا فعل اختیاری تھا بقول شخصے جلے پھپھولے پھوڑے گئے تھے۔ مین نے جس طرح مصرع بنایا اسمین آگ لگانے کا فعل اب اضطراری ہو گیا ہے قائل کی قوت ارادی کو دخل نہ رہا ظاہر ہے کہ اس انداز بیان مین کسقدر بلاغت ہے۔

نمبر ۱۷

ما نا حریم ناز کا پایہ بلند ہے
لیجائیگا اُچھال کے درد جگر مجھے

مجھے یہہ اُچھل کود پسند نہ تھی لہذا ایک ذومعنی لفظ اُبھار "پایۂ بلند" کی رعایت سے رکھ دیا تھا۔ حضرت صفدر نے اسے بھی نامنظور فرمایا اور یون اصلاح دی ع۔ لے جائیگی تڑپ تری درد جگر مجھے اور وجد کے عالم مین فرمایا کہ:۔

"اب اس کے سامنے اُچھال و اُبھار دونون ایک گوشے مین آ گئے"

اصل یہہ ہے کہ تڑپ مین جو "چلت پھرت" اور "دھر پٹک" ہے وہ اُچھال مین نہین اور اُبھار مین تو مطلق نہین۔

نمبر ۱۸

آشنا نہین اب کسی صورت نہین چُھٹتا ہے چمن
تھی نظر تا شیر مین ڈوبی ہوئی صیاد کی

میرا اعتراض یہہ تھا کہ چین پڑنا سے چین آنا فصیح ہے۔ حضرت صفدر

کے نزدیک کوئی امتیاز نہین، اور مثنوی طلسم الفت کا ایک شعر نقل
فرمایا ہے ؎

چین پڑتا نہین کسی صورت   ہر گھڑی ہے ترقی وحشت

مثنوی اور غزل کی زبان ایک نہین ہوسکتی۔ مثنوی مین روزمرہ اور
بول چال کا زیادہ خیال رکھا جاتا ہے اور غزل مین متانت و
سنجیدگی کا۔ جن محاورون مین لفظ پڑنا اور آنا دونون سے مطلب
نکلتا ہے ہمیشہ لفظ آنا کے ساتھ افصح ہوگا۔ مثلاً
آرام پڑنا سے آرام آنا۔ چین پڑنا سے چین آنا۔ نیند پڑنا سے نیند آنا
وغیرہ وغیرہ۔ یہہ واضح رہے کہ چین پڑنا کو مین نے غلط نہین
کہا تھا بلکہ فصاحت کے اعتبار سے چین آنا کو ترجیح دی تھی
اور اس سے شاید ہی کوئی اہل زبان انکار کرے۔

اسی سلسلے مین حضرت صفدر کو پھر طیش آیا ہے اور پھر
دل کی بھڑاس حضرت عزیز پر نکالی ہے۔ اس مرتبہ ایک کے
بجاے دو شعرون کو لے ڈالا۔ پہلا شہید ؎

تا چند ضبط آہ کہ رکنے لگا ہے جی   یا آج آسمان نہین یا ہمین نہین

اس بیچارے شعر کی خطا یہہ تجویز کی گئی کہ اس مین رکنے لگا ہے
جی کا ٹکڑا کسی قدر غیر فصیح ہے اگر بجاے اس کے گھٹنے لگا ہے
دم بنا دیا جاے تو شعر مین جان پڑ جائے۔ خیال تو مجکو پہلے سے ہی تھا
کہ آپ فصیح و غیر فصیح کے سمجھنے سے دور رہنا چاہتے ہین مگر اب یقین
ہو گیا کیونکہ فصیح کا قضیہ ہمیشہ ہم معنی الفاظ مین پیش آتا ہے اور جی رکنا
دم گھٹنے سے معنًا بالکل علیحدہ ہے اگر ان دونون مین کوئی نسبت
ہے تو وہ عموم خصوص کی ہے، کیونکہ جی رکنا ایک وسیع المعنی لفظ ہے
اور دم گھٹنا محض تنفس کے لئے کار آمد ہے جی رکنے مین دم گھٹنے کی
تکلیف موجود ہے اور اسکے خلاف جو لطائف جی رکنے مین ہین وہ دم
گھٹنے مین کہان جس شخص کو جی رکنے لگا اور دم گھٹنے لگا مین فرق نہ
معلوم ہوا اور انکے محل صرف سے واقف نہو خدا کی شان ہے کہ وہ
حضرت عزیز کو اصلاح دینے کی جسارت کرے۔ یہہ محاورہ جس
خوبی سے انھون نے صرف کیا ہے اگر کوئی قدردان ہوتا تو موتیون
سے منہ بھر دیتا۔ سنئے جناب صفدر صاحب مرزاپوری۔ دم گھٹنے
مین صرف ضیق نفس کا مفہوم ہے۔ جی رکنے لگنے مین نہ صرف
دم گھٹتا ہے بلکہ روح بھی تحلیل ہوتی ہے۔

جی رکنے لگا۔ یہہ ٹکڑا آسمان نہین یا ہمین نہین دونون پر
حاوی ہے بخلاف دم گھٹنے کے جس کا اطلاق صرف ہمین نہین پر
ہوسکتا ہے۔ مگر مجھے امید نہین کہ آپ یہہ نازک فرق سمجھین۔
دوسرا شکار ؎

اب بدنصیب قابل گفتار بھی نہین   وہ وقت ہے کہ پرسش بیمار بھی نہین

حضرت صفدر مرزاپوری نے لفظ اب کے بدلے مین تجویز کیا ہے
اور بغلین بجائی ہین گویا در اصل شیر مارا۔ مگر بوکھلاہٹ مین یہہ
خیال نہین رہا کہ مین بدنصیب قابل گفتار بھی نہین اور مین
ہی یہہ کہہ رہا ہون نہ یہہ غور فرمایا کہ اس مین کے سبب سے
دونون مصرعون مین ربط منقطع ہو گیا اور مزہ رہا نہ اثر بلکہ مہمل ہو گیا
خوبی جبھی قائم رہ سکتی ہے جب اسکا قائل علاوہ مریض کے کوئی
ایسا شخص بھی ہوسکے جو بیمار (عاشق) کی حالت دیکھ چکا ہے
اور ایک دوسرے شخص (معشوق) سے بیان کر رہا ہے ؎

اب نصیب قابل گفتار بھی نہین   وہ وقت ہے کہ پرسش بیمار بھی نہین

مطلع کی اور معنوی خوبی بیان آپ سے بیان کرنا تضیع اوقات و باعث طوالت ہے،
آپ اسی قدر سمجھ جائیے تو غنیمت ہے۔

نمبر ۱۹

اس سے زیادہ اور کیا شوخی نقش پا کہون   برق سی کی چمک گئی آج سر نیاز مین

حضرت صفدر کا قول جو میرا قول بھی سمجھنا چاہئے یہہ ہے:۔

سطحی طور پر شعر کو سمجھ لینا اور اُس پر اصلاح دینا تو آسان ہے مگر ہر شعر کے ہر پہلو پر غائر نظر ڈالنا اُس کا سمجھنا مشکل ہے ۔عقلا شعر گوئی سے شعر فہمی کو بہت مشکل قرار دیئے ہوئے ہین"۔ (مین آپ کے ایک ایک لفظ پہ صاد کرتا ہون ۔ آثر)

"اس شعر مین نہ لک زائد ہے نہ آج بھرتی کا لفظ ۔ چمک کے ساتھ اک ہی کی سخت ضرورت تھی ۔ یہان کوندنے اور چمکنے مین ایک بہت نازک فرق ہے ۔ سر نیاز پہ ہوتا تو کوندنا کہہ سکتے تھے مگر یہان سر نیاز مین ہے چونکہ درد مین چمک ہوتی ہے جسکا تعلق یہان سر سے ہے ایسی مناسبت سے شاعر نے یہان چمک کا لفظ رکھا ورنہ کوندنا سامنے کی بات تھی جسے کہنے والے نے دیدہ و دانستہ ترک کیا ۔ اب ذرا ارباب نظر غور سے دیکھین کہ مین کیا بک رہا ہون اور جناب نواب صاحب کیا فرما رہے ہین" (ختم ہوئی حضرت صفدر کی عبارت)

یہہ ہیچمدان ناچیز عرض کرتا ہے کہ حضرت آپ نے شعر کی مٹی پلید کر دی ۔ سر مین درد اور چمک کا عنصر داخل کرنے کا نتیجہ یہہ ہوا کہ اب معشوق کے نقش قدم پہ سجدہ کرنے سے عاشق کے سر نیاز مین نورانیت کی ایک لہر دوڑنے کے بجاے کسی راہگیر کی گورا شاہی ٹھوکر ہوئی جس نے بھیجا ہلا دیا اور دن کو تارے دکھائی دینے لگے ۔ اور تو بظاہر درد سر کی کوئی وجہ نہین ہو سکتی ۔

نمبر ۳

وہ شوخیون سے جلوہ دکھا کر تو چل دئے ۔۔۔ اُنکی خبر کو جاؤن کہ اپنی خبر کو مین

مین نے چل دئے کو غیر فصیح قرار دیا تھا اور شوخیون (جمع) کی جگہہ شوخی (واحد) تجویز کیا تھا ۔ حضرت صفدر فرماتے ہین کہ ۔

"کیا قیامت ہے چل دئے کو غیر فصیح کہا جاتا ہے ۔ افسوس تو یہہ ہوتا ہے کہ آپ کہنے کو تو اہل زبان ہین اور اپنی زبان سے اسقدر بیگانگی ۔ چل دئے خاص ثقات کی زبان ہے چل دئے اور چلے گئے کے معنی مین فرق ہے چل دئے ایسے موقع پر مستعمل ہے کہ کوئی آنکھ بچا کر بعجلت و ناگہان نکل جاے اور شوخیون سے جلوہ دکھا کر فوراً ہٹ جانا ۔ اس موقع پر یہی فقرہ مناسب و موزون ہے اور چلے گئے سنجیدگی کے ساتھ جانا کہنے والے کے علم مین وغیرہ کے لئے مستعمل ہے"۔

چل دئے اور چلے گئے مین جو فرق بیان کیا گیا صحیح ہے اور اسی کی بنا پر مین نے چلے گئے کو ترجیح دی تھی ۔ معشوق نے شوخی سے جلوہ دکھایا جس کا اثر یہہ ہوا کہ عاشق کے خرمن عقل و ہوش پر ایک بجلی گری مدہوشی کا عالم طاری ہوا ۔ ایسی حالت مین معشوق کو آنکھ بچا کر یا "بعجلت و ناگہان" یا اچانک جانے کی کیا ضرورت ہے ۔ شوخی کا ربط جلوہ سے ہے نہ کہ جانے سے "شوخیون سے جلوہ دکھانا" یہہ اُردو حضرت صفدر اور اُنکے اسکول کو مبارک رہے ۔

ایک اور لطیف مضمون جو "چلے گئے" سے پیدا ہوتا ہے یہہ ہے کہ اگر چل دئے کہا جائے تو یہہ مطلب ہو گا کہ معشوق ابھی ابھی گیا ہے اور اُسکی تلاش ممکن ہے ۔ دوسرا مصرع اسکا منافی ہے ۔ عاشق کو اپنا ہی ہوش نہین رہا تو وہ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ معشوق کو گئے ہوئے دیر ہوئی یا نہین ۔ اس کے علاوہ جیسا حضرت صفدر نے خود تسلیم کیا چلے گئے مین متانت و سنجیدگی ہے ۔ شوخی و متانت کے اجتماع نے صنعت تضاد پیدا کی جس نے شعر کی معنویت اور بلاغت کو بڑھا دیا ۔

سخن شناس نہ ٔ دلبرا خطا اینجاست

مین دوبارہ اعلان کرتا ہون کہ چل دئے ایک عامیانہ جملہ ہے جو بول چال مین مستعمل ہے مگر سنجیدہ ادب مین اس سے اجتناب لازم ہے ۔ حضرت صفدر کا یہہ فرمانا درست ہے کہ اب ہم لوگ کہنے کو اہل زبان رہ گئے ۔ خالص اہل زبان وہ اور اُنکے ہم جنس ہین ۔ آج "چل دئے"

کو فصیح کہین کل "چلتے ہوئے" کو پرسون "چمپت ہوئے" کہین گے اور فصاحت مُنہ چومیگی۔

نمبر ۲۱

جان بیتاب پہ وہ چوٹ تری یاد کی دین　　نفس بازپسین کو بھی فروزاں کر دین

حضرت صفدر نے پہلے مصرع کو یون نقل کیا ہے ع

جان بیتاب پہ وہ چوٹ تری یاد کرین

اور فرماتے ہین "چوٹ دینا" اس کا وجود بھی شعر مین نہین ہے صرف چوٹ سے چوٹ دینا مراد ہے تو اس کا کوئی جواب ہی نہین ہو سکتا۔

مین نے روح نشاط کو دوبارہ دیکھکر اپنا اطمینان کر لیا شعر اُسی طرح درج ہے جس طرح مین نے نقل کیا۔ حضرت صفدر آنکھون مین خاک جھونکتے ہین یا شاید اس مہذب پیرایہ مین اصغر صاحب کو اصلاح دیتے ہے۔

نمبر ۲۲

نہین معلوم کتنے جلوہائے حسن پنہان ہین　　کوئی پہونچا نہین گہرائیو مین اشک شبنم کی

مین نے "گہرائیون مین" کے بجائے "گہرائیون کو" تجویز کیا تھا حضرت صفدر فرماتے ہین کہ کو سے تک زیادہ فصیح ہے"

کو کے یہہ معنی ہونگے کہ اشک شبنم کی حقیقت سے کوئی واقف نہین ہوا یا ادراک سے قاصر رہا۔ تک مین معرفتِ حقیقت کا پہلو نہین ہے بلکہ صرف مشاہدۂ و تجربہ ہے شعر کے الفاظ پہلے مطلب کی طرف رہنمائی کرتے ہین اسی سے مین نے "کو" تجویز کیا یہ "تک" بھی ذہن مین تھا۔

نمبر ۲۳

لالہ و گل پہ جو ہے قطرۂ شبنم کی بہار　　رخ رنگین پہ جو آئے تو حیا ہو جائے

مین نے "پہ جو" کی تکرار پر اعتراض کیا تھا اور دوسرا مصرع یون بدل دیا تھا ع رخ رنگین پہ اگر آئے حیا ہو جائے۔ حضرت صفدر فرماتے ہین کہ اصلاح شدہ مصرع بہ تکلف پڑھا جاتا ہے۔ یہہ اُنکا خیال ہی خیال ہے۔ پھر فرماتے ہین کہ جب پہلے مصرع مین لفظ "جو" موجود ہے تو دوسرے مصرع مین لفظ "تو" کا ہونا لازمی ہے شرط کے ساتھ جزا ہونا ضروری ہے اور مرزا صاحب کو لفظ "تو" ہی پر اعتراض ہے مصرع ایسا لگایا گیا کہ جو اسقدر غلط ہے کہ اگر ایسی غلطی کسی نو آموز سے بھی ہوتی تو وہ بھی قابل بازپرس تھا نہ کہ مرزا صاحب ایسے ماہر فن اور خوشگو شاعر سے۔ دیکھئے ایک ذرا سی ترمیم مین مصرع کے سارے عیوب مٹ جاتے ہین ع رخ رنگین پہ وہ آئے تو حیا ہو جائے"۔

یہہ دعویٰ کہ شرط کے بعد حرف جزا یعنی تو کا ہونا لازمی ہے اس کا جواب حضرت اصغر کا یہہ مصرع دیگا ع　　جو کچھ کہا کہ ترا حسن ہو گیا محدود

حضرت صفدر بلاغت کے اس نکتہ سے شاید واقف نہین کہ شرط کے بعد حرف جزا کو اکثر حذف کر دیتے ہین کبھی حرف جزا کا اعلان کرتے ہین اور شرط کو محذوف رکھتے ہین مثال مین یہہ اشعار دیکھئے۔

ترے وعدہ پر جئے ہم تو یہہ جان جھوٹ جانا　　کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

(غالب)

ہم (جو) ترے وعدہ پر جئے تو الخ

رگ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا　　جسے غم سمجھ رہے ہو وہ اگر شرار ہوتا

(غالب)

جسے غم سمجھ رہے ہو وہ اگر شرار ہوتا (تو) رگ سنگ سے الخ

تیغ کھینچے جو یار آتا ہے　　اور بھی مجھکو پیار آتا ہے

(امیر)

تیغ کھینچے جو یار آتا ہے (تو) اور بھی مجھکو الخ

مین تو قابلِ بازپرس ہون غالب و امیر کی نسبت کیا ارشاد ہوتا ہے!

اب صرف و نحو کے قلمرو سے نکل کر ملکت معانی و بیان کی سیر کیجئے تو آپ کو معلوم ہو کہ مین نے جس طرح مصرع نظم کیا ہے اُسکا اسلوب ایسا ہے کہ قطرۂ شبنم حیا مین منتقل ہو گیا۔ فہو المراد۔ یہہ آپکی "وہ جو تو" نہین ہے۔ مگر یہہ نکات شاید آپکی سمجھ سے باہر ہین۔

نمبر ۲۴

فریب دامگہ رنگ و بو معاذ اللہ　　یہہ اہتمام ہے اور ایک مشت پر کے لئے

مین نے عرض کیا تھا کہ دوسرے مصرع مین فعل حذف کرنے سے عجب خوبی پیدا ہوتی ہے اور یہہ مصرع تجویز کیا تھا ع

یہہ اہتمام فقط ایک مشت پر کے لئے

حضرت صفدرؔ نے بظاہر اس سے انکار نہین کیا مگر یہہ فرمایا کہ جو روانی و سلاست اصل مصرع مین ہے وہ اصلاحی مصرع مین نہین پھر ایسی اصلاح کا کیا حاصل"۔ آپ کے لئے فی الحقیقت کچھ نہین۔

چلتے چلتے حضرت صفدرؔ فرماتے ہین۔

"ہان ایک بات اور یاد آئی۔ جناب اثرؔ نے اسی تنقید مین داغؔ مرحوم کے اس شعر کو ؎

بیٹے اُٹھے سامنے ادل تو خنجر رکھدیا
پھر کلیجا رکھدیا دل رکھدیا سر رکھدیا

امیر مینائی کا شعر لکھا ہے۔ اللہ رے بے خبری"

اگر حضرت صفدرؔ غور سے دیکھتے تو واضح ہوتا کہ مین نے امیر مرحوم قوسین مین لکھکر علامت سوال (؟) بنادی تھی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مجھے خود شبہ تھا۔ آپ چاہین تو اسے بے خبری سے منسوب کرین۔

حضرت صفدرؔ نے اپنے زعم مین میری "غلط تنقید کا لفافہ کھول دیا" اس کا فیصلہ ارباب فن کرین گے۔ مگر حضرت صفدرؔ کی طولانی تحریر کا لب لباب صرف اتنا ہے کہ ۵۶ مین صرف ۲۴ اعتراضون کا جواب دینے کی ہمت ہوئی باقی تسلیم کرلئے۔ ان ۲۴ مین سے بھی سات کو نہ صرف قابل اصلاح مان لیا بلکہ خود بھی اصلاح دی۔

تاہم حضرت صفدرؔ کو دعوائے حق گوئی ہے اور میری تنقید کا مقصد ادبی استفادہ نہین بلکہ "دل آزاری کے لئے نکتہ چینی" قرار دیتے ہین۔ اس سے زیادہ زبان اُردو کا دردناک مرثیہ کیا ہوسکتا ہے۔

اثرؔ لکھنوی
۳۰ اگست ۱۹۲۶ء

لوسی - شکریہ! مین ضرور آؤنگی خواہ وہ کچھ ہی کہین -

مارنی - وہ مجھ سے نفرت کرتی ہین - مین تمھاری پھوپھی کی نظرون مین بہت آزاد طبع ہون خیر کچھ پرواہ نہین - تم مین، اپنی پھوپھی اور انکے گرانقدر مہمان کے چنگل سے نکلنے کی مقدرت حاصل ہے - ورنہ مین تمھین مطلع کیے دیتی ہون کہ تمھاری اس شخص سے زبردستی شادی کردی جائیگی اور پھر تم کبھی نہ جان سکوگی کہ زندگی کیا ہے؟

لوسی - مین اس سے کبھی شادی نہین کرونگی -

سہ پہر کو لوسی، کسی نہ کسی طرح مس سوسن کی نظر بچا کر مارنی کے مکان پر پہونچ گئی، جہان اسنے مارنی کو مع سامان وغیرہ بیٹھا پایا

مارنی - آؤ بیٹھو - میری سہیلی بھی آنے والی ہی ہوگی - اب تو وہ ایک مشہور سینما کی حسین ایکٹرس ہے - اسکا ارادہ شادی کرکے سیاحی کا ہے - لو وہ آ ہی گئی - یہی کیملی ہے -

کیملی! - لوسی نے سانس روک لیا - وہ ایک پرشوق و متفکرانہ سوال کرنے کے لئے مڑی - لیکن مارنی اپنی سہیلی کا خیر مقدم کرنے کیلئے دروازہ تک پہونچ چکی تھی -

دوسرے لمحہ مین کیملی کمرہ کے اندر تھی - خوفناک اشتباہات کے ساتھ لوسی نے گردن اٹھائی اور ایک چھریرے جسم کی پروقار لڑکی کو بے انتہا نفیس لباس مین دیکھا -

وہ اپنے بدن کی ساخت اور صباحت کے اعتبار سے لوسی مین ملتی تھی - لیکن لوسی کا حسن اسکے دل کی صداقت و معصومیت کو منعکس کرتا تھا - کیملی کے وجود پر نقاب پڑی ہوئی معلوم ہوتی تھی - وہ کسی سے آنکھ نہین ملا سکتی تھی -

کیملی - (دستانہ اتارتے ہوئے - غصہ سے) تمام دنیا زیر و زبر ہو رہی ہے مین زندگی سے اسقدر اکتا چکی ہون کہ میرا ارادہ روپوش ہوجانیکا ہے

روپوش ہو جانے کا!! لوسی نے بے انتہا تعجب کے ساتھ دل ہی دل مین اس فقرہ کی تکرار کی - وہ سوچ رہی تھی کہ یہ لڑکی جو بظاہر کلائی فورڈ سے منسوب ہے، کسطرح ایسی سکبردمی کی باتین کررہی ہے - اسے کوئی شبہ باقی نہ رہا تھا کہ یہ کلائی فورڈ سے منسوب نہین ہے مارنی کے منہ سے کیملی کا نام سنتے ہی وہ سمجھ گئی تھی کہ اسکا خواب محبت ختم ہوگیا!

آہ! مین احمقون کی جنت مین بسر کررہی تھی" اسنے سوچا" وہ مجھ پر اسلئے مہربان تھا کہ مین نے اسکے مجروح ہوجانے پر اسکی خدمت کی تھی - اور اس لئے بھی کہ اس پر راز طریقہ پر آنے اور پھر کبھی نہ بیان کرنے پر مین نے کوئی بازپرس و ملامت نہین کی" اس کے رخسار، اسکے پیار کو یاد کرکے جلنے لگی - وہ پیار جسکا مقصود کیملی تھی!

یہ ایک آتشین خیال تھا - ایک ہولناک طعنہ زن، امید سوز خیال!!! وہ اندر ہی اندر خاکستر ہوئی جارہی تھی - اسے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اس شرمناک، دزدیدہ، غلط بوسہ کی علامت سوزان چہرہ پر مرئی ہے -

جسے سب دیکھ سکتے ہین -!!

مارنی - کیملی، کیا ماجرا ہے - مین سمجھتی تھی کہ تم دنیا مین مسرور ترین لڑکی ہو تمھاری شادی بھی تو ہونے والی ہے -"

کیملی - تھی، کہو - کیونکہ اب مین نہین کرونگی - مین اس سے اپنا پیچھا چھڑاؤنگی

مارنی - یعنی تم اس سے انکار کردوگی -

کیملی - یہ اسی کی غلطی ہے - مین نے کچھ واقعات اس کے متعلق دریافت کیے ہین -

لوسی (کانپتی ہوئی آواز مین) تو پھر کیا اسکی ہستی راز تھی؟

کیملی - (ہنسکر) ہرگز نہین - کیا کسی مرد کی ہستی بھی راز ہوسکتی ہے - بلکہ وہ جاسوس ہے - درندہ ہے اور ہر وہ چیز جو بری ہوسکتی ہے -

لوسی - لیکن تم بالیقین کیسے کہہ سکتی ہو -

لوسی - کلائی فورڈ کی جنبہ داری مین وفور غضب سے کانپ رہی تھی - اسکے متعلق یہ الزام صحیح نہین معلوم ہوتے تھے - لیکن مس سوسن نے بھی تقریباً یہی اتہامات اسپر لگائے تھے -

کیملی - مجھے جب تک کسی بات کا تعین کامل نہ ہو جائے، مین زبان پر نہین لاتی - مین اسکو مسترد کرنا چاہتی ہون - اب تم دونون بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے مین لکھ کر بھیجدون یا بالمشافہ نرمی کے ساتھ کہون - نسبت کا توڑنا بہت نازک معاملہ ہے

لوسی - بہت مشکل ہے -

کیملی - لیکن یقیناً، تم یہ تو نہین چاہتی ہوگی کہ مین ایک فرومایہ اوباش سے وابستہ ہو جاؤن - میرا دل ٹوٹ گیا ہے - مگر مجھے اپنی آبرو کا خیال کرنا چاہیے

لوسی - تمھارا اوباش سے کیا مدعا ہے -

اسکے لیے یہ سمجھنا بہت ہی مشکل تھا کہ کلائی فورڈ کی شخصیت وہ ہو سکتی ہے جو بعید از شرافت وعزت ہو -

کیملی - ایک شخص جو تمھین کبھی نہ بتائے کہ اسکی معاش کیا ہے ایک شخص جسکے پاس ایک وقت مین تو انبار ند ہو اور دوسرے وقت مین ایک دانگ بھی نہین -

لوسی - لیکن دولت ہی سب کچھ نہین ہے - !

کیملی - نہین ہے !! مین سمجھتی ہون وہ بڑی حد تک ہے -

مارنی - تمھارے پاس تو بہت دولت ہے - تم سیکڑون تو صرف لباس پر صرف کر دیتی ہو -

کیملی - کیا تمھین میرا یہ لباس پسند ہے ؟ یہ بہت گران قیمت ہے لیکن اگر مین اپنی حسب خواہش، ہر چیز نہ خرید سکون تو زندہ نہین رہ سکتی اسی وجہ سے تو مین نسبت توڑ رہی ہون -

لوسی - مگر مین اسے ظالمانہ وجہ سمجھتی ہون -

لوسی کا لقب کلائی فورڈ کے لئے دکھ رہا تھا اور کیملی کا دنیا پرستانہ نقطۂ نظر اسکے لئے کرب آفرین تھا -

لیکن اسکا یہ جذبۂ ہمدردی مختصر التیام تھا - دوسرے لمحہ وہ کلائی فورڈ کی فریب کاری پر غضبناک ہو رہی تھی - وہ تقریباً اس سے نفرت کرنے لگی کہ باوجود کیملی سے منسوب ہونیکے لئے اس نے اس سے اظہار محبت کیا - اور سب سے زیادہ - لوسی اپنے پر غصہ ہو رہی تھی کہ اسکے عشق مین اس شدت کے ساتھ مبتلا ہو گئی -

کیملی - مین آج رات کو اس سے صاف صاف کہدونگی کہ مین اس سے شادی کرنا نہین چاہتی اور پھر کسی دوسرے شہر مین کسی رئیس سے شادی کر لونگی -

لوسی - مین ملازمت کرنا چاہتی ہون مارنی کہتی تھی کہ تم کبھی دفتر مین کام کیا کرتی تھین -

کیملی - ہان لیکن یہ اسوقت کا ذکر ہے جب مین بہت کمسن تھی اور نئی نئی تجارتی کالج سے نکلی تھی -

لوسی - اور مین نے کچھ بھی نہ سیکھا ہے مجھے حیرت ہے کہ مین کیا کرونگی

کیملی - کسی بیرونی شہزادے سے منسوب ہو جاؤ -

اور صرف یہ رائے تھی جو کیملی اسے دے سکتی تھی -

لوسی گھبرا گئی - اسکی سمجھ مین نہین آتا تھا کہ آیا اس بات پر وہ خوش ہو یا رنجیدہ کہ کلائی فورڈ کو اسکی محبوبہ مسترد کردینے والی ہے ایک خیال پر تو وہ ضرور بہ شاد کام ہوتی تھی کہ پھر کلائی فورڈ آزاد ہو جائیگا اور لوسی کے ساتھ محبت ظاہر کرنے مین فریب کی آلائش نہو گی - لیکن فوراً ہی وہ اپنے دل مین کہتی کہ اب وہ کبھی اسکی پر محبت باتون پر کان نہ دھرے گی اور اگر کبھی اس سے ملنے کا اتفاق ہوا تو اس سے کہیگی کہ وہ کیا محبت ہے - جیسے جاسوس فرومایہ

درندہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

اس رات جب وہ سونے کے لیے بستر پر لیٹی تو اسکی لانبی ریشمی پلکیں، آنسوؤں سے نمناک تھیں۔

لیکن خواب میں کلائی فورڈ پھر ویسا ہی نیک صادق، حسین اور برف کی طرح صحیح تھا۔!

(۷)

روبرٹ - میرے نئے دستانہ میں سوراخ ہو گیا ہے۔

سوسن - کیوں؟ گزشتہ ہفتہ تو تم نے خریدا ہی تھا۔

روبرٹ (قہقہہ لگاکر) میں نے نیلام میں سے لیئے تھے۔

سوسن - اگر واقعی پھٹ گئے ہیں تو مجھے یقین ہے لوسی بہت خوشی کے ساتھ رفو کردے گی

لوسی (شگفتگی سے) کوئی خاص خوشی تو نہیں حاصل ہوگی، لیکن مجھے رفو کرنے میں کچھ عذر نہیں۔

مس سوسن مسکرائی اور لوسی دستانہ سینے کے لیے جھکی اسوقت تک انتظار کیا، اور پھر روبرٹ کا بازو چھوکر سرگوشی میں یہ کہتی ہوئی کہ اب موقعہ ہے" کمرہ سے باہر نکل گئی۔

لوسی نے کوئی حرکت نہ کی اور نہ یہ ظاہر کیا کہ اس نے ان الفاظ کو سن لیا ہے۔ مگر دل میں وہ غصہ کے مارے پھنک گئی۔ اسے اپنی پھوپھی سے تقریباً نفرت ہو گئی اور وہ اسطرح اس کی پشت کھڑی ہوئی سازش کر رہی ہے اور اس بات کی متوقع ہے کہ وہ اسکی منشا پوری ہونے دیگی

"میں انھیں بتاؤنگی کہ میں بچہ نہیں ہوں" اس نے سوچا میں انپر یہ ثابت کرونگی کہ مجھ میں وہی دلیری موجود ہے جو اس زمانہ میں تھی جب میرے والد بقید حیات تھے اور جب زندگی تمامتر نشاط و آزادی تھی"

روبرٹ - (اپنی آواز کو رقیق بنانے کی کوشش کرتے ہوئے) درحقیقت یہ فردوسی منظر ہے!

لوسی - کیا بات ہے؟

روبرٹ - میں یہ سوچ رہا ہوں اور تمنا کر رہا ہوں کہ اے کاش ہمیشہ ایسا ہو سکتا - صرف تم اور میں - تم میرے کپڑے درست کرتی ہوتیں، میرے بٹن لگاتیں، میرے لیے کھانا تیار کرتیں۔

لوسی - اور تم اپنا پائپ پیتے اور کچھ نہ کرتے۔ یہی تمہیں فطری طور پر مرغوب ہے۔ کیا تمھیں کوئی ملازمت نہیں مل سکتی۔

روبرٹ - بہت سی ملازمتیں ہیں - اسکے علاوہ اور دیگر مشاغل ہیں جو میرے لیے باعث دلچسپی ہیں۔

لوسی - مگر میں نے تمہیں کبھی مشغول نہیں دیکھا

روبرٹ - میں کسطرح کوئی کام کرسکتا ہوں۔ جب میرا دل و دماغ اس کشمکش میں ہے۔

لوسی خاموش ہو گئی - وہ اس فقرہ کی تشریح نہیں چاہتی تھی اسنے ڈورا سوئی میں پرویا اور سینے لگی۔

ہارڈ میں جلدی سے لوسی کی طرف بڑھا اور اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

وہ اسکی آغوش میں سے تڑپ کر نکل گئی اور ہانپتے ہوئے کہا "مجھے جانے دو۔ گھنٹی بج رہی ہے۔ غالباً کوئی آیا ہے۔ میں دروازہ کھولوں گی۔

روبرٹ - اسکی فکر مت کرو۔ خالہ سوسن وہاں ہیں وہ دروازہ کھولینگی،

لوسی کا دل گزون اچھل رہا تھا۔ بڑے کمرے میں وزنی قدموں کی آواز آئی۔ کوئی ملاقاتی گھر میں آیا۔

"نہیں تم اندر نہیں جا سکتے" تھوڑی دیر کے بعد مس سوسن بلند آواز میں کہہ رہی تھی۔ "اور لوسی میری بھتیجی منسوب ہو چکی ہے۔

منسوب ہوچکی ہے ؟ "

یہ کلائی فورڈ کی آواز تھی۔ لوسی کا چہرہ زرد پڑ گیا اسکے ہونٹ کانپنے - اور اسکا دل بانسون اچھل گیا۔

روبرٹ - باہر جو کچھ ہو رہا ہے اسکے سننے کی ضرورت نہین - میری سنو - لیکن لوسی نے اسکی بات نہ سنی کیونکہ کلائی فورڈ کہہ رہا تھا

" مین لوسی سے ملنا چاہتا ہون - اور تنہا ! "

اسکے بعد ہی دروازہ کھلا اور کلائی فورڈ اندر آیا اسکے حسین چہرہ پر سنجیدگی کے نقوش تھے - وہ آج ہارڈمین کے مقابلہ مین زیادہ کشیدہ قامت معلوم ہو رہا تھا۔

لوسی پر اہتزاز طاری ہو گیا - اسکی نبض سریع ہو گئی - ایک کہر اسکی آنکھون کے سامنے چھا گیا - افوہ ! وہ کسقدر اس سے محبت کرتی تھی - لیکن اس محبت کو اسے کچل ڈالنا پڑے گا۔

لوسی ! کلائی فورڈ نے کہا - اسکی آنکھین سنجیدگی سے لوسی کی طرف نگران تھین - جیسے وہ اس سے کلیتہً بے خبر ہے کہ کوئی اور بھی کمرہ مین ہے " کیا تم مجھے چند لمحات دوگی " !

لوسی نے اپنے بدن کو سادہا اور آواز کو روکھی بنانے کی کوشش کی " مین یہان ہون تمھین کیا کہنا ہے "

کلائی فورڈ - ایک بات صرف تمھارے کانون کے لیے -

تھوڑی دیر کے لیے اسکے انداز پر لوسی کا دل پسیجا - لیکن اسنے فوراً کیملی کے بیان کو یاد کیا - وہ کیملی کی محبت کا اہل نہ تھا وہ کسی لڑکی کی بھی توجہ کے قابل نہین - اس نے مجھ سے اظہار محبت کیا' اس حال مین کہ یہ اس سے منسوب تھا - اس نے میرا بوسہ لیا جس سے مقصود وہ تھی "

یہ نیش ناقابل برداشت تھا اور لوسی کا دل پھر سخت ہو گیا

لوسی - اگر تمھین مجھ سے کچھ کہنا ہے تو یہان کہہ سکتے ہو ! "

کلائی فورڈ اسکے لہجہ پر سخت متحیر ہوا - اور اس نے تکلیف رسیدہ نظرون سے روبرٹ کے منحوس چہرہ کو دیکھا اور پھر مس سوسن کی جانب جو اسکو باہر نکالدینے کیلئے مضطرب تھی

کلائی فورڈ (مس سوسن سے) کیا آپ معاف کرینگی اگر مین چند لمحون کے لیے آپ کی بھتیجی سے گفتگو کرنے کے لیے تخلیہ کی عرضداشت کرون !

مس سوسن - عجیب مضحکہ خیز بات ہے -

کلائی فورڈ مین بے انتہا متشکر ہونگا اگر آپ اور آپ کا بیٹا... "

سوسن (چیخ کر) میرا بیٹا !!! مین غیر شادی شدہ ہون - اور اگر بفرض محال شادی شدہ ہوتی تو بھی میری عمر اتنی زیادہ نہین ہے کہ اتنے معمر شخص کی مان ہو سکتی -

کلائی فورڈ - مین معذرت کا خواستگار ہون - مجھے اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے تھا - لیکن میرا دماغ دوسری باتون سے بھرا ہوا ہے" آواز تھرائی لیکن اسنے فوراً درست کر لی " اگر آپ بہت مہربانی کر کے اپنی بھتیجی کو میرے ساتھ چھوڑ دین تو مین وعدہ کرتا ہون کہ مین آپ لوگون کو زیادہ منتظر نہ رکھون گا -

سوسن - تو پھر اسکا خیال رکھنا کہ تم زیادہ دیر نہ لگاؤ - آؤ روبرٹ یہ عجیب بات ہے اور خدا ہی جانتا ہے کہ ہمارا ان کو تنہا چھوڑ جانا کہانتک مناسب ہے -

روبرٹ - انھین باتین کرنے دو - انھین صرف تین منٹ کی اجازت ہے - زیادہ نہین - اتنا وقت کافی ہے -

جب تک یہ دونون دروازے کو بھڑا چھوڑ کر باہر نہ نکل گئے کلائی فورڈ مؤقر خاموشی کے ساتھ انتظار کرتا رہا -

لوسی' اضطراب اور دیگر بے شمار جذبات کے زیر اثر پتے کی طرح کانپ رہی تھی - کیملی نے جو کچھ کلائی فورڈ کے متعلق کہا تھا

وہ اسے نہ بھول سکتی تھی - اگر اور سب باتون کو غیر صحیح سمجھ بھی لیا جائے تو اس نا فراموش شدنی رات کا خار کسطرح نکل سکتا تھا جب وہ اس گھر مین یہ امید لئے ہوئے آیا کہ کیملی اسے ملیگی -

لوسی کو کیملی سمجھتے ہوئے - لیکن وہ کیملی سے منسوب نہ ہوگا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کیا وہ کیملی اور لوسی مین امتیاز نہ کر سکتا ؟ مگر اس نے صورت حالات کو اور بدتر کر دیا لوسی کو یہ خیال ہوا کہ وہ اس سے محبت کے دوران ہی مین کیملی سے بھی منسوب ہو گیا -

لوسی نے جب اس بوسہ کی شیرینی کو یاد کیا تو اس کا خون رگون مین دوڑنے لگا - مگر کیملی نے اسکی آنکھون پر سے پردہ اُٹھا دیا تھا - اور اب غالباً کیملی نے اپنا قول پورا کیا ہے اور وہ لوسی کے پاس تسکین خاطر کی غرض سے آیا ہے - وہ تازہ مذلتین اسکے سر پر لانا چاہتا ہے -

یہ تھے لوسی کے خیالات' یہ تھے اسکے اندیشے جب وہ اپنے سپید چہرہ اور دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اب بھی محبت کرتی ہوئی کھڑی ہوئی تھی " مین برودت برتونگی - برف کی سی برودت! مجھے یہ دل مین سمجھتے رہنا چاہیے کہ یہ خادع ہے -!"

کلائی فورڈ - لوسی' مجھے امید ہے کہ تم اس نامہذب اصرار ملاقات پر مجھے معاف کرو گی "

لوسی - خیر - خیر - کیا تم بیٹھو گے نہین -

کلائی فورڈ - لوسی یہ میری معمولی ملاقات نہین ہے - یہ تم نے اسی سے سمجھ لیا ہوگا کہ مین نے تخلیہ چاہا -

اسکی گہری سیاہ ساحر آنکھین سنجیدگی سے لوسی پر جمی ہوئی تھین لوسی اسکی آنکھونکی تیزی نہ برداشت کر سکی - اس نے فوراً آنکھین دوسری طرف پھیر لین وہ اپنی ہمت قائم رکھنے لیے کشمکش مین تھی - وہ سوچ رہی تھی کہ اگر وہ یہ کہنے آیا ہے کہ وہ اپنی محبت کیملی سے لوسی پر منتقل کرنے کیلیے آمادہ ہے تو وہ اسے غلطی سے متنبہ کریگی - اور اگر اس اثناء مین اسنے کوئی ایسی دلشکنی کی بات کہی تو وہ فوراً اسے رخصت کر دیگی - وہ اپنی خودداری نہین کھونا چاہتی تھی -

لیکن جب کلائی فورڈ پھر بولا تو اسکے لہجہ سے جذبات رقیقہ کی بارش نہین ہو رہی تھی - اسکا انداز اتنا ہی برودت مآب و متین تھا جتنا خود لوسی کا !

کلائی فورڈ - کیونکہ ہمین صرف تین منٹ ملے ہین' اسلئے کسی طولانی تمہید کی ضرورت نہین - لوسی مین یہان صرف تمہین متنبہ کرنے آیا ہون -

لوسی (تعجب سے) مجھے متنبہ کرنے !! کس بات سے ؟

کلائی فورڈ - میرے لئے یہ تم سے کہنا بہت ہی مشکل ہے لوسی پیاری یہان اسکی برودت دفعتہً محلول ہو گئی اور شدت تاثر سے اسکی آواز مین لرزش " لیکن اگرچہ تمھارے لیے یہ تکلیف دہ ہی کیون نہ ہو مگر مین تمھارے کانون تک یہ پہونچا دینا اپنا فرض سمجھتا ہون - مین نے معلوم کیا ہے کہ یہ شخص رو برٹ ہارڈ مین قابل اعتماد شخص نہین ہے!"

لوسی - (حیرت سے) مین تمھارا مفہوم نہین سمجھی -

اور اسکے دل مین یہ گزرا کہ اگر کیملی کی باتون مین نصف بھی صحت ہے تو کلائی فورڈ کوئی حق حاصل نہین ہے کہ ایک ایسے شخص کیلئے یہ باتین کہے جسے وہ جانتا بھی نہین -

کلائی فورڈ - مجھے پہلے سے اندیشہ تھا کہ تمھین ناگوار گزریگا اور فطرتاً تمھین گزرنا بھی چاہیے - اور مین کہانیون کے ساتھ تمھارے پاس آنا پسند نہین کرتا ہون - لیکن یہ امر اہم ہے مین تمھین متنبہ کرنا چاہتا ہون تاکہ تم ہوشیار رہو -

لوسی - لیکن - لیکن تمھارا اس معاملہ سے کیا تعلق ہے -

کلائی فورڈ - مین تمھاری عافیت دل سے چاہتا ہون - اور چاہتا ہون کہ تم ایک خطرناک غلطی سے بچو - مین جانتا ہون یہ شخص روبرٹ تمھارے

قابل نہین ہے اور مین یہ دیکھکر متاسف ہون کہ تمھاری پھوپھی کھلم کھلا اسکی حوصلہ افزائی کرتی ہین۔

لوسی کہنا چاہتی تھی کہ اسے رو برٹ سے کوئی دلچسپی نہین ہے مگر غرور نے اسے باز رکھا۔

لوسی۔ اس قسم کی گفتگو سے تمھارا کیا مقصد ہے؟ ایسی باتین سننا میرے لیے ناجائز ہے۔ اور اگر تم ایسی آزادی حاصل کر رہی ہو تو یہ تمھاری ناقابل معافی غلطی ہے۔

کلائی فورڈ۔ نہین لوسی۔ مین ایک پرخلوص خیرخواہ کی حیثیت سے تمھین ہشیار کر رہا ہون کہ تم اپنے "عزیزان قلب" پر اعتماد کرنے مین محتاط رہو۔

لوسی۔ تم مجھے اپنی پھوپھی سے مخالفت پر آمادہ کر رہے ہو۔

کلائی فورڈ وہ رو برٹ ہے جس سے ہشیار رہنے کی مین نے خواہش کی۔

لوسی (اصلی جذبات کو چھپا کر) رو برٹ وہ میری پھوپھی کا مہمان ہے۔

کلائی فورڈ نے المناک انداز مین مستفسرانہ نگاہ سے لوسی کو دیکھا یہ محسوس کرنے کیلئے کہ رو برٹ کی برائی سے کسقدر جلوسی کے دل مین چوٹ لگی ہے۔ اسے یقین ہو گیا کہ لوسی اپنا دل رو برٹ کو دے چکی ہے۔!

اور لوسی پوری شدّت کے ساتھ کلائی فورڈ کو چاہتی تھی، تاہم اسکا یہ عقیدہ پختہ تھا کہ وہ درباب محبت دغا باز ہے۔ مغالطون اور غلط فہمیون کا یہ ہیبت ناک منظر تھا۔ ان دونون کی مسرت کا انحصار دونون کے ملجانے پر تھا، لیکن دونون مین سے ایک بھی اس خلیج کو جو دفعتہً حائل ہو گئی تھی، عبور نہ کر سکتا تھا۔

کلائی فورڈ۔ (حسرت سے) تم میری اطلاع کو نظر امتنان سے نہین دیکھتین۔ مگر کسی دن دیکھوگی!

لوسی۔ تم اس بات کے کیسے متوقع ہو کہ مین تمھارا شکریہ ادا کرون۔

کلائی فورڈ۔ خیر جو کچھ مجھے کہنا تھا۔ کہہ چکا۔ اب تین منٹ گزر چکے ہین مجھے جانا چاہیے۔ لیکن کیا ہم اسطرح جدا ہون گے۔

لوسی۔ اور پھر کسطرح؟"

وہ اس سے آنکھین نہ ملا سکی۔

کلائی فورڈ۔ تم مجھ سے بدگمان ہو۔ میرا انتباہ بہت بعد از وقت رہا!

اب بھی وہ کچھ نہ بولی۔ وہ کوئی مناسب بات کہنے کے لئے سوچ رہی تھی مگر نہ سوجھی۔

کلائی فورڈ نے ایک نظر اسپر ڈالی۔ گویا سابقہ انس کے کسی شائبہ شیرین کا متلاشی ہے۔ لیکن وہان ایک بھی نہ تھا۔

وہ بھاری تنفس کے ساتھ دروازہ کی طرف گامزن ہو گیا۔ لوسی نے کلائی فورڈ کو سریع و مستقل قدمون کے ساتھ بڑے کمرے مین سے گزرتے سنا۔ کوئی چیز اسکے سینے مین مضطرب تھی اور ایک ویرانی و تنہائی کا احساس ــــ اس ویرانی و تنہائی کا جسکو اسنے پہلے کبھی محسوس نہ کیا تھا، اسپر مستولی ہو گیا۔ اسکے دل مین ٹیسین اٹھنے لگین۔ وہ ہاتھ پھیلا کر آگے بڑھی۔ اسکے ہونٹ متحرک ہوئے "کلائی فورڈ!" لیکن لوسی کی بھرّائی ہوئی آواز اس تک نہ پہونچ سکی۔ یہ بہت بعد از وقت تھی۔ گھر کا دروازہ اس شخص پر جسے وہ چاہتی تھی بند ہو چکا تھا ــــ اسکا صحیح اجنبی اسکی حدود حیات سے باہر جا چکا تھا ــــ غالباً ہمیشہ کے لیے!

دفعتہً ہارڈ مین دروازہ کے پیچھے سے برآمد ہوا، جہان وہ ان دونون کی گفتگو سننے کے واسطے پوشیدہ ہو گیا تھا۔ وہ نہایت خوشی کے ساتھ کمرہ مین آیا اور لپک کر لوسی کو حلقۂ آغوش مین کھینچ لیا "میری پیاری اب مجھے معلوم ہوا کہ تم مجھے چاہتی ہو۔"

لوسی۔ (اپنے تئین چھڑانے کی سعی کرتے ہوئے غصّہ سے) ہرگز نہین۔ کمینے کتے مجھے چھوڑ دے۔

ہارڈ میں تمھیں چھوڑ دوں ہرگز نہیں۔ تم مجھے اپنا دل دے چکی ہو۔ میں دروازہ کے پیچھے سے سب سن رہا تھا۔ میری پیاری میں نے سب کچھ سن لیا۔ میں اس بدمعاش کیساتھ تمھیں تنہا کسطرح چھوڑ دے سکتا تھا تم نے میرے خلاف ایک لفظ کا بھی یقین کیا۔ تم مجھ سے محبت کرتی ہو یقیناً کرتی ہو۔ اس بدمعاش سے تمھارے طرزِ عمل نے ثابت کر دیا۔ لاؤ تمھارے ہونٹ چوموں۔

لوسی (چھوٹ جانے کیلئے ہاتھ پاؤں مارتے ہوے) گدھے! ملعون!!

روبرٹ۔ شکریہ! صرف اسلیے کہ میں جانتا ہوں' تم یہ دل سے نہیں کہہ رہی ہو۔ اب زیادہ چھپانیکی ضرورت نہیں ہی۔ تمھارا طرزِ عمل اس عیار کے ساتھ قابلِ تعریف تھا۔ تم نے پوری پوری طرح میری طرفداری کی۔ اور میرے لیے حیرت خیز انکشاف تھا۔ مجھے خیال بھی نہ تھا کہ تمھیں میرے ساتھ اسقدر محبت ہے۔ یہ بات بتاتی ہی کہ عورتیں کیسی ایکٹرس ہوتی ہیں۔ لیکن اب تم مجھے زیادہ دھوکا نہیں دے سکتیں۔ تمھیں مجھ سے محبت ہے۔

لوسی۔ (غصہ سے کانپتے ہوے) "گدھے"! اسنے اپنے تئیں چھڑا لیا "میں بتاؤنگی کہ مجھے تجھ سے کیسی محبت ہی" اور اسنے دستانے اٹھا کر اسکے منھ پر کھینچ مارے۔

روبرٹ۔ یہ سب بناوٹی باتیں ہیں۔ میں جانتا ہوں اور اب تم مجھے پیار کرنیوالی ہو۔

وہ لوسی پر دوڑا لیکن وہ دروازے تک پہونچ چکی تھی جلدی سے اسنے دروازہ کھولا اور کھولتے ہی مس سوسن سے مقابلہ ہوا۔

روبرٹ (مذاق کے لہجہ میں) اسے روک لو۔ ہمنے سب معاملا طے کر لیے ہیں لوسی میری بیوی بننے والی ہے۔

لوسی۔ تو دیوانہ ہوگیا ہے!

روبرٹ۔ ہاں مگر تمھاری محبت میں۔ اور کون کہہ سکتا ہی کہ تمھیں مجھ سے محبت نہیں ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ تم نے اس عیار کو کیسے جواب دئے۔ مس سوسن کاش تم سنتیں۔ اسنے میری برائی نہ سنی۔ اس قسم کی بیوی ایک شخص کو چاہیے' جو سامنے تو سر دمہری سے پیش آئے اور پیٹھ پیچھے اتنی محبت کا اظہار کرے۔

لوسی۔ تو پاگل ہے اور اب میں مسٹر کلائی فورڈ کا ایک ایک لفظ یقین کرنے لگی ہوں۔

سوسن۔ لوسی اب وقت ہے جب ہمیں ایک مناہبت کر لینی چاہیے۔ اسطرح سے کام نہیں چل سکتا۔

لوسی۔ یقیناً نہیں چل سکتا۔ میں عرصہ دراز سے یہ سوچ رہی ہوں۔

سوسن میں زیادہ بدتمیزی نہیں چاہتی میں نے اپنی خواہشات بیان کر دی ہیں۔ اور اگر تم اسپر عمل پیرا ہونیکے لیے تیار نہیں ہو تو مہربانی کرکے میرے گھر سے چلی جاؤ۔

سوسن (نہایت خوشی سے) تو پھر بہت اچھا آج میں چلی جاؤنگی۔

انکے چہروں پر ایک نظر ڈالنے پر لوسی نے محسوس کیا کہ اسنے انکے توقعات کے یکسر خلاف جواب دیا ہی واقعہ یہ ہے کہ خود اسکے منھ سے غیر ارادی طور پر یہ الفاظ نکل گئے تھے مگر وہ جانتی تھی کہ اپنی سلامتی کی خاطر وہاں سے چلا ہی جانا چاہیے اور اس خیال میں اور تقویت ہوگئی جب اسنے مس سوسن کو روبرٹ سے سرگوشی میں کہتے سنا "اطمینان رکھو وہ نہیں جائیگی وہ نہیں جا سکتی ہے۔ کیونکہ اس کے پاس روپیہ نہیں ہے"

لوسی مسکرائی بہت دیر تک اسنے اپنے تئیں کمرے میں بند رکھا جہاں وہ اپنا سامان باندھتی رہی اسنے ارادہ کر لیا کہ اپنے سامان کا حصہ فروخت کرکے' لندن' اپنے باپ والے گھر میں چلی جاے۔ وہاں ضرور کوئی ملازمت ملجائیگی۔ لندن میں اسکے باپ کا بہت سا سامان فروخت کرنے کو تھا۔ علاوہ ازیں کچھ تھا ویر تھیں جنھیں ایک متعارف گاہک منھ مانگی قیمت پر خرید لیگا۔ رات تک لوسی جانے کیلئے تیار ہو چکی تھی۔ لیکن رات کو جانا مناسب نہ تھا لہذا اسنے صبح تک انتظار کیا۔ اس نے تھوڑی سی چاے پی لیکن کھانا چھوا تک نہیں۔ سوسن اور روبرٹ کا طرزِ عمل اسدن شریفانہ رہا وہ سمجھتے تھے کہ لوسی نہ جائیگی اور دل ہی دل میں مسرور ہو رہے تھے۔

رات بھر لوسی کی آنکھ نہ جھپکی۔ اور صبح صادق کیوقت وہ خاموشی کے ساتھ گھر سے باہر چلی گئی۔ صبح کی ٹرین سے سوار ہوئی اور تین گھنٹہ بعد وہ لندن میں' اپنے پرانے گھر کے پاس ایک ہوٹل میں ناشتہ کر رہی تھی۔

ناشتہ سے فارغ ہوکر وہ اپنے باپ کے چند پرانے دوستوں سے ملنے کیلئے متعدد مقامات پر گئی مگر معلوم ہوا کہ وہ مکان چھوڑ کر چلے گئے ہیں بہت سی تبدیلیاں واقع ہوگئی تھیں بہت سے شناسا چہرے مفقود تھے بغیر کسی خاص مقام کو پیش نظر رکھے ہوئے وہ چلی جا رہی تھی اور ان عورتوں کو یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی جو اسکے مصور باپ کے ماڈل رہی تھیں دفعتہً اسے اگنس کا خیال آیا جو تقریباً نصف درجن مواقع پر اسکے باپ کی ماڈل رہی تھیں۔ اس زمانہ میں لوسی بالکل بچہ تھی۔

ماڈل کلب میں پہونچنے پر معلوم ہوا کہ اگنس نے شادی کر لی ہی اور قریب ہی کسی مکان میں رہتی ہی لوسی نے ادھر ہی اپنے تھکے ہوئے قدم موڑ دئے لوسی نے مکان پر پہونچکر گھنٹی بجائی اگنس نے اوپر سے جھانکا اور متذبذب انداز میں کہا "جہانتک میرا خیال کام کرتا ہے تم

مسٹر فریزر کی بیٹی ہو۔

لوسی۔ ہان مین یہان ملازمت تلاش کرنے آئی ہون اگنس کیا تم میری مدد کروگی۔

اگنس۔ خدا کی پناہ کیا تمھارا یہ مطلب ہے کہ تم نے سب روپیہ خرچ کر دیا۔

لوسی (ادپر جاکر) کیسا روپیہ؟ والد کے مرنے کے بعد سے میرے پاس ایک حبہ بھی نہین۔

اگنس لیکن مین نے اخبار مین دیکھا ہی سب نے دیکھا ہی۔ اور وہ جاکر ایک پرانا اخبار اٹھالائی

اگنس۔ (اخبار دیکر) یہ دیکھو مسٹر ڈنڈرٹن مختار کا پتہ! کیا تم اس سے ملی ہی نہین۔

لوسی۔ نہین مجھے خیال بھی نہ تھا کہ میرے والد نے کچھ چھوڑا ہے۔

اگنس۔ تو پھر بجاے ملازمت کے ذکر کے' تم جاؤ اور اس سے ملو تم کاکنی کیلیے نہین بلکہ کارفرمائی کیلیے ہو دنیا دو نصف حصو مین منقسم ہے۔ ایک وہ جو کام کرتے ہین اور دوسرے وہ جو کام دیتے ہین اور دونون ایک دوسرے کے بغیر کچھ نہین کرسکتے"۔ اگنس اور لوسی دونون مختار کے پاس گئین۔ مختار نے مسکراکر کہا

اسمین کچھ شک نہین کہ تم کمسن ہو لیکن میرا خیال تھا کہ تمھین اسکے متعلق معلوم ہوگا۔ تمھاری پھوپھی متعدد بار یہان آئی اور تمھارے نام سے روپیہ مانگا۔ مگر مین نے اس سے کہدیا کہ مین تمھاری اجازت بغیر ایک حبہ نہین دے سکتا

لوسی اب مین سمجھی۔

لوسی کو ایسا معلوم ہوا جیسے ایک پردہ اسکی آنکھون کے سامنے سے ہٹ گیا۔ اب اسے معلوم ہوا کہ اسکی پھوپھی اسے روپرٹ سے شادی کرنے پر کیون مجبور کر رہی تھی۔ اسلیے کہ وہ باہم روپیہ تقسیم کرین۔ اسدرخواست انکی کچھ باتین سن لی تھین انکی تشریح ہوگئی۔ مختار نے اسکی موجودہ ضروریات کیلیے کافی روپیہ دیدیا اور اسکی زندگی راحت کے ساتھ گزرنے لگی۔ اسکے یہ دن بہت مسرت سے گزرتے اگر الم ایک الم مقیم کا خار نہوتا جو ہر وقت اسکے دلمین کھٹکتا رہتا تھا اسنے ایک آراستہ پیراستہ شاندار مکان لے لیا تھا جہان وہ غم بہلانیکے لیے تفریح مین مشغول رہتی اسنے بہت سے نئے دوست پیدا کر لیے تھے وہ مفلس اور بیکار لوگون کی امداد کرتی لیکن وہ چھپ چھپ کر آنسو بھی بہایا کرتی تھی۔ ہان محبت کے پارہ پارہ شدہ خوابون پر اشکباری بھی کیا کرتی تھی۔!

موسم بہار کے ایکدن جب مطلع صاف تھا اور زمین نور آفتاب سے تابناک تھی' لوسی کا دل چاہا کہ شہر سے باہر جاکر کسی گاؤن مین مناظر فطرت سے لطف اندوز ہو

ٹرین مین بیٹھکر وہ ایک گاؤن مین گئی جو اس گاؤن سے جہان مس سوسن رہتی تھی زیادہ دور نہ تھا۔ اور سر سبز لہلہاتے درختون مین غرق ہوگئی۔ دفعۃً اسنے ایک ادکو اپنی طرف آتے دیکھا۔ دوسرے لمحہ وہ گھوڑے پر سے اترا اور باگ پکڑے پکڑے آگے بڑھا۔

لوسی آخرالامر ہم پھر ملے! "کلائی فورڈ"

اسکا نام لوسی کے منھ سے ایک آہ سرد کی طرح نکلا۔ پھر غیر معلوم طریقہ پر اسکی طرف بڑھی۔ اور اسکی آغوش مین تھی۔

کلائی فورڈ۔ لوسی' میرا قلب اکثر تمھین پکارا کرتا تھا۔

لوسی (کانپتے ہونٹون سے) مگر میرا خیال تھا تم کیملی سے محبت کرتے ہو۔

کلائی فورڈ (تعجب سے) کیملی!! ایسا خیال کیونکر ہوسکتا ہے۔

لوسی۔ اسنے خود مجھ سے کہا تھا وہ تم سے منسوب ہے'

کلائی فورڈ۔ مین ہرگز اس سے منسوب نہ تھا۔ اور وہ آخری عورت ہوگی جس سے مین شادی کرون' کیونکہ وہ ایک خوفناک گروہ کی مخبر ہے۔

لوسی۔ مخبر!

کلائی فورڈ۔ ہان وہ پولیس تھی جسنے مجھے غلط مخبری دی۔ یہ اس گھر کی کنجی تھی جسمین کیملی رہتی تھی مجھے قصر مین اس سے ملنے کا اتفاق ہوا اور اسنے مجھے اپنے گھر پر دعوت دی اسے کیا خبر تھی کہ مین خفیہ پولیس کیطرف سے اسپر متعین ہون اور ہر وقت اسکے واسطے ہتکڑی تیار رکھتا ہون۔

لوسی۔ یہ خبر بہت سی باتون کو واضح کرتی ہی لیکن تمنے مجھے کیملی سمجھتے ہوئے اظہار محبت کیا۔

کلائی فورڈ۔ مجھے بوسہ لیتے ہی اس غلطی کا احساس ہوا تھا

لوسی۔ تمھین مجھ سے یہ سب باتین کہنی چاہیے تھین۔

کلائی فورڈ۔ لوسی۔ مین یہ تم سے کسطرح کہہ سکتا تھا' جب مین یہ سمجھتا تھا کہ روپرٹ کیطرف ملتفت ہو

لوسی۔ ہرگز نہین! اور اگر تم یہ سمجھتے تھے تو پھر اسکے خلاف مجھے متنبہ کرنے کیون آئے تھے

کلائی فورڈ۔ کیونکہ مین نے سنا تھا کہ وہ تمھاری دولت غصب کرنیکی کوشش کر رہا ہی۔ اصل واقعہ یہ تھا کہ وہ تمھاری پھوپھی سے کچھ روپیہ مانگتا تھا اور تمھاری پھوپھی نے یہ تدبیر کی کہ اسکی تم سے شادی کر دیجاے سراغرسانی کے دوران مین مختلف خبرین کانون مین پڑتی رہتی ہین۔

لوسی (مسکراکر) یہ بہت سخت کام ہے"

کلائی فورڈ۔ مگر اب مین اسے چھوڑ رہا ہون مین اب اپنے والد کے ساتھ تجارت مین شرکت کرونگا اور اسکے ساتھ یہ امید کہ مین کسی نہ کسی دن اس لڑکی سے شادی کرنیمین کامیاب ہوسکونگا جسکو مین مجنونانہ طور پر چاہتا ہون۔ اسنے لوسی کو سینہ سے لگالیا اور پھر آہستہ سے اسکا سر پیچھے ہٹاکر اپنے ہونٹ اسکے ہونٹون پر جمادئے

رفیعی اجمیری

جہان مرقعِ تصویرِ حسن اوست تمام — بہ حیرتم بہ کہ بندم دل از کہ بردارم

فہرست مضامین

قیمت سالانہ مع محصولڈاک
پانچ روپیہ

دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء

نمونے کا پرچہ
آٹھ آنے

عرض حال

خدا کا شکر ہے کہ "مرقع" کا پہلا سال بخیر و خوبی ختم ہوا۔ میرا ارادہ تھا کہ معاونین اور قدردانانِ "مرقع" کا شکریہ خاص طور سے ادا کرون اور سال آیندہ کے لئے جو انتظام پیش نظر ہے اُسکو پیش کرون لیکن ۵ دسمبر کو ایک تانگہ کا گھوڑا میرے پائون پر گر گیا جسکی وجہ سے پائون کے علاوہ سینہ اور کمر وغیرہ مین بھی چوٹ آئی اور ایسی چوٹ آئی کہ آج تک پلنگ پر پڑا ہوا ہون اور ابھی اِس قابل نہین ہون کہ چل پھر سکون۔ خدا نے بچا لیا اور کچھ عرض نہین کر سکتا جو کچھ لکھنا چاہتا تھا نہ لکھ سکا اور تمام منصوبے دل ہی مین رہ گئے۔ اور آج یہ حال ہے کہ نہ معلوم کس مشکل سے یہ چند سطرین لکھ رہا ہون۔ تمام خط و کتابت اور تمام ضروری کام بند ہین —

اخبار روزنامہ "ہمدم" و "حقیقت" لکھنؤ کے ذریعہ سے اسکی اطلاع اکثر اصحاب کو ہو چکی ہے۔ نہ معلوم کتنے خطوط اور تار میرے دریافت حال کے متعلق آئے۔ گو انکے جواب بھجوا دئے گئے لیکن ممکن ہے کہ ابھی کسی کا جواب باقی رہ گیا ہو۔ اور وہ خطوط جنکا تعلق خاص مرقع سے تھا اُنکے جوابات تو اب تک بھیجے ہی نہ جا سکے ہین ان تمام حضرات کی ہمدردی محبت اور عنایت فرمائی کا دل سے ممنون ہون اور جن اصحاب کی خدمت مین اِس زمانہ مین انکے خطوط کے جواب نہ پہونچے ہون اُنسے طالب معافی۔ امید کرتا ہون کہ سب حضرات میری صحت کے لئے دعا فرمائینگے۔ انشاء اللہ میرے صحتیاب ہونے پر جنوری سنہ ۱۹۲۷ء کا مرقع ہر طرح سے خاص اہتمام کے ساتھ مرتب ہو کر قدردانان مرقع کی خدمت مین پیش ہوگا۔ اور جو کمی سال حال کے نمبرون مین رہ گئی ہے وہ رفع کیجائیگی۔ — وصل بلگرامی

جنوری سنہ ۱۹۲۷ء

کا

مرقع

جو خاص اہتمام و انتظام کے ساتھ مرتب ہو رہا ہے

اُن حضرات کی خدمت مین جنکا چندہ دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء مین ختم ہو گیا ہے بذریعہ وی۔ پی۔ روانہ ہوگا امید ہے کہ قدردانانِ "مرقع" اپنے قدیم لطف و کرم سے اسکو وصول فرما کر ممنون کرم بنائینگے اور جن حضرات کو کسی وجہ سے اسمین تامل ہو وہ قبل سے مطلع فرما دین۔

خادم۔ وصل بلگرامی

جلد ۱ — دسمبر ۱۹۲۶ء — نمبر ۱۲

مرقع

نقش ہائے ہمہ رنگ روح انسانیت / حسن و عشق و مے صبح مرقع جانان

۱۹۲۶ء

ناطق لکھنوی

(افکار بسمل)

از عالیجناب مولوی سید امین الحسن صاحب رضوی بسمل موہانی

ناظم ریاست عالیجناب معلی القاب نواب سالار جنگ بہادر دام اقبالہ

عشق جب اشکبار ہوتا ہے — حسن خود شرمسار ہوتا ہے
کب وہ ملتے ہین مجھ سے خلوت مین — مجھپہ کب اعتبار ہوتا ہے
ہاے کیا چیز ہے جوانی بھی — موسم پُر بہار ہوتا ہے
وہ گھٹائین اُٹھین پلا ساقی — کس سے اب انتظار ہوتا ہے
نہین بنتی ہے کچھ بنانے سے — دل اگر بیقرار ہوتا ہے
کھول دیتا ہے میرے ضبط کا راز — دل جو تم پر نثار ہوتا ہے
گل سمجھتے ہین جس کو ظاہر مین — وہ حقیقت مین خار ہوتا ہے

پاے ساقی پہ رکھ کے سر بسمل
کس قدر افتخار ہوتا ہے

کلامِ نظیر

(از جناب مولانا سید نظیر شاہ صاحب وارثی کڑا مانکپوری)

ہوا پری کے دہن گل اور بھی شباب میں آگ
بھری تھی پھول کہ تھی شیشۂ شراب میں آگ

اگر نہیں نہ سہی ساغرِ شراب میں آگ
مجھے ہے برف بھی ساقی ترے عتاب میں آگ

کہاں کباب میں ثابت ہے جو شراب میں آگ
کہ سرد ہو کے نہ قائم رہی کباب میں آگ

نگاہِ ہوش ربا برق، وہ عتاب میں آگ
شراب آگ میں ہے اور ہے شراب میں آگ

شراب سرخ ہوئی ساغرِ شراب میں آگ
کہاں یہ تاب ہے ہو لاکھ آفتاب میں آگ

انہیں کی گرم نظر سے لگی نقاب میں آگ
وہ اور شعلہ مزاجی سے ہوں عتاب میں آگ

نہ پہنچی سوزِ محبت کو التہاب میں آگ
ہزار شعلہ بنی پڑ کے پیچ و تاب میں آگ

طلب پہ جام کی بھڑکی وہ عتاب میں آگ
ادھر سوال میں پانی ادھر جواب میں آگ

غضب کی آتشِ تر میں ہے بوئے گل کی لپٹ
شراب ہے کہ بسائی ہوئی گلاب میں آگ

ہٹی جو گردِ الم، سوزِ دل بھڑک اٹھا
دبی ہوئی تھی یہ کب کی دلِ خراب میں آگ

کہاں وہ گرمیِ عشق بتاں ضعیفی میں
کہ دل میں ہوتی ہے کچھ اور ہی شباب میں آگ

سمندِ عمر ہے تیزی سے نعل در آتش
سوار کو نہ ہو محسوس کیوں رکاب میں آگ

وفورِ آہ سے کیونکر بجھے یہ شعلۂ غم
ہوا سے اور بھی بھڑکی ہے اضطراب میں آگ

نہا رہا ہے وہ شعلہ عذار دریا میں
کہ جل رہی ہے یہ دامانِ موجِ آب میں آگ

پڑی ہے گردِ الم سوزِ دل پہ جائے سرشک
بجھا رہا ہوں میں مٹی سے اضطراب میں آگ

وہ دل برشتہ ہوں جو ذکرِ صبحِ حشر سنا
لگا دی رات ہی کو دفترِ حساب میں آگ

شرارِ غم کبھی دل سے نکل نہیں سکتا
پڑی ہے آ کے مرے گھر یہ کس عذاب میں آگ

ہمارے سوزِ محبت سے رشک ہے ایسا
کہ جل رہا ہے جہنم تو کس حساب میں آگ

رہِ طلب میں وہ آتش قدم ہیں ہم اے خضر
چلے تھے رکھ کے ازل ہی سے پا تراب میں آگ

جوان و پیر سے کیا کام انکی شوخی کو
لگا کے چھوڑے گی یہ تلبیسِ شیخ و شاب میں آگ

نشاطِ دل کے لئے ہم نے منہ لگایا تھا
یہ کیا خبر تھی بھری ہے غمِ شراب میں آگ

دھواں نہ ہو آہ میں بیشک مگر نہیں معلوم
کہاں سے آئی دلِ خانماں خراب میں آگ

نہ ہو جو سوزِ محبت تو کیا امیدِ فروغ
کہ پہلے دیکھتے ہیں عشق کی جناب میں آگ

نہ کیوں بہار میں آتش مزاج ہو ہر رند
ادھر کباب میں گرمی ادھر شراب میں آگ

نہ چھیڑ خارِ بیاباں وہ گرم رو ہوں میں
بھری ہے آبلۂ پا کے ہر حباب میں آگ

ہمارے دل کی لگی کا مقابلہ کیسا
بھری ہو لاکھ جہنم میں آفتاب میں آگ

طلب ہے گردشِ دوراں سے آبِ حیواں کی
یہی بہت ہے ملے جو اس انقلاب میں آگ

کمالِ ربط ہے یہ گرم و سرد عالم کا
اسی شراب میں پانی اسی شراب میں آگ

مقامِ رنج و مسرت ہیں اپنے ہی اعمال
یہی ثواب میں جنت یہی عذاب میں آگ

غضب تھی توسنِ وحشت کی گرم جولانی
کہ ہر طرف تھی قدم رکھتے ہی رکاب میں آگ

حرارتِ مرضِ عشق خاک سونے دے
کہ پھول بھی نظر آتے ہیں مجھکو خواب میں آگ

بیانِ سوزِ جگر سن کے کچھ نہ بن آیا
تو اس نے رکھ دی زباں پر مری جواب میں آگ

ازل میں سوزِ محبت ہی کو چنا سب نے
سرے پہ درج تھی ہر فردِ انتخاب میں آگ

چمک میں ایک ہوں دونوں مگر یہ کیا کم ہے
کہ جام میں ہے شراب اور آفتاب میں آگ

یہ آہِ سرد یہ گرم اشک ایک ہی شے ہیں
کہیں ہے آگ میں پانی کہیں ہے آب میں آگ

چلا ہوں دل پہ لئے داغہائے سوزِ فراق
سنا ہے ہوتی ہے گلزار اُس جناب میں آگ

وہی سوال عدو کا بھی ہے مگر وہ شوخ
کہیں جواب میں پانی کہیں جواب میں آگ

تری نگاہ کی مستی میں یوں ہے شوخی بھی
مزاج ہو کے ملے جس طرح شراب میں آگ

محبت انکی وہی ساز میں ہے سوز میں بھی
مگر سکون میں پانی ہے اضطراب میں آگ

خدا ہی خیر کرے رنگِ صبحِ گلشن کی
کہ عندلیبِ چمن دیکھتی ہے خواب میں آگ

جو مدعیِ محبت ہیں وہ جلیں گے ضرور
بہت ہی سخت ہے اس عاشقی کے باب میں آگ

کسی کے حسن کی گرمی نے مجھکو پھونک دیا
چھپی تھی پردۂ انوار کے حجاب میں آگ

اگر نہ جوش و حرارت ہو اپنے ہی دل میں
نہ ہو کباب میں گرمی نہ ہو شراب میں آگ

رلا کے عشق میں دنیا جلاتی ہے دل کو
یہ پیرِ قحبہ لگاتی ہے مل کے آب میں آگ

پڑا جو عکسِ رخِ آتشیں ساقی کا
لگا دی شعلۂ مے نے دلِ خراب میں آگ

ترا غم اب دلِ پُر داغ و چشمِ تر سے ہو سیر
کہ دو کٹوروں میں پانی ہے ایک قاب میں آگ

ملا ہے سازِ محبت سے سازِ ترنمِ مغاں
یہ سوزِ دل ہے نہیں نغمۂ رباب میں آگ

مجھے خیال ہوا اپنے قصۂ دل کا
لکھی ہوئی نظر آئی جہاں کتاب میں آگ

نہ چھوٹے غیبتِ رندانِ باصفا ہرگز
ملیگی تجھکو بھی واعظ بہت ثواب میں آگ

تمہارے سوختہ دل بچ کے آئے دوزخ سے
نظر پڑی تھی نہیں ایک دن عذاب میں آگ

یہ کیا جناب ہے اے سرد مہر زاہدِ خشک
نہ اس جناب میں پانی نہ اس جناب میں آگ

یہ سوزِ دل یہ بیاں وہ کہاں سے لائیگی
زبان اپنی نہ کھولے مرے جواب میں آگ

غبارِ دل میں دمِ گریہ یوں ہے سوزشِ دل
کہ جس طرح ہو نہاں دامنِ سحاب میں آگ

نظر فریب ہے اے تشنہ کام زینتِ دہر
بھری ہے ساری خدائی کی اس سراب میں آگ

اب اپنے نالوں سے دیپک کے راگ پیدا ہیں
نہ رہ سکی لبِ خاموش کے حجاب میں آگ

نہ چوم دستِ حنائی کسی کے تو اے شیخ
لگا نہ دیں یہ تری ریشِ بے خضاب میں آگ

نگاہِ مست میں قہر آنکھ سرخ غصے سے
بنی ہے برقِ غضب ڈوب کر شراب میں آگ

بہارِ نشو و نمائے گلستاں ہے مستی میں
بنی ہے پھول مرے دامنِ شباب میں آگ

تپِ فراق میں جلتا ہوں میں نظیر مگر
بجھے گی جا کے یہ درگاہِ بوتراب میں آگ

جذبات شعر کا اظہار

(از جناب مولانا آغا اشہر لکھنوی)

جذبات انسانی کی مختلف کیفیات کے اظہار کے لیے قدرت کی طرف سے بہت سے ذرائع یا قوتین عطا ہوئی ہین جنسے انسان مناسب موقع کام لیتا ہے۔ اگر کوئی شخص اُن کے محل استعمال کے ادراک سے قاصر ہے تو وہ کبھی اپنے کسی جذبے کو کما حقہ ظاہر نہین کر سکتا مثلاً کسی ایسے شخص کے سامنے ایک گھڑی کے پُرزے کھول کے رکھ دیے جائین جو بالکل اس فن سے نابلد ہو تو وہ کبھی گھڑی کو اس قابل نہین بنا سکتا جو وقت بتانے کے لائق ہو سکے اسی طرح ایک جاہل کیفیات باوجود اپنی انتہائی کوشش کے دوسرون پر اپنے سچے جذبات کا اثر نہین ڈال سکتا برخلاف اسکے ایک ایسا مقرر۔ نثار۔ ناظم۔ یا شاعر۔ جسکو صحیح احساسات کی خداداد قوتون سے لاگ ہو۔ اپنے ہر لفظ کے ذریعہ سے اُن جذبات کی سچّی تصویرین پیش کر سکتا ہے جو سُننے والون کے دلون مین اُسکے حسب دلخواہ اثر پیدا کر دین۔ ایسے ہی لوگ جلسون کی جان۔ قومی عزت کے ارکان محفل شعر کے قادر البیان کہلاتے ہین چنانچہ فردوسی ہند۔ انیس مرحوم بھی اسی فطرتی درس گاہ سے اظہار جذبات کا ایک معتدبہ حصّہ اپنے ساتھ لائے تھے۔ اور اپنے ساتھ لے گئے۔ سننے والون کا بیان ہے بلکہ تذکرون سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر مصرع کو ایک خاص ادا سے پڑھتے تھے جس کے خیال کی تصویر آنکھون کے سامنے کھنچ جاتی تھی۔

اظہار جذبات کی قوت فطرت نے پہلے معجزے کی صورت مین ایک نبی کو عنایت فرمائی جسکو ہم "لحن داودی" کے نام سے تعبیر کرتے ہین۔ اس طرز ادا یا لحن کا اثر انسانی دلون ہی تک محدود نہ تھا بلکہ حیوانات جو عقل سے عاری ہین اُس سے اثر پذیر ہوتے تھے علاوہ اسکے اگر جذبۂ اعتقاد کو صرف کر کے لکھا جائے تو بہتے ہوئے دریا اپنی روانی بھول جاتے تھے ہوا کی جنبش نرم ہو جاتی تھی سنسان جنگلون مین جان پڑ جاتی تھی معلوم ہوا کہ انسان مین ایک ایسی قوت موجود ہے جسکا کمال ایک نبی کیلئے باعث ناز تھا جب سے بنی نوع انسان کو اپنی زبان و قلم سے کام لینا پڑا۔ اُسوقت سے اس دور جدید تک (فن موسیقی سے قطع نظر کرتے ہوئے) کوئی ایسا قاعدہ خاص نہ تھا جس سے ہر فرد کو عام احساسات کے ادا کرنے کا اصول سکھایا جاتا۔ زمانہ قدیم مین ہر فطرتی

انداز اُن لوگون سا سچا رہنما ہوتا تھا۔ مگر جب سے یورپ کی عملی ترقی نے تمدن انسانی کو ایک نئی رفتار پر لگا دیا اُسوقت سے دوسری ایجادات کی فہرست مین یہ بات بھی لکھنے کی قابل ہو گئی وہان کے فطرت شناس فاضلون نے اظہار جذبات کے اصول بھی قائم کر دیے چنانچہ آج یورپ مین اس قسم کی درسگاہین موجود ہین جہان تقریر کرنے کے اصول مجمع پر اثر ڈالنے کے طریقے۔ تقریر کو نرم یا گرم بنانے کی ترکیبین اور آواز کا آتار چڑھاؤ باقاعدہ سکھایا جاتا ہے۔ الفاظ کی طرز ادا کی نسبت۔ یا آواز کو مختلف طور سے نکالنے۔ یا اسکو مناسب موقع فرحت یا غم انگیز بنانے کے متعلق جو اُنھون نے ایجاد کئے ہین اُن کو وہی شخص اچھی طرح سمجھ سکتا ہے جو ذاتی تجربہ رکھتا ہو ایک موقع پر جناب حامد علیخان صاحب بیرسٹر مغفور کی صحبت مین جو جوانی غزل کے متعلق گفتگو ہونے لگی مرحوم نے فرمایا کہ وہ لندن مین کچھ دنون ایک ایسے اسکول مین تعلیم پا چکے تھے جہان اس فن کی باقاعدہ تعلیم دیجاتی ہے۔ اور جہان مقررین یا وکلا پیشہ اصحاب کو تعلیم حاصل کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔

یہان اظہار جذبات کے اور اقسام سے قطع نظر کر کے صرف شعر کے قائم کردہ جذبات اور اُن کے اظہار کے مختلف طریقون سے بحث کرنا مقصود ہے ظاہر ہے کہ ہر شاعر نظم شعر کے وقت اپنی انتہائی قوت اس کوشش مین صرف کرتا ہے کہ وہ شعر کو ایسے الفاظ سے مزین کرے جو اُسکے خیال کی سچی تصویر سامعین کے سامنے پیش کر دین جب یہ مرحلے طے ہو چکتے ہین تو اس کو ایک اور دقت محسوس ہوتی ہے جو میری رائے مین پہلے سے زیادہ اہم ہوتی ہے وہ کیا؟ وہ مناسب آواز سے الفاظ یا شعر کا ادا کرنا یعنی تحریر و انداز جذبات پیش کرنے مین اگر الفاظ کو مناسب آواز سے ادا نہ کیا جائے تو سننے والا اکتا جائے یہان صرف شعر کی طرز ادا سے بحث ہے) یہی آخر الذکر مشکل ایسی ہوتی ہے جس سے بیشتر مجبور ہو جاتے ہین۔ کیا چارہ۔ عمدہ سے عمدہ اشعار جو اُن کے لیے مایۂ ناز ہو سکتے ہین سامعین سے خاطر خواہ داد نہین لے سکتے اگرچہ نکتہ رس ناظرین اُن اشعار کی خوبیان اُس نظر سے دیکھ لیتے ہین جس سے اُنھون نے اچھی طرح ادا ہونے کی حالت مین دیکھا ہوتا۔ مگر کیا اس سے عوام شعرا خاطر خواہ مطمئن ہو سکتے ہین؟ کبھی نہین خواص کا ذکر نہین عوام تو یہ چاہتے ہین کہ جب وہ پڑھین طرز سے

واہ-داہ کی صدائین بلند ہوجائین بلکہ بیشتر شعرا کی غزل گوئی سے صرف یہ غرض ہوتی ہو کہ کچھ نہین تو دربار نظم کچھ اُن کی تفریح خاطر ہو خیر چونکہ یہان ایسے حضرات کے متعلق کچھ لکھنا ضروری نہین لہذا یہ بحث نظر انداز کیا جاتا ہو-

رنگ تغزل کیطرح مختلف زمانون مین غزل خوانی کے طریقے بھی بدلتے گئے-

اور بدلتے جاتے ہین-ایرانی شعراء سے بحث نہین-کیونکہ وہ حضرات تو لحن کے پابند پہلے ہی تھے-سنا جاتا ہو کہ میر تقی علیہ الرحمۃ کے زمانے مین شعر کو طرز گفتگو کی طرح ادا کیا جاتا تھا اور قیاس بھی یہی چاہتا ہو-ہمارے قابل احترام پیش رو تکلفات سے آشنا نہ تھے جیسی وضع تھی ویسی ہی ادا جہان بات بات پر نازک مزاجی جوش مین آجاتی تھی وہان بیباکی کا دخل کیونکر ہوسکتا تھا-بناوٹ کا اظہار بڑی جرأت کا کام ہے لیکن سادے سے سادہ طریقہ ادا کیون نہو جب بھی آواز کو متفرق طریقون سے کم یا زیادہ کرنا ضروری ہو-کیونکہ الفاظ کو کشش کے ساتھ ادا کرنا بھی اثر سے خالی نہین

میر درد مرحوم کے متعلق یہ سنا جاتا ہو کہ وہ ہر مصرع کو عملاً ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے یعنی اگر کسی شعر مین بسمل ہوجانے کا مضمون ہوتا تھا تو فرش مشاعرہ زمین قتلگاہ بن جاتی تھی یعنی لوٹ جاتے تھے لیکن یہ طرز کسی کو پسند آئی-

اور اکثر مضحکہ آمیز نظرون سے دیکھی گئی-

میر چونکہ سادہ پڑھتے تھے دوسرے شعرا نے بھی انھین کی پیروی کی-اول تو اس وجہ سے کہ وہ استاد وقت تھے دوسرے یہ کہ ہمیشہ ایک نامور شخص کے اطوار کی عوام پیروی کرنے پر آمادہ ہوجاتے ہین (اسکی توثیق ایک ایسے شخص سے ہوئی جسنے میر کلو عرش خلف میر تقی مرحوم کو یہ کہتے سنا تھا کہ وہ سادہ آواز اور کشش الفاظ کے ساتھ اشعار کو ادا کرتے تھے)

غالب کیونکر غزل پڑھتے تھے؟ ظاہر ہے کہ وہ زبان فارسی کے مستند فاضل تھے اور اُس بان کی ترکیبون کے دلدادہ-لہذا زور خیال اور شکوہ الفاظ شاعر کو مجبور کرتا ہے کہ وہ آواز پر ایک خاص زور ڈال کے ادا کرے-مرزا صاحب بھی ایک خاص لہجے سے شعر پڑھتے ہونگے جسمین کچھ حصہ جوش آلود آواز کا اور کچھ حصہ شکوہ الفاظ ظاہر کرنے والی آواز کا شامل ہوتا ہوگا-

سودا کی شعر خوانی بھی اسی طرز سے ملتی جلتی ہوگی-مگر غزلخوانی اور قصیدہ خوانی مین انھون نے کچھ فرق رکھا ہوگا کیونکہ جس طرح کہا جاتا ہو کہ شعر کی ہر صنف کو ایک خاص بحر سے علاقہ ہے اسی طرح شعر کے مختلف اصناف بھی علیحدہ علیحدہ طرز سے ادا کئے جانے چاہئین-

ذوق-چونکہ غزل مین سادہ گوئی اور محاورہ بندی کے استاد تھے لہذا اُن کو الفاظ پر ناگوار زور دینے کی ضرورت نہ تھی جیسی سادی بندش تھی ویسی ہی خواندگی بھی شگفتہ ہوگی-مگر اُن کے جزیل قصائد بے شک کسی خاص طرز ادا کے پابند ہونگے-ذوق مرحوم تک طرز شعر خوانی مین کوئی خاص یا بڑا تغیر پیدا نہ ہوا ہوگا جس طرح ہاتھ کو لوگ پڑھتے دیکھتے ہوا اسیطرح خود بھی پڑھتے ہونگے

مومن-اُنکے حالات بتاتے ہین کہ متانت سے شعر پڑھتے ہونگے لیکن کبھی کبھی طرز ادا سے شوخی اور بیباکی کی جھلک بھی پیدا ہوجاتی ہوگی-ایسی وجہ ہے کہ مثنوی مین اُنھون نے بہت چلبلے انداز سے معاملات کو نظم کیا ہو

آتش-بانکے تو تھے ہی غزل خوانی مین بھی بانکپن ہاتھ سے نہ جانے دیتے ہونگے اور چونکہ کلام مین سوز و گداز ہوتا تھا لہذا ایک خاص اثر کرنیوالی آواز سے گالیتے ہونگے جو سامعین کے مست کردینے کیلئے سحر کا کام کرتی ہوگی-سنا ہو کہ اکثر پڑھتے پڑھتے خود بھی کیف وجدانی طاری ہوجاتا تھا-

ناسخ-جب کسی کا پایہ امتیاز نگاہون مین بلند ہوجاتا ہو تو اُسکا معمولی سے معمولی خیال اونچے سے اونچا انداز کلام پسندیدہ نظرون سے دیکھا جانے لگتا ہو-شیخ صاحب ہرگز ہرگز کسی لفریب طرز کے پابند نہ ہونگے ہان اُن کے لہجے مین ایک ایسی دافریبائی جاتی ہوگی جس سے شان اُستادی کا اظہار ہوتا ہوگا-سپر دور ورزش کے عادی تھے جسم مین کس بل موجود تھا اُنکے لیے شاعری مین صحیح معنون کا اکھاڑا ہوتا ہوگا-اُنکے اور آتش کے شاگردون مین جوڑ پھڑکتے ہونگے کبھی آپ چت ہو کبھی وہ گرا ایک عجیب لطف ہوگا ہوتا ہوگا-شیخ صاحب کے تمام تلامذہ ادائے شعر مین بلا کم و کاست اپنے استاد کے پیرو تھے-

داغ نے جو جدت شعر مین پیدا کی اور جس خوبی سے محاورات کو نظم کیا ہو زمانہ جانتا ہے ایسے انوکھے کلام کیلئے ایک خاص طرز ادا کی بھی ضرورت لاحق ہوئی-خود مرزا صاحب کو یہ بات محسوس ہوئی ہوگی لہذا اس کمی کو پورا کرنے کے لئے اس مقبول عام شاعر نے غزل خوانی کی بھی ایک طبع زاد طرح نکال لی-دہلی اور اس کے اطراف مین انھین کا زمانہ طرز شعر خوانی کے بدلنے کی تاریخ ہو قریب قریب جناب داغ کے تمام شاگرد انھین کے طرز پر پڑھنے کی کوشش کرتے تھے اور کرتے ہین-بیخود دہلوی-بیجر مرحوم-شاہ نہا نیازی بیباک-نوح ناروی-باغ سنبھلی-آغا شاعر دہلوی نے اپنے استاد کے تخیل و طرز ادا مین معتدبہ کامیابی حاصل کی ہو-جناب سائل دہلوی کے علاوہ دہلی اور مضافات دہلی کے بیشتر شعرا جناب داغ کے رنگ مین کہتے اور پڑھتے ہین-

منیر-امیر-جلال-آخر الذکر دونون صاحبون کے پڑھنے کا رنگ گو داغ مرحوم کا سا تو نہ تھا مگر مضامین چونکہ اس قسم کے ہوتے تھے لہذا طرز ادا بھی بیباکی چاہتی تھی جلال کی عمر

کو مین نے خود سنا ہے بہت بیباکی اور شوخی سے پڑھتے تھے - کوئی خاص بات تھی -
منیر مرحوم بیشک الفاظ کو کشش کے ساتھ ادا کرتے تھے اور پڑھنے مین روانی اور زور تھا -
یزدانی و بیان میرٹھی ملیک مرتبہ مرحوم کے نامی شاگرد ضمیم مرحوم بلند شہری
سے مین نے اُن کی طرز شعر خوانی کے متعلق کچھ پوچھا تو انھون نے کہا کہ اُستاد مرحوم الفاظ پر
بہت زور دیکے پڑھتے تھے اور آواز سے بھی ایک خاص جذب کی کیفیت پیدا ہوتی تھی -
اُس کے بعد ضمیم مرحوم نے اُس رنگ مین ایک شعر پڑھ کے سنایا سو واقعی بہت شوخیلی طرز ادا تھی -
جہان تک خیال کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ خواندگی شعر کے طریقے مین دور آخر کے
شعرا یعنی داغ - امیر - جلال وغیرہم کے بعد سے تغیر کی بنا پڑی - یہ تغیر کیون ہوا؟ وجہ یہ ہے
کہ زمانہ ہمیشہ کا جدت پسند ہے اور خصوصاً دور حاضرہ - دور جدید کے سخن گویون نے
جہان شعر گوئی کی موجودہ روش اختیار کی وہان متروک الفاظ کے ساتھ پرانی طرز ادا کو
بھی متروکات کی فہرست مین لکھ لیا - دوسرے یہ کہ ہر شاعر کو پہلے اعتبار پیدا کرنے کی
ضرورت ہوتی ہے - لہٰذا ضرور ہوا کہ وہ طریقہ اختیار کیا جائے جس سے سامعین پر اثر پڑے
اچھی آواز یا الفاظ کا ایک دوسرے سے مناسب لہجے مین تعلق ایسی چیزین ہین جو
قوت سامعہ پر فوراً اثر کرتی ہین - لہٰذا پہلے اس طرف ان لوگون نے توجہ کی جو باوجود
خوش گو ہونے کے آواز مین بھی تھوڑا سا گداز رکھتے تھے - جب دنیائے شاعری کے اور
نونہالون نے شعر خوانی کے اس نئے جادے کو دیکھا تو اُن کے قدم بھی ڈگمگائے - حتی کہ
اب ہر ایسا شاعر جو دو مصرعے کہہ لیتا ہو کسی نہ کسی طرح بدقت یا بسہولت اس رنگ
غزل سرائی کی طرف اپنے آپ کو کھینچ لیتا ہے - گو چند نفوس مثال کے لئے ایسے بھی ملتے ہین
جو لحن کے پابند نہین بلکہ صرف حرکات یا (Motion) سے کام
لیتے ہین بہرحال کسی نہ کسی پہلو سے اُس مین بھی نئے رنگ کی جھلک ضرور پیدا ہو جاتی
ہے - آخر الذکر اصحاب مین آغا شاعر دہلوی ہین جو شعر پڑھنے کے وقت حرکات سے کام لیتے ہین
لکھنؤ مین شعر خوانی کو نیا جامہ پہنانے کے موجد موجودہ شعرا ہین گو کچھ دنون قبل جناب
مشتاق اور جناب منظر مرحوم اس صنف کے بہترین افراد مین شمار ہوتے تھے میری ذاتی
رائے ہے خواہ اور حضرات اس سے متفق نہ ہون کہ حضرات لکھنؤ کو فطرت نے
اس معاملے مین کچھ زیادہ ذکاوت بخشی ہے - یون تو جہان تک اُن کی رسائی طبع کام
دیتی ہے ہر چیز مین ایجادات کی شاخین لگا دیتے ہین - کسی ایک شاعر نے
شعر کو روش مقررہ سے ہٹ کے ادا کیا ہوگا پھر کیا تھا ہر شاعر نے اپنی ایک نئی دُھن
نکال لی ہوگی جو کم از کم اُس کے شاگردون یا دوستون کے حلقون مین مقبولیت کی
نظرون سے دیکھی گئی ہوگی - وہی رفتہ رفتہ اس حد تک پہونچ گئی کہ آج ہم دیکھتے
ہین کہ ہر شاعر اپنی طرز ادا کے نئے سوز و ساز کے ساتھ محفل مشاعرہ مین غزل سرا
نظر آتا ہے - اس قسم کی شعر خوانی نے لکھنؤ اور اُس کے اطراف ہی مین نہین بلکہ دور
دور اپنا تقلیدی اثر پھیلا دیا ہے - شاید اس امر مین دہلی کے مقلد کم نکلین گے
اور لکھنؤ کے زیادہ - بعض بعض طرزین تو ایسی ہین جنہین موسیقی کی اچھی خاصی کن
پائی جاتی ہے - موجودہ شعرائے اُردو مین حضرات ذیل غزل گوئی و غزل خوانی مین خاص
طور سے قابل ذکر ہین -

ڈاکٹر اقبال - متانت ظاہری کے ساتھ آواز بھی متین ہے - اگرچہ بہت خوش
لحن نہین ہین مگر الفاظ سامعہ نواز ضرور ہوتے ہین - الفاظ کی طرز ادا مین حرکات
کی خاص جھلک پائی جاتی ہے - اجزائے لفظ کے اُتار چڑھاؤ کا لحاظ رکھتے ہین
جس طرح اُن کی فکر لطیف سطح معمولی سے بہت بلند ادا ہوا ہے - اسی طرح اُن کا طریقہ
ادائے شعر بھی مردانہ اور انوکھا ہے -

جناب سائل دہلوی - بہت سنبھل کے اور بہت سدھار کے شعر پڑھتے ہین اگرچہ
آواز مین نرمی نہین ہے مگر طرز ادا مین ایک شگفتگی ہے جو بے انتہا بھلی معلوم
ہوتی ہے - اس سن و سال مین اور اس طرح شعر کا ادا کرنا انھین کا حصہ ہے -

جناب ریاض خیر آبادی - طرز ادا نہایت شگفتہ - زبان سے الفاظ نہایت صاف
ادا ہوتے ہین مشق کلام کے ساتھ مشق شعر خوانی کا پتہ بھی چلتا ہے -

جناب مضطر خیر آبادی - طبیعت چلبلے مضامین کی طرف مائل ہے - طرز ادا
بھی بہت سلجھا ہوا اور کچھ ترنم کے ساتھ - مذاق سخن وہی ہے جو داغ مرحوم کا
تھا یعنی معاملات کی صفائی اور محاورات کی بندش -

جناب صفی لکھنوی - (Motion) یا حرکات اعضا کے
پابند ہین - اس کے ساتھ آواز کا اُتار چڑھاؤ - الفاظ کا مناسب کشش کے ساتھ ملنا
پھر بے اختیارانہ ادا - یہ سب امور شعر کو تاثیر کا نیا جامہ پہنا دیتے ہین - میری رائے
مین بے انتہا غرق مضامین ہو کے غزل پڑھتے ہین - بعض وقت شعر کو دلی قوت سے

کھینچ کے پڑھ دیتے ہین کہ ایک سمان پیش نظر ہو جاتا ہے۔ خصوصاً جب کوئی قومی نظم پڑھتے ہون تو جذبات سے خود متاثر ہونے کا بہتر ثبوت ملتا ہے۔

جناب ثاقب لکھنوی۔ کسی لحن کے پابند نہین مگر حرکات سے کام لیتے ہین اور چونکہ آواز مین فطرتاً نرمی بھی نہین ہے اسوجہ سے لحن سے پاک ایک خاص لہجہ اختیار کر لیا ہے۔ ممکن نہین کہ سامع پر اثر نہ پڑے۔ اول تو اُن کا زور تخیل دوسرے خود شعر کی تصویر بن جانا یہ دونون باتین ثاقب کے شعر کو پسند کا بہترین موقع دیتی ہین بحالت محویت مین سر و گردن کو ایک خاص حرکت دیتے ہین جو بہت بھلی معلوم ہوتی ہے

جناب ناطق لکھنوی۔ شعر کو ایک خاص متانت آمیز لحن سے ادا کرتے ہین جس سے قوت خیال کا اثر زیادہ ہو جاتا ہے بہت با حواس طرز ادا ہے۔

جناب عزیز لکھنوی۔ فطرتاً خوش آواز واقع ہوے ہین۔ اُن کی طرز ادا کو لحن سے تعبیر کر سکتے ہین۔ اس وجہ سے کہ ایرانی لہجہ کی جھلک پائی جاتی ہے کبھی کبھی بڑے جوش مین اور متاثر ہو کے پڑھتے ہین۔ شعر کے مصرع آخر کے لفظ کو ادا کرتے وقت آواز کو تھوڑی سی حرکت دیدیتے ہین جو شعر کو اور خوش آیند بنا دیتی ہے۔

جناب محشر لکھنوی انکی شعرخوانی کا رنگ سب سے علحدہ ہے نہ تو اسکو لحن ہی کہہ سکتے ہین نہ طرز سادہ واقعہ یہ ہے کہ مرزا صاحب مصرع کے تین حصون کو بہت ٹھہر ٹھہر کے ادا کرتے ہین اور انکے خفیف وقفے کے بعد باقی حصہ جلدی سے ادا کر دیتے ہین اور یہ طرز ادا انھین کے لیے مخصوص ہے۔ اتباع بھی گویا کہ نہین ہوا۔

جناب بہار لکھنوی۔ بہت صاف پڑھتے ہین۔ الفاظ نہایت سادگی اور صفائی سے ادا ہوتے ہین۔ طرز ادا بہت مہذب۔ نوجوانون کے حلقہ شعرا مین چند افراد بحیثیت زبان و طرز ادا نہایت مقبول ہین اور جن کے متعلق لوگون کا خیال ہے کہ آئندہ اور زیادہ ترقی کرینگے۔ سراج صاحب شمس صاحب۔ قدیر صاحب منظر صاحب۔ گہر صاحب سحر صاحب۔ امین صاحب سلونوی شاعرون کی گرمی دلچسپی کے باعث ہو جاتے ہین۔

جناب اثر لکھنوی۔ اُن کا شعر بیشتر ترکیبات فارسی کا محل صرفہ ہوتا ہے۔ لہذا ضرورت تھی کہ واضح طریقے سے ادا ہو۔ اس طرح پڑھتے ہین گویا باتین کر رہے ہین۔ نہ آواز مین نہ لہجہ مین تغیر۔

جناب یاس عظیم آبادی۔ مرزا صاحب کی طرز ادا جو خود انکی طبعزاد ہے شعر کو ایک خاص شکل مین پیش کرتی ہے چونکہ آتش مغفور کی پیروی مضامین غزل مین ہوتی ہے لہذا انکی خوانندگی بھی ایک خاص طرز چاہتی ہے آواز کو سوز و ساز سے ایک قدرتی لگاؤ ہے۔ دل بھی درد آشنا پایا ہے شعر پڑھتے وقت چہرے سے ایک کیفیت کا اظہار رہتا ہے اگر موجودہ طرز غزل سرائی کو نظر استحسان سے دیکھا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ مرزا صاحب بے مثل پڑھنے والون مین ہین۔

جناب بیخود موہانی۔ آواز قدرتاً نرم ہے۔ اردو اشعار پڑھنے کے قبل اپنے چند فارسی اشعار اپنے لحن مین پڑھتے ہین شعر کے ہر لفظ مین آواز کے اُتار چڑھاؤ کے ساتھ کشش ہوتی ہے

جناب اصغر گونڈوی۔ مین نے آپ کو ابھی تک اتفاق سے نہین سنا ہے مگر لوگون سے معلوم ہوا ہے کہ شعر کو باوجود باوجود خوش آواز نہ ہونے کے ایک لحن سے ادا کرنا چاہتے ہین۔

جناب سہی نہایت سلیقے سے شعر ادا کرتے ہین بہت متاثر ہو کے پڑھتے ہین الفاظ بہت سب ادا ہوتے ہین مگر کسی قدر تیزی کے ساتھ

جناب وحشت (کلکتہ) آپکے متعلق بھی کچھ لکھا جاتا مگر افسوس کہ باوجود متواتر سفر کلکتہ کرنے کے مجھے کبھی اتفاق ملاقات نہین ہوا۔ مگر جہان تک قیاس پہنچتا ہے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک خاص متانت و شکوہ سے شعر ادا کرتے ہونگے جس سے وقعت کلام ظاہر ہوتی ہوگی اول الذکر شعرا کی طرز شعرخوانی مین جناب صفی جناب سائل جناب عزیز اور جناب یاس کی تقلید اکثر کیجاتی ہے کچھ کامیاب ہوتے ہین اور کچھ بگڑ کے ایک نئی طرز مین پڑھنے لگتے ہین۔

شعر کو ایک حد تک اثر آمیز لہجے مین پڑھنے کی مخالفت شاید کوئی نہین کریگا جہان تک جس سے ہوسکے بہتر سے بہتر طریقہ ایجاد اور اختیار کرے۔ مگر بدنما اور ناقابل فخر ہے وہ طریقہ جسمین موسیقی کا رنگ شامل ہو۔ یا بیشتر آواز کی لہر سے مصرعے ادا ہون۔ اگرچہ لوگ سنتے سنتے ان طرزون کے بھی عادی ہوگئے ہین مگر مذاق صحیح رکھنے والے حضرات کی محفلون مین اس طرز کے نامناسب ہونے کا ذکر ہوتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اسی صدی کے وسط مین یہی طریقہ ادائے شعر کا عام ہو جائے اور دنیا نظر استحسان سے دیکھنے لگے۔ کیونکہ اب لوگ فطرت کی طرف زیادہ جھکنے لگے ہین۔ اور وجہ یہ پیش کیجاے کہ اظہار جذبات انسان سے جس طرح ممکن ہو کرے جب تک آواز اور گلے کی حرکات سے کام نہ لیا جائیگا کیونکر اثر پڑ سکتا ہے موسیقی اسکی مجسم مثال ہے لیکن اس طرح کی طرز ادا بھی فطرت سے مدد لینے کی حاجتمند ہے۔ کیونکہ جس شخص کی آواز پیدائشی نرم اور سُریلی نہ واقع ہو وہ کیا کر سکتا ہے۔

فسانہ

(از جناب طالب باغپتی)

(۱)

کیونکر اُسکی نگہِ ناز سے جینا ہوگا

زہر دے اُسپہ یہ تاکید کہ پینا ہوگا

[illegible] مغربی وضع کے آراستہ کمرے مین ایک کوچ پر بیٹھا ہوا ہارمونیم کی سریلی گتون کے ساتھ اس شعر کو الاپ رہا ہے اور الاپے چلا جارہا ہے۔ اُسکا دوست مرزا سکوتِ مجسّم بنا ہوا موسیقی کے انتہائی اثرات اپنے قلب پر محسوس کررہا ہے اور آنکھین بند کیے حسن ظفر کے سامنے ایک دوسرے سوفے پر دراز ہے۔۔۔ اس طرح کہ اگر کوئی اجنبی اُسے اس حالت مین دیکھے تو مطلق سوتا ہوا تصور کرے۔

حسن ظفر مرزا کی موجودگی کا احساس رکھنے کے باوجود اُسکی طرف سے بالکل بے خبر معلوم ہوتا ہے، اُسکی نگاہین کبھی چھت کی طرف، کبھی دیوارون کی جانب، بلا کسی خاص ارادے کے اُٹھتی ہین اور پھر پلٹ کر ہارمونیم کے پردون سے کھیلنے لگتی ہیں "کیونکر اُسکی نگہِ ناز سے جینا ہوگا"، اُسکے سُریلے گلے سے ہر مرتبہ ایک نئے انداز کے ساتھ نکل کر آخیر مین اس خوبصورتی سے اُس پہلی راگنی مین تبدیل ہو جاتا ہے جس کے ماتحت اُس نے گانا شروع کیا تھا۔ پھر اُس کے ساتھ ہی اُسکی دلکش آواز کا ایک مخصوص درد۔۔۔۔ بعض اوقات تو بالکل یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ ماحول کی ہر ایک چیز لرز رہی ہے، یا سینہ کے اندر کوئی خاص شے (جسے شاید طائر روح کہہ سکین) غیر ارادی طور پر تڑپ رہی ہے۔ آخر "کیونکر اُسکی نگہِ۔۔۔" محض اتنا مصرع پہلے کی بہ نسبت کسی قدر آہستگی اور وقفہ سے ادا ہوا، فضا مین گونجا اور پھر یکایک خاموشی "۔

اب نہ ہارمونیم کی ترنم ریزیان تھین نہ حسن ظفر کی دلکش نغمہ آفرینیان۔ کمرے مین یکسر سکوت تھا اور مرزا اُسی طرح محوِ خواب، شاید اُسکا دماغ ابھی تک گزشتہ نغمات کو بازگشت کر رہا تھا۔

جب تقریبًا دس منٹ اسی حالت مین گزر گئے تو مرزا نے یکایک آنکھین کھولین اور ہارمونیم کی طرف ایک مخصوص انداز سے دیکھکر کہا:۔

"ظفر آج تو تمنے کمال کر دیا، خدا معلوم تمھاری آواز مین وہ کونسی چیز تھی جس نے موسیقی "کا زندہ جادو" ہونا پورے طور سے ثابت کر دیا؟"

"شکریہ"، حسن ظفر نے متانت سے کہا اور خاموش ہوگیا۔

مرزا۔ لیکن تم پھر بدستور خاموش ہو، آخر اس رنج و محن سے حاصل؟ مین تمسے کہہ چکا کہ "میمونہ" پر سوا تمھارے کسی کا حق نہین ہے، مجھے اس کا یقین ہے کہ وہ تمھاری محبت کی قدر کرتی ہے، اس کا علم کہ اس کی والدہ (یعنی تمھاری چچی) اُسے عنقریب تمسے منسوب کرنا چاہتی ہین۔

حسن ظفر۔ یہ سب کچھ سہی لیکن دل تو کمبخت نہین مانتا،

مجھے چچا جان کی طرف سے پورا کھٹکا ہے، مرزا مین تمھین نہین بتلا سکتا
کہ مین اس معاملہ مین کس قدر وہمی ہوگیا ہون کسی نے سچ کہا ہے۔
"یک عشق و ہزار بد گمانی"

"تم وہم کیا کرو، لیکن یہ ہم بتلائے دیتے ہین کہ ہے سب بیکار۔
مجھے میمونہ سے تمھاری شادی ہونے کا اس قدر یقین ہے جسقدر سوقت
دن کے ہونے کا، یہ تمھارا محض خیال ہے کہ اُسکے والد تمھین
نہین چاہتے"

"تمھارا اسقدر یقین کے ساتھ کہنا تو اس پر دلالت کرتا ہے کہ
تمھین اس بارے مین کوئی خاص واقفیت ہے"

"جی ہان واقفیت ہے" مرزا نے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا
"مجھے کل تمھارے چچازاد بھائی جمیل ملے تھے اُن سے بسبیل گفتگو
معلوم ہوا کہ میمونہ کی شادی عنقریب ہونے والی ہے۔ اور چونکہ میری
اُنکی کافی بے تکلفی ہے، یعنے جو کھود کھود کر دریافت کیا کہ کہان
ہونے والی ہے تو اُنھون نے کچھ مبہم سے الفاظ مین یہ کہا کہ والدہ
کا خیال تایا جان کے ہان کرنے کا ہے، اب بتلایئے اسے کچھ اور معنی
بھی پہنائے جاسکتے ہین؟"

"نہین، یہ تو مجھسے آج صبح خود میمونہ بھی کہتی تھی کہ والدہ
جلدی کر رہی ہین، لیکن والد کچھ سوچ رہے ہین"

"تو آخر تمھین اسقدر عجلت کیون ہے؟ یہ سمجھ مین نہین
آتا۔ ارے بھئی آج ہوئی تو، کل ہوئی تو شادی تمسے ہی ہوگی۔
یہ مین کہے دیتا ہون، البتہ یہ نہین کہا جاسکتا کہ شادی کے
بعد بھی تم خوش رہوگے یا نہین"

"اُسکے بعد خوش نہ رہنے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے" حسن ظفر نے
ہاتھ اُٹھاتے ہوئے کہا "واللہ مین تو اپنی زندگی کی بہترین آرزو
یا تمنا جو کچھ سمجھتا ہون وہ محض یہ کہ میمونہ میری اور صرف میری
ہوجائے، اگر مین اس مین ناکام رہا تو مرزا تم یقین کرلو کہ میری
زندگی محال ہے"

"یہ محض تمھارا موجودہ خیال ہے اور اس مین ہر وقت تبدیلی
ممکن ہے۔ فی الحقیقت تمھین میمونہ سے محبت نہین" مرزا نے
ایک بے نیازانہ انداز سے یہ جملہ کہا اور حسن ظفر کو دیکھنے لگا۔

"آپ عجیب چیز ہین۔ مین کہتا ہون کہ اگر دنیا مین میری محبت
کو محبت نہین کہہ سکتے تو پھر کسے کہسکتے ہین"

"کسی کو بھی نہین، محبت جسے صحیح معنون مین محبت کہتے ہین
سچ پوچھئے تو دنیا سے مفقود ہوچکی آجکل آپ جسے محبت کہتے
ہین وہ عبارت ہے درحقیقت انسان کی "ہوس رانی" اور شباب
پرستی سے ورنہ محبت تو ایک ایسے پاکیزہ جذبہ کا نام ہے جو ہجر و وصال
کی کشمکشون سے متعلق ہی نہین"

"آپکا تو دماغ خراب ہوگیا ہے، مین اسوقت ایک متین موضوع
(Serious topic) پر گفتگو کر رہا تھا اس مین مذاق کا
کوئی پہلو نہ تھا"

"اور مذاق کیا کس نے؟"

"بہت اچھا مین اس معاملہ مین زیادہ بحث کرنا نہین چاہتا۔
مین سمجھ گیا آپ اسوقت جس حالت مین ہین، کسی نے سچ کہا ہے
کہ ضرورت سے زیادہ فلسفی ہونا بھی انسان کو دین و دنیا دونون
سے کھو دیتا ہے"

"شاید مین آپکو اسکا جواب دیتا، لیکن مین جانتا ہون کہ آپ
ہر بات کے متعلق جو اپنی راے قائم کرلیتے ہین اس مین کسی دوسرے
کی راے کی گنجائش ہی نہین چھوڑتے اسواسطے اس مین بحث
محض تضیع اوقات کے سوا کچھ نہین"

"استقلال کے تو آپ بھی خلاف نہ ہونگے"

وہ خلاف ہون بھی اور نہین بھی ہون۔ استقلال اُس جگہ جہان
اُسکا اچھائی سے تعلق ہے میرے نزدیک اچھا ہے لیکن اُس موقع پر
جس موقع پر کہ وہ بدی سے وابستہ ہے میرے خیال مین زبون ہے۔
فرض کیجئے ایک شخص فسق وفجور کرنے کے لئے یا کسی بے گناہ کو قتل
کرنے کے لئے مستقل ارادہ کرلیتا ہے تو کیا آپ اُسکے اس استقلال کو
مستحسن سمجھین گے؟"

"کبھی نہین، لیکن مینے تو کسی برائی کے لئے مستقل ارادہ نہین کیا"
حسن ظفر نے متانت سے سوال کیا "میرے نزدیک ایسا ہی ہے"
آپکی تو رائے ہمیشہ ہی دنیا سے نرالی ہوتی ہے، اسی پر کیا انحصار ہے۔
خیر۔۔۔ چلئے برآمدہ مین بیٹھین، یہان تو گرمی بڑھتی جاتی ہے"
"مین اسوقت تو اجازت چاہتا ہون، ممکن ہوا تو بعد مغرب
حاضر ہون گا"

"حسن ظفر نے رسمی اصرار کیا، لیکن مرزا نے معذوری ظاہر کی
اور چلا گیا"

(۳)

حسن ظفر کی شادی ہوئے آج تقریبًا ایک مہینہ ہوگیا ہوگا،
اس عرصہ مین اُسکی مسرتون اور شادمانیون کا اندازہ سوائے
میمونہ کے کون کرسکتا تھا، مختصرًا یہ سمجھ لیجئے کہ حسن ظفر اپنی دنیا
کی موجودہ جنت کے مقابلہ مین فردوس کا خیال دل سے محو کرچکا
تھا، وہ سمجھتا تھا کہ ایک میمونہ کی موجودگی اُسکے لئے ہزار خیالی
جنتون سے بالاتر ہے۔

حسن ظفر اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا تھا، دولت کی اُسکے پاس
کمی نہ تھی، دنیاوی تفکرات سے وہ ناآشنائے محض تھا، ہر دم
اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا سامان تعیش اُسکے لئے فراہم رہتا۔ اُسکے
ادنیٰ اشارے پر والدین اہم سے اہم بات کرنیکے لئے تیار رہتے۔
اس لئے اُسے کسی چیز کے لئے ضد یا اصرار کی ضرورت ہی پڑی۔
وہ زندگی کا مفہوم محض عیش وعشرت سمجھتا اور دنیا اُس کے
نزدیک تمام تھا ایک مستقل طرب کدہ کا۔

شادی کے بعد تو وہ بالخصوص عیش وطرب کے لئے وقف
ہوگیا یا یون کہئیے کہ عیش وطرب اُسکے لئے وقف ہوگئے۔
دن اور رات کے بیشتر گھنٹے وہ اپنے حسین پائین باغ مین۔
"میمونہ در آغوش" گزار دیتا۔ اور اکثر کہا کرتا کہ "فطرت نے میمونہ
کو میرے لئے اور مجھے میمونہ کے لئے تخلیق کیا ہے۔ اسلئے کوئی
طاقت ہمین جدا نہین کرسکتی"

فطرت اُسکے اس خیال پر ہنستی اور فرشتے حیرت سے انگشت
بدندان ہوجاتے۔

تقریبًا ایک سال حسن ظفر نے ان ہی مسرتون اور شادمانیون
مین ایسی صفائی سے گزار دئے کہ اُسکے لئے "ہر روز روز عید" کا پیغام
لاتا اور "ہر شب شب برات" کا مژدہ سناتی۔ اس اثنا مین وہ کبھی
کبھی مرزا سے بھی ملا لیکن ہمیشہ عدیم الفرصتی کی شکایت لئے ہوئے۔
پایان کار وہ زمانہ بھی آگیا جب رفتہ رفتہ حسن ظفر نے اپنے مشاغل مین
کچھ یکسانیت MONOTONY اور اپنی تفریحات مین کسی قدر
قدامت محسوس کرنا شروع کی اور بتدریج میمونہ کے پاس سے کچھ وقت
نکالکر باہر کاروبار دیکھنے مین صرف کرنے لگا۔ یہ عین میمونہ کی مرضی
کے مطابق ہوا اس لئے کہ وہ اکثر حسن ظفر سے اپنا کاروبار دیکھنے
کے لئے اصرار کیا کرتی تھی۔ اس حد تک ہوتا تو غنیمت تھا لیکن
حسن ظفر نے میمونہ کے اصرار سے ایسا نہ کیا تھا بلکہ اپنی طبیعت
سے مجبور ہوکر جواب کچھ تبدیلی کی شائق نظر آتی تھی۔ وہ کچھ عرصہ
کے بعد اتنا وقت باہر گزارنے لگا کہ میمونہ انتظار کرتے کرتے تھک
جاتی، لیکن وہ یہ کہکر کہ "ہو گئے کسی ضروری کام مین مصروف"

اکثر اپنی بدگمانی کو (جو کم از کم عورت کی فطرت ثانیہ ہے) دل سے دور کردیتی اور پھر ایک بار انتظار کی کشمکشون مین پڑجاتی - ایک روز اسی طرح حسب معمول حسن ظفر باہر اپنے ملاقات کے کمرے مین بیٹھا ہوا سگار پی رہا تھا کہ مرزا آیا اور ایک معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ سلام کرکے بیٹھ گیا -

"خدا کا شکر ہے کہ آپ آج فرصت مین معلوم ہوتے ہین - ورنہ عدیم الفرصتی کا تو آپ کو ایک مستقل یا دائمی مرض سا ہوگیا تھا" مرزا نے تبسم بہ لب کہا -

"جی ہان فرصت ہے بھی اور نہین بھی، اسوقت تو یونہی کچھ سوچ رہا تھا"

"تو یون کہیئے کہ آجکل آپ مصروفیت اور فرصت کی باہمی کشمکشون مین پھنسے ہوئے ہین - خدا کرے آپ کا فیصلہ اعتدال پسند کرے"

"اس سے آپکا کیا مطلب ہے"

"یہی کہ نہ آپ عدیم الفرصت ہی رہین اور نہ مکمل فرصت"

"مین سمجھتا واقعی آپکی شکایت حق بجانب ہے"

"آپ کچھ بھی نہین سمجھے، مجھے آپ سے نہ کبھی کوئی شکایت ہوئی ہے نہ ہے"

"تو پھر آپ اپنے فقرے کی ذرا اور تشریح کرین"

"مین مصلحتاً زیادہ تشریح کرنا پسند نہین کرتا، صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہون کہ مین یا آپکا کوئی دوست ہرگز آپ سے اس بات کا خواہان نہین ہے کہ آپ ضرورت سے زیادہ وقت اُنکی صحبت مین گزارین، بلکہ آپکو اسکا اتنو نہین لیکن آئندہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ جسے آپ شریک زندگی بنا چکے ہین اُسکا حق آپکے اوپر بہ نسبت دوستون کے زیادہ ہے"

"آپ کیسی اُلٹی اُلٹی باتین کررہے ہین میمونہ میری راحت روح ہے"

"خدا کرے یہ خیال آپکے دلمین ایک مستقل جگہ قائم کرے ایسی مستقل کہ وہ اسکے لئے مخصوص ہوجائے اسواسطے کہ جب تک آپ یہ سمجھتے ہین آپکی زندگی کو کوئی ناخوشگوار نہین بنا سکتا لیکن اگر ایک لمحہ کیلیئے یہ خیال خدانخواستہ آپنے اپنے دل سے محو کردیا تو سمجھ لیجئے کہ وہ لمحہ آپکو دنیا کی کسی چیز کے بدلے واپس نہین مل سکتا اور اُسی لمحہ سے ابتدا ہوجائیگی آپکی زندگی کی بربادی کی! اُس بربادی کی جس بربادی کا نتیجہ ایک عبرت آموز اور ناخوشگوار موت" کی صورت مین نکلتا ہے"

"نفسیات" (Psychology) کے مطالعہ نے آپکا دماغ تو مرزا صاحب کوڑی کام کا چھوڑا نہین - آپکے لئے تو میرے خیال مین بہتر یہ ہوکہ یا تو کسی کالج مین پروفیسری کرلین یا آجکل پیغمبری کی طرف لوگون کا زیادہ رُجحان ہے کہین باہر جاکر پیغمبری کا ہی اعلان کردین"

"بہتر ہے مین تو پروفیسری کرونگا یا پیغمبر ہی لیکن آپکے "ضدی مزاج" یا "غیر مستقل استقلال" مین اصلاح کی سعی لاحاصل کرنے پھر کون آیا کریگا؟"

"مین تحریری مشورہ ......"

اندر سے ایک ملازمہ آئی اور پانون کی تھالی کے ساتھ کاغذ کا ایک پرچہ چپکے سے حسن ظفر کو دیگئی - حسن ظفر نے مرزا سے بلا چھپائے ہوئے آہستہ آہستہ پرچہ کو پڑھنا شروع کیا، پرچہ مین لکھا تھا -

"آنکھون کی گردش سکنڈ کی سوئی، اور کانون کی ساعت
فضا کی سکون شکن آہٹون پر وقف ہوکر رہ گئین - پناہ بخدا!
تمھارا خیال کس درجہ بیقرار مسرت ہے!
سچ کہنا تمنے میری صبر آزمائی کا کب سے ارادہ کرلیا ہے"

"م"

"مین تو اجازت چاہتا ہون" مرزا نے پان کھاتے ہوئے کہا -

"یہ کیون! ضرور تشریف رکھیئے"

"رسمی اصرار کی ضرورت نہین مین آپ سے پہلے عرض کرچکا ہون کہ اُنکے وقت مین میرا حصہ نہین ہے بلکہ اگر مناسب سمجھیئے تو اپنے اُس زائد وقت کے ضائع ہونیکا جسکی وجہ میری موجودگی ہوئی، میری جانب سے بھابی صاحبہ سے افسوس بھی ظاہر کر دیجئے گا۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ معاف کر دینگی"

یہ کہکر مرزا اُٹھ کھڑا ہوا اور حسن ظفر زنانخانہ مین داخل۔

(۳)

"آہ تم جب سے نینی تال گئے ہو، میری زندگی مین روحانی مصائب کا ایک نیا باب کھُل گیا، اندرونی تکالیف کا ایک طرفہ پہاڑ ٹوٹ پڑا خدا کے فضل وکرم سے جسمانی یا ظاہری تکلیفات سے مین ناآشنا ہون لیکن وہ تباہ غنیمت تھین، عین راحت تھین اگر تم میرے پاس ہوتے مجھے تو تم اور محض تم درکار ہو"

"کاش تم میری حسیات کا اندازہ لگا سکتے!

"باور کرنا، اگر اسمین مین تصنع یا بناوٹ سے کام لیتی ہون تو خدا میرے آگے لائے، تمھارے بغیر میرے لیے رات آتی ہے لیکن اتنی بھیانک اور تاریک کہ خدا دشمن کو نہ دکھلائے، دن نکلتا ہے مگر اس درجہ بے کیف اور پھیکا کہ منہ ڈھک لینا پڑتا ہے، شام ہوتی ہے لیکن اسقدر مصائب وآلام کا مژدہ سناتی ہوئی کہ دل لرز جاتا ہے۔ غرض تمھاری میمونہ تم سے دور، خدا معلوم کس کس طرح دن کاٹ رہی ہے۔ دل بہلاؤ کی کوئی تدبیر ہے تو وہ تمھاری یاد اور گزشتہ صحبتون کا خیال جو اب محض ایک "خواب ہے" دھندلا سا" اور ایک فسانہ ہے بھولا سا"

"اگر تم نہین آسکتے اور ضروری کامون کی وجہ سے وہان رُکے ہوئے ہو تو خدا کے لئے میری وہ خطا تو بتاؤ جس کی پاداش مین مجھے دو حرف بھی نہین لکھے جاتے۔ یہ بھی نہین کہا جاسکتا کہ تم اتنے مصروف ہو کہ خط تک نہین بھیج سکتے پرسون ہی تائے ابا کے پاس اور خالہ امان کے نام تمھارے خطوط آئے ہین اور سنتی ہون کہ اکثر آتے رہتے ہین۔ آہ اس سے زیادہ میری بدقسمتی، میری حرمان نصیبی اور کیا ہوگی کہ تم ناراض ہو۔ تم جسے مین اپنی مسرت سمجھتی ہون۔! تم جسے مین اپنی روح سے وابستہ پاتی ہون۔! تم جو یکسر میرا سرمایۂ عقل وہوش ہو۔!

"تم مجھسے ناخوش ہو، ناراض ہو اسکا مجھے یقین واثق ہے۔ اسے مین اُس وقت سے معلوم کرچکی ہون جسوقت تم یہان موجود تھے تمھین یاد ہوگا، ایک روز جب تم رات کو باہر سے کچھ دیر مین آئے تو مینے تمھارے مزاج کو نہ پاتے ہوئے دریافت کیا کہ اتنی رات کہان گزاری؟ تو تم خفا ہو گئے خدا معلوم مجھے کیا کیا کہا، جسے حاشا! نہ مینے یاد رکھنے کی کوشش کی نہ مجھے یاد۔ ہان اتنا ضرور یاد ہے کہ تب ہی سے تم مجھسے برہم ہوتے چلے گیے، اور تمھاری برہمی مین اضافہ ہی ہوتا رہا۔ اب مجھے یہ آرزو ہے کہ تم برہم ہی رہتے لیکن رہتے تو میرے پاس اگر مجھسے ہو سکتا تو خود منا لیتی مگر تمھاری یہ سزا کہ مجھسے دور کالے کوسون جا بیٹھے واللہ ایک ایسا رنج ہے جو دن بدن روح کو تحلیل کر رہا ہے۔ اس مین شبہ نہین کہ سزا دہی کا جو معیار تمنے رکھا ہے وہ باوجود اپنی تمام تر سختیون اور صبر آزمائیون کے آسانی

اگر تم معاف کر دیتے ہو لیکن نہ صرف دشوار ہے بلکہ بڑی حد تک خطرناک اگر معافی نہین ملتی۔ کیا یہ ممکن نہین کہ تم خدا کیلیے یا رسول کیلیے میری خطائین معاف کر دو اور آئندہ کیلیے اسکا عہد لیلو کہ کوئی بات خلاف مزاج نہو گی۔ یا اگر یہ بھی نہین کر سکتے تو کم از کم ایک روز کے لیے ناراض ہی گھر چلے آؤ پھر جیسا مجھسے ہو سکے گا عرض معروض کرونگی۔"

معتوبہ "میمونہ"

یہ ہے وہ تحریر جو حسن ظفر نینی تال کی ایک جاذب نظر کوٹھی مین بیٹھا ہوا بغور پڑھ رہا ہے۔ اُسکے چہرہ سے پریشانی کے آثار عیان ہین، اُس پریشانی کے جس مین غصہ کا جزو غالب ہوتا ہے وہ بار بار منہ ہی منہ مین کچھ کہکر خاموش ہو جاتا ہے اور تحریر کو میز کی دراز مین رکھ دیتا ہے۔۔۔ رکھ دیتا ہے اور پھر نکال کر پڑھنے لگتا ہے۔

آج اُسے نینی تال آئے کچھ دن کم دو مہینہ ہو چکے ہین، یہان اُسکا ورود گو بظاہر کسی "ضروری کام" کے سلسلے مین ہے لیکن فی الحقیقت اُسکی وجہ غالب محض تفریح ہے اور میمونہ سے علٰحدہ رہنے کی "کوشش" میمونہ کے ساتھ اب اُسکا وہ تعلق جسے وہ محبت کے نام سے موسوم کیا کرتا تھا "نفرت" بلکہ "حقارت" کی صورت مین تبدیل ہو چکا ہے وہ خود کو اُس سے بچانے کی کوشش مین مصروف ہے۔!

دن رات مصروف اور ہر گھڑی مشغول، اُسکی بیداری کا کوئی لمحہ ایسا گزرتا ہوگا جو اُسکے دل مین میمونہ کی طرف سے ایک تازہ نفرت ایک طرفہ حقارت نہ پیدا کر جاتا ہو۔!

اُف ری انسانی فطرت تیری تلوّن پسندیان!

کل کی بات ہے کہ حسن ظفر اور میمونہ ایسے مرکب قالب سمجھے جاتے تھے جن مین ایک ہی روح زندگیان دوڑا رہی ہو۔ وہی حسن ظفر جو کل میمونہ کو "راحت روح" اور "لذت جان" سمجھتا تھا آج وہی حسن ظفر ہے کہ اُسے "کلفت دماغ" اور "ضغطۂ قلب" خیال کرتا ہے!!۔

اُسکا مزاج ایک فوری تبدیلی چاہتا ہے اور بشرط امکان میمونہ سے ایک مستقل علٰحدگی بظاہر وہ ابتک خود اسے معلوم کرنے سے قاصر ہے کہ اُسے اپنی جان نثار بیوی سے کیون نفرت ہو گئی جبکہ وہ ہنوز اسکے ادنیٰ اشارہ پر جان دینے کیلیے تیار ہے!۔ اسکا جواب حسن ظفر کے پاس کوئی نہین لیکن یہ کہ اُسے اُس سے نفرت ہے اور رہنی چاہیے۔ ایک مستقل خیال ہے جو ہر وقت اُسکے دماغ مین گونجا کرتا ہے۔

نینی تال مین اُس نے اپنی تفریحات کے ہزارہا سامان پیدا کرلیے ہین یہانتک کہ اُسکا وہ مخصوص گوشۂ قلب جو کسی زمانہ مین میمونہ کی محبت سے لبریز تھا، اُس سے نفرت ہو جانے کے بعد خالی ہی نہین ہو گیا بلکہ اُسکی ہوس رانیون نے اُس مین ایک اور "تصویر شباب ایک جدید" "دوشیزۂ مغرب" کو جگہ دینی شروع کر دی!!

دولت ہرگز اندھی نہین ہوتی ہان اُس مین اُن لوگون کو اندھا کر دینے کی قوت یقیناً موجود ہے جنھین "اہل دولت" کہا جاتا ہے۔

چنانچہ حسن ظفر کی تبدیلی مین علاوہ انسانی فطرت کے اُسکی فراوانی دولت بھی شریک کار تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اُسے ایک معصوم دل کا "شیشۂ نازک" توڑنے کے بعد پشیمانی نہین ہوئی بلکہ اس کی کوشش کہ اُسے مکمل طور پر کیون نہ پیس ڈالے۔ ایک "مجسمۂ وفا" ایک پیکر عصمت کو پامال کرنیکے بعد صبر نہ آیا بلکہ اسکی فکر کہ اپنی سیہ کاریون کی یادگار کیون نہ قائم کیجائے! یون تو اس سے قبل اُسے میمونہ کی ایک نہین بیسیون تحریرین ملین اور اُس نے اُنھین بلا کسی خاص توجہ کے ردی کی ٹوکری کے حوالہ کر دیا، لیکن آج وہ ایسا نہین کر سکتا آج طرز تحریر مین اُس کے لیے

کوئی خاص ایسی کشش ضرور ہے جو بار بار مطالعہ پر مجبور کر رہی ہے غالبًا وہ کسی خاص فیصلہ پر پہونچنا چاہتا ہے۔ آخرکار اُس نے گھڑی دیکھی اور ایک لمحہ کے لئے کچھ سوچکر قلم اُٹھایا۔

"تمھارا غم و غصہ سے بھرا ہوا خط ملا، اس سے پہلے بھی کئی تحریرین مل چکی تھین مین تم سے دریافت کرتا ہون کہ آخر اس قسم کی لایعنی اور بنادٹی باتون سے تمھارا کیا منشا ہوا کرتا ہے، ہر ایک انسان دنیا مین تمھاری طرح بیکار پیدا نہین ہوتا۔ مین یقینًا کسی نہ کسی غرض سے یہان آیا ہون مجھے اُمید ہے کہ تم آئندہ ہرگز میرے پاس اس وضع کے فضول خطوط بھیجکر جواب کا انتظار نہ کرو گی۔ اس لئے کہ میرے پاس ان لغویات مین ضائع کرنے کے لیے وقت نہین ہے۔

"یہ تمنے قطعی درست لکھا کہ مین تمسے ناراض ہون، مین درحقیقت ناراض ہون اور ناراض رہنا چاہتا ہون۔ عنقریب (غالبًا دوسرے ہفتہ مین) دہان پہونچکر مین اس گورکھندے کو قطعی سلجھا سکونگا"

"حسن ظفر"

لفافے مین یہ تحریر بند کرکے حسن ظفر نے ملازم کو دیدی اور خود سوٹ تبدیل کرکے کلب چلا گیا۔

(۴)

جون مین شمالی ہندوستان کی خیال سوز باد سموم اور اُسکے ساتھ نصف النہار پر پہونچ جانے والے سورج کی آتش فشانیان زمین کی مسلسل تشنگی کے باعث شرار صفتی اور اُس پر فضا کی تمازت ریزیان گرمی کی شدت سے ہر ذی روح کی بیقراری اور اُس پر در و دیوار کی شعلہ سامانیان، خدا پناہ مین رکھے خلقت کے لیے یہ زمانہ بھی ایک "امتحانِ قیامت" ہوتا ہے!۔

بالکل اسی زمانہ مین اور ٹھیک اسی وقت حسن ظفر نینی تال سے ایک لمبا سفر کرنے کے بعد اپنے گھر آکر اُترا ہے۔ گھر بھر خوش ہو رہا ہے اور ہر فرد کا دل باغ باغ خصوصًا میمونہ کی خوشی شرمندۂ بیان نہین غالب کے الفاظ مین یہ کہا جا سکتا ہے کہ۔ "خمار شوقِ ساقی" اُسکے لیے۔ "رستخیز اندازہ تھا" تاہم اسکا اندازہ کیا جا سکتا ہے اُسکی مسرت تو کچھ اس قسم کی تھی کہ جسکے "اندازہ" کا معیار ہی قائم نہو سکے۔ حسن ظفر نے آکر فورًا غسل کیا اور لباس تبدیل کرکے پہلے اپنے والد کے پاس گیا اُسکے بعد اپنے چچا وغیرہ سے ملکر سیدھا اپنے سونے کے کمرے مین چلا آیا اور ہر طرف سے دروازے بند کرکے سو رہا میمونہ غریب بیکار شام تک اُس کے انتظار مین "سراپا دیدہ لبریز" بنی رہی شام کو اُٹھتے ہی حسن ظفر کلب چلا گیا وہان سے رات کو دس بجے کے قریب لوٹا تو میمونہ کی قسمت کُھلی۔ اُس نے زنانخانہ کا رُخ کیا۔

یون تو خدا معلوم کتنے قدمون کی چاپ میمونہ کو فریب انتظار مین ڈال چکی تھین یا بالفاظ دیگر یون کہیے اُسکی حسیات خوابید مین بجلی دوڑا چکی تھین مگر ابکی بار اُسکی آنکھون نے دروازے پر حسن ظفر کا خیالی نہین اصلی مجسمہ دیکھا!۔ وہ سروقد تعظیم کو کھڑی ہو گئی، اُس نے نگاہین نیچی کرلین مگر اُنکی بیقرار مسرتون کو چھپانا اُس کے اختیار سے باہر تھا۔ کاش اس وقت حسن ظفر اُسے اپنی اُن آنکھون سے دیکھتا جن سے اُس نے محبت کی تھی تو وہ اُسے گلاب کا ایک نو دمیدہ پھول پاتا جو باوجود اپنی تمام پژمردگیون کے ایک وسیع چمنستان کی تنہا زینت ہو سکتا ہے۔ مگر قسمت کو کوئی کیا کرے، میمونہ کی زندگی مین شاید مسرت کا دَور اب ختم ہو چکا تھا اُسکا ملکوتی حُسن کم از کم حسن ظفر سے خراج توجہ وصول کرنے کے ناقابل تھا۔ وہ بھوین چڑھائے اور تیوری مین بل ڈالے

ایک غصہ کے ساتھ میمونہ کی طرف سے پیٹھ پھیر کر مسہری پر بیٹھ گیا اُس سے مخاطب ہونے مین وہ اپنی توہین سمجھتا تھا۔ کچھ دیر تو میمونہ اُسی طرح خاموش اپنے پندار کو لیے اپنی جگہ کھڑی رہی مگر آخر کار اُس سے ضبط نہو سکا اور وہ بلا کسی رسمی تقریر کے ظفر کے قدمون پر جا گری۔

"حسن" مغلوب ہو چکا تھا اور اُسکے حملۂ تہیار بیکار!

میمونہ کے جذبات خلوص مین تلاطم آگیا اور اُسکی آنکھون سے آنسوؤن کا ایک دریا اُمنڈ پڑا، وہ "تُیر رشتۂ وفا" کی طرح حسن ظفر کے قدمون کو مضبوط پکڑے ہوئے تھی!۔ اس موقع پر اگر پتھر بھی ہوتا تو اس پیکر وفا کے نیاز پر پسیج جاتا لیکن وہ حسن ظفر کا دل تھا جس نے مطلق اثر نہ لیا!

اُس نے ایک انداز برہمی سے اپنے پاؤن کو جھٹکا، ایک اظہارِ نفرت کے ساتھ "حسن مجسّم" کو ٹھکرایا اور میمونہ کے ظرف محبت کو بیدردی سے چور، چور کر دیا!۔

فطرت دیکھ رہی تھی کہ اُس نے صریحاً کفرانِ نعمت کیا۔ آخر کار وہ خود کو میمونہ سے علحدہ کرتے ہوئے اس طرح گرجا۔

"ان لغویات سے مجھے کوفت ہوتی ہے، مین اس قسم کے بازاری اظہارِ محبت کو ناپسند کرتا ہون، تم مجھسے الگ رہو"،

میمونہ کے دل پر یہ الفاظ بجلی کی طرح گرے، اُس بجلی کی طرح جو کسی کے خرمن ہستی کو مکمل خاک سیاہ کر دینے کی قدرت رکھتی ہو وہ نشتر کی ایک تیز خراش کی طرح یا زہر کے ایک تلخ گھونٹ کی مانند اُسکے دل و جگر، دماغ و روح کو تڑپا گئے اور ایک ناقابل برداشت خلش چھوڑ گیے —!

وہ ایک دم اُٹھی، مثل ایک زخمی پرندکے، کچھ کہنا چاہا، مثل ایک مایوس فریادی کے۔ لیکن آہ قسمت تیری ستم رانیان "اظہارِ محسوسات" کے لئے اُسے "لفظ بھی" ابھی نہ ملنا تھے!!

- - - - - - مجبور وہ حسن ظفر کے سامنے اُسی طرح کھڑی رہی۔

ایکی مرتبہ حسن ظفر نے سلسلہ جنبانی کی اور کہا۔

"میمونہ مین تمسے آج کچھ خاص باتین کہنا چاہتا ہون بشرطیکہ تم اُنہین خاموشی کے ساتھ سننے کو تیار رہو"

وہ اُسکی مرضی معلوم کرنے کے لئے رُکا لیکن جواب نہ پاکر پھر کہا۔

"تم نے بتلایا نہین۔ تم تیار رہو؟"

وہ بدستور خاموش رہی مگر سر کے اشارہ سے اُس نے اپنی مرضی کا اظہار کیا۔

"بہت اچھا، تو مین تمسے یہ کہنے آیا ہون کہ میرا تمھارا نباہ ممکن نہین، مین عنقریب دوسری شادی کرنا چاہتا ہون۔ مگر پہلے تمھین - - - - - - - - - - - "

وہ جملہ ختم نہ کرنے پایا تھا کہ ہوا کا ایک تیز جھونکا لیمپ گُل کر گیا اور عین اُسی وقت اُس کے سامنے تاریکی مین کسی بھاری چیز کے گرنے کی آواز آئی "یہ میمونہ کا بیہوش مجسّمہ تھا"

اُف - - - - - - - - اُف!!

(۵)

حسن ظفر کا خیال اُس کے حلقۂ اعزا مین عام ہو چکا ہے، سب جان گئے کہ وہ دوسری شادی کرنے والا ہے، لیکن کہان اور کس سے؟ اس سے کوئی واقف نہین۔ خاندان کا خاندان اُس کے اس خیال کا مخالف ہے مگر بیکار، وہ ہے کہ ٹس سے مس نہین ہوتا۔

ایک روز صبح کے وقت وہ اپنے کمرے مین خاموش بیٹھا مصروفِ مطالعہ تھا کہ مرزا آیا، سلام کرکے بیٹھ گیا حسن ظفر نے

کتاب میز پر رکھدی اور مزاج پرسی کے بعد کہنے لگا۔

"مرزا صاحب! آپ تو آجکل عید کا چاند بنے ہوئے ہین، کہ سرِ راہ کبھی مل گئے تو سلام ہو گیا ورنہ خیر سلاّ۔"

"جی ہان" مرزا نے مسکراتے ہوئے کہا "دو آپسے ملتے ہوئے آجکل زرا خوف ہی معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ آپ ضرورت سے زیادہ خطرناک بنے ہوئے ہین"

"خیریت! یہ خطرناکی دکیسی؟"

"ایسی، جس کا تجزیہ محال ہے"

"کسی بنا پر"

"اس بنا پر کہ آپکو اُسکی بے پناہی کا احساس نہین"

"آپ پھر معمون مین باتین کرنے لگے، اور میری اس سے طبیعت اُلجھتی ہے"

"بہت اچھا اگر آپکی اسطرح طبیعت اُلجھتی ہے تو مین دوسری طرح شروع کرتا ہون..... کہئے آپکا مزاج تو اچھا ہے"

"خدا کا شکر ہے"

"اور بیگم صاحب کا"

"وہ بھی اچھی ہین"

"کیا یہ درست ہے کہ آپ اپنی موجودہ شادی سے (جو ہین آپکی مرضی کے بموجب ہوئی) ناخوش ہو کر دوسری شادی کرنا چاہتے ہین؟"

"ہان یہ صحیح ہے" حسن ظفر نے نہایت اطمینان سے کہا۔

"خدا کی پناہ! ظفر تم ایک زہریلے گیس کے چھوڑنے مین کسقدر دلیر اور بیباک واقع ہوئے ہو..... کیا جو کچھ تمنے لاپرواہی سے کہا لفظ بہ لفظ درست ہے؟"

"مین کہہ چکا کہ قطعی درست ہے، اور جبکہ مین ایک واقعہ کا اظہار اطمینان کے ساتھ کرتا ہون تو آپ اس مین "زہریلا گیس" کیون پیدا کرتے ہین، میرے خیال مین اس مسئلہ کی اہمیت یا غیر اہمیت کو مین جسقدر سمجھ سکتا ہون آپ نہین سمجھ سکتے کیونکہ میرا ذاتی تعلق ہے"

"بیشک آپکا ذاتی تعلق ہے، لیکن رونا تو یہی ہے کہ آپ جیسے غیر ذی حس شخص کا ذاتی تعلق ہی کیون ہے؟ جبکہ آپکے نزدیک اُسکی کوئی اہمیت ہی نہین۔ مین آپکے اس خیال سے متفق ہون کہ آپ خود اسکی اہمیت یا غیر اہمیت کو جسقدر سمجھ سکتے ہین دوسرا نہین سمجھ سکتا مگر گستاخی معاف آپ سمجھے ہی تو نہین۔

"حاشا مین صحیح کہتا ہون کہ آپکے یہ بیباکانہ الفاظ جنہون نے مجھپر اسقدر اثر کیا میمونہ کے لیے زہریلی گیس سے ہرگز کم نہین اب آپکو اسکا احساس ہے یا نہین اسکا فیصلہ آپکے الفاظ کر سکتے ہین"

"آپ خواہ مخواہ سخن پروری کیا کرتے ہین"

"سخن پروری ہی سہی، لیکن ظفر خدا کیلئے تم اپنے ارادے سے باز آؤ نہین بلکہ اُس معصوم زندگی کی تباہی سے دست کشی ہو جس نے تمہارا کچھ بھی نہین بگاڑا"

"مین قطعی فیصلہ کر چکا ہون۔ اس معاملہ مین اصرار لاحاصل ہے، تم خود جانتے ہو کہ میرے استقلال کو کوئی نہین ہلا سکتا"

"ظفر! تم پتھر ہو، بلکہ مجھے کہنے دو کہ ایک خونخوار درندے جسکی خون آشامی عقل و خرد پر غلبہ پا جاتی ہے، تم سمجھ لو، اچھی طرح سمجھ لو کہ تمکو اپنے اس فعل پر یقیناً پچھتانا پڑیگا۔ کیا تمھین یاد نہین کہ مین اس سے قبل موجودہ واقعہ کے متعلق پیشین گوئی کر چکا تھا۔ کیا تم اپنے وہ الفاظ کہ "میمونہ میری راحتِ روح ہے" بھول گئے؟"

"تمھاری باتون پر مین کبھی توجہ نہین کرتا، مین تمھین ایک قسم کا دیوانہ تصور کرتا ہون"

"دیوانہ تصور کئے جاؤ لیکن میمونہ کی زندگی برباد نہ کرو"

"تمھین میرے خانگی معاملات مین دخل دینے کا کوئی حق حاصل نہین ہے، مین جیسا مناسب سمجھونگا کرونگا"

"ظفر صاحب! ۔ ۔ ۔ ۔" مرزا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ملازم نے ظفر کو ایک خط لا کر دیا جسے وہ فوراً چاک کر کے پڑھنے لگا خط انگریزی میں تحریر تھا۔

"پیارے ظفر! تمھارا ۲۹ کا لکھا ہوا خط جو اپنے ساتھ تسکین و مسرت کی دنیا لئے ہوئے تھا مل گیا میں تمھاری اس توجہ خصوصی کی بیحد ممنون ہون بیشک تمھاری بیوی اسپر رضامند ہوگئی ہوگی کہ تم دوسری شادی کر لو لیکن یہان عرض کرنیکی اجازت دو کہ جب تک تم اسے طلاق نہ دوگے مین شادی کرنے پر مجبور ہون حالانکہ خدا جانتا ہے کہ تمھارے بغیر میرا ایک ایک لمحہ کس بے لطفی اور بے کیفی کے ساتھ گزر رہا ہے۔

"مین تمسے اپنی مجبوریان ظاہر کر چکی ہون فیصلہ مین زرا عجلت کی ضرورت ہے اسکی وجہ تم خود سمجھ سکتے ہو۔

"بہرصورت تم اپنی بیوی سے طلاق کے بارے مین ضرور طے کر لو پیارے ظفر! تم خود ہی سوچو کہ مین اپنے اور صرف اپنے پیارے ظفر کی محبت مین کسی دوسرے کو کیونکر شریک و سہیم دیکھ سکتی ہون کیا تمنے یہ اقرار نہین کیا کہ تم میرے اور صرف میرے ہو!

"ایک خاص ضرورت کی بنا پر پانچ ہزار روپیہ کی ضرورت ہے فوراً بھیجدو۔"

تمھاری ۔ ۔ ۔ ۔ (مس) "ایوا"

حسن ظفر نے کامیابی کا ایک سانس لیا اور مرزا سے کہا "مرزا صاحب مجھے امید ہے کہ آپ اسوقت مجھے معاف کرینگے، مین ایک ضروری کام سے اندر جانیکی اجازت چاہتا ہون۔"

"بشوق"، مرزا نے یہ کہکر ایک ٹھنڈا سانس لیا اور حسن ظفر کو ایک مایوس نظر سے دیکھ کر باہر چل دیا۔

حسن ظفر نے مرزا کے اٹھتے ہی اپنا ضروری اسباب درست کیا، روپیہ مطلوبہ بذریعہ تار مس ایوا کو بھجوا دیا اور اپنے متعلق لکھ دیا کہ کل دوپہر کی گاڑی سے نینی تال پہونچونگا۔"

اسکے بعد ۔ ۔ آہ اسکے بعد حسن ظفر نے کیا کیا یہ نہ پوچھئے، وہ سیدھا نانتا مین پہونچا اور میمونہ سے وہ الفاظ کہہ دئے جن کے سننے کیلئے ایک انسان کا کلیجہ نہین بلکہ "پتھر کا کلیجہ" اور عورت کا دل نہین بلکہ "شیر کا دل" چاہیئے۔ ایکی مرتبہ وہ یہ الفاظ سنکر بیہوش نہین ہوئی بلکہ اس پر ایک سکتے کی سی کیفیت طاری ہوگئی حسن ظفر اسے اسی حالت مین چھوڑ کر سیدھا اسٹیشن روانہ ہوگیا۔ اس کے سر پر "عشق کا جن" نہین، بوالہوسی کا بھوت سوار تھا (بیسوین صدی مین عشق کا نام لینا اس کی علانیہ توہین کرنا ہے)۔

اگلے روز صبح کو وہ نینی تال پہونچا اور ہوٹل مین آکر پہلے مس ایوا کو دریافت کیا لیکن جو کچھ اسے معلوم ہوا وہ اس کے سننے کے لئے تیار نہ تھا "مس ایوا گزشتہ شام نینی تال سے روانہ ہوگئی مگر یہ نہین کہا جا سکتا کہ کہان کو"!!

یہ وقت وہ وقت تھا جب حسن ظفر کو ہوش آیا اب حسن ظفر اپنے کو حسن ظفر سمجھ رہا تھا۔! اب اس نے محسوس کیا کہ میمونہ واقعی پرستش کے قابل ہے! وہ فوراً دوسری گاڑی سے گھر روانہ ہوگیا لیکن وقت گزر چکا تھا، گھر پہونچکر اسے معلوم ہوا کہ "میمونہ کا گزشتہ شام انتقال ہوچکا ہے"!!

حسن ظفر یہ خبر سنکر کسی بے اختیار جذبہ کے ماتحت رو دیا۔

"ہائے اس زود پشیمان کا پشیمان ہونا"

مگر وہ فوراً ہی ہنسا اور جسوقت وہ اپنے کمرے مین داخل ہوا۔ اس کے قہقہون سے فضا گونج اٹھی۔

سامنے مرزا بیٹھا تھا، اسے دیکھ کر اس نے اپنے دونون ہاتھ پھیلا دیئے اور ایک خوف زدہ آواز مین چیخ کر کہا "میمونہ دیکھو دیکھو، ادھر دیکھو دنیا کی طرف ایک خوفناک تاریکی بڑھ رہی ہے"۔ ۔ ۔!

"حسن ظفر دیوانہ ہوچکا تھا"

(طالب باغپتی)

نقوش مانی

(از جناب مانی جائسی)

مقدر جہان ایک دن مجھ کو لایا　　ملی تھی جہان مجھ سے میری جوانی
وہین سے سے ہے آغاز دورِ تمنا　　وہین ختم تھی دنیوی زندگانی

یہ صیاد ذکرِ بہاران جو چھیڑا　　بڑی دل نوازی، بڑی مہربانی
مگر اب یہان دل بہلنے لگا تھا　　نہ تھی یاد مجھ کو چمن آشیانی

بکون مین بہت کچھ مگر فائدہ کیا　　اگر آپ واقف نہ ہوتے تو کہتا
جو ہے آپ کی عیش و عشرت کا قصا　　وہی کی وہی میرے غم کی کہانی

یہان تک بڑھی آپ کی بے وفائی　　کہ ڈالی مرے سر بلائے جدائی
مگر خیر جب یہ قیامت بھی آئی　　تو اب رہ گئی کیا مصیبت اُٹھانی

مرے منہ پہ ہان غم کے آثار ہونگے　　یہ اچھا کیا آنکھ پھیری جو تم نے
مین خود چاہتا تھا کہ میرے سبب سے　　منغص نہ ہو عشرتِ کامرانی

دلِ زار ہے اور آفت پہ آفت　　کہان ہے خدا اور تختِ عدالت
جوانی خود اپنی جگہ اک قیامت　　پھر اُس پر قیامت حسین کی جوانی

جو آثارِ الفت تھے ثابت ازل سے　　وہ اے بیوفا تو نے باطل دکھائے
گلہ تجھ سے کیا ہو، دعا ہے خدا سے　　کہ یارب نہ مجھے موت دے ناگہانی

مبارک ہو اے طالبِ دید موسیٰ　　ضرور آپکو آج دیدار ہو گا
یہ ہے ناز یعنی نوازش کا وعدہ　　سمجھئے ذرا معنیِ لن ترانی

سناؤن کسے آہ غم کا فسانا　　ادھر کا اُدھر ہو گیا ہے زمانا
ہے فرصت اگر اور ہو ظلم ڈھانا　　غنیمت سمجھئے کہ زندہ ہے مانی

مانی - جائسی

"لکھنؤ ہم پر فدا ہے ہم فدائے لکھنؤ"

مین فدائے کی یا جو عوض کسرۂ اضافت ہے۔ بحالت اشباع ایک سے دو ہوجائیگی اور تقطیع مین ہم فدائے فاعلاتن کے وزن پر دو یا سے لکھا جائیگا۔ جس طرح آئے اور جائے لکھے جاتے ہین۔ اگرچہ کتابت مین ایک ہی یا سے لکھا جائے، لیکن عروض مین حروف مکتوبی معتبر نہین ہین بلکہ ملفوظی معتبر ہین اور اس طرح حروف مابعد الروی کا وجود جس طرح آئے اور جائے مین پایا جاتا ہے۔ ہم فدائے بروزن فاعلاتن مین بھی ضرور پایا جاتا ہے۔ لاریب فیہ خاقانی کہتا ہے ؎

کرد لوا نصب در ایوانِ ہو   تحتِ لوا آدم و من دونہا

دونہا، مین واو مکتوبی نہین ملفوظی ہے اور قافیے مین اسکا اعتبار قائم ہے۔ لہٰذا متقدمین یا متاخرین مین جس نے برائے، سوائے، فدائے کو بحالت اشباع آئے اور جائے وغیرہ کا قافیہ گردانا ہے وہ ہرگز مقلدانہ نہین بلکہ محققانہ ہے اور ہر طرح صحیح و درست ہے۔

اگر کوئی خاص مذاق اسکو ناپسند کرتا ہے تو اسکا اعتبار اہل فن مین بہ تخصیص ہوگا نہ بہ تعمیم دانا براء منہ۔

حافظ سید فضل حق ازعلیم آبادی

پیرایہ

بروزن بے خایہ آرائش و زیور باشد از طرف نقصان ہیچہ سر تراشیدن و صلاح کردن و شاخہاے درخت بریدن، از برہان۔

اِس لفظ کے معنی سے بحث نہین تلفظ سے بحث ہے، اور برہان سے بکسر اول بایاے مجہول مستنبط ہوتا ہے لیکن اسی کے ہم اشتقاق (پیرایہ) کو بثانی مجہول بروزن گیرا اور (پیرائی) کو بروزن سیمائی لکھا ہے۔ جو بیاے معروف ہین اور مجہول مسموع نہین۔ اور پھر پیرایہ کے تحت مین یہ بھی لکھ مارا ہے کہ

"و بجمیع بر فتح اوّل ہم نظر آمدہ است"

ان سب بیانات سے صرف اختلاف تلفظ ثابت ہے اور نا محقق۔

پیرایہ کا وزن بے مایہ بھی ہے لیکن صاحب برہان نے پہلوی ذم کا خیال نہ کیا اور سرسری طور پر لکھ دیا جو سمجھ مین آیا۔

مان لو کہ برہان سے پیرایہ کا تلفظ بہ یاے مجہول ثابت ہے تاہم اہل زبان کے لہجے کا اختلاف وہ غضب ہے جس سے بہ یاے معروف ناروا نہین بلکہ مختار متاخرین ثابت ہے اور اسی بنا پر قاآنی شیرازی نے پے کے اور دی کو حَیّ، طَیّ، اور غَیّ کا قافیہ قرار دیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ مختار شعرا ہے، تو رسالہ "جواہر الحروف" مین دیکھ لو "لیکن عراقیان در محاورہ حال جمیع حروف مجہول را معروف خوانند"

سنجر طہرانی تھے انکی زبان سے بھی مجہول معروف ہی مسموع ہوا۔ بہر حال پیرایہ بفتح اول و بکسر اول مجہول و معروف ہر طرح جائز و ثابت ہے۔ بیش ازین نیست کہ عرف ہندمین مجہول کو معروف پر ترجیح دیجائے۔ تو یہ بھی متفق علیہ ہوگا، با این ہمہ پیرایہ بکسر اول معروف لتلفظ کو غلط کہنے کا ہرگز کسی کو کوئی حق نہین ہے اور بعض کے نزدیک بھی فصیح ہے واللہ اعلم۔

حافظ سید فضل حق آزاد، علیم آبادی

آزادی و تعلیم صنف نازک کا فیض

(از جناب وحید لکھنوی)
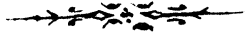
عورت کا مسئلہ ہر زمانہ و قرن میں موضوع بحث بنا رہا ہے۔ کوئی دینی و دنیاوی کتاب عورتوں کے تذکرے سے خالی نہیں ہے۔ ناول غزل اور دیگر طرز تحریر کا دارمدار اسی صنف کے وجود پر ہے اور انہیں کے واقعات و حرکات و سکنات کا خاکہ جزو لاینفک ہے گویا دنیا کی چہل پہل انہیں کی ذات سے وابستہ ہے۔ اور انکے عدم وجود میں شاید علمی و ادبی کتب سرمۂ چشم بنانے کو میسر نہ آتیں، یا یہ کہیئے وہ دلچسپی سے خالی ہوتیں اور انکو خود مرد نہ دیکھتے اور بے قدری کرتے مصنفین کو ثمرۂ محنت نہ حاصل ہوتا اور وہ کنارہ کشی اختیار کرتے لیکن انکے "ہر دگی ہیچ" ہونے کے باوجود فلاسفہ و مصلحانِ دین نے انکے حسن و جمال کا اقرار کیا۔ مگر انہوں نے اہل دنیا کو متنبہ کیا کہ وہ ان سے زیادہ پینگ نہ بڑھائیں اور انکی رفتار و گفتار پر ایسے فریفتہ نہوں کہ جان بیچ کر خریدار بنجائیں بلکہ خود انکو اپنا آقا۔ ولی نعمت بنالیں۔ تمام فلاسفہ نے انکے مکر و غدر انکے حسد و بغض۔ انکی دشمنی و عداوت سے ڈرنے کی ہدایت کی اور ہرگز ہرگز گوارا نہ کیا کہ اس صنف نازک کو آزادی محض دیدی جائے کہ وہ اپنی کم عقلی سے مردوں کے حقوق میں دست اندازی کرنے لگیں اور ان سے بے نیاز ہو کر ایسی حرکات شنیعہ پر تیار ہو جائیں کہ انسان برائے نام اشرف المخلوقات رہ جائے' البتہ تمام عقلا و مصلحین دین نے سعی کی کہ صنف نازک پر ظلم و ستم نہو سکے' انکے حقوق الگ کر دئے اور انکو معمولی تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دیدی تاکہ وہ اولاد کی پرورش و دیگر ضروریات زندگی کو باسانی تکمیل کو پہونچا دیں۔

فلاسفۂ دنیا و مصلحان دین نے ہمیشہ اخوت و مساوات کو نظر رکھا اور صنف نازک کے خصوصیات کو فروگزاشت نہ کیا اور ان کو بعض امور میں مساوی حصہ نہ دیا تو مردوں پر قیود عائد کر دیں تاکہ اس بے انصافی کا بدل ہوجائے اور وہ مردوں کے برابر ہوجائیں چنانچہ انکے سپرد اولاد کی پرورش و انتظام خانہ داری ہوا اور انکو مردوں کے برابر تعلیم نہ دینے کا انتظام کیا گیا تو مردوں پر بھی فرض ہوا کہ وہ عورتوں کو خونخواروں کے حملہ سے بچائیں انکے نان و نفقہ کا خیال رکھیں اور انکو کسی قسم کی اذیت نہ دیں۔ اور ہر وقت اپنی جان ہتھیلی پر لئے سینہ سپر رہیں۔ لیکن حقوق کی علیحدگی اور مردوں کی دلجوئی و عشق و محبت کے باوجود عورتیں اپنے ہتکنڈوں سے باز نہ آئیں اور وہ مرد کے نرم و نازک دل پر قبضہ پاتے ہی اپنی درماندگی کی داستان سنانے لگیں' اور طرح طرح سے مردوں کے ذہن نشین کرایا کہ یہ صنف عضو معطل ہے اور اس سے کام لینا چاہیئے۔ جب انسان اشرف المخلوقات ہے تو اسکی نصف سے زیادہ تعداد کیوں جاہل رہے اور مرد کی شریک زندگی ہونے سے پیشتر علم و فضل میں اسکے ہم پلہ کیوں نہو تاکہ دور حیات باسانی بسر ہو اور انسان کا مقصد زندگی بوجہ اکمل حاصل ہو۔

ابتداءً مردوں نے اس گفتگو کو ٹالا۔ سمجھایا بجھایا لیکن عورتوں نے پاؤں پھیلائے اور چادر کا لحاظ نہ کیا۔ پھر بھی مرد اپنی بات پر اڑے رہے تو ان پر قدامت پرستی' خود غرضی مخلوق خداوندی پر ظلم و جبر کا الزام عائد کیا گیا اور کسی طرح ان ضدی عورتوں نے اقرار نہیں کیا کہ فطرۃً انکے اعضا و جوارح مردوں کے مانند قوی نہیں ہیں اور وہ کبھی بھی ان

مشاغل کی اہل نہیں ہیں جن کا فرض تمام مردون کے ذمہ عائد کیا گیا ہے۔ فوراً عورتون نے ہی مردون کے مانند ورزش کرنا شروع کی اور دس مین دو چار اس قابل بھی ہوئین کہ وہ ضعیف القویٰ مردون سے بازی لیجانے کی جرأت و جسارت کر سکین البتہ اُنھون نے مردون کا مد مقابل بننے کے لئے چوٹیان کٹوائین۔ سینہ کے اُبھار کو غیر فطری و خلقی طریقون سے گھٹانے کی سعی کی اور دیگر طریقون سے بھی مردون کے کان کاٹنے کو آمادہ ہوئین، انکو یہ مقولہ کبھی مرغوب ہوا

"ہر کسے را بہر کارے ساختن"

اور اُنھون نے اسکو مردون کی بدنیتی و خود غرضی پر محمول کیا۔

الغرض مردون کی ایک نہ چلی۔ ہر موقع پر مُنہ کی کھائی۔ اظہار محبت و الفت و مروت نے زبان سے ایک لفظ بھی نکالنے کی اجازت نہ دی پھر انکے کام مین سہولتین بھی ہوئین وہ کیون دم مارتے لیکن عقلاً اسناعاقبت اندیشی پر انگشت بدندان رہے۔ مدارس الگ قائم ہوئے پردہ سے بے پردہ ہوئین۔ مردون کے ساتھ اور تنہا عام باغون کی سیر کرنے لگین اور اسکا الزام بھی مردون کے سر تھوپا۔ بقول اکبر ؎

بے پردہ کل جو آئین نظر چند بی بیان | اکبر زمین مین غیرتِ قومی سے گڑگیا
مین نے کہا آپکا پردہ وہ کیا ہوا | کہنے لگین کہ عقل پر مردون کے پڑگیا

انتظامِ خانہ داری کا جھنجھٹ یک قلم القط، طعام و قیام کے لئے ہوٹل کافی ہین۔ اطفال کی پرورش سے مُنہ موڑا اور بچون کے کھلانے کو دایہ مقرر کردین اور علاج کے لئے ڈاکٹر بس اسکے بعد انکو کام ہی کیا رہ گیا۔ اور مردون سے برسرپیکار ہوگئین۔

تعلیم مین مردون کے کان کاٹے۔ ہر میدان مین انکی ہمسری کا دعویٰ کرنے لگین گویا تعلیم حسد و بغض کا سرچشمہ ہے جہان اِس سے سیراب ہوئے طبیعت ہی بدل جاتی ہے تعلیم کا اصل مقصد درستیٔ اخلاق و حق شناسی ہے لیکن یہان ضد و بغض و حسد کے جذبات نے انکے سینہ کو اپنا مخزن بنایا اور انکو چھبیس گھنٹے مردون سے برتر بننے کا خیال رہنے لگا۔ بقول شخصے

"کوا ہنس کی چال چلا اور اپنی چال بھولا"

اشتراکِ عمل و تقسیم کار کا مسئلہ طاقِ نسیان پر رکھا نظر آنے لگا۔ اب کیا تھا وہ مرد بننے کو تیار ہین۔ میدانِ جنگ مین جانے کو مستعد ہین البتہ دیکھنا ہے کہ یہ خود ساختہ مرد خلقی مردون کے مقابلہ مین کیسے فائز مرام ہوتے ہین اور کیسے یہ ہر ایک مصلح و صلح کن کی گوشمالی کرتے ہین۔ کہین بلی کی طرح انکو خواب مین چھیچھڑے نہ نظر آتے ہون، یا چوہون کی داستان انکو ہمتی نہ ہو کہ بلی کی غیبت مین لاکھون منصوبے تھے لیکن اِس کے سامنے سب کی گھگی بندھ گئی۔ خیر ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا | آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

ذیل کا اقتباس ملاحظہ فرمائیے اور دل ٹھنڈا کیجئے۔

"مدرسۂ خواتین السنہ غیر ملکی۔ ٹوکیو۔ جاپان مین تمام مدارس خواتین کے پرنسپلون کا ایک جلسہ منعقد ہوا جسمین ظاہر کیا گیا کہ زیادہ تر نوجوان خواتین طلبہ کا رجحان طبع یہ ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح مرد ہو جائین۔"

اِس جلسہ کا اہم ترین مسئلہ زیر بحث یہ تھا کہ آج کل خواتین طلبہ کا رجحان طبع کیا ہے۔ پرنسپل گنز دا انچکوا پرنسپل مدرسۂ خواتین ٹوکیو نے اس سلسلہ مین بیان کیا کہ اُنھون نے تین سوالات حسب ذیل مرتب کئے۔

(۱) کیا تم مرد بننا چاہتی ہو ؟

(۲) کیا تم عورت رہنا چاہتی ہو؟

(۳) جواب مع وجوہ تحریر کرو۔

مین نے ان سوالات کو یاماتشی۔ واکایاما۔ موجی کے پرنسپلون کے مشورہ سے مرتب کیا تھا اور انکو تمام خواتین طلبہ کے پاس بھیجدیا لیکن ابتک صرف ۶۶۰ خواتین نے جواب ارسال کیا ہے۔ اِن کل خواتین مین سے ۲۳۶ مرد بننے کی متمنی ہین۔ ۱۲۶ عورت ہی رہنے پر قناعت

کرینگی اور ۲۰۰ چاہتی ہین کہ وہ بعض مواقع پر مرد' اور بعض دیگر مواقع پر عورت ہون -

مرد بننے کی تمنی خواتین ہین سے اکثر نے یہ وجہ تحریر کی ہے "کیونکہ ہم میدان جنگ مین جانے کی خواہش کرتے ہین"۔

پرنسپل انجکوا کے نزدیک نوجوان خواتین کا یہ رجحان طبع سخت مضر و خطرناک ہے' اور اُنھون نے فرمایا " امن و امان کی دیوی کو اجسام صنف نازک مین اپنا جلوہ دکھلانا چاہئے اور اسکے دل مین جنگ و جدال کا خیال بھی نہ آنا چاہیئے کہ اسکی بنات امور محال و ممتنع کی خواہش کرنے لگین اور اپنی ناعاقبت اندیشی کا الزام دیوی پر عائد ہو۔

دوسری پرنسپل نے بیان کیا کہ آج کل کی نوجوان خواتین طلبہ کا رجحان طبع یہ ہے کہ وہ آرائش زیبایش و نرم زبانی و آداب مجلس کو خیرباد کہہ رہی ہین اور وہ جا و بیجا جرأت و جسارت کا اظہار کرتی ہین اور شرم و حیا کا بالکل پاس نہین ہے -

ایک اور پرنسپل نے خیال ظاہر کیا کہ نوجوان خواتین یوماً فیوماً کاہل اور بے فکر ہوتی جاتی ہین -

مذکرۂ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ کس مقصد نیک کے لئے تعلیم یافتہ خواتین مرد بننے کی تمنی ہین - وہ انتظام خانہ داری و دیگر فرائض کو صرف میدان جنگ کی صورت دیکھنے اور مردون سے دست و گریبان ہونے کی دیوی پر قربان کئے دیتی ہین - وہ مردون کی اس حرکت سے ناراض ہین کہ اُنھون نے مجلس اقوام قائم کی اور تمام قضایا بذریعہ گفت و شنید طے کرنا چاہتے ہین اور جنگ و جدال سے حتی الامکان محترز رہنے کے خواہشمند ہین - دیکھئے اگر یون ہی آتش جنگ و جدال ہماری خواتین کے دلون مین روشن ہوئی تو پھر دُنیا کا کوئی خطہ محفوظ و مامون نہین رہ سکتا پیشتر مردون کو اشارۂ ابرو سے برسرپیکار کرتی تھین اور خود مزہ اُڑاتی تھین' اور دنیا مین آفت مچ جاتی تھی' روزانہ دنیا مین دس بیس واقعے ہو جاتے تھے - اب اگر خدانخواستہ اُنھون نے کمر کس لی تو آفت ہو جائیگی -

لیکن یہ کیا غضب ہے کہ انکی اُستانیان خائف اور ہراسان ہین وہ کیون امن و امان کی دیوی کو پکارتی ہین کہ وہ خواتین کے قلوب کو پیٹ دے اور وہ کیون انکے عدم آرائش و زیبائش و فقدان آداب مجلس کی شاکی ہین - سادگی کے مقابلہ مین زیور و آرائش و زیبائش کی حاجت کیا ہے بقول امیر مینائی ؎

ہے جوانی خود جوانی کا سنگار   سادگی گہنا ہے اس بن کے لئے

جب نشۂ جوانی اُتر جائیگا تو وہ خود راہ راست پر آجائینگی اور بفرض محال اگر انکو کوئی اندیشہ بیجا ہے تو وہ ان مدارس کے بند کرنے کی درخواست کیون نہین کرتی ہین - لیکن تیرے کس زبان سے ایسے خیالات کا اظہار ہو - ایسی بے صبری' عدم تحمل' عورت تحمل و استقلال کے لئے مشہور ہے - اپنی آبرو مین کیسے بٹا لگایا جائے -

ہمکو ہرگز ہرگز عورتون کی اس حرکت پر انگشت نمائی نہ کرنا چاہئے - آبرو کے خاطر مرد کیا کیا آفت مچاتے ہین قتل و غارت گری کے بازار گرم کرتے ہین' اپنے مُنہ مین سیاہی لگاتے ہین اور اُسکو رومال سے چھپانے کی سعی لا حاصل کرتے ہین - آخر وہ ظاہر ہوتی ہے -

القصہ' آبرو و عزت کا جذبہ فطری ہے اور اُسکو انسان آخر نفس حیات تک خیرباد نہین کہہ سکتا -

البتہ ہم ان ۲۰۰ مستورات کی ضرور داد دینگے جو گاہے چنین گاہے چنان پر عمل پیرا ہونے والی ہین کبھی مرد اور کبھی عورت ان کے دونون میٹھے ہین اور ۱۳۶ خواتین سے ہمدردی ہے جو اپنی حالت پر قانع ہین -

شرم و حیا کا تذکرہ فضول ہے - وہ زمانہ لد گیا جب حیا ایمان کا جزو تھا - اب کوڑا کھیل ہے - لیکن یہ مرد میدان خواتین کے متعلق

ایک پرنسپل صاحبہ نے کاہلی اور بے پروائی کی شکایت کس زبان سے کی - میدان داری کے لئے یہ صفات سخت مضر ہین ، اور کہین بقول شخصے

" سر منڈاتے ہی اولے نہ پڑین "

تو غضب ہو جائے اور شیخ چلی کا بنا بنایا گھر یہ ایک حرکت سر خاک سیاہ ہو جائے اور ہمکو ناحق اظہار ہمدردی کرنا پڑے - اور بادل رنجیدہ کہنا پڑے -

" حسرت اُن غنچون پہ ہے جو بن کھلے مُرجھا گئے "

آخر مین ہم ضرور عرض کرینگے کہ تعلیم خواتین بقدر ضرورت ہونا چاہیئے اور انکو آزادی بھی دیتے ہین دریغ نہ کرنا چاہیئے لیکن انکی صنف کی نزاکت کا خیال رکھنا لازم ہے جو انکا زیور ہے اور اگر خدانخواستہ اس زیور خلقی کا فقدان ہو گیا تو عورت سے حسن و جمال ہی کا فقدان ہو جائیگا اور جس پرتے پر وہ مردون کو نچاتی ہین اور ان سے اپنی مرضی کے مطابق کام لیتی ہین اسکے کل عدم ہونے کے بعد وہ مردون پر کیسے دباؤ ڈالین گی اور اگر اس کوشش مین وہ کامیاب بھی ہو گئین کہ وہ مرد بن جائین تو اُن مین سے تمام اوصاف نزاکت جاتے رہین گے اور قوی ہیکل مُنہ زور ہو جائینگی وہ مقابلہ بحیثیت زن نہین بلکہ بہ حیثیت مرد کرین گی تو یہ امر قابل ستایش نہین ہو سکتا -

(وحید لکھنوی)

عبودیت عبد

(از جناب عبداللہ عبدالواسع صاحب عبد کراچی)

عشق مین آہ و بکا اے دلِ ناشاد نہ کر
لطف الفت کا اُٹھانا ہے تو فریاد نہ کر

مدفنِ عاشق برباد کو برباد نہ کر
یہ ستم بہر خدا او ستم ایجاد نہ کر

مجھکو تاکید یہ ہے عشق مین فریاد نہ کر
اُس جفا جو سے بھی کہدے کوئی بیداد نہ کر

دلِ کمبخت زمانہ مین وہ رسوا ہونگے
لبِ خاموش کو تو مائل فریاد نہ کر

مٹ چکا ہون مجھے اے چرخ مٹاتا کیسا
یونہین برباد ہون برباد کو برباد نہ کر

عشق نے دی ہے یہ تعلیم وفا عاشق کو
دم نکل جائے مگر شکوۂ بیداد نہ کر

دلِ ناشاد تجھے اس نے فراموش کیا
تو بھی اِس بھولنے والے کو کبھی یاد نہ کر

ایک تو مجھ پہ ہر اک جور روا رکھتے ہین
اور اس پر یہ ہے ارشاد کہ فریاد نہ کر

سامنے میرے نہ کر غیر سے ہنس کر باتین
مجھ سے خاموش کو آمادۂ فریاد نہ کر

اس سے بھی اے دلِ ناداں وہ بگڑ جاتے ہین
سامنے انکے تو ذکر قدِ شمشاد نہ کر

نظرِ لطف ہے عبد پر اے جانِ جہان
ناز بردار ہے تیرا اسے ناشاد نہ کر

عکسِ غزل جناب منشی مظفر علی خان صاحب اسیرؔ لکھنوی مرحوم بخط جناب اسیرؔ

(حسب فرمایش جناب نواب علی حسن حسینی مرحوم و مغفور)

[illegible]

میر شیر علی افسوس

(از جناب ساحل بلگرامی)

انیسوین صدی کا آغاز ہے - اردو اپنی کمسنی کی شوخیون سے ہندوستانیون کو مانوس کرنے کی کوشش کر رہی ہے - ایسٹ انڈیا کمپنی اپنی تاجرانہ حیثیت کو فروغ دیتے دیتے مغلیہ سلطنت پر قبضہ کر لیتی ہے - حرص و ہوس کی تمنائین پرورش پانے لگتی ہین - ترقیون کے پہلو، وسعت سلطنت کی تدبیرین اور ہندوستانیون کے دلون مین جگہ پیدا کرنے کے طریقے زیر غور ہی نہین بلکہ اُن کو سمجھ لیا گیا ہے - کیونکہ وہ حکومت مین ہر دلعزیزی پیدا کرنے کے لیے مجبور اور ہندوستانیون سے تبادلۂ خیالات کرنے کے لیے گونگے تھے - اس لیے ملکی زبان (اُردو) سیکھنے کا احساس اعصاب بدن مین لہرین مارنے لگا مستقل مزاج قوم کا تہیہ تھا - اپنی اسکیم کو کامیاب بنانا مقصد اولین تھا - اس صدا کا گونجنا تھا اس شہرت کا پھیلنا تھا کہ ملک کے انشا پرداز اپنے افلاس کے ہاتھون تنگ آ کر کلکتہ کی طرف بیتابانہ دوڑنے لگے اور اُردو کے اس پہلے مرکز پر سانس لیکر اپنی انشا پردازی کے جوہر دکھانے لگے اسی اکاڈیمی کے ایک ممبر میر شیر علی افسوس بھی تھے جن کے واقعات زندگی آج ہم ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہین -

ہمارے تذکرے کسی ممتاز ہستی کے حالات زندگی اکثر اُسوقت سے ظاہر کرتے ہین جبکہ وہ پبلک اسٹیج پر ایک نمایان حیثیت مین آجاتا ہے - نہ ابتدائے عمر کے واقعات ہوتے ہین نہ پیدائش و وفات کے سنون کا کہین پتہ چلتا ہے - یہی کمی افسوس کے حالات مین بھی ہے - مگر مطالعہ کی کوشش وہ سب کچھ اس مین جمع کر دے گی جو تذکرون کی مدد اور دیگر ذرایع سے ہم تک پہونچ سکا ہے -

نام | طور کلیم اور بزم سخن کے سوا تمام تذکرون کا اتفاق ہے کہ ان کا نام "شیر علی" ہے - ان دونون نے ایک نقطہ کم کر کے "شیر علی" لکھا ہے - صاحب گلشن ہند "افسوس" کے متعلق تحریر فرماتے ہین کہ "راقم آثم سے ملاقات ایام شباب سے ہے" اس پر نظر کر کے ہم کو گلشن ہند کا قول تسلیم کرنا پڑیگا وہ ان کا نام "شیر علی" ہی بتاتے ہین - خود مصنف بھی اپنی کتاب آرایش محفل کے دیباچہ مین اپنا نام "شیر علی" ظاہر کرتے ہین - یہ بھی گمان ہے کہ کتابت کی غلطی ہو اور کاتب کے قلم نے اپنی خشک مزاجی سے ایک نقطہ مضم کر لیا ہو - صاحب قاموس المشاہیر نے "شیر علی" کے بجائے "میر علی" لکھا ہے جس کا کوئی تذکرہ ہمنوا نہین -

نسب | ان کے باپ "علی مظفر خان" تھے[1] - جو نواب میر محمد قاسم علی خان عالیجاہ کے داروغہ توپخانہ تھے - ان کی نسل کا مبارک رشتہ سیادت مآب حضرت اسمٰعیل ابن امام جعفر صادق علیہ السلام سے مل جاتا ہے[2] مصنف نے خود بھی آرایش محفل کے دیباچہ مین اپنے نام کے ساتھ جعفری لکھا ہے -

---

[1] دیباچہ آرایش محفل نوشتہ مصنف ۱۲ [2] گلشن ہند ۱۲

مذہب | یہ اسلام کے فرقہ "اثنا عشریہ" سے تعلق رکھتے تھے چنانچہ خود آرائش محفل کے دیباچہ مین اس کا اظہار کیا ہے۔

وطن | علاقہ عرب مین ایک مقام ہے "خاف" افسوس کے بزرگ اسی خاک کے نہال بار آور تھے[1]۔ زمانہ کی ناموافق ہوا نے عرب سے جدا کر کے ہندوستان کی طرف پھینکدیا اور اس طرح اُن کا آبائی وطن "نارنول"[2] قرار پاگیا۔ مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے گلشن ہند کے مقدمہ اور اپنے ایک مضمون[3] مین ان کو دہلی کا باشندہ لکھتے ہین اَفسوس یہین پیدا ہوئے اور اسی سرزمین کو ان کے مولد ہونے کا افتخار حاصل ہے

پیدائش | یہ کب پیدا ہوئے؟ اس کے جواب مین تمام تذکرے خاموش ہین اور اگر کچھ دبی زبان سے بتلاتے بھی ہین تو صرف اتنا ہی کہ پیدائش کے وقت صرف "دہلی" کے در و دیوار تھے جو افسوس کی پہلی آواز پر اس کی آنے والی زندگی کی پیشینگوئی کر رہے تھے۔

ایام طفلی | افسوس کے ایام طفلی کے واقعات پر پردہ پڑا ہوا ہے قرائن کی روشنی مین جن واقعات کی جھلک دکھائی دیتی ہے وہ یہ ہین کہ انھون نے اپنے بچپن کی گیارہ بہارین اپنے والد بزرگوار کے سایہ عاطفت مین دہلی مین گزارین اور گیارہوین برس اپنے والد کے ہمراہ لکھنؤ پہونچے۔ اس کے بعد مرشد آباد اور حیدر آباد کی سیاحت مین اپنا وقت بیفکری سے گزارتے رہے۔ زندگی کا انیسوان قدم پڑ رہا تھا کہ شفیق باپ نے حیدر آباد مین ہمیشہ کیلئے آنکھین بند کر لین[4] اور چارون طرف سے رنج و مصائب کی گھٹائین افسوس کی زندگی کو دھندلا کرنے لگین

ملازمت | زمانہ کے گرم و سرد کا مزہ چکھ کر اور دنیا کے نشیب و فراز کا تجربہ حاصل کرنے کے بعد نواب سالار جنگ بہادر کی سرکار سے وابستہ ہوکر ان کے بڑے صاحبزادے میر نوازش خان کی خدمت مین گیارہ سال تک اپنے فرائض منصبی کو انجام دیتے اور اسطرح اپنے پیٹ کو پالتے رہے بعد ازان[5] صاحب عالم مرزا جوان بخت جہاندار شاہ کے ملازم ہوکر کچھ دنون اپنی عہد دیدہ زندگی کو عیش و عشرت کے مستعار زیورون سے آراستہ کرتے رہے لیکن جب صاحب عالم کو شاہجہان آباد کی کشش نے اپنی طرف کھینچا تو بعض عوارض نے انکی معیت سے جدا کر دیا۔ یہ یہین رہ گئے اور پھر اپنی افلاس و تنگدستی کی مجبور زندگی کو دعوت دیتے اور ایک مدت تک نواب سرفراز الدولہ کے یہان توکل و قناعت پر سانس لیتے رہے۔ تکلیف کے بعد راحت یا غم کے بعد خوشی کا دورہ کیون نہ ہوتا۔ ان کا ستارۂ اقبال افق مراد سے کیون نہ چمکتا۔ بارلو صاحب مسٹر گلگرسٹ کے صائب مشورہ سے اُردو دان حضرات کو جمع کرنے کا کیون اعلان نہ کرتے۔ لکھنؤ کے رزیڈنٹ اسکاٹ صاحب کی نظر انتخاب افسوس پر کیون نہ پڑتی۔ دو سو روپیہ ماہوار مشاہرہ طے ہو جاتا ہے۔ پانسو روپیہ زاد سفر افسوس کے حوالہ کر دیے جاتے ہین[6]۔ (آرائش محفل کو دیکھکر خیال ہوتا ہے کہ غالباً رزیڈنٹ صاحب لکھنؤ سے بلانے والے ایک صاحب فخر الدین احمد خان عرف مرزا جعفر ابن محسن الزمان خان نامی تھے) افسوس مرشد آباد پہونچے ہین ملا تو جنید صاحب گلشن ہند "مرزا علی لطف" کے یہان قیام کرتے ہین[7]۔ پھر (سنہ ۱۸۰۰ء مین) کلکتہ پہونچتے ہین اور "ہندوستانی ڈیپارٹمنٹ" کے "ہیڈ منشی" کی کرسی پر بیٹھکر ترجمہ کے کام مین لگجاتے ہین اور سعدی کی گلستان کو سب سے پہلے اپنی زبان (اُردو) مین منتقل کرنے کا ارادہ کرتے ہین۔ یہ سنہ ۱۲۱۵ھ کا واقعہ ہے[8]

وفات | وہ زمانہ جبکہ افسوس کلکتہ کے "فورٹ ولیم کالج" مین دیگر زبانون کی کتابون کو اردو کا زیور پہنا رہے تھے کمسن اُردو

---

[1] گلشن ہند ۱۲　[2] دہلی سے ۵۰ کوس کے فاصلہ پر ایک قدیم قصبہ ہے ۱۲

[3] اہل یورپ نے اُردو زبان کی خدمت کی "مطبوعہ رسالہ اردو بابت جولائی سنہ ۲۴ء ۱۲

[4] گلشن ہند ۱۲

[5] گلشن بیخار ۱۲　[6] گلشن ہند ۱۲　[7] مقدمہ گلشن ہند مولانا عبدالحق صاحب بی اے ۱۲　[8] گلشن ہند

ان کے سایہ سے محروم ہوگئی[۱] - صاحب قاموس المشاہیر افسوس کا سن وفات ۱۸۰۶ء مطابق ۱۲۲۱ھ لکھتے ہین اور مولوی عبدالحق صاحب بی - اے کے قول سے انھون نے فضاے کلکتہ کو اپنی قابلیت سے متواتر نو سال معمور رکھا اور پھر اس خواب زندگی کی تعبیر روح کو جسم سے جدا کرکے دی اس حساب سے ان کا سن وفات ۱۸۰۹ء ہونا چاہیئے -

عادات واخلاق میر صاحب نہایت خوش اخلاق تھے اور خندہ پیشانی ان کا امتیاز خصوصی تھا - حضرت مصحفی اپنے تذکرہ مین لکھتے ہین کہ " فقیر او را در لکھنؤ دیدہ بسیار بخوبی و خلق پیش می آید " طبیعت کو نفاق سے تعلق نہ تھا ظاہر و باطن یکسان تھا - حیا وحلم جزو ایمان تھی اور انکساری و فروتنی ان کی نشست و برخاست سے نمایان - ذہن و ذکاوت وسلامتی طبع کا جوہر اُن کے چہرہ سے ظاہر ہوتا تھا - یہ ساری باتین ان کی نظم ونثر سے ظاہر اور تمام تذکرے اس سے بھرے ہوئے ہین -

قابلیت افسوس کی تعلیمی حالت کو بھی تذکرے نہین بتاتے صاحب گلشن ہند کا قول ہے کہ " منطق و معانی کے بیان مین صاحب استعداد ہین - کلیات و معالجات فن طبابت کے بھی بخوبی یاد ہین " ان علوم کو جانتے ہوئے فارسیت وعربیت کی استعداد خود ہی مسلم ہوجاتی ہے -

تصانیف آرائش محفل کے دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ آرائش محفل کے علاوہ چار کتابین انھون نے اور بھی لکھی تھین جن کا پتہ نہین چلتا ہے صرف دو کتابین موجود ہین - ایک :-

باغ اُردو - یہ گلستان سعدی کا اردو ترجمہ ہے[۲] جو ان کے قیام کلکتہ کی سب سے پہلی کتاب ہے ۱۸۰۲ء مین اس کا پہلا ایڈیشن چھپا کی تعداد مین مسٹر جان گلگرسٹ نے " ہندوستانی چھاپہ خانہ " کلکتہ مین چھپوایا تھا[۳] - اس کے سن تحریر مین اختلاف ہے - بقول پروفیسر آزاد[۴] یہ کتاب ۱۷۹۹ء مطابق ۱۲۱۴ھ مین زیور تحریر سے آراستہ ہوئی لیکن گلشن ہند کے مقدمہ مین مولوی عبدالحق صاحب بی - اے ۱۸۰۵ء لکھتے ہین اور یہ عجیب بات ہے کہ صاحب موصوف ہی اپنے ایک مضمون[۵] مین ۱۸۰۲ء تحریر فرماتے ہین - میرے خیال مین آخر الذکر قول درست ہے - کیونکہ بقول صاحب گلشن ہند ۱۲۱۵ھ مین یہ کتاب زیر ترجمہ تھی اور ایک سال کی مدت اس ترجمہ کی تکمیل کے لیے کافی ہے - " آرائش محفل " کا دیباچہ اور " باغ اردو " کے صفحات بھی اسکو ظاہر کرتے ہین کہ یہ ترجمہ ۱۲۱۶ھ مطابق ۱۸۰۲ء مین اختتام کو پہونچا - یہ کتاب دو جلدون پر مشتمل ہے اسکی دوسری جلد لکھنؤ یونیورسٹی کے کتب خانہ مین موجود ہے جسکی ابتدا چوتھے باب سے ہوئی ہے - مترجم نے نثر کا ترجمہ نثر مین اور نظم کا نظم مین کیا ہے - لفظی ترجمہ کے ہاتھون اردو محاورات کا اکثر جگہ خون ہوگیا ہے اور بعض جگہ بضرورت لفظون کا اضافہ بھی ہوگیا ہے - ترجمہ کی زبان اور انداز بیان سلیس وآسان ہے اور اور ثقیل الفاظ سے مبرا - بطور نمونہ ترجمہ مع اصل عبارت یہان درج کیا جاتا ہے :-

روزے بغرور جوانی سخت راندہ بودم	ایک دن جوانی کے گھمنڈ سے مین بہت چلا تھا
و شبانگہ بپاے گریوہ سست ماندہ	اور رات کے وقت ایک پہاڑ کے پتھے کے تلے سُست کر رہ گیا
پیر مردے ضعیف از پس کاروان	ایک بڈھا ضعیف کاروان کے پیچھے
ہمی آمد - گفت چہ چنین کہ نہ جائے	آیا اور کہا اُٹھنے کیا سوتا ہے اُٹھ کہ یہ جگہ
خفتن است - گفتم چون روم	سونے کی نہین - بولا مین کیونکر چلون

۱ تذکرہ شمیم سخن ۱۲ ۲ سید جواد الحسن صاحب رضوی پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی کا مین ممنون ہون جنھون نے یونیورسٹی لائبریری سے کتاب دیکھکر بطور نمونہ چند اقتباس مجھے لکھکر بھیجے ۱۲

۳ دیباچہ آرائش محفل نوشتہ مصنف ۱۲ ۴ آبحیات ۵ مضمون " اہل یورپ نے اُردو زبان کی کیا خدمت کی " مطبوعہ رسالہ اردو بابتہ جولائی ۱۹۲۴ء ص ۱۲۶

کہ نہ پائے رفتن است ۔ گفت | کہ پاؤن مین طاقت نہین ۔ کہا
این نشنیدی کہ صاحبدلان گفتہ | نہین سُنا ہے تو نے کہ کہہ گئے ہین
اندر رفتن و نشستن بہ کہ دویدن | اُٹھتے بیٹھتے چلنا بہتر ہے کہ دوڑنا
و گسستن ؎ | اور تھکنا ؎

ایکہ مشتاق منزلے مشتاب | پند میرا گانٹھ باندھ اور صبر سیکھ
پند من کار بند و صبر آموز | شوق منزل گو ہے پر جلدی نہ کر
اسپ تازی دو تگ رود بشتاب | اسپ تازی دو ہی تگ چلتا ہے جلد
اشتر آہستہ میرود شب و روز | رات دن چلتا ہے آہستہ شتر

۲۔ آرائش محفل ۔ اس نام سے دو کتابین ہندوستان مین شہرت پذیر ہوئین ۔ ایک وہ جسکا دوسرا نام ”قصۂ حاتم طائی“ ہے ۔ یہ حیدر بخش حیدری کی تصنیف ہے جو اسی اکاڈمی کے ایک ممبر تھے ۔ میر صاحب کی کتاب ’خلاصۃ التواریخ‘ سے ماخوذ ہے جو منشی سبحان رائے بٹیالوی کی تصنیف ہے جس کو انھون نے دو سال کی مدت مین سنہ ۴۲ جلوس عالمگیری مطابق ۱۱۰۷ھ مین تکمیل کو پہونچایا تھا[۵۱] ۔ کتاب آرائش محفل ۱۸۰۵ء[۵۲] (ابتدائے زمانہ ریاست گورنر جنرل سر جارج صلیر و بارلو بارنٹ صاحب) مین تالیف ہوئی اور ۱۸۰۸ء[۵۳] مین طبع ۔ مولف نے اس کتاب کے تین حصہ کئے ہین ۔ اول مین ہندوستان کی مجموعی تعریف، اس کے موسم، پھل، میوے، حیوانات، تعلیم، مذہب، اہل مذہب، فوجی درجے اور عورتون کا ذکر کیا ہے ۔ دوسرے حصہ مین ملک کے مختلف مقامات دہلی، آگرہ، الہ آباد، اودھ، بہار، بنگال، اڑیسہ، اورنگ آباد، برار، خاندیس، مالوا، اجمیر، گجرات، ٹھٹھہ، ملتان، لاہور، کشمیر، اور کابل کے حالات لکھے ہین اور تیسرے حصہ مین ہندوستان کے بادشاہون، پانڈو، راجہ پریپت، راجہ جنمجی، راجگان خاندان پانڈوان و بسروا و بیرباہ و وندھر، راجہ بکرماجیت اور راجہ بھرتری، راجگان خاندان سمندر پال و تلوک چند و ہرپریم و دیبی سین، راجہ دیپ سنگھ اور راجہ پرتھی راج معروف پتھورا کے حالات لکھکر کتاب کو ختم کیا ہے ۔

یہ کتاب تقریباً سوا صدی قبل کی ہے اس لیے اس مین وہ باتین بدرجۂ اتم موجود ہین جو متقدمین کے خصوصیات ہین ساری کتاب مین مقفیٰ و مسجع عبارت کا خاص التزام رکھا گیا ہے ۔ عبارت کی رنگینی کی بیبیٹ مین تصنع و مبالغہ کی بھی آمیزش ہے ۔ اگرچہ تاریخی کتاب ہے مگر زبان اور طرز ادا بالکل افسانہ کی ہے مورخانہ تحقیقات کا کوئی لحاظ نہین رکھا گیا روایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے درایت کا پہلو تقریباً چھوڑ دیا گیا ہے ۔ بعض صوفیہ و فقرا کے کرامات بالکل خلاف عقل لکھدیے گئے ہین لیکن دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ افسوس نے خلاصۃ التواریخ کی پیروی کی ہے اور نقل (ترجمہ) کو اصل سے بیگانہ نہین رہنے دیا ۔

یہ کتاب بالکل خلاصۃ التواریخ کا ترجمہ نہین ہے بلکہ اس کے مضامین کو اپنی زبان (اردو) مین لکھدیا گیا ہے اور حسب موقع کمی و بیشی بھی ۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۸۴۸ء مین نکلا تھا ۔ میرے پیش نظر جو نسخہ ہے وہ تیسرا ایڈیشن ہے جو ۱۸۶۷ء مین طبع ہوا

میر صاحب نے ”نہال چند“ کی ”گل بکاولی“ (مذہب عشق) کی بھی نظر ثانی کی ہے ۔

شاعری | شاعری کا شوق بچپن سے تھا چنانچہ بازیہائے طفلانہ کے ساتھ یہ شغل بھی ان کے مرغوب خاطر تھا ۔ پہلے میر سوز سے[۵۴]

---

۵۱ دیباچہ آرائش محفل نوشتہ مصنف و دیباچہ انگریزی نوشتہ ڈبلو ناسالس

۵۲ مضمون مطبوعہ رسالہ اردو بابتہ جولائی ۱۹۲۲ء ۱۲

۵۳ تذکرہ ریاض الفصحا، طور کلیم، شمیم سخن ۱۲

۵۴ تذکرہ گلشن سخن و گلزار ابراہیم ۱۲

مشورہ لیتے رہے۔ بعد مین "میر حیدر علی حیران"، کے دائرۂ تلمذ مین داخل ہوئے۔ بعض تذکرون کا بیان ہے کہ افسوس نے "میرحسن" سے بھی مشورہ لیا۔ صاحب گلشن ہند کو اس مین کلام ہے۔ وہ لکھتے ہین کہ اس کی سند اپنے تئین پہونچی اور یہ خبر اپنے گوش زد نہین ہوئی" مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے مقدمۂ گلشن ہند مین ایک "نامعلوم شخصیت" کا قول تحریر فرماتے ہین کہ یہ "میر درد" کے بھی شاگرد تھے لیکن اسکا ذکر کسی تذکرہ مین میری نظر سے نہین گزرا۔

الحاصل حیران و میر سوز کی شاگردی مسلم ہے لیکن میر حسن و میر درد کا شاگرد ہونا استناد و اعتبار کے پایہ سے گرا ہوا ہے۔ میر صاحب کے کلام کو دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ یہ عشق کے جذبات کو مزہ لے لے کر ادا کرتے تھے حسن و عشق کے واردات جبکو معاملہ بندی سے تعبیر کرتے ہین اس مین میر صاحب کو خاص ملکہ حاصل تھا اور رعایت لفظی و ابہام کو نہایت خوبی سے کلام مین لاتے تھے جو اس زمانہ کے خصوصیات سے ہے۔

تذکرۂ بزم سخن سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھون نے اپنی غزلون کا ایک دیوان بھی یادگار چھوڑا مگر افسوس ہے کہ میری نظرین اسکے مطالعہ سے محروم رہین۔ ان کا کلام کافی تعداد مین تھا جس کی طرف ریاض الفصحا کا فقرہ "شعر کم از معاصرین نمیگوید" رہنمائی کرتا ہے لیکن آجکل اس کا پتہ نہین۔ ممکن ہے ضایع ہوگیا ہو۔

مختلف تذکرون کی سیر نے کچھ ان کا کلام بھی ڈھونڈھ نکالا ہے جو بعد انتخاب یہان درج کیا جاتا ہے۔

انتخاب کلام

دیکھیے آگے آگے کیا ہوگا — اس کے اٹھتے ہی جی پہ آن بنی

آنسو لگے افسوس کی آنکھون سے ٹپکنے — کیا تو نے لکھا تھا کہ ترے خط کے تئین دیکھ

جیتا پھر آ کے مجھ سے مرا نامہ بر ملے — خط کا جواب ایک طرف یہ نہین امید

غرض دکھلانے پہ دیدار دیکھیے کیا ہو — ابھی وہ پردہ مین ہے جس پہ خلق مرتی ہے

وہی اشخاص جو یان آئے تھے سمجھانے کو — دیکھتے ہی اُسے حاضر ہوئے مر جانے کو

اپنے تئین کیا چین تھا اور دل کو کیا آرام تھا — جبتلک نہ عشق یار و نہ دل کا کام تھا

تو جیسا سناتا ہے جی جانتا ہے — کہا میرا مطلق نہین مانتا ہے

چپکے بیٹھے ہوے ہر ایک کا منہ تکتے ہین — بزم مین اُن کی نہ ہنستے ہین نہ رو سکتے ہین

حصول کیا ہے جو فردہ بہار کا پہونچا — قفس سے چھٹنے کی امید ہی نہین افسوس

لچکنے لگتا ہے اس گلعذار کا پہونچا — یہان تلک ہے نزاکت گلو کے گجرے سے

اشک گرم آنے سے یہ دیدۂ تر جلتے ہین
دیکھ لو مردم آبی کے بھی پر جلتے ہین

ساحل بلگرامی

ہندوستان کی کم علم مضامین نویس خواتین

(از جناب نذر سجاد حیدر صاحبہ)

جناب اڈیٹر صاحب -

مین نہ تو آپکے "مرقع" کی خریدار، نہ مضمون نگار (مضمون نگار تو ہو ہی نہین سکتی - وہ معتدل، محتاط، قابل احترام رسالہ - اور مین بے تُجھ آزادانہ لکھنے والی خاتون) مگر اسکا اول نمبر بھی نظر سے گزرا تھا، جو جناب کی عنایت سے شرف صدور لایا تھا - اور ایک نمبر اب بھی نومبر کا پرچہ دیکھنے کو ملا - بلکہ کسی نے مجھکو دکھایا جس مین محترم بہن کنیز فاطمہ صاحبہ کا مضمون ہے - میری بہن کا دل بہت جلا ہے بقول انکے "پھپھولے پھوڑے گئے ہین"۔ مگر میرا دل جلنا اب بند ہو چکا ہے - یا اسقدر جل چکا ہے کہ اب خاک مین آگ لگ ہی نہین سکتی - کیونکہ آج سے ۲۰ سال قبل جبکہ مین لڑکی تھی - اخبارات مین یہ لکھ رہی ہون اور ہر مخالف خیال والے کے قلم سے تردید دیکھ رہی ہون - لہذا عادی ہو چکی ہون - پہلے پہلے جب کم حوصلہ لڑکی تھی تو بیشک شعلہ بھڑک اُٹھا کرتا تھا، مگر پھر بھی اپنی ہمجنسون کی مخالفت کا جواب دیتی تھی، مگر اس فرقۂ باعلم و پرزور کے مُنہ کبھی نہین آئی "چھوٹا مُنہ بڑی بات" سمجھئے - یا ناقابل جواب، بہر حال مردون سے اُلجھنا میرا کام نہین لیکن اپنی ہمخیال بہن کنیز فاطمہ صاحبہ کا مضمون دیکھ کر مین نے بھی یہ ارادہ کر لیا کہ بیگم احمد علی صاحبہ سے کچھ باتین بذریعۂ "مرقع" ہی کر لون - میری بہن نے اپنے آرٹیکل کا ہیڈنگ بھی وہی رکھا ہے جو غالباً جناب مولانا (مسعود الرحمان صاحب ندوی) نے تجویز فرمایا تھا - مگر مین وہی سہ بارہ پھر لکھنا نہین پسند کرتی کیونکہ میرے خیال مین ہندوستان کی پردہ نشین شرم و حیا کی دیویون کے متعلق ایسا نامہذب و نامناسب فقرہ لکھنا آئین حیاداری کے خلاف ہے -

غصہ مین آکر مولانا صاحبان ان کمزور بے زبانون کو جو آپکی مائین بہنین اور بیٹیان ہین گالیان تک دیدیتے ہین - آپکو غصہ کے سخت الفاظون کی شکایت نہین ہونی چاہیے تھی - کیا آپ کو علم نہین، کئی سال سے یہان ہمارے ساتھ کیسا سلوک ہوتا ہے -؟ ہر دفعہ سالانہ موقع کانوکیشن پر پردہ نہین کیا جاتا - مسلمان خواتین پردہ کا انتظام چاہتی ہین کہ خود بھی جاکر دیکھ سکین - مگر پردہ کا انتظام نہ کرنا اور چیز ہے اور ان قابل احترام خواتین کے ساتھ حاکمانہ اور ظالمانہ سلوک اور چیز ہے - غصہ مین یہان تک کہا جاتا ہے کہ "اگر بیبیان برقع پہن کر چلی آئین تو بذریعۂ پولیس کی امداد کے نکالی جائینگی"۔ یہ الفاظ حامی پردہ اہالیان یونیورسٹی کے نہین بلکہ انہین مولانا حضرات کے ہین جنکے خوف سے اہالیانِ یونیورسٹی پردہ کا بندوبست نہین کر سکتے - ندوی نہ سہی، اور سہی، غیظ و غضب مین تھرا کر یہی ہادی دین فرقہ وہ کچھ کر گزرتا ہے، جو کوئی صاحب غیرت شریف انسان روا نہین رکھ سکتا -

بہن صاحبہ! غصہ کی تو بات اور ہے - اسی لئے تو عالمانِ دین نے غصہ حرام بتایا ہے، مگر اسی قسم کی مضحکہ انگیز کارروائیون سے بگڑنا جلنا نہین چاہیئے، ہوتا ہی آیا ہے - چندے اور ہوتا رہیگا، پھر یہ باتین کہان؟ بفضل خدا آزادی کا زمانہ آئیگا، بندی قفس خانے توڑ کر مُسرّت فضا چمن زار بنائے جائین گے جن مین مسلمان خواتین ہند کے ہوادار روشن نشیمن ہونگے -

میری طرح آپ بھی جلنا چھوڑ دین - اسکے علاوہ اس زبردست

صاحب قدرت و مختار کل فرقہ سے اُلجھنا بے سود ہے۔ کوئی اثر نہین ہوتا۔ خواہ مخواہ جمعیت علماء کے ممبرون سے دو بدو ہو کر گناہگار ہونا ہے۔ وہ لوگ ہمارا احترام کرین یا نہ کرین۔ ہم پر واجب ہے کہ اُنکا ادب کرین وہ ہمارے لئے واجب التنظیم ہین۔ علم مین عمر مین ہمت و حوصلہ مین، سمجھداری و عقل مین وہ ہر طرح ہم پر فضیلت رکھتے ہین۔ وہ بھی سب کچھ جانتے ہین سمجھتے ہین۔ ہمارے شرعی حقوقِ آزادی سے خوب واقف ہین۔ مگر کیا کرین مناسب وقت یہی ہے مصلحتاً وہ ہمارا بڑھنا اُبھرنا یعنی آزادانہ مساوات سے علم حاصل کر کے برابری کرنا پسند نہین کرتے۔ محض اِس لئے ہر صورت دبا دیتے ہین۔ مین نے ابھی رسالہ "حرم" مین جناب **ندوی** صاحب کا ایک مضمون دیکھا جس سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی عورت کی قدیم جہالت کے نقصانات سے متاثر ہین۔ انکا تعلیم پانا پسند کرتے ہین۔ مگر پھر یہ پسند نہین کر سکتے کہ وہ پڑھ کر آزاد ہو جائے اور قفس سے باہر نکلنا چاہے۔ مردون کی برابری کرے مضمون نگاری کرے۔ ہندی شرم و حیا (جسکے حدود مین بیویون کو شوہرون سے بھی خط و کتابت بھی کرنا معیوب ہے) کی کڑیان توڑ دے۔ ناول پڑھے اور ناول لکھے۔ اتنی آزادی انکو گوارہ نہین ہے۔ یہ وقت ہے۔ اپنا اپنا خیال ہے۔ مین مولانا کی نصیحت کی دل سے قدردان اور شکرگزار ہون۔ مین نے اپنے خیال مین کوئی بیباکانہ حملہ نہین لکھا تھا۔ جو عورت کے قلم سے نازیبا ہو۔ لیکن اگر نا سمجھی سے ایسا ہو گیا ہے تو مین مانتی ہون۔ بیشک مین ایسی آزاد نویسی کو خود پسند نہین کرتی بلکہ جن چند نام و نہاد شاعرہ خواتین کے نام سے آج کل بہت ہی ناموزون نگاری ہو رہی ہے اسکے سخت خلاف ہون۔ بلکہ شرم آتی ہے، کیونکہ ہم سب بہنین ہین۔ مولانا صاحب! آپ معاف کرین بقول بہن کنیز فاطمہ صاحبہ وہ سب لکھنے والیان۔ ہماری بہنین، نہین ہین بلکہ نقاب پوش دشمنان شرم و حیا مرد ہین۔ جو اِس طریق سے لکھکر اس بے زبان فرقہ پر لعنت ڈلواتے ہین۔

بہت سے اڈیٹر صاحبان پر چکمہ چل گیا ہے اور وہ فخریہ ایسے ناپسندیدہ مضامین شایع کرا دیتے ہین۔ مگر ہمارے نوجوان باہمت بھائی **اختر** صاحب **شیرانی** نے اپنے رسالہ **بہارستان** مین یہ باریک پردہ اُٹھا دیا اور ان ادبی مضامین نگار، برقع پوش حضرات کے نقاب اُلٹ دیے۔ اُنہون نے کسی تازہ اشاعت "بہارستان" مین صاف صاف لکھدیا ہے کہ "ہم پر یہ جادو نہ چلیگا۔ ہم نے بخوبی جان لیا ہے کہ اس زنانہ شاعرانہ نام کے برقع کے اندر کون ہے؟" بس اسی طرح اگر سب اڈیٹر صاحبان بھی کرین تو پھر اس مکروہ خیالات فرقہ کے مردون کی ہمت نہ پڑے۔

ہم آزادی کے اِس لئے خواہان نہین ہین کہ بالکل مرد ہی بنجائین اُنہین کی زبان اُنہین کا بے لگام قلم اختیار کرین۔ ہرگز نہین ہمین تو بہت بیباکانہ قصے خواہ وہ مردون کے قلم کے لکھے ہوئے ہون پڑھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ جن بیاہی لڑکیون کو تو شریف گھرون مین ایسے ناول و افسانے دیکھنے کو نہین دیے جاتے۔ چنانچہ جب مین لڑکی تھی باوجود والد صاحب کے نہایت آزاد خیال ہونے کے ناول نہ پڑھنے پاتی تھی۔ بھلا میرے قلم سے بیباکانہ قصہ کیسے نکل سکتے ہین؟ مولانا صاحب نے اورون کے غصہ مین مجھے بھی لکھدیا۔ یا میری غلطی سے کوئی فقرہ ایسا نکل گیا، بہرحال مین بہت محتاط ہون۔ ہان ہندوستانی پردہ کے نہایت سخت خلاف ہون۔ اور اثر ہو یا نہ ہو، مقبول ہو یا نامقبول مین اپنے خیالات کی ضرور اشاعت کرونگی۔ اب "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" کا مصداق ہے۔ کہ کس طریقہ سے کرونگی؟ جس قدر اپنی استعداد ہے۔ اِس ہندی پردہ نے ہمین گمنام جاہل تالاب کی مچھلیان بنا دیا ہے، مچھلیان بھی کسی کسی وقت پانی سے سر نکال کر ہوا کھا لیتی ہین۔ مگر ہمین اتنا بھی منع ہے۔ پردہ سے جھانکنا، کھڑکی سے دیکھنا

گناہ ہے - خدا ہم پر رحم کرے، اور جلدی مصری لڑکی کی آزادی کا سا دور یہان بھی دکھا دے -

بہن **کنیز فاطمہ** صاحبہ آپ بھی شدت پردہ کی کمی پر لکھنا شروع کیجئے - نہ چھاپین اڈیٹر صاحب "**مرقع**" - اور نہ چھاپین اڈیٹر صاحب (مدظلہ) "**معارف**" - آپ اپنے "**تہذیب نسوان**" "**نور جہان**" "**حرم**" مین لکھا کیجئے - اور زور دل سے جگر بڑا کرکے - اس لئے کہ پست خیال حامی پردہ بہت کچھ کہین گے - اسکی پروا نہ کرنا جو کام کہ خدا و رسول کے خلاف نہ ہو، اور پھر اپنے وارثون کے خلاف بھی نہ ہو، باپ ہو یا شوہر، اسکی اجازت ہو - پس پھر کھلے طریق سے آزادانہ کرنا چاہئیے - مولویون کا خوف نہ مُلّاؤن کا دھڑکا - انکی مخالفت سے ضد بڑھتی ہے اور ضد کے ساتھ کام مکمل ہوتا ہے - اگر وہ آپکی شدت پردہ کی کمی سے جلے جاتے ہین، تو انکی تنبیہ سے ہم کیون جلین؟ اُن کا غصہ سر آنکھون پر - ان کا احترام لازم - اب کرینگے وہ ہی جو ضمیر کہیگا ورنہ ہم بھی دو بدو ہو کر لڑنے لگین گے تو خود بخود ہماری تہذیب بھی پایۂ وقار سے گر جائیگی - ہمین ملحوظ رکھنا ہے - ادب، تہذیب، شایستگی و متانت کے خیال کو خدا نہ کرے کہ کسی گالی دینے والے کو ہم سخت کلامی سے یاد کرین - والسلام

آپکی خیر اندیش بہن

نذر سجاد حیدر

(مسلم یونیورسٹی علیگڑھ)

ترانۂ شوق

(از جناب پنڈت جگ موہن ناتھ رینہ صاحب شوق رٹیا ئرڈ ڈپٹی کلکٹر)

ترچھی نظرین جو پڑین مجھ پر رگِ جان ہو گئین — اور وہ دلکش ادائین دل کا درمان ہو گئین

خیریت تھی، آہین جبتک سینہ مین محفوظ تھین — گوشۂ دل سے وہ جب نکلین پریشان ہو گئین

دلفریبی ہائے حُسنِ یار اک نظارہ تھا — آئین جب پیشِ نظر وہ بھی پریشان ہو گئین

جن شکایتہائے پنہان سے یہ لب واقف نہ تھے — چشمِ خون آلود سے آخر نمایان ہو گئین

جو خیالی صورتین تھین جلوہ گر اخواب مین — آنکھ کھلتے ہی وہ سب نظرون سے پنہان ہو گئین

جن امیدون سے کہ وابستہ تھا لطفِ زندگی — وائے ناکامی کہ وہ سب وقفِ حرمان ہو گئین

حسرتین کہتی تھین کیونکر پاؤن پھیلائینگے ہم — وسعتِ دل کو جو دیکھا وہ بھی حیران ہو گئین

آنکھین اُنکو ڈھونڈھتی ہین یاد جب آتے ہین وہ

شوق کیا کیا صورتین آنکھون سے پنہان ہو گئین

ہمہ دان

(از جناب محمد صادق حسین صاحب بی۔ اے ایل ٹی)

یا کسی شگفتہ نگار کے زاویۂ نظر سے "معجون مرکب"، اگر عجیب الخلقت نہین تو عجیب الحرکات اور عجیب الصفات ضرور ہوتا ہے، اگر حشرات الارض کا وجود گردش لیل و نہار کا کرشمہ ہے تو اسکا ورود ذیجود زمانہ کی غیر ذمہ دارانہ ستم ظریفی، اور اگر اول الذکر کے وجود کو فضول خیال کرنا نا ممکن ہے تو اسکے نزول اجلال کو عبث تصور کرنا نا ممکن تر! لیکن اسمین بھی شک نہین کہ اگر یہ دوپایہ حیوانات کے ظاہری آلات حرب سے مسلح نہ ہوتا تو اس کو 'انسان' کہنا کافی مشکل تھا، اور اب بھی بعض محققین علم الحیوانات اسکو انسان و حیوان کی درمیانی کڑی سمجھتے ہین اور بعض انسان اور شیطان کی!

بہر نوع وہ جسقدر ا چھوتا ہے اُسی قدر انوکھا اور جسقدر عجیب ہے اُسی قدر کثیر، غلہ کی گرانی سے لیکر موت کی ارزانی تک کوئی شے اسکو اُس کے 'مشن' سے باز نہین رکھ سکتی، وہ ہمیشہ اپنے ارادون مین سچا اور اپنی دھن کا پکا ہوتا ہے، پکا ہوتا ہے اور نباض زمانہ ہونے کے ساتھ ساتھ پکا ہوتا ہے بلکہ ابن الوقت ہونے مین اُسے سیاست برطانیہ کا جد امجد سمجھیے۔ اور عام نکتۂ نگاہ سے بھی اُسکی کامیابی کا واحد اور سربستہ راز ہے !!

صدیون کی متواتر تحقیقات سے صرف اسقدر معلوم ہوسکا کہ نکتہ چینی اور اعتراض، اسکا مسلک مستقل اور "حصول نام و نمود" اُس کا واحد نصب العین ہے۔!!

"دریا کو کوزہ مین بند کرنے کے لیے" ممکن ہے یورپ کسی مستقبل مین کوئی آلہ ایجاد کرسکے یا سرزمین ہند کا تخم نفاق کوئی صورت پیدا کرسکے لیکن اُسکی کیفیات کا بحر ناپیدا کنار ہے، فلہذا ناقابل حصار! یون تو وہ ہر میدان کا مرد اور ہر خیالستان کا منتہی فرد ہوتا ہے تاہم کچھ صفات اور کیفیات اُسکے توجہات کے بدرجۂ اولی مرہون منت رہتے ہین محض اسکے خدو خال سے شناسائی اسکی نمایان اور بھاری بھر کم شخصیت کو خود پہچنوانے کی ذمہ دار ہے، اسے اُسکے کمالات یا کرامات کا ادنی کرشمہ کہیے!

مذہب اظہار تجرد تقدس کو وہ شیوۂ مستقل بنانے سے لفظاً بکمل گریز کرتا ہے مگر پروردگار کے حضور مین بصد منت و الحاح عرض خلوص اور توفیق حق کی اطلاع یا آوازۂ قبول دعاے سحر کسی کاغذی ناؤ کے ذریعہ سے سات سمندر پار اُتارنے کی سعی مسنون اُس سے بھولے چوکے اکثر ہو جاتی ہے، عوام کی نہایت معمولی مذہبی لغزش سے اس کے جوش یمانی کا بارہ فوراً مقیاس البرداشت سے باہر ہو جاتا ہے اور وہ اُس خاطی کو گویا کہ میدان حشر مین زیر عرش اعظم الٰہی معتوب و مقہور کیے بغیر دم نہین لینا چاہتا، وہ ایک ہی وقت مین مولوی بھی ہے اور شعبہ تنظیم کا خزانچی بھی، مجاہد بھی ہوتا ہے اور مطبخ تبلیغ کا داروغہ، محدث بھی ہوتا ہے اور مفسر بھی، اُسکی ہر جنبش قلم قرآن حکیم کی لفظی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی تعلیم کا نقش اولین ہوتی ہے اور باقیات الصالحات ہونیکی جہت سے فتواے کفر و ایمان اسکی ٹکسال کے کرنسی نوٹ! بہرکیف مدارج ارتقا کے زیر اثر کشتی درون دریا کے بعد دریا درون کشتی کے اصول پر وہ پوری سختی کے ساتھ عامل ہوتا ہے یعنی اگر کبھی وہ خود "چار پایہ بر و کتابے چند" کا مصداق تھا تو اب خیر سے اسلام اُسکا مرکب ہوتا ہے۔!!!

شعبۂ علمی مذہبی درس و تدریس سے حس ظاہری کی بدولت خواہ مخواہ اسدرجہ عربی دان ضرور ہو جاتا ہے کہ کم از کم آیات و احادیث پر علم و ادب کے اطلاق کو بیانگ دہل تبلیغ کر سکے، دو چار محدثین مفسرین، مورخین اور ماہرین، منافقین اور ناکثین کے نام اسے ضرور از بر ہوتے ہین جنکو وہ برمحل اور بے محل ایک سانس مین سنا جانیکی قسم

کھائے پھرتا ہے انگریزی وہ اتنی ضرور جانتا ہے کہ اسناد معزبیت کو اپنا طغرۂ امتیاز بتا سکے! کسی مسلمہ شاعر یا ادیب کی جائز تعریف اسکے معتقدات کو متلاطم کرنیکا لطیف تازیانہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ عالم متجاہل ہونیکے علاوہ وہ اپنے کو جدت اظہار - ندرت خیال اور پاکیزگی زبان کا موجد اور خاتم سمجھتا ہے! اپنی ہمہ دانی اور ہمہ گیری سے مرعوب کرنیکے لیے اسے اپنی لیاقت کے اجزاے غیر منہضم کا استفراغ اکثر ہوتا رہتا ہے - لہذا حس مشترک کی تشریح، سر عُشر کی تفصیل، بے ستون کی تواریخ، "تلاراس کے اثرات" خالد بن ولید کی فتوحات، فیثا غورث کا سال پیدایش، مشتری کا مقام، بیکن کی تصانیف، ولی دکنی کے اشعار، اور الحل و کمحل کے معنی، مناسب اور نامناسب ہر صحبت مین وہ ہمیشہ دریافت و بیان کرتا رہتا ہے! اخلاقیات اور علم الابدان مین اسے کافی سے کچھ زیادہ دسترس ہوتی ہے - اور اگر وہ فلاسفۂ یورپ کا ترجمان ہوتا ہے تو پراز معرفت تصانیف کی کان، وہ ادیب بھی ہے اور حاشیہ نگار بھی، منتخب نقاد بھی ہے اور ممتاز درشت نگار بھی، سخن سنج ہوتا ہے اور شاعرگر بھی، تنقید کا شتر بے مہار بھی ہوتا ہے اور کسی سودیشی رسالہ کے مدیر کا یار غار اور کچھ مدت کے لیے "یہ دو قالب اور ایک جان" اتحاد اسدرجہ ترقی کرجاتا ہے کہ اول الذکر بسا اوقات اسی کی آنکھ سے دیکھتا اور اسی کے کان سے سنتا ہے -!!!

معلومات کا پشتارہ اسکی سیاست دانی ملکی اور خارجی معاملات سے متجاوز ہوکر مقامی واردات کو بھی اپنے بسیط دامن مین لیے ہوتی ہے، مذہبی تحقیقات اور ادبی معلومات کی امداد سے وہ سیاسی دنیا مین اختراعات یا مزخرفات کی سعی نامشکور پورے ہمہمہ کیساتھ کرتا ہے مثلاً خود کھدر پوش ہوکر دنیا و مافیہا کو کھدر پوش کرنیکا بیڑا اٹھائے پھرتا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جب وقت کانگریس کے چبوترہ پر ہندی نژاد مخلوق کے لیے کھدر پوشی فریضہ تجویز کی گئی تھی، ٹھیک اسی لمحہ سے حلۂ جنت کے بجاے مہاتما یا مولانا ..... ہمہ دان کے دست پاک کا تیار کردہ "سودیشی" لباس زیب تن کرنیکا عام حکم نافذ کردیا گیا تھا - البتہ غلاف کعبہ کیون کھدر پوش نہ ہوا یہ محل استعجاب ہے جنا زمانہ نے اس ورق کو الٹا تو وہ بھی اس سبق کو ایسا بھولا گویا پڑھا ہی نہ تھا بہرحال اگر وہ کبھی ترک موالات حصول سوراج اور استقرار خلافت کے تمام لفظی ذرایع کا مبلغ تھا تو اب سلطان المسلمین ابن سعود کا غلام خانہ زاد یا انجمن خدام الحرمین کا خادم دیرینہ ہے !!

اکالیون کے استقلال یا ثبات قدم کی وہ تعریف کریگا لیکن ایک بڑے "مگر" کے ساتھ، واشنگٹن کانفرنس کی ناکامیابی کے اسباب کافی شرح و بسط کیساتھ گورنمنٹ سے پہلے وہ الاپے گا، کانفرنس بین الاقوام اور آل انڈیا میڈک کانفرنس کی مفصل کیفیات کا وہ اندھا حافظ ہوتا ہے، زراعتی کانفرنس کے صدر سے چپراسی تک کا شجرہ اس سے پوچھیے !! نظامی کشمکش سے پوری ہمدردی اور مہاراجہ اندور سے مراسم قدیمانہ کا اظہار اسکے لیے واجب کفائی ہے - وہ اپنے کو علیگڑھ کا محسن الملک نہین تو مالویہ ضرور تسلیم کرتا ہے اور تعلیمی کے کسی معاملہ کو نقد و تبصرہ سے مزمن نکرنا اپنے لیے حرام جانتا ہے جانعالم واجد علیشاہ کی تعداد ازواج اور رامپور کے شاہی کتبخانہ کی تعداد کتب اسکے نوک زبان پر ہوتی ہے! چوکیدار کے تقرر سے لیکر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی رخصت تک، اور موسم سرما مین مسٹر کلنگ کی آمد سے بڑے لاٹ صاحب کی نقل و حرکت تک !! یہ سب اسکے مدون سبد معلومات کے چپے چپے ہین !!! محدود العلم مقرر کی طرح وہ کسی خاص موضوع پر اظہار خیال سے اپنے بسیط دامن علم و فضل کو آلودہ کرنے کی ہیٹی کبھی بھولے سے بھی گوارا نہین کرتا بلکہ ہر مسئلہ پر ہر ممکن اور ناممکن پہلو سے رائے زنی ضرور کرتا ہے، دوران بحث مین حلق کے سخت اور بلند سرون سے "مین کہتا ہون یہ غلط ہے اور بالکل غلط ہے" وہ بخوبی اور بکثرت استعمال کرتا ہے مگر اسکے مرغان دلائل عموماً ایک ہی ٹانگ رکھتے ہین اور اس لحاظ سے اسے میدان بحث کا فرعون بے سامان سمجھیے!!!

مخاطب کو زیر کرنے کے لیے مختلف داؤن اُسے روان ہوتے ہین - اگر حریف دقیانوسی تراش کا مولوی ہے تو بی - اے ناظم ادیب وغیرہم اُسکو نیم جان کرنیکے تیر سہ شعبہ، اگر موجودہ تعلیم و ترتیب کا متبع ہوا تو قال رسول اللہ من اکل البصل العکۃ فی الملکیۃ دخل الجنۃ کی سی احادیث اُسکے مرعوب کرنے کے روپ اور اگر کوئی خوش قسمت ان دونون داؤن سے نکل گیا تو کھدر پوشی - تبلیغ - تنظیم کے ایسے نئے روگ سے گلو خلاصی محال - کروین کا میذول شدہ تاجدار بھی ایک مرتبہ داؤن گھات سے بغلین جھانک جاتا ہوگا !!

ناقابلیت کا منت کا پروانہ علاوہ مخاطب کے - وہ ہر غائب مقرر کو بلاقیمت اور بلا طلب نذر کرتا ہے، گول کمرہ مین جس کو پیکر شرافت بتائیگا، کھانیکے کمرہ مین اُسی کو مجسمۂ خیانت، معاملہ فہمی حکیمانہ ہوشیاری اور بے ساختہ دقیقہ رسی کو وہ اپنا ترکہ سمجھتا ہے، زر - زن اور زمین کے زیر اثر زبان قلم اور ایمان، اسکے نزدیک قابل فروخت اجناس ہین !!!

قد و قامت اور رنگ و روپ کے لحاظ سے وہ بالشتی سے لیکر ستری تک اور کالے سے لیکر گورے تک ہر قسم کا ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے، ان ملکوتی صفات اور معتقدات کیساتھ وہ ہر آب و ہوا، ہر ملک و قوم اور ہر فضا مین پایا جاتا ہے اور رہتی دنیا تک (انشاء اللہ تعالی) پایا جائیگا !!

اگرچہ وہ کہین مولوی ہے کہین مجاہد، کہین پنڈت ہی کہین ادیب، کبھی سیوک ہی کبھی خطیب، کہین شریعت سیاست کا پیغامبر ہے اور کہین شدھی تحریک کا ساردا نند، مگر -

بہر رنگے کہ می خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

محمد صادق حسین - بی - اے - علیگ
ہردوئی

غزل

(از جناب احمد ولی خانصاحب آذر رامپوری)

نہ چھیڑ اب اے وفورِ حسرتِ نام و نشان مجھکو
سمجھنے دے کہ گمنامی ڈبوتی ہے کہان مجھکو

کیا ہے داب اُلفت نے جو مجبورِ فغان مجھکو
ملی ہے بے زبانی کے لیے گویا زبان مجھکو

غمِ صیاد فکرِ قید خوفِ باغبان مجھکو
خزان سے ہے کہین بدتر بہار بوستان مجھکو

نہین بھولا سا کیفِ زندگانی ہائے آزادی!
قفس مین ہر طرح ہے گو کہ لطفِ آشیان مجھکو

بالآخر تا کجا یون محشرستانِ تخیل مین !
کبھی دے جیسی بھی انقلابِ آسمان مجھکو

سنا ہے اک بیابان قید خانہ کے برابر ہے
خدا جانے کہ اب لیجائے یہ وحشت کہان مجھکو

خیال آتا ہے وحشت مین کبھی گر سر پٹکنے کا
تو یاد آتا ہے اک کافر کا سنگِ آستان مجھکو

بنائے تھے بتون کے دل اگر فولاد کے ٹکڑے
تو دی ہوتی الٰہی طاقتِ ضبطِ فغان مجھکو

قفس کی زندگی اے ہمصفیرانِ چمن دیکھو
نہ کچھ فکرِ خزان مجھکو نہ خوف باغبان مجھکو

قفس کی ٹوٹی پھوٹی تیلیان چن چن کے رکھتا ہون
ابھی بھولی نہین خو سے بنائے آشیان مجھکو

کرون مشقِ سخن اے آذر اب کس آرزو پر مین
ملا سارے زمانہ مین نہ کوئی قدردان مجھکو

شہزادی کی سالگرہ

(از جناب صادق ایوبی)

شہزادی کی بارھوین سالگرہ کے دن آفتاب اپنی انتہائی تابشون کے ساتھ محل کے باغ مین درخشان تھا۔ شہزادی گو حقیقی طور پر اسپین کے تخت وتاج کی واحد وارثہ تھی۔ لیکن اُسکی سالگرہ مین اور جمہور بچون کی سالگرہ مین کوئی نمایان فرق اور امتیاز نہ تھا۔ کوئی خصوصیت اگر تھی تو اتنی تھی کہ اسکی سالگرہ کا یہ دن قدرتی طور پر خوشگوار تھا۔ گل لالہ نے محافظین کی طرح اپنی ڈنڈیون پر تن کر گلاب سے کہا کہ "ایسے مین ہم آپ کی طرح شاداب ہین" زرین پرون کے ساتھ تتلی نے گلون کا جائزہ لیا چھوٹی چھوٹی چھپکلیان دیوارون سے نکلکر دھوپ سینکنے لگین۔ آفتاب کی کرنون سے زردنیچر کا رنگ چھپا سا ہو گیا۔ شہزادی اپنی سکھیون سہیلیون کے ساتھ ٹیلے پر چڑھی جہان اُس نے کئی ایک پتھر اور زمین دوزبت نکالے۔

اُسے اس سے قبل اتنا ہی طور پر ممانعت تھی کہ وہ صرف اپنے ہم مرتبہ اور ہم رتبہ بچون کے ساتھ کھیلا کرے لیکن آج کھلے بند دن اجازت تھی کہ وہ جسے چاہے اپنی بزم ناز مین اون شرکت دے۔ اسپینی مدعو لڑکے ایک شان اور طنطنے کے ساتھ بارگاہ حسن مین سکون و آسودگی سے عشرت نظارہ لوٹنے آئے۔ بچیان زر دوزی لبادے پہنے آنکھون کی سپیدی اور سیاہی کیساتھ آفتاب کی حریف بنکر آئین لیکن واقعہ یہ ہے کہ شہزادی کا لباس عصر حاضر کے فیشن کے بالکل مطابق تھا شہزادی سرخ اطلس کا خلعت زیب تن کیے تھی جسکی آستینون پر موتیون کی لڑیان ٹنکی ہوئی تھین۔ اسکے خرام ناز سے اُس کے چھوٹے چھوٹے سلیپر جو گلاب احمر کی رنگت رکھتے تھے صاف دکھلائی دے رہے تھے۔ گلون اور موتیون سے اُسکی افشان چنی تھی۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بذات خود ایک سپید گلاب کا پھول ہے۔

محل کے دریچہ سے مغموم بادشاہ نے وہین جھانکا اُسکے پیچھے اُسکا بھائی "ڈن پیڈرو آف ایرلگان" کھڑا تھا، بادشاہ کو اس سے بیحد تنفر تھا۔ قریب ہی گرینڈ کا کوتوال اعظم بیٹھا تھا۔

شہزادی البرکرک کے ہمراہ والہانہ انداز مین درباریون کے آگے جھک کر آداب بجالاتی تھی جسے دیکھکر بادشاہ اور بھی مغموم سا ہو جاتا کیونکہ اُسکے خیال کی گردشون مین اُسکی جوان مرگ مان کی یاد تھی۔

اس فرانسیسی نژاد ملکہ کو مرے اتنا عرصہ ہوا تھا کہ قصر شاہی مین انجیر کے درخت دوبارہ پھل لائے ہوئے تھے۔ اُسوقت شہزادی کی عمر صرف چھ ماہ کی تھی۔ ایک معزز طبیب نے جسے ارتداد اور ساحری کی پاداش مین موت کی سزا دیجانے والی تھی اُس نے اپنی جان بخشی کے وعدے پر ملکہ کے لاشہ کو حنوط کر دیا تھا۔ پھر جسے ایک منجر تابوت مین رکھکر قصر شاہی کے معبد مین محفوظ کر دیا گیا تھا۔ بادشاہ ہر ماہ ایکدن ملکہ کے مرگ مین سیاہ پوش ہو کر معبد مین جاتا اور دوزانو ہو کر مرینا! مرینا!! کہکر پکارتا۔ یہانتک نہین بلکہ شدت غم سے دیوانہ وار اس کے زرد زرد ہاتھ اپنے ہاتھون مین دبا کر طویل بوسون سے اُسے بیدار کرنے کی ناکام سعی کرتا رہتا تھا، پہلے پہل پندرہ سال کی عمر مین بادشاہ نے مرحومہ کو قصر "فنیٹن بلیو" مین دیکھا تھا، گو اس سے قبل وہ "پوپ تنکو" کے ہاتھون شاہ فرانس کی موجودگی مین ایک دوسرے سے منسوب کئے جا چکے تھے شہر برگو مین اُنکی شادی ہوئی تھی۔ لیکن ایک پرتکلف دعوت شہر میڈرڈ کے گرجاگھر "لا اٹوجا" مین دیگئی تھی۔ اس تقریب کی خوشی مین تین چار مرتد جنمین بہت سے انگریز تھے، ان کو زندہ جلادینے کی سزا سے معاف کیا گیا۔

تیقن کہ بادشاہ مرنیوالی کی محبت مین ایک دیوانہ تھا، اُسنے عظیم الشان محاربون مین جہان بجان جو کھون مین رہتی تھی اُسے کلیجے سے چمٹائے رکھا - ایسے مین نہ چاہا کہ وہ آنکھون سے دور رہے - اِسی محبت کے ہاتھون اُس نے بہت سے تلخ تجربے بھی اُٹھائے تھے - ہان اسی کمبخت اندھی محبت کے سبب اُسکی حکومت مین بیچارگی کی دشواریان کئی بار بڑھ گئی تھین - ملکہ کے مرتے ہی بادشاہ کچھ عرصے کیلئے تخت و تاج کو چھاڑ کر گرینیڈا کے ایک صومعہ مین مرتاض ہوکر معتکف ہوگیا - اور اس معصوم بچی کو اپنے ستمگر بھائی کے تحفظ مین کر دیا جسکی شہرۂ النفسی سارے ملک مین شہرۂ آفاق تھی کہتے ہین کہ ملکہ کی موت مین اُسی کا ہاتھ تھا - جس نے ایک بلاپ کے دوران مین اُسے زہر دار دستانے "قصر ایرگون" مین پیشکش کئے تھے جنھین پہنکر اُسکی موت واقع ہوئی تھی - ماتم داری کے تین سال کے اختتام تک جو شاہی حکم سے جمہور کیلئے رکھے گئے تھے، بادشاہ نے اپنے مشیرون اور وزرا کو امتناعی حکم دیدیا تھا کہ اِس عرصہ مین کسی سے رشتہ ناتے کی نسبت گفتگو کرنا میرے غم واندوہ کی آگ پر مٹی کا تیل ڈالنا ہوگا۔

شہنشاہ نے جب اپنی بھتیجی "آیج دی جس" سے اُسکی شادی کرنی چاہی تو اُسنے ٹکا سا جواب دیدیا - اور کہا کہ "مین غم واندوہ سے شادی کر چکا ہون" اِسی انکار کے سبب شہنشاہ کے تحرک سے صوبۂ نیدرلینڈ مین بغاوت ہوئی تھی -

آج شہزادی کو دیکھکر اُسے بیتے ہوئے دن عیش کے یاد آنے لگے کیونکہ شہزادی کے تمامتر اخلاق صالحہ، اسکا تبسم لطیف اور سر کی جنبشی تمکنت بھی اپنی مان کی طرح تھی

جب اُس نے اپنی حشر بدوش نگاہون کو اُٹھایا اور اپنے صبیح ہاتھونکو بڑھاکر البرکرک کو چومنے کی کوشش کی تو بادشاہ کو تخیل کی سحر سازی سے ملکہ مرحومہ کا مجسمہ رقصان ولرزان نظر آنے لگا لیکن بچون کا شور وشغب فضائے سماعت مین بجلی بنکر چمکا، اور رعد بنکر گرجا - دیکھتے دیکھتے اسکی دنیائے تصور بالکل برباد ہوگئی - اُسے خیال آیا کہ آفتاب کی تیز کرنین مجھ پر خندان ہین پھر تیزی سے اپنا چہرہ خود اپنے ہاتھون سے ڈھانپ لیا - اور پردے چھوڑ دئے گئے -

شہزادی کا چچا اور کوتوال اعظم آداب بجا لائے - شہزادی نے سر کی جنبشی تمکنت سے ڈن پیڈرو کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیا اور اُس قرمزی سائبان کی جانب بڑھی جو باغ مین پہلے سے نصب کیا جا چکا تھا بچون نے ایک شاندار ضابطہ کلیسا تھا اُسکا پیچھا کیا۔

خیمہ کے باہر لڑکون کے ایک گروہ نے پیشوائی کی - ایک چاردہ سالہ کاونٹ ٹیرانوا کو جسکے بشرے سے نجابت کے آثار نمایان تھے شہزادی نے اُسے پکڑ کے رنگے سر ہاتھی دانت کی کرسی پر بٹھایا جو ایک چبوترہ پر پہلے سے رکھی تھی - پھر بقیہ بچون نے اُسے حلقہ کرلیا -

ڈن پیڈرو اور کوتوال اعظم یہ سمان دیکھکر بیحد ہنسے حتی کہ ڈچیس جیسے - شہزادی "کمریرے آر" کہتی تھی اِس سمان سے بیحد متاثر ہوئی اِس تاثیر کا نمایان ثبوت اُسکے خشک ہونٹھون پر تبسم تھا -

پھر بچون نے ایک مصنوعی گھوڑے اور بیل پر سوار ہوکر لڑائی لڑی - گو بیل دختونکی شاخون سے بنایا گیا تھا لیکن اُسکے سوار نے اسے ایسی خوبی سے پھرایا اور دوڑایا کہ جیتا جاگتا بیل بھی اِس خوبی سے کرتب دکھا سکتا تھا - یہی ماجرا اُس گھوڑے کا تھا جو گاہے تو بھڑک اُٹھتا تھا اور گاہے مطلق العنان ہوکر بھاگتا تھا -

بچون نے اِس محاربۂ عظیم سے متاثر ہوکر جوش وخروش مین حسنت ومرحبا کے نعرے بلند کئے -

گھوڑا تاب مقاومت نہ لاسکا - آخرکار "کاونٹ ٹیرانوا" نے اپنے فتحمند بیل کو شہزادی کے قدمون پر جھکایا - پھر اپنی لکڑی کی تلوار اُسکے نتھنون مین بھونکدی جس نے ستر دی لورین کے نزدیک گر کر دم توڑا۔

فوراً خواص بردار آئے اور وہ مردہ بیل اور گھوڑا چبوترے سے نیچے گھسیٹ لیگئے۔

اسکے بعد گانا شروع ہوا۔ پھر ایک فرانسیسی ایکٹر چند کالوی مورتون کے ساتھ اسٹیج پر آیا۔ جہان ڈرامہ کھیلا گیا۔ ایکٹرون نے اپنا کام نہایت ہی حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیا کہ بعض بچے بے اختیار ہو ہوکر رونے لگے۔ اور تو اور کوتوال اعظم اور دن پیڈرو نے بھی اُسے کامیاب تماشہ کہا۔ جسکے اختتام پر چند ایک فریقی بھان متی آئے۔ جنھون نے آتے ہی باجون کی لے کے ساتھ بدن کو جنبش دینی شروع کی۔ اسی اثنا مین ڈن پیڈرو نمودار ہوا تو وہ سہم کر رہ گئے کیونکہ ابھی ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ اُن مین سے دو بھان متی ساحری کے اشتباہ مین اُسکے ہاتھون دار پر کھینچے جا چکے تھے شہزادی نے انھین آوازکے مطمئن لہجہ مین بتایا کہ "یہان آپکو کسی قسم کا خدشہ اور اندیشہ نکرنا چاہیئے" تماشہ پھر ایکبار شروع ہوگیا۔ یکایک ایک چیخ بلند ہوئی جس سے تمام تر بچے چونکنے سے ہوگئے اور ڈن پیڈرو نے خنجر سنبھال لیا۔

پھر بھان متی گاگا کر اور اپنے رباب بجا بجا کر دیوانہ وار تماشائیون کا طواف کرنے لگے۔ ابھی چند لمحہ بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ وہ خاموشی سے زمین پر دراز ہوگئے۔ پھر آہستہ آہستہ اور ایک ایک کرکے باہر نکل گئے۔

تھوڑے سے وقفہ کے بعد ایک بھبھوت ریچھ لائے، جسپر بندر سوار تھا جس نے بہت سے دلچسپ کرتب دکھائے۔

پھر دو بھان متی بچے آگے بڑھے۔ جنھون نے اپنی ننھی منی تلوارون سے لڑائی لڑی۔ واقعہ یہ ہی کہ بھان متی کرتب دکھانے مین بہت کچھ کامیاب ہوئے۔

لیکن تمام تر تماشون سے بہتر تماشہ بونے کا رقص تھا۔ اُس کے سر کی جنبشون سے باہون اور ٹانگون کے موڑ سے بچے ہنستے ہنستے لوٹ گئے بذات خود شہزادی اتنی ہنسی کہ پیٹ مین بل پڑگئے۔ کمر پرانے کڑک کر شہزادی سے کہا کہ "یہ سب کچھ آپ کی شان خودداری سے بعید ہی کہ آپ اپنے سے کم مرتبہ لوگون سے اتنی گھُل رہی ہین"

یہ بونا جنگل سے اِس غرض سے پکڑ کر لایا گیا تھا کہ وہ شہزادی کی دلچسپی کا باعث ہو۔ اُسکا باپ جو ایک کوئلہ فروش تھا۔ اپنے اِس بدصورت بچے سے مخلصی حاصل کرکے بیحد خوش ہوا۔ خود بونا یہان پہونچکر مسرور تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اِس حقیقت سے آگاہ ہوچکا ہی کہ اُسکی تخلیق ہی اِس غرض سے ہوئی ہی کہ وہ لوگون کی دلچسپی کا باعث ہو اسلیے وہ بچونکے ہنسنے کو بُرا نہ مانتا تھا۔ بلکہ اُنسے اتنا مانوس ہوگیا کہ اُنھین کا ایک فرد معلوم ہونے لگا۔

رقص کے اختتام پر شہزادی نے کمر پراکے دق کرنیکے لیے اپنے سر کا سپید گلاب کا پھول چبوترہ پر پھینکا جسے بونے نے اُٹھا کر چوما اور پھر وہین جگر تھام کر بیٹھ گیا۔ لیکن مسرت و ابتہاج سے آنکھین چمک اُٹھین بونا چبوترہ سے اُتر کر رخصت ہوا۔ لیکن شہزادی کو اُس سے اتنی محبت ہوگئی کہ اُسکے جاتے ہی اپنے چچا سے مصر ہوئی کہ بونے کا رقص دوبارہ ہو کمر پرا کہا کہ "دن بہت گرم ہی، بہتر ہوگا کہ شہزادی بغیر کسی تاخیر کے محل چلے جہان اُسے ایک پرتکلف دعوت دی جارہی ہی۔ اِسی دعوت کیساتھ ساتھ اُسکی سالگرہ کی تقریب کے کیک بھی تیار کئے گئے ہین جن پر اُسکے دستخط ثبت ہین۔"

شہزادی ایک شان دلنوازی کیساتھ اُٹھی اور حکم دیا کہ قیلولہ کے بعد بونے کا دوبارہ رقص ہوگا۔"

اِسکے بعد کاونٹ ٹیرالوا کی پیشوائی کرنیکا شکریہ ادا کیا۔ پھر محفل نشاط برہم ہوئی لیکن ایک ضبط اور تنظیم کیساتھ

جب بونے نے یہ نوید مسرت آفرین سنی کہ اُسے دوبارہ رقص کرنا ہی تو مارے خوشی کے کپڑون مین پھولا نہ سمایا باغ جاکر دیوانہ وار بیخودی کے عالم مین گلاب کے پھول بار بار سونگھنے شروع کئے۔ پھولونکو اُس کی یہ غلطی

نہایت ہی ناگوار گزری وہ اپنے حسیات اور جذبات پر قابو نہ پا سکے۔ لالہ نے کہا کہ وہ اتنا بد صورت ہے کہ اُسے ہمارے ہان آنیکی اجازت بھی نہ ملنی چاہیئے تھی۔"

سوسن نے غصہ سے تمتما کر کہا کہ "اُسے وہ کچھ پینا چاہئے جس سے قیامت کی نیند سو جائے۔"

ناگ پھن نے تنفر سے کہا کہ "وہ ہمارے لئے ایک خطرۂ عظیم ہے۔ اُسکا جسم سڈول تو کہان؟ ٹانگون اور سر مین بھی قطعی کوئی مناسبت نہین میرے نزدیک آیا تو وہ کانٹا چبھونگی کہ عمر بھر یاد رکھیگا۔"

سپید گلاب کے پودے نے چلا کر کہا "کہ ظالم نے وہ پھول توڑا ہے، جو آج مین شہزادی کی سالگرہ کی تقریب مین پیشکش کرنیوالا تھا۔"

بنفشہ نے کہا کہ "بونے کی بد صورتی کیساتھ تمکنت کی آمیزش بھی ہے۔ اگر وہ اِس رقص بیجا سے باز رہتا تو بہت ممکن تھا کہ ہم اُسکی پریشانی خاطر سے پسیج کر آمادۂ استعانت ہو جاتے۔"

دھوپ گھڑی نے بونے کو دیکھکر چلنا بند کر دیا جس سے صحیح وقت مین دو لمحون کا وقفہ پڑ گیا۔ آخر اُس نے مجبور ہوکر سپید مور سے جو کٹہرے مین پڑا دھوپ سینک رہا تھا کہا کہ "بادشاہون کے لڑکے بادشاہ ہوتے ہین اور کوئلہ فروشون کے کوئلہ فروش ہوتے ہین"، کیونکہ دھوپ گھڑی کا یہ کہنا حقیقت پر مبنی تھا اسلیے مور سے انکار کرتے نہ بن آیا۔ اُس نے "یقیناً یقیناً"، اتنی بلند آواز سے کہا کہ سنہری رنگ والی مچھلی نے چشمہ کے پانی سے سر نکال کر قریب کے پتھر سے پوچھا کہ "کیا معاملہ ہے"

واقعہ یہ ہے کہ پرندے بونے کو بیحد چاہتے تھے، کیونکہ وہ اُسے کئی بار پریو نکے مانند جنگل مین مرقص دیکھ چکے تھے۔ اور تو اور بلبل بھی جو راتون کو کنجون مین نغمہ ریزیان کرتی ہے، جنکو چاند بھی جھک جھک کر سنتا ہے اُس نے بھی بونے سے گہری ہمدردی کا اظہار کیا۔ کیونکہ اکثر جاڑے کے ایام مین جب درخت بے پھل ہو جاتے تھے اور شہر کے ہر دروازے سے بھیڑیے خوراک کی محافظت کیلئے نکل آتے تھے تو وہ اپنی غذا انہین ریزہ ریزہ کرکے تقسیم کر دیا کرتا تھا۔ اُسکے انھین لطف و کرم کو دہ یاد کرکے پرندے اُسکے سر پر منڈلانے لگے۔ پھر وہ اتنے نیچے اُترے کہ اُن کے پر اُسکے گالون سے لمس کرنے لگے۔ بونے نے جوش مسرت سے بیخود ہوکر انھین وہ سپید گلاب کا پھول دکھایا اور کہا کہ "مجھے یہ پھول شہزادی نے دیا ہے کیونکہ اُسے مجھسے محبت ہے۔"

اب بونا ادھر اُدھر گھومنے اور گردش کرنے سے تھک گیا تھا وہین گھاس پر دراز ہو گیا۔ چھپکلیان اُچھل اُچھل کر اور کود کود کر اُسے گدگدانے لگین۔ یہ دیکھکر پرندون نے یک زبان ہو کر کہا کہ "چھپکلیون کا سا کوئی بھی خوبصورت نہین ہو سکتا"۔ چھپکلیان طبعاً فلسفی ضرور تھین کیونکہ وہ اکثر فرصت کے لمحون مین ایک ساتھ بیٹھکر پہرون موسم کے متعلق سوچا کرتی تھین۔

پھول پرندون کا اور چھپکلیونکا یہ طرز تپاک دیکھکر جل گئے اور چلا کر کہا کہ "اُسکا یہ رقص بیجا اسکی کم ظرفی کا نمایان ثبوت ہے۔ عالی ظرف کہان اور یہ ناچنا کودنا کہان؟ وہ ہماری طرح خود دار ہوتے ہین۔ جب ہم کہین جانا چاہتے ہین تو باغبان ہمین آکر لیجاتا ہے۔ پرندون اور چھپکلیونکو اپنی جگہ قرار نہین ہے۔ تخصیص کیساتھ پرندے تو محض خانہ بدوش ہی خانہ بدوش ہین جہان جاتے ہین ڈیرے لگا دیتے ہین۔"

یہ سنتے ہی بونے نے اٹھکر محل کی راہ لی اور پرندون نے ایک انداز تمکنت سے گردن اور منقار اوپر کی۔ پھولون نے مسکرا کر آوازہ کسا کہ "دیکھو ذرا اسکی ٹانگین۔"

جنگل اور جھونپڑی کے رہنے والے بونے نے آجتک محلونکا خواب بھی نہ دیکھا تھا۔ ہان اتنا ضرور ہے کہ وہ پرندون کی بولیان بولکر مینا اور بگلونکو درختون اور دریاؤن سے کھینچ بلا سکتا تھا۔ جانورون کے نقش

قدم دیکھکر وہ اکثر ہرنون تک پہنچ جایا کرتا تھا۔
واقعہ یہ ہی کہ وہ تمام تر وحشی رقص کرنے جانتا تھا۔ مثلاً سرخ پوش ہوکر ایام خزان مین ناچنا۔ لانگ پر رقص کرنا۔ برف کے گالے گلے مین ڈالکر جاڑے کے دنون ناچنا۔ اور بہار کے دنون نسترستان مین رقص کرنا وہ جنگلی کبوترون کے اشارون سے بھی واقف تھا۔ ایکبار جب صیاد نے انھین اسیر دام کرنا چاہا تو اُس نے انکے بچے وہان سے اُٹھاکر ایک کھوکھلے درخت مین کبوترخانہ قائم کردیا۔
ہنسراج کے پودون مین دوڑنے پھرنیوالے خرگوش۔ کالی چونچ والے نیلکنٹھ۔ خارپشت اور سنگ پشت اُسے بیحد چاہتے تھے کیونکہ وہ کئی بار اُسکے ہان آکر مہمان ہوئے تھے اور وہ ساری ساری رات انپر پہرہ دیا کرتا تھا۔ مبادا کوئی سینگون والا جانور انھین گزند نہ پہونچا جائے۔
صبح اُنھین بیدار کرتا اور پھر وہ ملکر تمام دن رقص کرتے رہتے تھے۔
جنگل مین رہکر بونے کی زندگی مین کوئی لمحہ ایسا نہ تھا جو رنگین اور متنوع نہو۔ کبھی کبھی تو بشب سپید خچر پر سوار ہو کر گزرتا۔ انگور کی فصل کے ایام مین انگور جمع کرنیوالے ارغوانی ہاتھون، اور پیرون کیساتھ آتے جاتے تھے۔ کوئلہ بنانیوالے لکڑیونکو آگ لگاکر تمام رات اُسکے پاس اخروٹ بھونا کرتے تھے۔ اور ڈاکو غارون سے نکلکر اُسکے ساتھ رنگ لیان منانے آتے تھے۔
بونے نے متانت سے سپید گلاب کے پھول سے پوچھا کہ "وہ آخر کہان ہوگی؟" گلاب کا پھول چپ رہا فضا مین سکوت اور خاموشی طاری تھی۔ یون معلوم ہوتا کہ تمام محل خوابیدہ عشرت ہی پردے چھٹے ہوئے ہین۔ تاریکی ہی تاریکی تھی۔ اُس نے چارسو نگاہین دوڑائین کہ داخلے کیلئے دروازہ کہان ہوگا۔؟ آخر اُسے ایک دروازہ نظر آیا جو کھلا ہوا تھا اندر جاکر اُسنے اپنے آپ کو ایک عالیشان وسیع ہال کمرے مین پایا جس کی عظمت سے سہم کر رہگیا۔ اسکا فرش قیمتی اور رنگدار پتھرون کا تھا لیکن شہزادی وہان نہ تھی صرف چند ایک بت نظر آئے۔ جن کے پاؤن ننگ لیتے تھے۔ آنکھین سیاہ اور لبون پر تبسم تھا۔ ہال کی آخری دیوار کے قریب سیاہ اطلس کا پردہ لٹک رہا تھا جسے دیکھکر اُسے گمان گزرا کہ وہ اُسکے پیچھے ہورہی ہی۔ اس خیال سے پردہ اُٹھایا تو دوسرا کمرہ نظر آیا۔ جو پہلے کمرہ سے کہین زیادہ خوبصورت تھا جسکی دیوارین نقش ونگار سے مزین تھین، جنکی تکمیل مین مکمل سات سال صناع اپنی صنعتین خرچ کرچکے تھے۔ دیوانے بادشاہ کے عہد حکومت مین اُسے "جسی لوفو" کا مجلسی کمرہ کہتے تھے لیکن اب یہ "دارالمشاورت" تھا جسکے مرکز مین میز پر سرخ جزدان رکھا تھا۔ سامنے ایک سوار ریگنٹ گھوڑا دوڑاتے ہوئے نظر آیا جسے دیکھکر یون معلوم ہوتا تھا کہ وہ برفستان سے گزر رہا ہی بونے کو وہ قصے یاد آنے لگے جو اُنھین اکثر بابے تونکو سنایا کرتا تھا۔ یہ دیکھکر وہ ڈر گیا۔ لیکن شہزادی کے خیال نے ڈھارس بندھوائی اور سامنے کا دروازہ کھولا کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ اُس سے ملکر اپنی محبت کا اظہار کردے!
آہ! کمرہ خالی تھا۔ یہ وہ کمرہ تھا جہان شاہی سفیرونکا خیر مقدم کیاجاتا تھا۔ اِسی ہی کمرہ مین ملکہ مرحومہ کے شادی کے اہتمام ہوئے تھے تخت کے دوسرے زینہ پر شہزادی کے بیٹھنے کا صوفہ تھا۔ جسپر زردوزی کپڑا بچھا ہوا تھا۔ ساتھ کے زردوزی خیمے مین "پوپ ننکو" کی کرسی پڑی تھی جسے بادشاہ کی موجودگی مین اور جمہور کی ہر ایک مجلس مین بیٹھنے کا کھلے بندون استحقاق حاصل تھا۔ تخت کے مقابل دیوار پر چارلس پنجم کی قد آدم تصویر شکاری لباس مین آویزان تھی۔ دوسری دیوار پر فلپ دوم کی تصویر لٹک رہی تھی۔ دریچہ کے درمیان ایک اور آبنوسی صوفے پر ہاتھی دانت کی طشتری رکھی تھی جسپر ایکبار تصویر "رقص موت" کندہ تھی بونا اسکے کمرےکے سازوسامان سے مسحور نہوا اسکے دل کی عمیق ترین گہرائیون

مین صرف اتنا اور صرف اتنا خیال تھا کہ شہزادی کہین نظر آجائے۔
"اگر شہزادی کہین ملجائے تو مین تمام دن اُسکے ساتھ جنگل مین رقص کرونگا۔" اِس خیال کے آتے ہی بونے کی آنکھین خوشی سے چمکنے لگین۔ پھر وہ دوسرے کمرہ مین داخل ہوا۔ یہ کمرہ ان تمام سابقہ کمروں سے کہین زیادہ مزین اور سجا ہوا تھا۔ جسکی دیوارون پر مشقی بیل بوٹے دار کپڑے لٹک رہے تھے۔ جن پر خدائے عشق "کیوپڈ" (کامدیو) کی تصویرین منقوش تھین۔ کمرے کا تمامتر سازوسامان چاندی کا تھا۔ کمرے کے آخری سرے پر ایک صورت اُسے گھورتی ہوئی نظر آئی۔ جسے دیکھکر اُسکا دل دھڑکا اور ایک صدائے مسرت ہکلاتی ہوئی آواز مین بلند کی۔

پھر وہان سے نکلکر باہر سورج کی روشنی مین آیا تو وہ صورت بھی باہر نکل آئی۔ یہ کسی دیو کا کریہ المنظر مجسمہ تھا۔ جسکی زبان باہر نکل رہی تھی۔ اور ایال سیاہ تھے۔ بونے نے جبین چڑھائی تو اس مجسمہ نے بھی جبین چڑھائی وہ ہنسا تو وہ بھی ہنسا۔ غرض بونے نے جو کچھ کیا وہ بھی وہ کچھ کرتا رہا۔ ایکبار بونے نے ہاتھ بڑھایا تو اس مجسمۂ دیو نے بھی ہاتھ بڑھایا جسے چھوکر بونے کو معلوم ہوا کہ اُسکے ہاتھ یخ کے مانند سرد ہین۔ اب بونے نے اُس سے مخلصی چاہی۔ لیکن دیو نے پیچھا کیا۔ پھر بونے نے کمرے مین نظرین دوڑائین تو اُسے معلوم ہوا کہ دیوارون پر عکس پڑ رہا ہی۔ حجرہ کے خوابیدہ آہو کے عکس سے معلوم ہوتا تھا کہ قریب ہی کوئی دوسرا آہو خوابیدہ ہی جو دونون توام بچے ہین۔ زہرہ (الٰہۃ الجمال) اپنی باہین پھیلائے ہوئے تھی سامنے اسکا عکس پڑ رہا تھا۔
"کیا یہ گونج ہوگی؟ جس نے مجھے اُس وادی مین جواب دیا تھا۔ غالباً یہ آواز کے مانند آنکھونکو بھی فریب دیا کرتی ہی۔ کیا ان تمام عکسون مین رنگ و بو ہوگا؟۔

بونے نے چونک کر گلاب کا پھول نکالا اور اُسے چوما۔ اُس مجسمۂ دیو نے بھی اپنا گلاب کا پھول نکالکر چوما۔ اور پھر گلے سے چپٹالیا۔ بونے نے نومیدی کے عالم مین آہ کھینچی اور آہستہ آہستہ زمین پر دراز ہوگیا۔ سامنے آئینہ تھا جسمین اُسنے اپنا عکس دیکھکر معلوم کیا کہ وہ بذات خود ایک عجیب الخلقت انسان ہی۔ اب اُسے صحیح طور پر احساس ہونے لگا کہ شہزادی کی محبت محض ایک مذاق ہی۔ کاش! مجھے جنگل مین رہنے دیا جاتا کہ مجھپر یہ بھرم نہ کھلتا۔ آہ!!
بہتر ہوتا کہ مجھے باپ قتل کردیتا تو بہت ممکن تھا کہ اس رسوائی سے بچ جاتا۔"
اُسکی آنکھون سے گرم گرم آنسو بہ نکلے اور اُٹھکر وہ گلاب کا پھول برگ برگ کردیا۔ جسے دیکھکر اُس مجسمۂ دیو نے بھی وہی کچھ کیا۔ اسی اثنا مین شہزادی اپنی سکھیون سہیلیون کے ہمراہ دریچہ سے در آئی بدصورت بونے کو زمین پر دراز دیکھکر بیحد ہنسی۔ مگر بونا خاموش ہا لیکن اُسکی آہین بلند سے بلند تر ہوتی گئین شہزادی نے مسکرا کر کہا کہ ابہت کچھ وقت گزرچکا ہی۔ آپ میری خاطر رقص کرین"۔ بچون نے بلند آواز مین شہزادی کی حامی بھری۔ لیکن بونا خاموش رہا۔ شہزادی نے اُسے ٹھوکر ماری اور چچا کو بلایا جو چبوترے پر میکسیکو سے آنیوالی ڈاک دیکھ رہا تھا! اور کہا "بونا مجھسے رنجیدہ ہی آپ اُسے مناکر آمادۂ رقص کرین"۔ ڈن پیڈرو نے بونے کے طمانچہ مارکہا "اُٹھ اور وارثۂ تخت وتاج کی خاطر رقص کر"۔ مگر بونا نے جنبش تک لینا تھی نہ لی۔
ڈن پیڈرو نے پھر کڑک کر کہا "کیون کوئی کوڑے مارنے والا بلایا جائے"؟
ایک درباری نے جھک کر بونے کے دل پر ہاتھ رکھا۔ پھر گھبراکر مدھم آواز مین شہزادی سے کہا کہ "اے وارثۂ تخت وتاج! تیرا بونا پھر کبھی رقص نکریگا"

کس لئے ؟"
کیونکہ وہ دل شکستہ ہو چکا ہے"
شہزادی کے گلابی لب تنفر سے سکڑے اور چین بجبین ہو کر کہا کہ
آیندہ سے میرے ہان دل والے کھیلنے نہ آیا کرین"

اتنا کہکر باغ کی راہ لی۔
(آسکر وائلڈ)

صادق ۔ ایوبی ۔
(ڈیرہ غازی خان)

دار المصنفین کی مدد آپ کیونکر کرسکتے ہین

ذیل کی تحریر ہمارے مخدوم ومکرم جناب مولوی سید سلیمان صاحب ندوی نے بغرض اشاعت ارسال فرمائی ہے۔ درحقیقت دار المصنفین اعظم گڈھ گیارہ سال سے برابر علمی خدمات مین مصروف ہے اور اُسکے کارنامے ایسے ہین جنکی نظیر اس وقت مشکل سے ملیگی۔ مولانا ممدوح کی اس اپیل پر ہر اُس شخص کو جو علم سے دلچسپی رکھتا ہے۔ دلی مسرت کے ساتھ صدائے لبیک بلند کرنا چاہیئے۔ **وصل بلگرامی**

دار المصنفین گیارہ سال سے قائم ہے' اور اس زمانہ مین اس نے اپنی خاموش علمی خدمات کی بدولت عام اعتماد اور خاص امتیاز کے حاصل کرنے مین نمایان کامیابی حاصل کی ہے' اِس عرصہ مین سیرت نبوی کی اہم اور ضخیم تین جلدون کے علاوہ اِس نے مختلف علوم وفنون پر ۲۰ کتابین شایع کی ہین، اور رسالہ "معارف" کے ذریعہ ہوار علمی خدمات ادا کرتا رہا ہے' تصنیف وتالیف کے لیے جس سروسامان کی ضرورت ہے' ان مین اسکا ایک خاص وسیع کتبخانہ ہے' اور رفقا وفیلو کے رہنے کے مکانات ہین' اور انکے علاوہ ہر سال سلسلہ تعمیر کچھ نہ کچھ اضافہ کرتا رہتا ہے لیکن کبھی قوم نے اس پر بھی غور کیا ہے کہ آخر وہ عام قومی چندہ کے بغیر (جس پر اس وقت ہندوستان کی عام تعلیمی' علمی' اور مذہبی درسگاہون کی بنیاد ہے) کیونکر اپنی ضروریات کو پورا کرتا ہے ؟

ہمنے ابتک خود یہ کوشش کی ہے کہ قوم کے دماغ کو اِس قسم کی زحمت سے محفوظ رکھین لیکن اب اسکو کتبخانہ کے لئے ایک عمارت کی سخت ضرورت ہے' کیونکہ آجتک اسکے کتبخانہ کے لئے کوئی مستقل عمارت موجود نہ تھی' بلکہ مولانا شبلی مرحوم کا خاص سکونتی بنگلہ کتب خانہ کا کام دیتا رہا ہے' لیکن اب وہ اس ضرورت کے لئے ناکافی اور ناقابل اصلاح ہے' اِس لئے اسمین معتدبہ اضافہ اور مرمت کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

با این ہمہ سردست ہم تمام قوم سے اسکے لئے عام چندہ کی درخواست کرنا مناسب نہین سمجھتے' البتہ قوم کے برگزیدہ اصحاب جو علوم وفنون سے خاص دلچسپی رکھتے ہین اسکے رکن اول بن کر اپنی علمی دلچسپی کے اظہار کے ساتھ اسکی اعانت بھی کرسکتے ہین۔ اِس قسم کے بزرگون کو ۲۵ روپیہ سالانہ کی رقم ادا کرنی پڑتی ہے' اور اس رقم کے ادا کرنے کے بعد دار المصنفین اپنی سال بھر کی تمام تصانیف اور رسالہ "معارف" ہدیۃً انکی خدمت مین پیش کرتا ہے۔

بہت سے بزرگون نے ہماری درخواست کے بغیر یہ علمی اعزاز حاصل کیا' اور اب ہمکو اس قسم کے پانچسو بزرگون کو اور اس زمرہ مین شامل کرنے کی دعوت دیتے ہین' اور امید کرتے ہین کہ علم دوست اصحاب اسکو قبول فرماکر ایک خاموش کام کرنے والی مجلس کی اس اہم علمی ضرورت کی تکمیل مین شوق کے ساتھ شریک ہوکر آخر دسمبر تک زر رکنیت روانہ فرمائینگے تاکہ جنوری ۲۷ء سے اُنکے نام ارکان کے رجسٹر مین درج کرلئے جائین

"سید سلیمان ندوی" ناظم دار المصنفین، اعظم گڈھ

حُسنِ خوابیدہ[*]

(۱)

اک آفت ترا حُسنِ خوابیدہ ہے — قیامت ترا حسن خوابیدہ ہے
ادا یہ بھی ہے ہوش کی کھونے والی — اسی طرح ہاں سوئے جا سونے والی
کئے جا یونہیں سیرِ باغِ جنان کی — خبر لا[1] اسی طرح کون و مکان کی
یونہیں محوِ گلگشت رہ اور کچھ دیر — زرا دیکھ لین ہم بھی یہ دور کچھ دیر
وہ خندہ نما آنکھیں ہین برقِ تابان — گلابی لبون پر تبسم نمایان
یہ آہستہ آہستہ لب ہل رہے ہین — شگوفے نئی طرح کے کھل رہے ہین

ہر اک سانس سے آہِ دلدوز پیدا
قیامت کا ہر آہ مین سوز پیدا

(۲)

شباہت مین مینائے مے ہے وہ گردن — حقیقت مین نایاب شے ہے وہ گردن
وہ رخسار، آیا کرے پیار جن پر — وہ ہلکی سی سُرخی نمودار جن پر
وہ، لو اُسکے ہونٹون سے آواز نکلی — لئے اپنے ہمراہ اک ساز نکلی
خیالون کے طوفان سے گھبرا رہی ہے — زبان پر وہ کچھ رازِ دل لا رہی ہے
اِدھر شوق، یہ راز معلوم ہوتے — لبون کے بھی اعجاز معلوم ہوتے
مگر اسکے سنتے ہوئے ڈر رہا ہون — کہون کیا عجب کشمکش مین پھنسا ہون

غضب کا ہی شوق اور قیامت کا ڈر ہے
اُدھر بھی خطر ہے، اُدھر بھی خطر ہے

[1] یہ مصرع «نگار» مین کسی طرح غلط چھپ گیا، صحیح یہ ہی ۱۲

۳

وہ سوتے سے اب دفعتاً چونک اُٹھی
مگر آنکھیں ہیں خوف سے بند اُسکی

وہ سہمی سی ہے، روتی ہے، کانپتی ہے
کسی وجہ سے سوتے ہیں ڈر گئی ہے

ابھی محو تھی خواب ہیں کس ادا سے
وہ سینے پہ دل کی طرف ہاتھ رکھے

پریشان ایسی ہوئی کیا سبب ہے
وہ بیچین سی ہو رہی ہے غضب ہے

نہیں، لو وہ پھر سوگئی لے کے کروٹ
لبوں پر پھر آئی وہی مُسکراہٹ

وہ رخساروں پر آئی فی الفور سُرخی
ان انگاروں پر آئی اب اور سُرخی

بتاتی ہے یہ حالتِ خواب اُسکی
کہ ہے پاک دامن کوئی حور سوتی

۴

یونہیں سوئے جا تیرے سونے کے صدقے
ترے مطمئن ہونے کے سونے کے صدقے

وہ سونا، ترا جس پہ قابو نہیں ہے
مقید کسی طرح اب تو نہیں ہے

تری نیند ہے، تیرے قابو سے باہر
نہ اِس پر مروں، میرے قابو سے باہر

بہشتِ بریں والے قربان تجھ پر
عجب کیا جو لے آئیں ایمان تجھ پر

خیال اہلِ فردوس کے مثل تیرا
کمال اہلِ عرفان میں بے مثل تیرا

رہیں تیرے سینے کے اسرار محفوظ
یہ سربستہ روحانی انوار محفوظ

وہ اسرار، سینہ پر انوار جن سے
وہ انوار، کامل ہوں اسرار جن سے

(ترجمہ انگریزی) وصل بلگرامی

(منقول از جریدۂ "نگار" بھوپال)

جلیس ماضی

(از جناب خواجہ محمد عبدالرؤف عشرت لکھنوی)

دو تین مہینے کی بات ہے کہ احسن مرزا عرف منے مرزا شرر زندہ تھے آج ہم اُن کو مرحوم کے نام سے یاد کرتے ہیں زرا ثقل سماعت تھا اور کچھ دماغ مین خلل واقع ہوگیا لیکن یہ جنون اس درجہ کا نہ تھا کہ کوئی ان کا ملنے والا دفعۃً اسے محسوس کرسکے نہایت مہذب شریف مزاج آغا مظہر کے شاگرد تھے مذاق سلیم رکھتے تھے۔

ایک دفعہ حیدرآباد بھی جانے کا اتفاق ہوا تھا جب واپس آئے تو اپنے سب دوستوں سے ملے - میرے پاس بھی آئے کہنے لگے تمکو اکثر لوگون نے وہان دریافت کیا۔ مین نے کہا پھر آپ نے کیا جواب دیا کہنے لگے بھائی وہ لوگ اسی واسطے پوچھتے ہین کہ انھین معلوم ہوگیا ہے لکھنؤ والے ایک دوسرے کی مزمت کرتے ہین مگر ہر بر کعبہ ہمنے تمھاری بہت تعریف کی اور جس جس شاعر کو پوچھا اسکی تعریف کی۔

فرقۂ شعرا مین ایک خاص عادت ہے کہ ایک شاعر دوسرے شاعر کا حال نہین پوچھتا نہ یہ پوچھتا ہے تم کہان رہتے ہو تھارے کے بچے ہین تھارے باپ کا نام کیا ہے کیونکر بسر ہوتی ہے۔

بلکہ پوچھتا ہے تو یہ پوچھتا ہے آجکل کوئی تازہ غزل کہی ہو تو سناؤ کلام کیسا ہے طبیعت مین شوخی شعر مین مزا ہے یا نہین۔

اس اعتبار سے ہمکو یہ نہین معلوم ہوا کہ ان کے کے لڑکے تھے بی بی ہین یا نہین۔

وزیر گنج کے مکان مین ان کو دیکھا تھا اس سبب سے کہہ سکتے ہین کہ وہ وزیر گنج مین رہتے تھے خوب صورت آدمی تھے زائد سے زائد چالیس برس کی عمر ہوگی خوش پوشاک تھے شعر اچھا کہتے تھے اور مزے کا کہتے تھے۔

ایک دن خبر ملی کہ رومی دروازے کے قریب شرر موٹر سے کچل کر مر گئے اس خبر سے جو کچھ صدمہ ہوا قابل بیان نہین لیکن یقین کامل نہ ہوا جب تواتر سے معلوم ہوا تو منشی جعفر حسین منظر ان کے شاگرد کے پاس منشی نواب حسین عزم کو بھیجا ان سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ سچ ہے اور نعش اسپتال مین ہے۔

کچلتے ہی دماغ پھٹ گیا اور اُسی وقت دم نکل گیا بیچارے کوئی وصیت بھی نہ کرسکے ان کے گھر مین ایک کہرام برپا تھا اور کسی کے حواس درست نہ تھے یہ واقعہ تخمیناً تین مہینے کا ہے۔ اس واقعہ کا سب دوستون پر خاص اثر پڑا اور بیحد رنج ہوا خدا مغفرت کرے عجیب نیک مزاج آدمی تھا جب کوئی تازہ غزل کہتے تھے تو ہمیں ضرور سناتے تھے۔ حال مین مرثیہ گوئی بھی شروع کی تھی دو چار شعر یاد آگئے۔

اک معمہ بن گئی ہے بے ثباتی شباب — سب جوانی مین جوان ہین پر جوان کوئی نہین

منحصر انکی خوشی پر زندگانی ہے مری — وہ نہین راضی تو مجھپر مہربان کوئی نہین

ہو کے مجبور محبت مین یہ دل کہتا ہے — لے شرر چاہیے غیرون کی مدارات مجھے

یاس کا عالم ہے مین ہون اور میری حسرتین — اب بستر ہے نہ بالش ہے نہ پہلو ہے نہ دوست

جب جگر جانفشانی کا صلا دینے لگے — خود ہم اپنی زندگانی کو دعا دینے لگے

کیا مخالف ہین ہوا ئین عالم اسباب کی　　بااثر نالے شب فرقت دغا دینے لگے

صبا کے آتے ہی لی شاخ گل نے انگڑائی　　بلاکشون کو نظر آگئی ادائے بہار

مسکین لالہ گنج بہاری لال صفدر گنج کے رہنے والے ستر برس کی عمر مین کسی شادی کی تقریب سے لکھنؤ مین آئے مجھسے ملے اور کہنے لگے خدا جانتا ہے اس سفر سے تمھاری زیارت مقصود تھی ورنہ شادیون مین میری شرکت بہت کم ہوتی ہے۔

کلام تو مین رسائل مین دیکھتا تھا اور تمھاری تصنیف کی ہوئی کتابین بھی دیکھ چکا ہون۔ مگر ایک لطف گفتگو سے باہمی باقی تھا خدا نے آج وہ بھی پورا کر دیا۔

مین نے کہا مین بھی آپ کا کلام مرقع نگار مین اکثر دیکھا کرتا تھا مگر اس طرف البتہ کلام دیکھنے مین نہین آیا کچھ تازہ کلام سنائیے فرمایا اچھا آپ کے ارشاد کی تعمیل دیتا ہون کچھ کلام سنایا دوسرے دن چلے گئے سال بھر کے بعد خبر آئی کہ مسکین کا انتقال ہو گیا۔ اس خبر کو آج پانچ برس ہو چکے ہین۔

دہن ہے نقطۂ موہوم اسکا　　کمر باریک ہے تار نظر سے

وعدہ وصل تو بیساختہ کر جاتے ہین　　وقت آتا ہے تو شوخی سے مکر جاتے ہین

یہی وظیفہ ہے کہدینا اُنسے اے قاصد　　زبان سے نام ترا صبح و شام لیتا ہو

نادر منشی نادر علی خان کاکوروی من مضافات لکھنؤ آپکی نیچرل نظمین مشہور ہین انگریزی نظمون کا ترجمہ فصیح اردو مین نظم کرتے تھے غزل کا رنگ اچھا تھا مہینے مین دو ایک مرتبہ ہمارے پاس ضرور آتے تھے اور اپنا کلام بھی سناتے تھے محاورات کی صحت کا بہت خیال تھا آدمی خلیق کشیدہ قامت گورے تھے مزاج مین غرور شاعری نہ تھا زبان لکھنؤ کے سخت پابند تھے ان کے انتقال کو تخمیناً دس برس ہوئے

اچھا تھا وہ شباب کہ کچھ سوجھتا نہ تھا　　اب ہر قدم پہ خوف نشیب و فراز ہے

ہے ذرہ ذرہ پرتو مہر جمال یار　　دنیا نہین ہے خانۂ آئینہ ساز ہے

للہ اے ہجوم تمنا ذرا ٹھہر　　یہ وقت رخصت نفس جانگداز ہے

ہم اک مختصر سے ملین ہین شادی و غم دونان　　ہجوم یاس سے یا دُن کہین کمبخت فرصت بھی

فلک میر سجاد حسین نام لکھنؤ محلہ سبحان نگر کے رہنے والے میر کلو عرش کے شاگرد۔ اوقاف حسین آباد سے کچھ چٹھیان ان کے نام تھین اور اوقاف خیرات خانہ سے کچھ چٹھیان مقرر تھین وہی ذریعۂ معاش تھا اس کے علاوہ معلمی کرتے تھے اس مین بھی دس پانچ روپیہ ماہوار مل جاتا تھا۔ دو لڑکیان تھین لڑکیون کے لڑکے اس سبب سے بہت عسرت مین بسر ہوتی تھی۔ غزل اچھی کہتے تھے مگر عمر بھر کسی مشاعرے مین شریک نہ ہوئے۔

چوگوشیہ ٹوپی پہنتے تھے گلے مین صرف ایک انگرکھا اور کندھے پر ایک مارکین کا چادرہ گندمی رنگ، دراز قد جاڑے مین بھی یہی لباس رہتا تھا۔

آخر مین ضرورت زمانہ سے مجبور ہو کر خیال کہنے لگے تھے اور یہی وسیلۂ معاش ہو گیا تھا طرہ والون کی طرف سے خیال کہتے اِن کے کھنڈ بہت مشہور تھے اور ان مین شاعری ہوتی تھی فی کھنڈ بیس روپے ملتے تھے کھنڈ مین کوئی مشہور قصہ یا کوئی تاریخی واقعہ نظم ہوتا تھا ایک کھنڈ مین آخری شاہ اودھ کے معزول ہونے کا واقعہ لکھا ہے اسمین اُڑان کا مصرع ہے۔ کہ قائم سلطنت ہو پھر مرے سلطان عالم کی

اس کھنڈ کی قیمت ان کو چکوے اور کبڑیے دیتے تھے اِسکے علاوہ اور بھی خدمت کرتے تھے - مزاج مین غصہ بھی بہت تھا جس کسی سے ذرا بھی تکلیف پہونچتی تھی اس کی ہجو ضرور لکھتے تھے ایک ہجو کا شعر ہے -

خدا وندا تو غارت جلد کر فصلو قصائی کو حلال اُسنے کیا ہے چھری ساری خدائی کو

ایک ہجو کا مصرع ہے - مان تیری قوم کی لودھن خالو چھنگا نائی ہے

کسی کھتری کو مہینہ بھر پڑھایا اُس نے ایک مہینے کی تنخواہ مار لی آپ نے اس کی ہجو بھی کہی شعر

ایک کھتری کا لڑکا ہے اسپر خدا کی مار رہتا تھا کیسی گنج مین وہ موذی نابکار

اسی طرح ہزار دن قصیدے ہجو مین کہڈالے

منشی انوار حسین سلیم سہسوانی کی معرفت راجہ کشن کمار وقار کے دیوان کو اصلاح دی انھون نے پندرہ روپیہ ماہوار مقرر کردیا تھا اسپر بھی بیچارے ہمیشہ معمولی لباس اور سادی وضع مین مفلوک الحال رہتے تھے تنگ حالی تنگ دستی ان کی انیس تھی شاعر فلک زدہ تھے مگر اُسوقت کے شعرا مین جو بات قابل رشک ہے وہ یہ تھی کہ اُستاد کے ہمیشہ غلام بنے رہے اور زندگی بھر اعتراف شاگردی کرتے رہے فرماتے ہین شعر

تلمذ عرش سے ہے اے فلک اسمین تعجب کیا کلام آسمانی نام ہے گر میرے دیوان کا

آندھی ہو پانی ہو مگر استاد کی خدمت مین ضرور حاضری دیتے تھے جس سے ملتے تھے خلوص سے ملتے تھے زرا دیر آشنا تھے مگر نہایت خوش طبع شیرین بیان نثر مقفیٰ لکھتے تھے - پندرہ برس انتقال کو ہوے نوے برس کی عمر پائی - دو چار شعر یاد رہگئے ہین -

زندگی بھر مجھکو سودا کوے جانان کا رہا قیس دیوانہ تھا عشق اسکو بیابان کا رہا

جس نے تیرے رنگ و رو پہ اے پری پائی جگہ پھر کبھی خواہان نہ وہ تخت سلیمان کا رہا

جو لبشر اشرف ہے اور علم پر قابو نہین پھول ہے خوشرنگ لیکن اے فلک خوشبو نہین

رنجور شمس العلما مولوی محمد یوسف جعفری چیف مولوی آخر زمانے مین جس وقت ہماری ملاقات کو آپ تشریف لائے تو نابینا ہو چکے تھے - ہاتھ مین ایک ڈنڈا تھا اسکی چاندی کی شام پر آپ کا نام لکھا ہوا تھا - اس لیے بغیر کسی معارف کے ہم نے پہچان لیا میانہ قد گورے رنگ کے آدمی تھے نہایت خلیق شاعری کا بہت شوق تھا حافظہ بہت قوی تھا - چنانچہ آپ نے دو چار غزلین اپنی سنائین اور بہت خلوص سے معانقہ کیا اور یہ بھی کہا کہ اگر آپ انگریزی مبتدیون کے لیے کوئی آسان اُردو کی کتاب لکھین تو مین داخل نصاب کرادونگا مین نے کہا میری غرض یہ نہین ہے کہ اپنے مجوزہ فرائض سے دست بردار ہو کر محض دنیاوی فائدے کے لیے اپنا وقت ضایع کرونگا -

مین نے قواعد زبان اُردو کا کام اپنے اوپر فرض کرلیا ہے اس سے تجاوز نہین کرتا - مجھے اس کی خواہش ہے کہ کوئی یونیورسٹی میری کتاب نصاب مین داخل کرے اس لیے کہ نصاب مین داخل شدہ کتاب سال بھر کے بعد مردود ہو جاتی ہے اور پھر اسے کوئی نہین پوچھتا میری کتابین نصاب عام مین داخل ہین جو کبھی منسوخ نہین ہوتین اور کثیر تعداد مین ان کی اشاعت ہوتی ہے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کسی وقت فرصت ہو تو میرے قیام گاہ پر تشریف لائیے مجھے بہت خوشی ہوگی مین حسب وعدہ سہ پہر کو گیا آپ نے ایک ملازم سے کہا کہ ہمارے دیوان سے کوئی غزل سناؤ - دو چار غزلین سنین اس کے بعد کچھ تحقیق محاورات کا ذکر رہا دو گھنٹے کے بعد مین رخصت ہو کر چلا آیا اس کے بعد دوسرے سال تشریف لائے اور میری ملاقات کو بھی آئے مگر میری عدم موجودگی کے سبب سے واپس چلے گئے پھر ملاقات نہ ہوئی -

تخمیناً سات برس کا عرصہ ہوتا ہے کہ پٹنے سے مولوی عبد الغفور صاحب کامل نے تحریر فرمایا کہ مولوی رنجور کا انتقال ہوگیا -

---

تمام ماہران فن نے [illegible]

کوئی واعظ کا پتہ پوچھے تو مین بتلادون ــ میکدے مین وہ ملا بیشتر اوقات مجھے
کھو کے امیدون کو لے یاس تجھے پایا ہے ــ تو نہ جانا کہ غنیمت ہے تری ذات مجھے

نوشاد — راجہ نوشاد علی خان تعلقدار جہانگیر آباد ضلع بارہ بنکی نہایت خوشگو خلیق نیک مزاج رئیس تھے جس زمانہ مین انجمن اصلاح سخن کا مین سکرٹری تھا آقاے سخن مولوی وسیم نے فرمایا کہ جناب راجہ صاحب تمسے تخئیل قدیم کے منشا کے متعلق کچھ دریافت کرنا چاہتے ہین تم دو گھڑی کے واسطے وقت نکال کر وہان چلو مین حسب وعدہ دوسرے روز نو بجے بہمراہی جناب فصاحت و جناب وسیم چینی بازار کی کوٹھی مین بگھی پر سوار ہو کر راجہ صاحب کی خدمت مین گیا نہایت احترام سے ملے تخئیل قدیم کے متعلق دیر تک گفتگو رہی اسکے بعد راجہ صاحب نے کچھ اپنا تازہ کلام سُنایا اور وعدہ لیا کہ کبھی کبھی آیا کرو مگر بالکل فرصت نہ ہونے کے سبب سے مجھے دوبارہ خدمت مین حاضر ہونے کا موقع نہ ملا تخمیناً دس برس کا زمانہ ہوا کہ آپ نے انتقال فرمایا۔

آج کیون گو رغریبان مین ٹہلتے ہین آپ ــ یہ جگہ سیر کے قابل کبھی ایسی تو نہ تھی
رنگ گل کچھ اثر جذب سے کھینچ آتا ہے ــ سرخی خون حنا دل کبھی ایسی تو نہ تھی
کیا سلیقہ ہے تحسین انجمن آرائی کا ــ پیشتر غیر کی محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

ظہیر — منشی سید ظہیر الدین راقم الدولہ دہلوی تلمیذ ذوق مرحوم آپ سے محض خط و کتابت تھی اپنا دیوان بھی مجھے بھیجا تھا خط سے نہایت محبت ٹپکتی تھی اور نہایت بے تکلفی سے خط لکھتے تھے۔ داغ مرحوم کے مرنے کے بعد آپ حیدر آباد مین تشریف رکھتے تھے اور امیدوار تھے کہ داغ کی جگہ آپ کو ملے گی مگر افسوس ہے کہ بوجہ کبر سنی کے آپ کو یہ ملازمت حاصل نہ ہوئی اس ناکامی کا کچھ ایسا دلی صدمہ آپ کو پہونچا کہ اُسی سال رحلت فرمائی تخمیناً انتقال کو پندرہ برس ہوے۔

شمشیر زبان ہے کہ تری تیغ نظر ہے ــ صد پارہ ہے دل سینے مین ٹکڑے جگر ہے
آسودہ ہوئے تھے نہ ابھی آکے عدم سے ــ درپیش ہمین منزل ہستی کا سفر ہے
کعبے کو گیا کوئی گیا دیر کو کوئی ــ ہم خانہ بدوشون کا ٹھکانا نہ ادھر ہے
سوتے ہین ظہیر آپ ابھی خواب گران مین ــ سر پر ہے سفر آپ کے کچھ یہ بھی خبر ہے

اوج — مرزا محمد جعفر خلف مرزا دبیر۔ فن شعر سے خوب واقف تھے علم عروض مین بھی ایک کتاب مقیاس الاشعار آپکی تصنیف سے ہے اخلاق اور مروت ان کی مشہور تھی اکثر مہینے مین ایک مرتبہ ہمارے پاس تشریف لاتے تھے اسی طرح ہمکو بھی کبھی آپ کی خدمت مین جانے کا اتفاق ہوا کرتا تھا وسیع الاخلاق آدمی تھے ہر شخص ان سے مل کر خوش ہوتا تھا آخر زمانہ مین مرزا صاحب اسہال کبدی مین مبتلا ہو گئے تھے اور اپنی مقیاس ہر وقت لیے رہتے تھے۔ مگر جو کوئی ملاقات کو جاتا تھا اُس کی تعظیم کے لیے ضرور اُٹھ بیٹھتے تھے اگرچہ اُٹھنے بیٹھنے مین تکلف ہوتا تھا۔ اس زمانے مین مجھے اکثر جانے کا اتفاق ہوا اور بار بار بہ اصرار عرض کیا کہ آپ اٹھنے کی زحمت نہ فرمائین مگر اُن کے اخلاق نے اسے قبول نہ کیا سلام مین ہمیشہ سبقت مرزا صاحب کی طرف سے ہوتی تھی مرثیہ ہمیشہ تحت اللفظ نہایت اصول قرأت سے پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے رقص ممبری نہین آتا رجب کی ۲۵ تاریخ کو میر باقر سوداگر کے امام باڑے مین مرزا صاحب اپنا نو تصنیف مرثیہ پڑھتے تھے دور دور سے امرا اور رؤسا مومنین سادات بنظر ثواب مرثیہ سننے کے لیے آتے تھے اس تاریخ کو مرزا صاحب مجھسے بھی وعدہ لیتے تھے اور اپنے حسن اخلاق سے جب مرثیہ پڑھنے تشریف لیجاتے تھے تو اکثر مجھے ہمراہ لے لیتے تھے۔ اور کبھی ایک ہفتہ پیشتر تاریخ کی یاد دہانی فرماتے تھے۔ اس مجلس مین بہت بڑا مجمع ہوتا تھا۔ ایک بجے مرثیہ شروع ہو جاتا تھا۔ اور تین بجے ختم ہوتا تھا۔ بیماری نے طول کھینچا کسی دوا سے فائدہ نہ ہوا۔ مرزا صاحب بھی اپنی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے آخر ۱۳۳۵ھ ۶۶ برس کی عمر مین انتقال فرمایا اور اسی بغیا مین جسمین مرزا دبیر صاحب کی قبر ہے مرزا اوج بھی دفن ہوے

سلام

عروج ہے جو در شاہ کے گدا کے لئے ــ کہان وہ اوج سعادت کبھی ہُما کے لئے
زمین سے جاکے رہے اس لیئے فلک پہ مسیح ــ کہ خاک پاک تو دنیا مین ہو شفا کے لئے
ہمارے اوج سعادت ہے مہرمان آکر اوج ــ مری بلا ہو مگس خوان اغنیا کے لئے